مکتبہ بیت السلام
MAKTABA BAITUL-SALAM

مواعظِ حسنہ

حصہ سوم

تالیف
حضرت مولانا عبد الرب صاحب گونڈوی

تقریظ
مولانا عبد المبین منظر صاحب رحمہ اللہ
سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث یو، پی

خطبۂ نبوی ﷺ
حج بیت اللہ
جہیز و بارات
نفس پرستی
جہاد
علم
حل یہاں ہے
بدعت
صبر و استقامت
ایمان و عمل صالح
کسب معاش
معراج نبوی ﷺ
معجزات نبوی ﷺ
رحمۃ للعالمین ﷺ
ذکر الٰہی

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ بیت السلام
مئوناتھ بھنجن یوپی الہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- **کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- **مجلس التحقیق الاسلامی** کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (**Upload**) کی جاتی ہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (**Download**) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ بیت السلام
MAKTABA BAITUL SALAM

مواعظ حسنہ

حصہ سوم

تالیف
حضرت مولانا عبد الرب صاحب گونڈوی

تقریظ
مولانا عبد المبین منظر صاحب رحمہ اللہ
سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث یو، پی

مکتبہ بیت السلام مئوناتھ بھنجن یوپی الہند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	مواعظ حسنہ (حصہ سوم)
تالیف	:	حضرت مولانا عبد الرب صاحب گونڈوی
تقریظ	:	مولانا عبد المبین منظر صاحب رحمہ اللہ
طابع وناشر	:	مکتبہ بیت السلام مئوناتھ بھنجن یوپی الہند
سال اشاعت	:	مئی ۲۰۱۳ء
صفحات	:	480

ملنے کا پتہ

مکتبۃ الفہیم

مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road

Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101

Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224

Email :faheembooks@gmail.com

القرآن پبلیکیشنز ــــ سری نگر	مکتبہ دار السلام سری نگر، مکتبہ مسلم سری نگر
اسلامک ــــ بک سروس ــــ سری نگر	مکتبہ المعارف ممبئی، عمری بک ڈپو ممبئی
ھدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس حیدر آباد	مکتبہ الاثر پرانی حویلی حیدر آباد
دکن ٹریڈرس مغل پورہ حیدر آباد	مکتبہ دار السلام اننت ناگ کشمیر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۶	**حرف آغاز**	
۸	**تقاریظ**	
۱۱	**خطبۂ نبوی**	
۱۲	**حج بیت اللہ**	۱-
۱۴	• ایک واقعہ	
۱۷	• حج بدل	
۲۱	• احرام	
۲۴	• کعبہ	
۲۹	• حطیم	
۲۹	• ملتزم	
۳۰	• مقام ابراہیم	
۳۰	• صفا و مروہ	
۳۱	• سعی	
۳۲	• ایام حج	
۳۳	• وادی محسر	
۳۸	• مدینہ	
۴۱	• اصحاب صفہ	
۴۲	• آثار مدینہ	
۴۲	• مسجد قبا	
۴۳	• مسجد قبلتین	
۴۴	• احد	
۴۵	• حج کا پیغام	
۴۸	**جہیز و بارات**	۲-
۵۳	• دو واقعات	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- بارات ۔۔۔۔۔۔ ٦٢
- ایک واقعہ ۔۔۔۔۔۔ ٦٦
- ایک مثال ۔۔۔۔۔۔ ٦٨
- ایک لطیفہ ۔۔۔۔۔۔ ٦٩

۳- **نفس پرستی** ۔۔۔۔۔۔ ٧٠
- بی اے کی ڈگری ۔۔۔۔۔۔ ٨٥
- ایک واقعہ ۔۔۔۔۔۔ ٨٦

۴- **جھاد** ۔۔۔۔۔۔ ٩٢
- ایک مثال ۔۔۔۔۔۔ ١٢٣

۵- **علم** ۔۔۔۔۔۔ ١٤٠
- ایک نکتہ ۔۔۔۔۔۔ ١٤٣
- ایک مثال ۔۔۔۔۔۔ ١٤٥
- عربی مدارس ۔۔۔۔۔۔ ١٦١

٦- **حل یھاں ھے** ۔۔۔۔۔۔ ١٦٩
- حدیث ۔۔۔۔۔۔ ١٧٢
- ایک مثال ۔۔۔۔۔۔ ١٧٩
- ایک دلچسپ واقعہ ۔۔۔۔۔۔ ١٨١

٧- **بدعت** ۔۔۔۔۔۔ ٢٠٣
- ایک غلط فہمی کا ازالہ ۔۔۔۔۔۔ ٢٠٥
- سنت اور بدعت ۔۔۔۔۔۔ ٢١٠
- ایک نکتہ ۔۔۔۔۔۔ ٢١٣
- تیجہ و چہلم ۔۔۔۔۔۔ ٢١٧
- فاتحہ و نذر و نیاز ۔۔۔۔۔۔ ٢١٨
- درود ۔۔۔۔۔۔ ٢١٨
- عید میلاد النبی ۔۔۔۔۔۔ ٢٢٠
- حب رسول و اطاعت رسول ۔۔۔۔۔۔ ٢٢٣
- انداز محبت ۔۔۔۔۔۔ ٢٢٥
- عرس و قبر پرستی ۔۔۔۔۔۔ ٢٣٤
- ماہ رجب ۔۔۔۔۔۔ ٢٤٣
- شب برات ۔۔۔۔۔۔ ٢٤٧

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- گیارہویں ۲۵۲
- اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام ۲۵۵

۸- **صبر و استقامت** ۲۵۸
- ایک نکتہ ۲۶۹
- چند واقعات ۲۷۵

۹- **ایمان و عمل صالح** ۲۹۴
- سب سے بڑی نعمت ۳۰۱
- اخلاص ۳۱۴

۱۰- **کسب معاش** ۳۳۴
- اسلام وکمیونزم ۳۴۸
- قرض ۳۶۷

۱۱- **معراج نبوی** ۳۷۳

۱۲- **معجزات نبوی** ۳۹۱
- بشریت انبیاء ۳۹۲
- سب سے بڑا معجزہ ۳۹۸
- معجزۂ شق القمر ۴۰۰
- نباتات پر اثر ۴۰۶
- دودھ کی برکت ۴۰۷
- علم غیب ۴۱۰
- آپ کی پیشین گوئیاں ۴۲۲

۱۳- **رحمة للعالمین** ۴۲۹
- چند واقعات ۴۴۵

۱۴- **ذکر الٰهی** ۴۵۵
- کلمات ذکر ۴۷۰
- لا الہ الا اللہ ۴۷۳
- تسبیح فاطمہ ۴۷۵
- اسماء حسنہ ۴۷۷
- ایک اہم نکتہ ۴۷۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حرفِ آغاز

میرے والد حضرت مولانا شکر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان یادگار زمانہ عبقری شخصیات میں ہوتا ہے جو اپنے مجاہدانہ کارناموں اور قوم و ملت کی اتھاہ اور مثالی خدمات کی بدولت امت ہو گئے۔

مرحوم نے جہاں وعظ و پند کے ذریعہ یو. پی. کے شمالی مشرقی خطے میں توحید و سنت کا چراغ جلانے اور غیر اسلامی رسومات کے استیصال کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں، وہیں سالہا سال دن رات کی محنت کے بعد مختلف موضوع پر قیمتی اسلامی مواد ضخیم کتابوں کی شکل میں جمع کیا اور انہیں اہل ثروت حضرات کے تعاون سے طبع کرا کے پورے ملک میں مفت پہنچایا۔

ان کتابوں کی افادیت کے پیش نظر اور عوام کے بے حد اصرار پر میں نے انہیں دوبارہ شائع کرنے کا منصوبہ بنایا تاکہ ان کی محنت اور اس کے نتیجے میں جمع شدہ قیمتی مواد ضائع نہ ہونے پائے اور اس سے آئندہ آنے والی نسلیں بھی فیضیاب ہو سکیں۔

اللہ نے مجھے اس کی توفیق بخشی اور ۱۹۷۸ء میں کتاب ''ارکانِ اسلام'' شائع ہوئی۔ پھر حیرت انگیز طور پر (جس کا مجھے وہم و گمان بھی نہیں تھا) جماعت کے مخیّر حضرات نے اس طرح تعاون کیا کہ ان کی اشاعت میں کوئی دشواری نہیں رہی۔ پھر یکے بعد دیگرے ''خطبات اسلام''، ''معیارِ اسلام''، ''آئینہ اسلام''، ''شمع اسلام'' اور ''احکامِ اسلام'' وغیرہ طبع ہو کر مفت تقسیم ہوئیں۔

والد مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے میں نے بھی اپنی تالیفات کا سلسلہ شروع کیا اور چند مفید اور اصلاحی کتابیں لکھیں اور شائع کیں، جیسے ''[illegible]نون''، ''حقیقتِ آخرت''، ''حقوق و معاشرت'' وغیرہ۔

عرصہ سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ مختلف عنوانات کی تقریریں ایک مجموعہ کی شکل میں شائع کی جائیں جس سے طلباء، خطباء اور مبلغین کو بیک نظر کسی ایک عنوان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحت کافی مواد اکٹھا ہو جائے۔

اسی ضرورت کے تحت یہ سلسلہ ''مواعظِ حسنہ'' کے نام سے شروع ہوا اور اس کی پہلی، دوسری اور پھر تیسری جلد طبع ہوئی اور پھر تو اس کا سلسلہ چل پڑا اور اس کی نو جلدیں چھپ گئیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ مواعظ کا یہ سلسلہ طلباء، خطباء، ائمہ مساجد اور مبلغین کے لئے بہت ہی کارآمد اور مفید ثابت ہوا اور اس کی عوامی افادیت کو ارباب فکر و دانش نے بھی تسلیم کیا اور ہر مطالعہ پسند حلقہ و طبقہ نے اسے قدر شناسی کی نگاہوں میں جگہ دی۔ یہی نہیں بلکہ بہت سے اہلِ علم حضرات نے اس کوشش کو وقت کی اہم ترین ضرورت قرار دیا اور متعدد جرائد و مجلات نے اس پر تبصرے کر کے ہمت افزائی کی اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت پر زور دیا۔

اس کی ضرورت و افادیت کے پیش نظر ان جلدوں کی کئی بار اشاعت ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔ پھر اس کی تین جلدوں (اول، دوم، سوم) کو ملا کر ایک ہی جلد میں شائع کیا گیا۔ اس کے فوراً بعد اس کی دوسری جلد (جو چہارم، پنجم اور ششم پر مشتمل تھی) شائع ہوئی۔ یہ اس کی تیسری جلد ہے جو ہفتم ہشتم اور نہم پر مشتمل ہے۔

اس سلسلۂ مواعظ کے لئے قرآن مجید اور صحاح ستہ کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب و رسائل سے استفادہ کیا گیا ہے۔

تفسیر ابن کثیر، تفسیر ثنائی، تفہیم القرآن، موطا امام مالک، الرحیق المختوم، مشکوٰۃ، معارف الحدیث، رحمۃ للعالمین، سیرت النبی، مضامین عبدالماجد دریا آبادی، خطباتِ اسلام، الرسالہ، اخبار اہلحدیث، ترجمان و الاسلام وغیرہ۔

عبدالرب گونڈوی
ناظم معہد السنۃ گینسری، ضلع بلرامپور، یو۔ پی۔ الہند
یکم ستمبر ۲۰۰۶ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقریظ

از: حضرت مولانا عبدالمبین منظر رحمۃ اللہ علیہ، سابق صدر جمعیۃ اہلحدیث مشرقی یوپی

مولانا عبدالرب ایک ابھرتے ہوئے ہونہار خطیب ہیں۔ آپ کا طرزِ خطابت منفرد اور جداگانہ ہے۔ آپ کی تقریر انتہائی مربوط ہوتی ہے، زبان عام فہم، سلیس اور اندازِ بیان بہت دلکش ہوتا ہے اس کے علاوہ قرآنی آیات، احادیثِ رسولؐ، چھوٹے چھوٹے دلآویز واقعات، اہم مقولے، مؤثر مثالیں اور موزوں اشعار پوری ہوشمندی اور مہارت کے ساتھ مناسب موقع پر پیش کرتے رہتے ہیں جس سے تقریر بہت دلپذیر بن جاتی ہے۔

آپ کی دلبند و دل پسند خطابت و تقاریر کا شہرہ پہلے ضلع گونڈہ و بستی میں ہوا، پھر وہاں سے بڑھ کر دور دراز مقامات تک پہنچ گیا اور اب تو کوئی مشہور و معروف جلسہ ایسا نہیں جہاں بار بار مدعو نہ کئے جاتے ہوں۔ کیوں نہ ہو آپ ایک شہرت یافتہ، باعمل اور کثیر التصانیف عالم حضرت مولانا شکر اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ پہلے آپ نے اپنے والد بزرگوار کی تمام تصانیف کی اشاعت کی اور انہیں مفت تقسیم کی اور اب الحمدللہ موصوف نے خود اپنی تصانیف کا سلسلہ شروع کیا ہے، چنانچہ آپ ''حقوق و معاشرت''، ''حقیقتِ آخرت'' اور ''نماز مسنون'' جیسی مفید کتابیں تالیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ آپ اپنی تقریروں کو بھی کتابی شکل میں شائع کر رہے ہیں جس کی پہلی جلد کا مسودہ میرے سامنے ہے، یقیناً یہ بڑی جرأت اور ہمت کا کام ہے جس کے لیے وہ پوری قوم کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صدقہ جاریہ کو قائم و دائم رکھے۔ آمین

عبدالمبین

۲۰ رجون ۱۹۸۹ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تقریظ

از: شاعر اسلام حضرت مولانا ذکر اللہ ذاکر ندوی رحمۃ اللہ علیہ

صانع اصلی و منعم حقیقی نے اشرف المخلوقات انسان کو ظاہری و باطنی صلاحیتوں سے آراستہ کر کے اپنے مشتِ خاکی سے زرتاب اور ورِ شہوار بنا دیا ہے۔ جہاں جمال و وجاہت سے ''احسن تقویم'' میں اضافہ ہوتا ہے، وہیں ذہن و دماغ کی اعلیٰ و پوشیدہ جوہروں سے یہ قطعۂ بدر مزید نکھر جاتا ہے، جسم و اعضا کی خوبصورتی بھی باعثِ کشش ہے اور دماغی فکر و تخلیق بھی کم سحر کار نہیں ہوتی۔

ذہنی قوتوں اور صلاحیتوں کا مالک اپنی معجز رقمی، جادو نگاری اور خطابت کے کمالات شعر و نظم اور نثر و تقریر دونوں میں دکھلاتا ہے۔ کامیاب شاعر مشاعرہ لوٹ لیتا ہے اور کامراں خطیب جب اپنے فنِ بیان کا جادو جگاتا ہے تو سامعین مبہوت و مسحور ہو جاتے ہیں۔

عظیم دینی، علمی و سلفی کتابوں کے مؤلف حضرت مولانا شکر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید، مولانا عبدالرب صاحب بھی انہی معروف و مستند خطباء میں سے ایک منفرد خطیب ہیں۔

موصوف بلند و بالا، بھاری بھر کم جسامت کے مالک نہ تھے، اس لئے ابتداءً جلسوں میں علماء کی صف میں ممتاز و نمایاں نہیں رہے اور چھوٹا و معمولی عالم سمجھ کر اسٹیج پر کم بلایا جاتا تھا، لیکن جب دو ایک جلسوں میں انہوں نے اپنے فنِ خطابت کا اعلیٰ مظاہرہ کیا تو اکابر و شہرت یافتہ علماء چونک پڑے اور سب کو احساس ہوا کہ ایک جواہر پارہ کو ناحق سنگریزہ سمجھا گیا اور فیصلہ ہوا کہ انہیں جلسوں میں ضرور بلایا جائے۔ اس سلسلے میں بالخصوص خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالرؤف جھنڈا نگری اور خود راقم الحروف نے موصوف سے وعدہ لیا کہ ہماری تحریک پر جہاں بھی آپ کو دعوت دی جائے، رونق بزم ہوں اور داعیانِ خطابت سے یہ منوالیں کہ ؎

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست　　　شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد پھر مولانا جلسوں کے عالم ہو کر رہ گئے اور یوپی ہی نہیں بلکہ بہار، اڑیسہ و مہاراشٹر کے عظیم جلسوں میں پہنچے اور جہاں پہنچے بزم پر چھا گئے۔

انسان فانی ہے مگر اس کا فن اگر محفوظ کر لیا جائے تو وہ لافانی ہے اور ابدالآباد تک اپنی اثر آفرینی سے افادیت و نفع رسانی کا فریضہ انجام دیتا رہتا ہے۔

تقریر، پہلے کتابوں میں منضبط ہوتی تھی اور اب کیسٹوں میں، لیکن ٹیپ ریکارڈر نہ ہر ایک کے پاس ہوتا ہے نہ کیسٹ بالعموم مل سکتا ہے، اس لیے وعظ و تقریر کے ضبط و دوام کا بہترین طریقہ مواعظ کی طباعت ہے۔

میں مولانا موصوف کو ان کی ہمت پر داد دیتا ہوں کہ جہاں آپ نے انتہائی گراں قدر کتب شائع کر کے مفت تقسیم کی ہیں، وہیں اپنی تقریروں کا بہترین مجموعہ ''مواعظِ حسنہ'' کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔

امید ہے کہ شناسانِ فن و فدا کارانِ جلسہ و تقریر اس مجموعۂ تقاریر کے ویسے ہی پروانہ بنیں گے جیسے خود مولانا کے بیان و خطابت کے پروانہ بنے رہتے ہیں ؎

حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

ذاکر ندوی

علمی منزل، بسکوہر، سدھارتھ نگر

۱۳/اگست ۱۹۹۰ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبۂ نبوی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ. اَمَّا بَعْدُ. فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَ کُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ. [1]

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اسی پر ایمان لاتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کی برائیوں اور بداعمالیوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ بیشک جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیدے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور ہم اس بات کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

یقیناً تمام باتوں سے بہتر اللہ کی کتاب (قرآن) ہے اور تمام راستوں سے بہتر راستہ محمد (ﷺ) کا ہے اور تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہے جو دین میں اپنی طرف سے بڑھائے جائیں اور دین میں جو کام نیا نکالا جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

[1] یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جامع خطبہ ہے جسے آپؐ ہر وعظ کے شروع میں پڑھا کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حج بیت اللہ

الحمد للّٰہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللّٰہ اما بعد .

اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللّٰہ غنی عن العالمین.

ہر مسلمان اس حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اسلام کے بنیادی ارکان پانچ ہیں۔ان میں حج ایک اہم رکن ہے۔حج کے لغوی معنی ہیں، زیارت کے لیے جانا۔اور شریعت میں حج کو حج اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں حاجی مکہ مکرمہ پہنچ کر خانۂ کعبہ کا طواف کرتا ہے، عرفات کے میدان میں قیام کرتا ہے، منیٰ اور مزدلفہ میں ٹھہرتا ہے، اور دوسرے اعمال کرتا ہے، جنھیں مراسم حج کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی حکم حکمت سے خالی نہیں ہے۔اسی طرح حج میں بھی بیشمار فوائد اور مصلحتیں ہیں۔

سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ یہ وہ عظیم عبادت ہے جو مسلمانوں کے اندر عالمگیر برادری اور عالمگیر مساوات پیدا کرتی ہے۔

وہ دن یاد کیجئے جب فتح مکہ کے موقع پر اسی خانۂ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا کہ:

”اے قریش کے لوگو! اللہ نے تمہاری جاہلیت کی نخوت دور کر دی ہے، اب نسبوں اور خاندانی اعزازات کے لیے کوئی مقام باقی نہیں رہا۔اب یہاں، حسب ونسب کے لیے کوئی فخر نہیں ہے، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں ہے، سوائے تقویٰ کے، تم سب آدم کی اولاد ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آدم مٹی سے بنے تھے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے جس جگہ یہ اعلان ہوا تھا، اسی جگہ سب سے بڑھ کر اس حقیقت کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ تمام انسان ایک ہیں،

کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے،

یہاں نہ کوئی امیر ہے نہ غریب، نہ کوئی آقا ہے نہ غلام، نہ کوئی حاکم ہے نہ محکوم، سب برابر ہیں۔ حاجی یہاں پہنچنے سے پہلے، میقات پر پہنچ کر اپنے روایتی کپڑے اتار دیتا ہے اور احرام کا لباس پہن لیتا ہے،

چاہے وہ بادشاہ ہو یا فقیر، عربی ہو یا چینی، وہ افریقہ سے آ رہا ہو یا امریکہ سے، ایشیا کا باشندہ ہو یا یورپ کا شہری، ہر شخص کو اپنا قومی لباس اُتار کر صرف ایک احرام پہن لینا ہوتا ہے۔

اس طرح لباس کے فرق سے جو امتیازات ہوتے ہیں وہ یک لخت ختم ہو جاتے ہیں۔

سب کے سب ایک ہی لباس میں حج کرتے ہیں۔

کیا ایسی بے مثال وحدت کسی دوسری تدبیر سے پیدا ہو سکتی ہے؟

اگر حالتِ احرام میں حاجیوں کے کسی مجمع پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ ان میں کون امیر ہے اور کون غریب، کون اونچا ہے کون نیچا، کون حاکم ہے کون محکوم، کون تاجر ہے اور کون مزدور؟ یہ وہ دربار ہے جہاں سب کے سب ایک ہی سطح پر نظر آتے ہیں۔ حج کا یہ انوکھا عمل صرف عالم گیر اخوت ہی نہیں پیدا کرتا، بلکہ عالم گیر مساوات بھی پیدا کرتا ہے۔

کوئی بڑے سے بڑا دولت مند ہو یا کسی مملکت کا حکمراں، کوئی فوجی جرنیل ہو یا کسی ملک کا ادنیٰ سپاہی، کوئی آقا ہو یا غلام، ہر ایک کو وہی لباس پہننا پڑتا ہے جسے احرام کہتے ہیں یعنی ایک سفید تہبند اور ایک سفید چادر۔

یہاں آکر کسی کے اندر کوئی امتیازی شان نہیں ہوتی، سب کے سب برابر ہوتے ہیں، یہاں پہنچ کر ہر شخص کی حیثیت صرف بندۂ خدا کی ہوتی ہے۔

کیا دنیا کے کسی دین اور مذہب میں اور کسی اجتماعی مسلک میں کہیں کوئی ایسی تدبیر موجود ہے جو تمام انسانوں کو بلا امتیاز بیک وقت ایک سطح پر کھڑا کر دیتی ہو؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں اسلامی تاریخ کے ایک حیرت انگیز واقعہ کا تذکرہ کر دینا بے محل نہ ہوگا۔

ایک واقعہ

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک بار غستان کا بادشاہ جس کا نام جبلہ بن ایہم تھا، خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ دورانِ طواف ایک بدّو کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ گیا، اس نے غصہ میں آ کر اس کو ایک طمانچہ جڑ دیا۔ وہ بدّو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فریاد لے کر گیا۔ انہوں نے دونوں کے بیانات سننے کے بعد فیصلہ دیا کہ اب وہ بدّو اس بادشاہ کے اسی طرح تھپڑ لگا کر بدلہ لے۔

اس طرح گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بادشاہ کو یہ سبق سکھایا کہ تو مجرم ہے کیونکہ یہاں آ کر بھی تیرے دماغ میں بادشاہت کا غرور باقی رہ گیا، اور تو نے اللہ رب العالمین کے دربار میں بھی خود کو ایک بدّو سے بالاتر سمجھا۔ یہ ہے مساوات کا وہ سبق جو حج سے حاصل ہوتا ہے۔

حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں بقیہ تمام عبادتوں کی روح بھی کسی نہ کسی اعتبار سے شامل ہو گئی ہے۔ اس میں مال کا انفاق بھی ہے اور جسم کی مشقت بھی، اس میں اللہ کا ذکر بھی ہے اور اس کے لیے قربانی بھی۔

ذرا ہم چشم تصور سے دیکھیں کہ ایک شخص جب سفر حج پر جاتا ہے تو مکہ معظمہ پہنچ کر وہ بے شمار مختلف عبادات انجام دیتا ہے۔ پانچوں نمازیں تو وہ پڑھتا ہی ہے اس کے علاوہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے، حجرِ اسود کو چومتا ہے،

ملتزم سے چمٹ کر روتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے، اس کے علاوہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے اس طرح وہ اللہ کی راہ میں دوڑ دھوپ کرنے کا اجر پاتا ہے،

پھر ان عبادات کے علاوہ حج کے دوران وہ منیٰ جاتا ہے، پھر منیٰ سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ، اور مزدلفہ سے پھر منیٰ آتا ہے۔

یہ تمام دوڑ دھوپ جہاد سے مشابہ ہے۔ جس طرح ایک مجاہد جہاد کے لیے گھر بار چھوڑ کر محض اللہ کی رضا کے لیے نکلتا ہے، راستے کی سختیاں اور تکلیفیں برداشت کرتا ہے، میدان جنگ کی صعوبتیں جھیلتا ہے۔ قریب قریب اسی طرح کی محنتیں اور مشقتیں وہ اس حج میں انگیز کرتا ہے۔ اس طرح وہ اللہ کی راہ میں جہاد کا اجر و ثواب پاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر وہ دسویں تاریخ سے تیرہویں تاریخ تک یعنی ایامِ نحر میں قربانی کرتا ہے، جس سے وہ قربانی کا بھی اجر پاتا ہے۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ حج ایک جامع عبادت ہے۔

حج کی سات شرطیں ہیں۔

اسلام[1]، عقل[2]، بلوغت[3]، امن[4]، زادِراہ[5] اور سواری، عورتوں[6] کے لیے محرم اور تندرستی[7] یہ بشرطِ استطاعت زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔ استطاعت دو طرح کی ہوتی ہے۔

ایک مالی استطاعت، یعنی آدمی کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ خانۂ کعبہ جانے تک اور وہاں سے گھر واپس آنے تک کے لیے کھانے پینے اور سواری وغیرہ کے اخراجات برداشت کر سکتا ہو، اور اتنی مدت کے لیے اس کے بال بچوں کے گذارے کا انتظام بھی ہو،

دوسرے بدنی استطاعت، یعنی اس کی صحت ایسی ہو کہ اس کے لیے حج کا سفر اور مناسکِ حج کی ادائیگی ممکن اور آسان ہو۔

اگر کوئی شخص صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود بیمار ہے اور اس کی صحت مستقل طور پر خراب رہتی ہے تو اسے حج بدل کرانا چاہیے۔

عورت کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے اس کے بغیر اسے حج پر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص قدرت اور استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتا تو وہ اپنے مسلمان ہونے کو جھٹلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ ''لوگوں پر یہ اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچ سکتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جس نے کفر کی روش اختیار کی تو وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

سنن کبریٰ میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَّمْ يَحْبِسْهُ مَرَضٌ اَوْحَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًا اَوْنَصْرَانِيًا

''جسے کسی بیماری نے، یا واقعی ضرورت نے، یا کسی ظالم حکمراں نے روک نہ رکھا ہو، اور اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باوجود وہ حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔"

اس کے برعکس اس شخص کو جس نے اس فریضہ کو سنت کے مطابق اور صحیح طریقے سے ادا کیا ہو، ایسی خوش خبری سنائی گئی ہے جس سے زیادہ کی تمنا ہی نہیں کی جاسکتی۔ مسلم کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ "مقبول حج کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں ہے۔"

بخاری کی حدیث ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَجَّ ھٰذَا الْبَیْتَ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَمَا وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ "جس نے اس گھر کا حج کیا اور اس دوران اس نے نہ تو کوئی شہوانی حرکت کی، نہ کسی معصیت کا ارتکاب کیا، وہ جب حج کر کے لوٹتا ہے تو ایسا ہوتا ہے گویا آج ہی پیدا ہوا ہے۔"

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایمان اور جہاد کے بعد سب سے افضل عمل حج ہی ہے۔" ترمذی میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حج اور عمرہ برائیوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی میل کو۔"

بیہقی کی روایت کے مطابق ارشادِ نبویؐ ہے:

"خانۂ کعبہ کی طرف اٹھنے والا ہر قدم گناہوں کو ختم کرتا ہے اور درجات کو بلند کرتا ہے۔"

مشکوٰۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے فرمایا:

"تمہارا جہاد حج ہے" ترغیب میں حدیث ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں کمزور ہوں اور پست ہمت بھی" آپؐ نے فرمایا: "میں تمہیں ایسا جہاد بتاتا ہوں جس میں کوئی کانٹا بھی نہیں چبھتا اور وہ حج ہے"

ترغیب ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "یا رسول اللہ! جہاد تمام اعمال سے افضل ہے تو ہم عورتیں کیوں نہ جہاد کریں!" آپؐ نے فرمایا: تمہارے لیے افضل جہاد حج مقبول ہے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

''یارسول اللہ! کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے۔''

ارشاد ہوا: ''ہاں ہے، مگر ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں، اور وہ حج اور عمرہ ہے''

ترغیب ہی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو کوئی بھی ہو مرد یا عورت، کسی ایسے خرچ میں بخیلی کرے جو اللہ کی رضا کا سبب ہو تو اسے اس سے زیادہ ان کاموں میں خرچ کرنا پڑے گا جو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہوں۔ اور جو شخص کسی دنیوی غرض سے حج پر جانا ملتوی کردے گا وہ اپنی اس غرض کے پورا ہونے سے پہلے دیکھ لے گا کہ لوگ حج سے فارغ ہو کر لوٹ آئے۔''

یعنی لوگ حج کر کے واپس آجاتے ہیں اور اس کا کام یوں ہی پڑا رہ جاتا ہے۔

مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! اللہ نے تمہارے اوپر حج فرض کیا ہے۔'' یہ سن کر ایک صحابیؓ نے پوچھا: ''یارسول اللہ! کیا ہر سال؟''

آپؐ نے فرمایا:

''اگر میں ہاں کہہ دوں تو واجب ہو جائے گا اور جب واجب ہو جائے گا تو تم ادا نہ کرسکو گے'' حج (پوری عمر میں بس) ایک بار فرض ہے، جو زیادہ کرے اس کے لیے نفل ہے۔''

حج بدل

جو شخص اپنی خاص مجبوری کے سبب حج نہ کر سکتا ہو، اس کی طرف سے حج بدل کرانا ضروری ہے۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ بار ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے بوڑھے باپ پر حج فرض ہے لیکن وہ اپنی کمزوری کے سبب سواری کی پیٹھ پر نہیں بیٹھ سکتا، کیا اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں کرلو۔

مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

''یارسول اللہ! میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ مرگئی''

آپ نے فرمایا: ''اگر اس پر قرض ہوتا تو تو اسے ادا کرتا یا نہیں؟'' اس نے کہا: ''ہاں ادا کرتا'' آپ نے فرمایا:

''تو پھر اللہ کا قرض (حج) بھی ادا کر اللہ کا قرض زیادہ ادا کے لائق ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن حج بدل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے حج کر چکا ہو۔

حج حلال کمائی ہی سے کیا جا سکتا ہے، حرام مال اور حرام کمائی سے حج قبول نہیں ہوتا۔

حج پر نکلنے سے پہلے ضروری ہے کہ آدمی خود کو برے عقیدوں سے پاس کر لے اور شرک جیسے گناہ سے بالکلیہ طور پر توبہ کر لے، کیونکہ شرک کی حالت میں اللہ تعالیٰ کوئی بھی عمل قبول نہیں فرماتا۔

جیسا کہ قرآن مجید کی سورۂ انعام میں ارشاد ہوا ہے:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''اور اگر ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو گیا ہوتا۔''

سفرِ حج پر جانے سے پہلے یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی اپنا محاسبہ کر لے، اور پتہ لگائے کہ اس نے اپنی زندگی میں کہاں کہاں لغزشیں کی ہیں؟ کن کن کے حقوق اس کے ذمے باقی رہ گئے ہیں؟ اور اس سے کیا کیا کوتاہیاں ہوئی ہیں؟

جن کے حقوق باقی رہ گئے ہیں انھیں ادا کرے، اگر کسی کی امانت ہے تو اسے واپس کر دے، اور اگر کسی وجہ سے ادائیگی ممکن نہ ہو تو کسی کو وکیل بنا دے کیونکہ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ زندہ واپس لوٹ سکے گا یا نہیں؟''

اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرے، اللہ کی طرف رجوع کرے اور اس سے مغفرت طلب کرے، اگر کسی سے کوئی رنجش یا کوئی جھگڑا ہے تو اس سے صلح صفائی کر لے، کسی مسلمان کے خلاف اپنے دل میں نفرت، بغض، حسد، کینہ اور کدورت نہ رکھے۔

اپنی نیت کو اللہ کی رضا کے حصول کے لیے خالص کر لے، ریا و نمود کے جذبات سے خود کو پورے طور پر پاک کر لے، اور اپنی اولاد، اپنے رشتہ داروں اور متعلقین کو حقوق و تقویٰ اور صبر واستقامت کی تلقین اور وصیت کرے۔

حاجی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے ساتھ کھانے پینے وغیرہ کا سارا سامان یعنی زادِ راہ لے لے تا کہ اسے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔

حج کا حکم دیتے ہوئے قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى "سفرِ حج کے لیے زادِ راہ ساتھ لے جاؤ، اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیز گاری ہے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدیم عرب میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ حج کے لیے زادِراہ لے کر نکلنا، ایک دنیادارانہ کام ہے، جو شخص حج کے لیے اس طرح نکلے کہ وہ دنیا کا سامان لیے بغیر حج کے سفر پر چل پڑا ہو وہ بڑا پارسا اور نیک سمجھا جاتا تھا۔ ایسے لوگ اپنے بارے میں کہا کرتے تھے کہ ''ہم اللہ پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔''

مگر قرآن نے حتمی طور پر بتایا کہ اس قسم کی ظاہری نمائش کا نام دین داری اور پارسائی نہیں ہے، دین داری کا تعلق دل اور ذہن سے ہے نہ کہ کسی قسم کے خارجی مظاہرہ سے، آدمی کو جس چیز سے بچنا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا دل اور اس کا ذہن غیر اللہ کی محبت اور خوف سے خالی ہو، نہ یہ کہ اس کی جھولی میں کوئی کھانے پینے کا سامان نظر نہ آتا ہو۔

سفرِ حج میں یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اپنا امیر بنا لے۔

جب حاجی سفر پر روانہ ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ اسے الوداع کہنے آئیں اور کچھ دور تک اس کے ساتھ چلیں اور اس کا ہاتھ پکڑ کر یہ دعا کریں:

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ ''تیرا دین، تیری امانت (یعنی اہل وعیال اور مال وغیرہ) اور تیرا انجام اللہ کی حفاظت میں دیتا ہوں۔''

اور مسافر کو یہ دعا کرنی چاہیے:

اَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَایَضِیْعُ وَدَائِعُه ''میں تم سب کو اللہ کی حفاظت میں دیتا ہوں جس کو سونپی ہوئی چیز ضائع نہیں ہوتی۔''

سفرِ حج کا مسافر سواری (چاہے وہ بحری جہاز ہو یا ہوائی جہاز، چاہے وہ ریل گاڑی ہو یا بس وغیرہ) پر سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ کہے، پھر جب سوار ہو جائے تو تین مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے اور یہ دعا پڑھے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی. اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لیے مسخر کر دیا ہے ورنہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم میں یہ طاقت کہاں تھی کہ ہم اس کو بس میں کرتے۔ اے اللہ! ہم اپنے سفر میں تجھ سے نیکی اور تقویٰ مانگتے ہیں اور اس عمل کی توفیق مانگتے ہیں جو تجھے پسند ہے۔ اے اللہ! ہم پر ہمارا یہ سفر آسان کر دے اور اس کی مسافت کی دوری کو گھٹا دے۔ اے اللہ! تو ہی رفیقِ سفر ہے اور گھربار کی خبر گیری کرنے والا ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی تکلیفوں سے اور برے منظر اور اہل وعیال اور مال کو بری حالت میں دیکھنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

حج کی تین قسمیں ہیں، حجِ افراد، حجِ قران اور حجِ تمتع۔

میقات سے صرف حج کی نیت سے احرام باندھنا، حج افراد ہے ایسے شخص کو مفرد کہا جاتا ہے، میقات سے حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے ایک ساتھ احرام باندھنا حجِ قران ہے اور ایسا شخص قارن کہلاتا ہے، اور میقات سے حج کے زمانے میں احرام باندھ کر عمرہ کرنا اور پھر کچھ دنوں کے لیے احرام کھول کر آٹھویں ذی الحجہ کو حج کے لیے دوبارہ احرام باندھنا حج تمتع ہے۔ ایسے شخص کو متمتع کہا جاتا ہے۔

مناسک حج بارہ ہیں، احرام، طواف قدوم، صفا و مروہ کے درمیان سعی، آٹھویں ذی الحجہ کے دن اور نویں ذی الحجہ کی رات کو منیٰ میں قیام کرنا، نویں ذی الحجہ کے دن میں وقوفِ عرفات، دسویں ذی الحجہ کی رات مزدلفہ میں گذارنا، شیطان کو کنکریاں مارنا، بال منڈانا یا ترشوانا، طوافِ افاضہ، ایامِ تشریق میں منیٰ میں رات گذارنا، طوافِ وداع، اور قربانی۔

ہندوستان اور پاکستان کے باشندوں کی میقات یلملم کی پہاڑی ہے۔ جو جدہ سے ستر کلومیٹر پہلے ہے۔

یہ تہامہ کے علاقے میں تقریباً دو ہزار فٹ اونچا ایک مقام ہے۔ کوفہ، بصرہ اور بغداد سے آنے والوں کے لیے ذات عرق، اور ترکی اور شام کی طرف سے آنے والوں کے لیے جحفہ ہے۔

ہندوستانی حاجی جب بمبئی سے بحری جہاز کے ذریعہ روانہ ہوتا ہے تو یلملم کے پاس سے گذرتے ہوئے احرام باندھ لیتا ہے۔

لیکن جب وہ ہوائی جہاز سے سفر کرتا ہے تو اس پر سوار ہونے سے پہلے بمبئی، مدراس، دہلی یا کلکتہ ہی میں احرام باندھ لیتا ہے، لیکن اس وقت حج کی نیت نہیں کرتا نہ ہی لبیک پکارتا ہے۔ بلکہ جب میقات پر پہنچتا ہے تب احرام کی نیت کرتا ہے اور لبیک پکارتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احرام

احرام کیا ہے؟ ایک سفید چادر جو تہبند کے طور پر پہنا جاتا ہے، اور ایک سفید چادر جسے اوپر سے اس طرح اوڑھ لیا جاتا ہے کہ سر کھلا رہے، احرام ارکان حج کا پہلا رکن ہے، اسی سے حج اور عمرہ کی ابتداء ہوتی ہے۔

احرام دراصل حج کا یونیفارم ہے، جو حج کی سادگی، حاجی کی عاجزی، زہد اور اسلامی مساوات کی علامت ہے۔

حاجی ان دو چادروں کو پہن کر شاہ و گدا، امیر و غریب اور آقا اور غلام کا امتیاز ختم کر دیتا ہے۔

احرام کی شکل میں آدمی کو اپنا کفن بھی یاد آ جاتا ہے۔

احرام باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے غسل کرے اور خوشبو میسر ہو تو استعمال کرے۔ فرض نماز کے بعد احرام باندھنا زیادہ افضل ہے۔

احرام کے لیے دو سفید چادریں مردوں کے لیے مخصوص ہیں۔ لیکن عورتوں کے لیے کوئی مخصوص لباس نہیں ہے وہ کوئی بھی شرعی لباس پہن سکتی ہیں، لیکن وہ ایسا ہو جس سے جسم کے اعضاء نمایاں نہ ہوتے ہوں۔

احرام باندھنے سے لیکر حج یا عمرہ ختم ہونے تک اٹھتے بیٹھتے اور ارکان ادا کرتے ہوئے بار بار یہ دعا پڑھنی چاہئے، جسے تلبیہ کہتے ہیں :

لَبَّيْكَ ۝ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ۝ ''میں حاضر ہوں اے میرے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں بیشک ساری تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لیے ہیں اور ساری بادشاہی بھی۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔''

احرام کی حالت میں یہ سب باتیں سخت منع ہیں، بیوی سے صحبت کرنا یا لطف و محبت کی باتیں کرنا، لڑائی جھگڑا کرنا، عام گناہ اور فحش باتیں کرنا، خشکی کی جانوروں کا شکار کرنا، شکار بتانا یا شکاری کی کسی طرح مدد کرنا، بدن کے کسی حصے کا بال منڈانا، ناخن اور مونچھیں وغیرہ کتروانا، نکاح کرنا، کرانا، یا اس کا پیغام دینا، خوشبو لگانا یا سونگھنا، ورس (کملیہ) یا زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا، سلے ہوئے کپڑے پہننا، عمامہ باندھنا یا ٹوپی لگانا، یہ تمام چیزیں مردوں اور عورتوں سب کے لیے یکساں منع ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن خاص طور پر مردوں کے لیے سر ڈھکنا، پورا چہرہ ڈھکنا، کرتا پاجامہ پہننا، عمامہ باندھنا اور اونی، سوتی یا چمڑے کے موزے پہننا حرام ہے۔

اور عورتوں کے لیے چہرہ پر نقاب ڈالنا اور دستانہ پہننا منع ہے۔ البتہ اگر کوئی غیر محرم سامنے آجائے تو کسی کپڑے سے منہ چھپانا جائز ہے۔

حاجی بحری جہاز سے تقریباً آٹھ دنوں میں اور ہوائی جہاز سے تقریباً پانچ گھنٹوں میں جدہ پہنچ جاتا ہے، جو عرب کا ایک مشہور ہے۔ عرب، جس کے بارے میں کیا خوب کہا گیا ہے ۔

عرب کے ذکر سے روحِ مسلماں جھوم جاتی ہے   کہ سرکارِ عرب کی یاد دل کو گدگداتی ہے
یہ بستی مخزنِ صد گوہر و گنج وخزینہ ہے   حرم ہے، گنبد خضرا ہے، مکہ ہے، مدینہ ہے۔

جدہ پہنچنے کا مطلب ہے کہ حاجی اس سرزمین کے بالکل قریب پہنچ گیا ہے جو دیار محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے، یعنی مکۃ المکرمہ۔ جدہ سے مکہ کی مسافت تقریباً ۸۰ کلومیٹر ہے۔

یہاں سے بس کے ذریعہ ڈیڑھ گھنٹے سے کم میں مکہ پہنچا جا سکتا ہے۔

جدہ کی آبادی اب کافی بڑھ گئی ہے، بس کے ذریعہ تقریباً بیس منٹ ۔ یا اس سے کچھ زائد۔ اس کی آبادی سے نکلنے میں صرف ہو جاتے ہیں۔ جدہ سے آگے جانے کے بعد پہاڑی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ وہی سلسلہ ہے جو بحر قلزم کے ساحل کے ساتھ ساتھ یمن سے اردن تک چلا گیا ہے۔

پھر ریگستانی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جو سب سے پہلی بستی پڑتی ہے وہ ام السّلم ہے۔ اس کے بعد بحرہ آتا ہے، پھر جدہ سے گذر ہوتا ہے۔

جدہ سے تقریباً ۴۷ کلومیٹر کے بعد ایک بستی ملتی ہے، جس کا موجودہ نام شُمیسی ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کا نام حدیبیہ تھا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی تھی۔

جس جگہ پر صحابۂ کرام کا لشکر ٹھہرا تھا وہ سڑک کے بالکل کنارے پر ہے، اور اب وہاں ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد کے بائیں طرف وہ راستہ ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتحِ مکہ کے موقع پر مکہ تشریف لائے تھے۔

کچھ دور اور آگے بڑھنے پر سڑک کے دونوں کناروں پر بورڈ لگا ہوا ہے، جس پر لکھا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَمْنُوْعٌ لِغَیْرِ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی یہاں سے غیر مسلم آگے نہ بڑھیں۔

اب گویا حرم کے حدود شروع ہونے والے ہیں۔

تھوڑا سا آگے بڑھنے پر حرم کے حدود شروع ہو جاتے ہیں او وہاں سڑک کے دونوں طرف اعلام الحرام یعنی حرم کے نشانات بنے ہوئے ہیں۔

اعلام الحرام کے چند کلومیٹر کے بعد ہی مکہ کی آبادی شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں سے ایک پہاڑ بہت صاف دکھائی دیتا ہے۔

یہی پہاڑ جبل نور ہے جس میں غارِ حرا واقع ہے۔ اسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی سب سے پہلی آیات اتری تھیں۔

پھر حاجی مکۃ الکرمۃ میں داخل ہو جاتا ہے۔

یہیں وہ شہر مکہ ہے جہاں اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی، یہی وہ جگہ ہے جہاں سے آپؐ نے دعوتِ الی اللہ کا آغاز فرمایا تھا، یہی وہ سرزمین ہے جہاں آپؐ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کے ۵۳ سال گذارے تھے، یہی وہی مقدس شہر ہے جس کی قسم اللہ نے کھائی ہے،

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ''قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینا اور اس پر امن شہر (مکہ) کی۔''

یہیں وہ صفا پہاڑی ہے جس پر کھڑے ہو کر آپؐ نے سب سے پہلے قریش کے خاندان کو نام بنام پکار کر اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی تھی،

یہی وہ جگہ ہے جس کی گلیوں میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے کے لیے کانٹے بچھائے جاتے تھے، یہ حرم کی سرزمین، یہ ابوقبیس کی چوٹیاں اور یہ مکہ کی گھاٹیاں سب ان مظالم اور مصائب کی گواہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دین پر ایمان لانے والوں پر توڑے گئے تھے۔

لیکن جن لوگوں نے دعوتِ محمدیؐ کی بے قدری کی اور اسے دبانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، ان سب کو نیچا دیکھنا پڑا۔

آج یہاں ابوجہل اور ابولہب کا نام لینے والا کوئی نہیں ہے لیکن اسی حرم کے میناروں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچوں وقت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی آواز بلند ہو رہی ہے۔

کعبہ

اسی شہر میں اللہ کا وہ مقدس گھر کعبہ ہے جس میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے، کعبہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ ہے، یہ امتِ مسلمہ کی وحدت کی علامت ہے۔

جب حاجی کی نگاہ خانۂ کعبہ پر پڑتی ہے تو وہ دنیا اور مافیہا کو بھلا بیٹھتا ہے، وہ اپنے آپ سے بے خبر ہو جاتا ہے، اور اس کی نگاہیں اس مقدس گھر میں گڑ کر رہ جاتی ہیں۔ سچ کہا گیا ہے۔

خوشی دیکھی، غمی دیکھی، بھلا دیکھا، برا دیکھا نہ تھا جو دیکھنا اس کو بھی اس دنیا میں آ دیکھا
یہ مانا ہم نے یاں آ کر تماشہ خوب سا دیکھا نہ دیکھا خانۂ کعبہ تو اے دل تو نے کیا دیکھا

یہی وہ مقدس مقام ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ آلِ عمران میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۝ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ط ”بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی، وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس میں خیر و برکت دی گئی ہے اور تمام دنیا والوں کے لئے اسے مرکز ہدایت بنایا گیا ہے۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، ابراہیمؑ کا مقامِ عبادت ہے، اور اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوا مامون ہو گیا۔“

خانۂ کعبہ کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اس کی تعمیر فرشتوں نے کی تھی، پھر حضرت آدم علیہ السّلام نے کی، لیکن جب طوفان نوحؑ آیا تو اس کے آثار مٹ گئے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل نے اس کی نشان دہی کی اور اسی پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السّلام نے مل کر اس کی تعمیر کی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ حج میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَيْئًا وَّ طَهِّرْ بَيْتِیَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ ”اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ متعین کی تھی۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا۔ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیام کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا، اور لوگوں کو حج کے لیے پکار دے کہ وہ تیرے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں۔"

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ o رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ ص وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ج اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ o رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ ط اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ "اور جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السّلام اس گھر کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے تو دُعا کرتے جاتے تھے، اے ہمارے رب، ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے، تو سب کی سُننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے رب، ہم دونوں کو اپنا مسلم (فرمانبردار) بنا لے ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اُٹھا، جو تیری مسلم ہو، ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرما، تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانیوالا ہے۔ اور اے ہمارے رب! ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھائیو، جو انھیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے، یقیناً تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔"

اسی سورۃ میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ط "اور جب کہ ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امن کی جگہ بنایا، اور حکم دیا کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔"

جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم کو حکم دیا گیا:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ "لوگوں میں اعلان کردو کہ اس کا حج فرض ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے عرض کیا:

"اے میرے معبود! میری آواز دنیا کے ہر گوشے میں کیسے پہنچے گی؟"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَکَ الْاَذَانُ وَعَلَیْنَا الْبَلَاغُ "تمہارا کام اعلان کرنا ہے، اور اسے پہنچانا میرا کام ہے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج سے ساڑھے چار ہزار سال پہلے یہ ایک ویران، غیر آباد، اور سنسان وادی تھی۔ اسی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السَّلام اپنی بیوی ہاجرہ اور اکلوتے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل کو چھوڑ آئے تھے۔ اور ایک مشک پانی اور ایک تھیلی میں کچھ کھجوریں ان کے حوالے کر دی تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السَّلام جب انھیں چھوڑ کر چلے تو حضرت ہاجرہ بہت گھبرائیں پھر انھوں نے اپنے شوہر سے پوچھا:

آپ مجھے کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟'' جواب ملا: ''اللہ کے سہارے پر'' یہ سن کر حضرت ہاجرہ نے کہا: ''تب کوئی بات نہیں، اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا''

حضرت ابراہیم علیہ السَّلام کچھ دور چل کر وہاں پہنچے جہاں آج خانہ کعبہ ہے اور اسی طرف رُخ کر کے اللہ سے دُعا کی:

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ لا
''پروردگار! میں نے ایک بے آب وگیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔''

رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ''پروردگار! یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں۔''

فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ
''لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انھیں کھانے کو پھل دے تا کہ یہ شکر گزار بنیں۔''
یعنی میں انھیں چھوڑ کر جا رہا ہوں مگر تو انھیں تنہا نہ چھوڑیو۔

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السَّلام نے اپنی اولاد کے لیے اللہ سے پھل مانگا، جب کہ ایسی جگہ جہاں کوئی سبزہ نہ اُگتا ہو، پھل پیدا ہونے کا کیا سوال تھا؟

لیکن وہ جانتے تھے۔ اور انھیں کامل یقین تھا۔ کہ وہ جس سے مانگ رہے ہیں وہ سب کچھ دے سکتا ہے۔

اور ساڑھے چار ہزار برس کا زمانہ گذر جانے کے باوجود آج کوئی شخص مکہ کے بازاروں میں گھوم کر دیکھے تو اسے ہر قسم کے پھلوں کی بہتات ملے گی۔

اور یہ پھل جہاں پیدا ہوتے ہیں وہاں ان میں اتنی شیرینی نہیں ہوتی مگر حیرت انگیز طور پر مکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچ جانے کے بعد وہ کہیں زیادہ خوش ذائقہ اور میٹھے بن جاتے ہیں۔

شاید ان میں دعائے ابراہیمی کی ملاوٹ شامل ہو جاتی ہے۔

اُدھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام ان دونوں کو چھوڑ کر چلے گئے، ادھر چند روز تک کھجور اور پانی سے کام چلتا رہا۔ مگر جب یہ چیزیں ختم ہو گئیں تو بھوک و پیاس کی وجہ سے دونوں تڑپنے لگے۔

اب حضرت ہاجرہؑ پانی کی تلاش میں صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان دوڑنے لگیں۔

حفیظ جالندھری نے اس وقت ان کی پریشانی، ان کی کسمپرسی اور مصیبت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

کبھی اِس سمت جاتی تھیں کبھی اُس سمت جاتی تھیں خیال آتا تھا بچے کا تو فوراً لوٹ آتی تھیں
سنی آواز ننھے کے بلکنے اور رونے کی تڑپ اٹھیں کہ ساعت آ گئی ہے جان کھونے کی
پلٹ آئیں تو دیکھا دور سے ننھا بلکتا ہے کہ جس پتھر کے سائے میں لٹایا تھا وہ تپتا ہے
رگڑتے ایڑیاں دیکھا زمیں پر اپنے بچّے کو پکارا ہاجرہ نے کانپ کر اللہ سچّے کو
قریب آئیں تو پر کھولے ہوئے جبرئیل کو پایا انگوٹھا چوستے سائے میں اسماعیل کو پایا
ٹھٹھک کر رہ گئیں اور اک اچنبھا سا نظر آیا قریب پائے اسماعیل فوارہ نظر آیا
یہ پہلا معجزہ تھا پائے اسماعیل کمسن سے کہ چشمہ جس کا زمزم نام ہے جاری ہے اس دن سے

صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان انھوں نے سات چکر لگائے، اور ان کی دوڑ اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند آئی کہ یہ حج کا جز بن گئی۔

جب ان کے سات چکر پورے ہو گئے تو ایک آواز آئی، وہ ادھر متوجہ ہو کر کہنے لگیں:

''اے اللہ کے بندے تو میری مدد کرنا چاہتا ہے تو سامنے آجا۔''

نگاہ اٹھی تو حضرت جبرئیل نظر آئے۔ وہاں انھوں نے ٹھوکر ماری جہاں معصوم بچہ پیاس کی شدت سے ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ ان کی ٹھوکر سے وہاں پانی کا فوارہ جاری ہو گیا۔

حضرت ہاجرہ پانی کے گرد مینڈھ باندھنے لگیں تاکہ وہ بہہ کر اور ریتلی زمین میں جذب ہو کر سوکھ نہ جائے اس لیے بے تحاشہ زمزم کہتی جاتی تھیں۔

زمزم، سریانی زبان کا ایک لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں رک جا، ٹھہر جا۔

بخاری کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ حضرت ہاجرہ پر رحم فرمائے، اگر وہ مینڈھ نہ باندھتیں تو زمزم بہت بڑا چشمہ ہوتا اور دنیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہر کونے میں بہتا۔" حضرت ہاجرہ نے اپنی پیاس بجھائی اور بچے کو بھی پلایا۔

بخاری میں روایت ہے کہ حضرت جبرئیل نے انھیں تسلی دیتے ہوئے کہا تھا:

"ہاجرہ! تو پریشان نہ ہو اور کسی قسم کی فکر نہ کر، اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے لختِ جگر کو ضائع نہیں کرے گا، اس جگہ اللہ کے گھر کی تعمیر ہوگی، اور اس کے معمار یہی دونوں باپ بیٹے ہوں گے، اور یہ خاندان بڑی عظمت والا ہوگا۔"

چند روز کے بعد عرب کے ایک قبیلے، بنی جُرہم کا ادھر سے گذر ہوا، اس نے جب دیکھا کہ آسمان پر پرندے منڈلا رہے ہیں تو اسے یقین ہو گیا کہ یہاں کوئی نہ کوئی انسان ہے اور یہاں پانی بھی موجود ہے۔

کیونکہ ریگستان میں چڑیوں کی موجودگی کو پانی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

چنانچہ وہ آئے اور انھوں نے حضرت ہاجرہؓ سے پانی کے استعمال کی اجازت چاہی، انھوں نے خوشی سے اجازت دیدی لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پانی پر ملکیت ہماری ہی رہے گی۔

پھر بنی جُرہم نے وہاں اپنے خیمے نصب کر دیئے۔

بعد میں اسی قبیلہ میں حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی شادی ہوئی، اور اولادِ اسماعیلؑ ہی میں سے دنیائے انسانیت کا وہ سب سے قیمتی اور نایاب ہیرا پیدا ہوا جسے دنیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جانتی ہے۔

غور کیجئے پہلے جہاں کچھ نہیں تھا، وہ جگہ اب پوری دنیا کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

جب حاجی کی نگاہ بیت اللہ شریف پر پڑتی ہے تو وہ یہ دعا پڑھتا ہے:

اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفاً وَتَعْظِیْماً وَّتَکْرِیْماً وَ مَھَابَةً "اے اللہ تو اپنے اس گھر کے شرف اور عظمت اور بزرگی اور ہیبت میں اضافہ فرما۔"

اس کے بعد حاجی خانۂ کعبہ کا طواف کرتا ہے۔

یہ طواف حجرِ اسود سے شروع ہوتا ہے اور سات چکر پورے ہونے پر یہیں ختم بھی ہو جاتا ہے۔

حجرِ اسود

حجرِ اسود ایک کالا پتھر ہے جو خانۂ کعبہ کے جنوبی مشرقی کونے میں زمین سے چار فٹ کی بلندی پر چاندی کے فریم میں نصب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجر اسود کو چومنے کی بہت بڑی فضیلت ہے کیونکہ یہ جنت سے اتارا گیا ہے۔

اگر چومنے میں دشواری ہو تو ہاتھ سے چھو کر اسے چومے۔

مسلم میں روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چھڑی سے حجر اسود کا استیلام کرتے ہوئے اور اس چھڑی کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

طواف کے ابتدائی تین چکروں میں رمل کرنا پڑتا ہے اور باقی میں عام رفتار۔

رمل کا مطلب ہے کہ مونڈھا ہلا ہلا کر ذرا تیز رفتار سے چلا جائے۔

طواف کے ابتدائی تین چکروں میں اضطباع بھی ضروری ہے۔

اضطباع کا مطلب ہے، احرام کی چادر کو بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لینا، لیکن یاد رہے کہ رمل اور اضطباع صرف مردوں کے لیے ہے۔

طواف شروع کرنے سے پہلے حاجی بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر حجر اسود کا بوسہ لیتا ہے، اگر بھیڑ کی وجہ سے بوسہ دینا دشوار ہو تو ہاتھ کا اشارہ ہی کافی ہے۔

حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ''اے ہمارے رب تو ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔''

حطیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پاک ابھی تیس سال کی تھی۔ جب قریش نے خانۂ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی تھی، اس وقت جائز اور حلال کمائی کے پیسے کی کمی کی وجہ سے خانۂ کعبہ کا جو حصہ تعمیر کے لیے باقی رہ گیا تھا وہ حطیم کہلاتا ہے۔ یہ بیت اللہ ہی کا ایک حصہ ہے اس میں نماز پڑھنا بیت اللہ میں نماز پڑھنے کے برابر ہے۔

ملتزم

حجر اسود سے آگے بڑھنے پر شمالی حصہ میں جو دیوار ہے اسے ملتزم کہتے ہیں، یہ دعاؤں کی قبولیت کی جگہ ہے۔ بہت سے انبیاء نے یہاں دعائیں کی ہیں۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے چمٹ کر اس طرح روتے تھے جیسے کوئی دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کی گود سے چمٹ جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طواف پورا ہونے کے بعد حاجی مقامِ ابراہیم پر جا کر دو رکعت نماز پڑھتا ہے جس کی پہلی رکعت میں سُورۃ کَافِرُونَ اور دوسری میں سُورۃ اِخلاص کا پڑھنا مسنون ہے۔

مقامِ ابراھیم

مقامِ ابراہیم ایک خوبصورت پتھر ہے۔

یہی وہ متبرک پتھر ہے جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السَّلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔
اس پتھر پر ان کے پیر کے نشانات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔

اس کے چاروں طرف چاندی جڑی ہوئی ہے اور اسے ایک سنہری جالی کے جنگلے سے گھیر دیا گیا ہے۔

یہی وہ مقدس جگہ ہے جس کے بارے میں قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ''اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو،،

خانہ کعبہ سے چالیس گز کے فاصلے پر آب زمزم کا کنواں ہے، یہ ایک دومنزلہ عمارت ہے، اس کے نیچے والی عمارت میں کنواں واقع ہے۔ اب اس عمارت کو گرا کر اسے مطاف میں شامل کر دیا گیا ہے۔

آب زمزم بہت ہی بابرکت ہے۔ اس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ ''آب زمزم جس مقصد سے پیا جائے وہ ضرور پورا ہوگا۔''

مناسک حج کی ادائیگی کے وقت اور مکہ میں قیام کے دوران آب زمزم خوب پینا چاہیئے۔

حاجی مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان سات چکر کرتا ہے۔ جسے سعی کہتے ہیں۔ یہ چکر صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہو جاتا ہے۔

صفا ومروہ

یہ دونوں پہاڑیاں خانۂ کعبہ سے بالکل قریب ہیں اور دونوں کے بیچ میں تقریباً ۵۰۰ قدم کا فاصلہ ہے۔ اب ان پر شاندار چھت بنا دی گئی ہے، اس کے علاوہ ایک راستہ جانے کا ہے دوسرا واپس آنے کا، اس سے سعی میں بہت سہولت ہوتی ہے۔

حاجی ایک راستے سے مروہ کی طرف جاتا ہے اور دوسرے راستے سے صفا کی طرف واپس آتا ہے۔ یہی وہ دونوں پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت ہاجرہؓ پانی کی تلاش میں سات بار دوڑی تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعی

سعی کا طریقہ یہ ہے کہ حجر اسود سے باب الصفا ہو کر سیدھا صفا کے قریب پہنچے اور وہاں پہنچ کر یہ پڑھے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ج فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ط وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ

''یقیناً صفا و مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں تو جو حج کرے یا عمرہ اس پر کوئی حرج نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان سعی کرے اور جو نفلاً کوئی نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً قدر دان اور علم والا ہے۔'' پھر یہ کہے:

اَبْدَءُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ ''میں وہیں سے شروع کرتا ہوں جہاں سے اللہ نے شروع کیا تھا۔''

پھر صفا پر چڑھے اور قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو جائے اگر کعبہ نظر آ جائے تو بہتر ہے اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ اَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ

''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، سلطنت اسی کی ہے، حمد اسی کے لیے ہے، وہی زندگی اور موت دیتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی اور تمام گروہوں کو تنہا شکست دیدی۔''

دعا سے فارغ ہو کر صفا سے اترے اور معمول کے مطابق چلے، لیکن جب نشیب میں پہنچے، جہاں دو سبز لائٹ لگے ہوئے ہیں۔ تو اپنی رفتار تیز کر کے چلے، اس کے بعد پھر اپنے معمول کے مطابق مروہ کی طرف چلے اور مروہ پر پہنچ کر قبلہ رخ کھڑا ہو جائے، اگر قبلہ نظر آئے تو بہتر ہے۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر اسی طرح دعا کرے جیسے صفا پر کیا تھا اور اسی طرح صفا کے لیے واپس لوٹے جس طرح صفا سے مروہ کے لیے چلا تھا۔

اس طرح ساتواں اور آخری چکر مروہ پر ختم ہو جائے گا۔ سعی کے دوران کوئی دعا، ذکر اور قرآن کی آیتیں تلاوت کر سکتے ہیں۔ سعی مکمل کرنے کے بعد عمرہ اور تمتع کرنے والے بال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منڈوائیں یا ترشوائیں، عورتیں بال نہ منڈائیں بلکہ اپنی چوٹی سے ایک انگل کے برابر کاٹ لیں۔

بال منڈاتے یا ترشواتے وقت دائیں سے شروع کرنا سنت ہے۔

طواف وسعی کرنے کے بعد عمرہ وحج تمتع کرنے والے احرام کھول کر حلال ہو گئے، البتہ جن لوگوں نے حج افراد (صرف حج) یا حج قران (حج وعمرہ دونوں) کی نیت سے احرام باندھا تھا وہ اسی حال میں رہیں گے۔

اَیّامِ حج

آٹھویں ذی الحجہ سے حج کا پروگرام شروع ہو جاتا ہے جسے یوم الترویہ کہتے ہیں۔

عمرہ اور حج تمتع کرنے والا شخص جس نے طواف اور سعی کے بعد احرام کھول دیا تھا، اسی تاریخ کو حج کی نیت سے احرام باندھتا ہے، اور اسی طرح باندھتا ہے جس طرح اس نے میقات سے باندھا تھا۔

لیکن چونکہ یہ حج کا احرام ہوتا ہے اس لیے تلبیہ پکارتے ہوئے لَبَّیْكَ حَجًّا کہنا چاہیئے۔

پھر حاجی منیٰ کے لیے روانہ ہو جاتا ہے، جو مکہ سے تقریباً چھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہاں پورا دن اور اس کی رات کو قیام کرتا ہے، اس دن اور رات کو نمازوں میں قصر کیا جاتا ہے۔

منیٰ ہی میں وہ مشہور مسجد، مسجدِ خیف ہے جس میں ایک روایت کے مطابق ستر نبیوں نے نماز ادا کی ہے۔

منیٰ میں قیام کی حالت میں تمام نمازیں اسی مسجد میں ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

مسجد خیف منیٰ کے وسط میں ہے، اور یہ اس جگہ واقع ہے جہاں حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا۔

پھر نویں ذی الحجہ کو سورج نکلنے کے بعد حاجی ضب کے راستے سے عرفات کے لیے روانہ ہو جاتا ہے، جو منیٰ سے تقریباً گیارہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

عرفات پہنچ کر مسجد نمرہ میں ظہر کے وقت، ظہر اور عصر کی نمازیں ملا کر قصر کے ساتھ با جماعت ادا کرتا ہے اور امام کا خطبہ سنتا ہے،

اس کے بعد عرفات کے میدان میں کسی بھی جگہ ٹھہر جاتا ہے، اور قبلہ رخ ہو کر رو رو کر اللہ سے التجا کرتا ہے، اور تلبیہ کے کلمات بھی پکارتا رہتا ہے، اور شام تک کا وقت توبہ واستغفار اور انابت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الی اللہ میں گذارتا ہے۔

اس دن کا سب سے افضل ذکر یہ ہے:

لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے سلطنت ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

وقوفِ عرفات حج کا رکنِ اعظم ہے اگر یہ فوت ہو جائے تو حج نہیں ہوگا،

یہاں بہتر ہے کہ جبلِ رحمت کے قریب ٹھہرے، ویسے پورا میدان عرفات وقوف کی جگہ ہے۔ جبل رحمت ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کے دامن میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو وعظ فرمایا تھا۔ اس کے دامن میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کا وقوف یہیں تھا۔

غروب آفتاب کے بعد حاجی بغیر نمازِ مغرب ادا کیے ہوئے مزدلفہ کے لیے روانہ ہو جاتا ہے اور برابر تلبیہ پڑھتا رہتا ہے۔

مزدلفہ پہنچ کر ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ مغرب اور عشاء دونوں نمازیں ملا کر قصر کے ساتھ ادا کرتا ہے۔

مزدلفہ میں قیام کے دوران بہتر ہے کہ مغرب وعشاء اور دسویں ذی الحجہ کی نماز فجر مشعر الحرام میں ادا کرے۔ جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ مشعر الحرام اب صرف اس مسجد کا نام ہے جو مزدلفہ کے اندر بنی ہوئی ہے، اور مزدلفہ میں اس مسجد کے سوا کوئی دوسری عمارت نہیں ہے۔

حاجی دسویں ذی الحجہ کو نماز فجر ادا کرنے کے بعد، جب صبح بالکل روشن ہو جاتی ہے۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے منٰی کے لیے روانہ ہو جاتا ہے۔

وادی محسّر

راستے میں وادیٔ محسر پڑتی ہے، یہ وادی تقریباً تین سو گز لمبی ہے۔ یہاں پہنچ کر رفتار تیز کر دی جاتی ہے کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں ابرہہ اور اس کے لشکر پر اللہ کا عذاب آیا تھا۔

جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

ابرہہ حبش کے بادشاہ کی طرف سے یمن کا گورنر تھا، اس نے جب دیکھا کہ لوگ خانہ کعبہ کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حج کرتے ہیں، تو اس نے یمن کی راجدھانی صنعاء میں ایک خوبصورت کلیسا تعمیر کرایا تا کہ لوگوں کا دل ادھر سے پھیر کر اس کلیسا کی طرف موڑ دے۔

ایک بار بنو کنانہ کے ایک شخص نے کلیسا کے اندر گھس کر اس کے قبلہ پر پاخانہ پوت دیا، اس واقعہ پر ابرہہ کو بہت غصہ آیا اور وہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر کعبہ کو گرانے کے لیے نکل کھڑا ہوا، اس لشکر میں نو یا تیرہ ہاتھی تھے، ابرہہ نے اپنے لیے ایک بہت طاقتور اور زبردست ہاتھی منتخب کیا تھا، یہ لشکر جب اسی وادی۔ وادیٔ محسر پر پہنچا تو ابرہہ کا ہاتھی بیٹھ گیا وہ کسی طرح آگے نہیں بڑھ رہا تھا، اس کا رخ جب دوسری طرف کر دیا جاتا تو وہ تیزی کے ساتھ دوڑنے لگتا، اور جب خانۂ کعبہ کی طرف کر دیا جاتا تو وہ کسی طرح چلنے کا نام نہ لیتا، آخر کار اُسے مار مار کر گھائل کر دیا گیا، مگر وہ خانۂ کعبہ کی طرف ٹس سے مس نہ ہوا۔

اتنے میں اللہ تعالیٰ نے چڑیوں کا ایک جھنڈ بھیج دیا، یہ چڑیاں ابابیل اور قمری جیسی تھیں، ہر چڑیا کے پاس چنے کے برابر تین کنکریاں تھیں، ایک چونچ میں اور دو، دونوں پنجوں میں، یہ کنکریاں جسے لگتی تھیں اس کا جسم سڑنے لگتا تھا اور وہ مر جاتا تھا، کنکریاں ہر ایک کو نہیں لگتی تھیں، مگر لشکر میں ایسی بھگدڑ مچی کہ لوگ ایک دوسرے کو کچلتے، روندتے ہوئے بھاگ رہے تھے، وہ ہر راستہ پر گر رہے تھے اور ہر چشمے پر مر رہے تھے۔

ابرہہ بھی صنعاء کی طرف بھاگا، مگر اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسی آفت نازل فرمائی کہ وہاں پہنچتے پہنچتے اس کی انگلیوں کے پور جھڑ گئے وہ چوزے جیسا ہو گیا، اس کا سینہ پھٹ گیا، دل باہر نکل آیا اور وہ مر گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اِسی مقام پر ابرہہ کے لشکر کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح بنا دیا تھا، اور خانۂ کعبہ کی تباہی چاہنے والے خود ہی تباہ ہو گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر جب یہاں سے گذرے تھے تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا تھا کہ یہاں سے تیزی سے گذر جاؤ۔

منیٰ پہنچ کر کنکریاں چنی جاتی ہیں، اور آفتاب طلوع ہو جانے کے بعد جمرۂ کبریٰ یعنی بڑے شیطان کو سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ اور ہر کنکری مارتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا جاتا ہے۔

کنکری مارتے وقت جمرہ سامنے ہوتا ہے، مکہ بائیں ہوتا ہے اور منیٰ دائیں، اس سے فارغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے بعد قربانی کی جاتی ہے، قربانی کے بعد بالوں کو منڈایا یا ترشوایا جاتا ہے، لیکن عورتیں صرف ایک انگل کے برابر بالوں کو ترشواتی ہیں، ان کے لیے بالوں کا منڈانا درست نہیں ہے۔

اس کے بعد احرام اتار دیا جاتا ہے، اور جماع کے علاوہ باقی تمام کام جو حالتِ احرام میں ممنوع تھے، حلال ہو جاتے ہیں۔

پھر اسی دن حاجی مکہ جاتا ہے اور طواف افاضہ کرتا ہے اور اسی طرح سے کرتا ہے جس طرح سے طوافِ قدوم کیا تھا لیکن اس طواف میں رمل اور اضطباع نہیں ہے۔

حج قران اور حج افراد کرنے والے نے اگر طوافِ قدوم کے ساتھ سعی کیا تھا تو اب اُسے نہیں کرنا ہے۔ لیکن حج تمتع کرنے والے کو دوبارہ اسی طرح سعی کرنی ہوگی جس طرح طوافِ قدوم کے بعد کیا تھا۔

طوافِ افاضہ کے بعد وہ تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام کی وجہ سے ممنوع تھیں، حتیٰ کہ جماع بھی۔

حاجی طوافِ افاضہ کے بعد شام تک پھر منیٰ واپس لوٹ آتا ہے اور وہیں رات گزارتا ہے۔ اور گیارہویں ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد تینوں جمروں کو سات سات کنکریاں مارتا ہے۔ جس کی ابتداء جمرۂ اولیٰ (چھوٹا شیطان) سے کی جاتی ہے جو مسجد خیف کے قریب اور مکہ سے تیسرے نمبر پر ہے، پھر جمرۂ وسطیٰ (درمیانی شیطان) اس کے بعد جمرۂ عقبہ (**بڑا شیطان**) کو رمی کی جاتی ہے۔

پھر بارہویں کی رات منیٰ میں گذار کر بارہویں کو زوال کے بعد تینوں جمروں کی اس طرح رمی کی جاتی ہے جس طرح گیارہویں کو کیا تھا۔

بارہویں تاریخ کو منیٰ سے کوچ کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر رات وہیں گذاری ہے تو تیرہویں کو بھی تینوں جمروں کی رمی کرنا ضروری ہے۔

رمی جمار کے بعد سیدھے مکہ واپس آنا پڑتا ہے۔ اور جب مکہ سے گھر کے لیے روانگی ہوتی ہے تو طوافِ وداع کرنا پڑتا ہے۔ یہ طواف بھی طواف افاضہ کی طرح ہوتا ہے۔

البتہ حیض ونفاس والی عورتیں طواف وداع کیے بغیر واپس لوٹ سکتی ہیں۔

اب ذرا آثار مکہ پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرم شریف سے شمال کی طرف جو سڑک منیٰ کو جاتی ہے اسی پر دار ارقم بھی ہے جو صفا پہاڑی سے بالکل قریب ہے۔

اس کا ایک حصہ نئی تعمیرات کے سلسلے میں اب سڑک کے نیچے آ گیا ہے اور بقیہ نصف حصہ قریب کی دو کانوں میں سے ایک دوکان میں شامل کر دیا گیا ہے۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام مشرکین مکہ کے شر سے بچنے کے لیے چھپ چھپا کر جمع ہوتے تھے اور اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو صبر و استقلال کی تلقین فرماتے، اور اگر قرآن پاک کی کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو انہیں پڑھ کر سناتے تھے۔

یہی وہ گھر تھا جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ میں ذکر آتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے نکلے تھے۔ راستے میں انھیں اپنی بہن فاطمہؓ اور اپنے بہنوئی حضرت سعیدؓ کے مسلمان ہو جانے کی خبر ملی۔ چنانچہ وہ اپنی بہن کے گھر پلٹ گئے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے خود ان کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا، پھر وہ سیدھے دار ارقم آئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہو گئے۔

منیٰ ہی کی طرف چلنے پر سڑک کے ساتھ ہی ایک پہاڑی سلسلہ ملتا ہے۔ جو حرم سے بھی حجر اسود کے رخ سے نظر آتا ہے اسے جبل ابوقبیس کہا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بنو ہاشم اِسی طرف آباد تھے۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ بھی اسی پہاڑی پر واقع ہوا تھا۔

شعب ابی طالب، جبل ابوقبیس سے ملی ہوئی پہاڑیوں کے درمیان ایک گھاٹی تھی جہاں ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھ بنو ہاشم (سوائے ابولہب) تین سال تک محصور رہے، اور کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے قبیلے کا معاشی و معاشرتی مقاطعہ کئے رکھا۔

تھوڑا سا اور آگے بڑھنے پر سڑک کی بائیں طرف ایک چھوٹی سی مسجد نظر آتی ہے۔ جس کا نام اَلــرَّایَــہ ہے، اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ یہ اس جگہ واقع ہے جہاں فتح مکہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر اپنا رایہ (جھنڈا) نصب فرمایا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے کچھ ہی آگے ایک اور مسجد ہے جسے مسجد الجن کے نام سے جانا جاتا ہے، اس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ مسجد اسی جگہ واقع ہے جہاں جنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے سنا تھا اور پھر وہ ایمان لے آئے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی سورۂ جن میں بتایا گیا ہے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ○ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ط وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ○ ''اے نبی! کہہ دو کہ میری طرف یہ وحی ہوئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے مجھے (قرآن پڑھتے) سنا تو انھوں نے کہا کہ ہم نے حیرت انگیز کلام سنا ہے جو بھلائی کا راستہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ ہم اس پر ایمان لائے اور اب ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔''

مکہ جس زمین پر آباد ہے وہ ایک طرف نیچی ہے دوسری طرف اونچی ہے، نچلا علاقہ ...... جو جنوب کی طرف ہے...... مسفلہ کہلاتا ہے، اونچا علاقہ ...... جو شمال کی جانب ہے..... معلّیٰ کہلاتا ہے، اونچائی والے علاقے میں ایک بہت بڑا قبرستان ہے جسے جنت المعلّیٰ کہا جاتا ہے۔ یہ زمانۂ جاہلیت سے آج تک اہل مکہ کا قبرستان ہے، یہ مکہ سے منیٰ کے رخ پر واقع ہے۔ اسی قبرستان میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب اور آپؐ کے دادا عبد المطلب کی قبریں بھی یہیں ہیں، آپؐ کے صاحب زادے حضرت ابراہیمؓ اور آپؐ کی والدہ حضرت آمنہ بھی یہیں مدفون ہیں، ان کے علاوہ حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابو جعفر منصور جیسا حکمراں بھی یہیں دفن ہے۔

لیکن ان کی جگہوں کا قطعی تعین ناممکن ہے۔

معلّیٰ کا قبرستان شمال اور جنوب دونوں طرف سے پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا ہے، ان پہاڑوں کے درمیان سے شمال مغرب کو ایک راستہ جاتا ہے، اور یہ وہی راستہ ہے جس سے فتح مکہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

آگے بڑھنے پر منیٰ جانے کے لیے یہ سڑک دائیں طرف جنوب مشرق سے مڑ جاتی ہے، موڑ سے تھوڑی دور چلنے پر جبلِ نور دکھائی دیتا ہے۔

جبلِ نور اس پہاڑ کا نیا نام ہے، ورنہ اس کا پرانا نام جبلِ حرا ہی مشہور ہے۔ اسی کے اندر وہ غار ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی بار وحی نازل ہوئی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ سے اس کا فاصلہ تقریباً ۴ رکلومیٹر ہے۔

جبلِ نور تقریباً دو ہزار فٹ اونچا ہے۔ اور غارِ حراء تک پہنچنے کے لیے دو مرتبہ پہاڑ پر چڑھنا اور اترنا پڑتا ہے۔

مکہ سے تقریباً دس یا گیارہ کلومیٹر کے فاصلے پر جبلِ ثور ہے۔

یہی وہ پہاڑ ہے جس میں غارِ ثور واقع ہے۔ یہ کافی اونچا ہے اور اس پر چڑھنے کا راستہ بھی بہت خطرناک ہے۔ غارِ ثور اس کے عین اوپر ہے۔

غارِ ثور وہ جگہ ہے جہاں ہجرت کے موقع پر کفار مکہ سے چھپنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پناہ لی تھی، جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ توبہ میں ہوا ہے۔

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ج "جب کافروں نے اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو نکال دیا وہ دو میں سے دوسرا تھا (ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) جب کہ وہ دونوں غار (غارِ ثور) میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

حاجی، حج مکمل کرنے سے پہلے یا اس کے بعد مدینہ بھی جاتا ہے۔

حالانکہ مدینہ جانا، مسجد نبوی میں نماز پڑھنا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر درود پڑھنا، اگرچہ ارکان و مناسک حج میں شامل نہیں ہے، تاہم اس کا بہت بڑا ثواب ہے اور اس کی زیارت سے مشرف ہونا بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔

مدینہ

مدینہ مکہ معظمہ سے شمال کی طرف چار سو کلومیٹر پر ہے اس کا پرانا نام یثرب ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تو اس کا نام مدینۃ النبی یعنی نبی کا شہر، پڑ گیا بعد میں وہ مختصر ہو کر مدینہ ہو گیا۔

مدینہ وہ مقدس شہر ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر ہجرت کر آئے تھے۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں آپؐ نے اپنی نبوت کے دس سال گذارے تھے اور آپؐ یہیں مدفون بھی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ یہ تیرے اعلیٰ نصیب کیا کہنا — ترا نکھار ہے کتنا عجیب کیا کہنا
ہے تجھ سے عرش قریب القریب کیا کہنا — کہ جبرئیلؑ ہے تیرا نقیب کیا کہنا
ترا مقام دیار حبیب کیا کہنا

خدا کے ماننے والوں کا میزباں ہے تو — نبی کے چاہنے والوں کا قدر داں ہے تو
بتوں سے روٹھنے والوں پر مہرباں ہے تو — ترا مزاج شریف ونجیب کیا کہنا
ترا مقام دیار حبیب کیا کہنا

نبی کا مرقد اقدس ترے جگر میں ہے — حیات بخش نظارہ تری نظر میں ہے
جو نیند چشم ابوبکرؓ وعمرؓ میں ہے — بزیر سایۂ زلف حبیب کیا کہنا
ترا مقام دیارحبیب کیا کہنا

یہ وہ مبارک بستی ہے جس کے بارے میں ہر مسلمان کے اندر یہ تڑپ ہوتی ہے۔

دکھا دے یا الٰہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے — جہاں پر رات دن مولا تری رحمت برستی ہے

مدینہ کی عظمت اور فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث ہیں۔ مثلاً بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مدینہ کے راستے پر فرشتے مقرر ہیں۔ نہ اس میں طاعون کی بیماری داخل ہو سکتی ہے نہ اس میں دجال داخل ہو سکے گا۔''

بخاری ہی کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے اللہ! تو مدینہ کو محبوب کر دے جیسے مکہ کو محبوب بنایا ہے یا اس سے بھی زیادہ''

بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی منقول ہے: ''قرب قیامت میں ایمان مدینہ کی طرف اس طرح سمٹ کر چلا جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں سما جاتا ہے۔''

کسی شاعر نے بالکل سچ کہا ہے۔

جو ملتی ہے بڑی مشکل سے یہ ایسی سعادت ہے — مدینہ کی فضا میں سانس لینا بھی عبادت ہے

یہیں مسجد نبوی ہے جس میں ایک وقت کی نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مسجد میں ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔

مسجد نبوی کے اردگرد کے مکانات کو گرا کر اس کی توسیع کر دی گئی ہے اور ابھی تک توسیع اور تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔ اب یہ مسجد بہت بڑی، بہت شاندار اور خوبصورت ہو گئی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے اردگرد ہر طرف کافی کھلا اور پختہ راستہ چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ مسجد میں آنے اور اس سے نکلنے والوں کے لیے تکلیف نہ ہو۔

کاروں اور بسوں کے آنے اور ٹھہرنے کے لئے اس کے شمال میں کھلا میدان رکھا گیا ہے اس طرح موٹروں کے شور کا بھی مسجد میں نماز پڑھنے اور تلاوت کرنے والوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ریاض الجنۃ وہ جگہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک اور آپ کے منبر کے درمیان کا حصہ ہے جسے سفید ستونوں سے نمایاں کر دیا گیا ہے۔

اس حصے کو رسول اللہ صلی اللہ نے جنت کا ایک ٹکڑا بتایا ہے۔

مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنی چاہئیں جیسے ہر مسجد میں داخل ہونے پر پڑھی جاتی ہیں۔ اگر ممکن ہو تو تحیۃ المسجد ریاض الجنۃ میں ادا کرنی چاہیے۔

مدینہ میں قیام کے دوران تمام نمازیں مسجد نبوی ہی میں ادا کرنی چاہئیں۔

ریاض الجنۃ سے مشرق جانب چلنے پر بائیں طرف آپ کی قبر شریف ہے جس کے اوپری حصے پر سبز گنبد ہے۔

یہیں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبریں بھی ہیں نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ کی قبر کی زیارت کرنی چاہیے اور آپ پر درود وسلام پڑھنا چاہیے۔

یاد رہے کہ قبر کی جالیوں اور سلاخوں کو چومنا سخت منع ہے بہتر ہے کہ درود وسلام کے لیے وہی الفاظ استعمال کریں جو التحیات میں استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اور درود ابراہیمی پڑھیں، یعنی

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علیٰ محمد وعلی آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید

اسی طرح سلام کے دوسرے کلمات بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ مثلاً

السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا خیرۃ خلق اللہ وغیرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصحاب صفہ

صفہ، سائبان اور سایہ دار درخت کو کہتے ہیں۔قدیم مسجد نبوی کے شمال مشرقی کنارے پر مسجد سے ملا ہوا ایک چبوترہ تھا یہ جگہ اس وقت باب جبرئیل سے اندر داخل ہوتے وقت مقصورہ کے شمال میں محراب تہجد کے بالکل سامنے دو فٹ اونچے پیتل کے کٹہرے میں گھری ہوئی ہے۔ اس کی لمبائی چوڑائی 40X40 فٹ ہے۔ اس کے سامنے خدام بیٹھے رہتے ہیں اور لوگ یہاں قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے ہیں یہاں تلاوت کرنے والوں کی اس قدر بھیڑ ہوتی ہے کہ مشکل ہی سے جگہ ملتی ہے۔

یہاں وہ مسلمان رہتے تھے جن کا کوئی گھر بار نہ تھا، نہ ہی بیوی بچے اور نہ کوئی، اور یہ لوگ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی تعلیم حاصل کرتے اور وقتاً فوقتاً تبلیغ اسلام کے لیے دوسرے مقامات پر جاتے رہتے تھے۔

یوں تو تمام صحابہ کرام کی زندگی بہت سادہ تھی مگر اصحاب صفہ کی زندگیوں میں اور بھی فقر و سادگی اور دنیاوی چیزوں سے بے نیازی اور بے تعلقی پائی جاتی تھی۔ یہ لوگ دن رات تزکیہ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم کے حصول کی خاطر فیضان مصطفوی سے فیض یاب ہونے کے لیے خدمت نبوی میں حاضر رہتے تھے۔ نہ انھیں تجارت سے کوئی مطلب تھا اور نہ زراعت سے سروکار، ان حضرات نے اپنی آنکھوں کو آپ کے دیدار، کانوں کو آپ کے کلمات اور جسم و جان کو آپ کی محبت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

یہ لوگ دین کی دولت سے مالا مال تھے مگر دنیاوی زندگی میں افلاس اور ناداری کا یہ عالم تھا کہ بخاری کی روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔

میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا جن کے پاس چادر تک نہیں تھی صرف تہبند تھا یا فقط کمبل، چادر کو گلے میں اس طرح باندھ کر لٹکا لیتے کہ وہ پنڈلیوں تک اور بعض کے ٹخنوں کے قریب پہنچ جاتی تھی اور ہاتھ سے اسے تھامے رکھتے تھے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔

مسجد نبوی سے صرف چند فرلانگ کے فاصلے پر مدینہ کا وہ مشہور قبرستان ہے جو جنت البقیع کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسجد نبوی سے مشرق کی سمت واقع ہے اور معمولی رفتار سے صرف پانچ منٹ کا راستہ ہے۔

اس قبرستان میں حضرت عثمان غنی، حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم، حضرت امام حسن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کے علاوہ دس ہزار سے زیادہ صحابہ کرام واولیاء مدفون ہیں۔

جنۃ البقیع کی قبروں کی زیارت مسنون ہے۔ وہاں پہنچ کر یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

السلام علیکم یا اھل الدیار من المؤمنین و المسلمین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ .

آثار مدینہ

اسلام میں جو سب سے پہلی مسجد بنائی گئی تھی وہ مسجد قبا ہے۔ یہ مسجد مدینہ منورہ سے جنوب مغرب کی طرف تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے تو قبا کی مشہور بستی میں آپؐ نے چار روز قیام فرمایا تھا۔

مسجد قبا

پہلے یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ اس مسجد کی بنیاد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی تھی۔ اس لحاظ سے یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو مدینہ منورہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر فرمائی تھی۔ اسی کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

لمسجد اسس علی التقویٰ من اول یوم " یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد روز اول سے تقوی پر رکھی گئی ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبا اور اس کے رہنے والوں سے اس قدر محبت تھی کہ آپؐ ہر بدھ کے روز یہاں پیدل تشریف لاتے تھے اور اس مسجد میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

اب سے کچھ سال پہلے مدینہ سے یہاں آنے والی سڑک بہت خراب اور تکلیف دہ تھی لیکن اب سڑک نہایت شاندار بن گئی ہے اور اسے سیدھا بھی کر دیا گیا ہے یہاں تک کہ مدینہ منورہ سے نکلتے ہی یہ مسجد نظر آنے لگتی ہے۔

مسجد قبا کو جاتے ہوئے سڑک کی بائیں جانب ایک مسجد ہے جسے مسجد الجمعہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ پہلے قبیلہ بنو سالم کی مسجد تھی۔ ہجرت کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس روز قبا سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے وہ جمعہ کا دن تھا۔

راستے میں جب آپؐ بنو سالم کی مسجد میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا۔ پھر آپؐ نے یہیں نماز ادا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائی اسی لیے اس کا نام مسجد الجمعہ ہو گیا۔ یہ ایک شاندار اور خوب صورت مسجد ہے لیکن اس کے ارد گرد اب کوئی آبادی نہیں ہے۔

مسجد سے متصل جنوب میں دو گھر بنے ہوئے ہیں، جن کی چھت گنبد جیسی ہے بتایا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک گھر اسی جگہ بنا ہوا ہے جہاں حضرت کلثوم بن ہدم کا گھر تھا۔ اور دوسرا اس جگہ جہاں حضرت سعد بن خیثمہ کا گھر تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے قبا پہنچے تھے تو آپؐ نے حضرت کلثوم کے گھر کو رہنے کے لیے اور حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر کو اپنی مجلس کے لیے منتخب فرمایا تھا۔

مسجد قبا سے تقریباً پچاس قدم کے فاصلے پر ایک کنواں ہے جو بئر اریس کے نام سے مشہور ہے پہلے اس کا پانی کھارا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ڈال دیا جس سے اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس انگوٹھی کو پہنا کرتے تھے وہ انگوٹھی بعد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کو اور ان کے حضرت عثمان غنیؓ کو ملی تھی۔

ایک بار وہ حضرت عثمان غنی کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی اور پھر بہت تلاش کے بعد نہیں ملی اس لیے اس کنویں کو بئر خاتم بھی کہا جاتا ہے۔

مدینہ سے شمال مغرب کی طرف تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر بئر رومہ ہے جسے بئر عثمان بھی کہا جاتا ہے۔

یہ ایک بہت پرانا کنواں ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بنی غفار کے ایک شخص کی ملکیت میں تھا۔ مہاجرین اس کے پانی کو بہت پسند کرتے تھے۔

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک سے فرمایا کہ اسے میرے ہاتھ بیچ دو اس نے معذرت کی اور کہا کہ میرے اور میرے اہل وعیال کے لیے کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے اس لیے میں نہیں دے سکتا۔ اس بات کی خبر جب عثمان غنی کو پہنچی تو انہوں نے ۳۵ ہزار درہم میں اسے خرید کر عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

مسجد قبلتین

مدینہ سے شمال مغرب کی جانب ایک مسجد، مسجد قبلتین ہے جو مدینہ سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاصلے پر ہے۔

یہی وہ مسجد ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر رہے تھے کہ تحویل قبلہ کی آیت نازل ہوئی پھر آپؐ نے حالت نماز ہی میں اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف پھیر لیا اور صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کو دیکھ کر اپنا رخ کعبہ کی طرف کر لیا اسی لیے اس مسجد کو مسجد القبلتین کہا جاتا ہے یعنی دونوں قبلوں والی۔

اس میں پہلے دو محرابیں بنی تھیں ایک کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا اور دوسری کا بیت اللہ کی طرف، لیکن اب اس میں دو کے بجائے ایک ہی محراب ہے بیت المقدس کے رخ والی محراب کو توڑ دیا گیا ہے۔

احد

احد ایک پہاڑ ہے جو مدینہ سے شمال کی جانب تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اسی پہاڑ کے دامن میں ۳ھ میں مشہور غزوہ، غزوۂ احد پیش آیا تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے اور دوسرے بہت سے صحابہؓ کے علاوہ آپ کے سگے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تھی۔

یہ پہاڑ مشرق سے مغرب تک چھ کلومیٹر کے قریب لمبا ہے۔ اس پر پہنچنے سے پہلے دائیں طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس پر چڑھنا بہت آسان ہے اس کا پرانا نام جبل عینین ہے لیکن اب اس کا نام جبل الرماۃ یعنی تیر اندازوں کا پہاڑ ہے۔

اسی پہاڑی پر غزوۂ احد کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ نے پچاس تیر اندازوں کو مقرر فرمایا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ چاہے ہم ہاریں یا جیتیں تم لوگ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا آپؐ نے یہاں تک تاکید کی تھی کہ اگر تم لوگ دیکھو کہ ہماری بوٹیاں پرندے نوچ رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے نہ ہلنا یہاں تک کہ میں بلا بھیجوں۔

اس کے بعد جنگ شروع ہوئی تو مسلمان غالب رہے مشرکین کے لشکر میں ابتری پھیل گئی اور میدان خالی ہونے لگا۔ ادھر جن تیر اندازوں کو درہ کی حفاظت پر مامور کیا گیا تھا وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے انھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکیدی حکم کا واسطہ دے کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت روکا۔ مگر چند آدمیوں کے سوا کوئی نہ ٹھہرا۔

ادھر دشمن نے اس موقع سے بروقت فائدہ اٹھایا اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر پہلو کے درہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس طرح جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اور اس جنگ میں ستر صحابہؓ شہید کر دیے گئے۔

جبل الرماۃ اور جبل احد کے درمیان ایک وادی ہے یہ غزوہ اسی وادی میں واقع ہوا تھا مسلمانوں کا لشکر ان دونوں پہاڑوں کے درمیان مشرق کی طرف تھا اور کفار مکہ کا لشکر جبل احد سے چکر کاٹ کر مغرب کی طرف سے آیا تھا۔ اسی وادی میں وہ تمام صحابہؓ مدفون ہیں جو اس میں شہید ہوئے تھے۔

احد پہاڑ کی طرف جاتے ہوئے ایک جگہ چھوٹی سی مسجد ہے جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ جبل احد کے اندر ایک چھوٹا سا غار ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ دندان مبارک شہید ہونے کے بعد آپؐ نے اسی جگہ آرام فرمایا تھا۔

جبل احد وہ ہے جس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ ھذا جبل یحبنا و نحبہ "یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم بھی اسے محبوب رکھتے ہیں۔"

حج کا پیغام

حج کا تعلق ایک مکمل منصوبہ سے ہے۔ حج اسی منصوبے کی یادگار ہے جسے اللہ کے خلیل حضرت ابراہیمؑ نے شروع کیا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کی تکمیل ہوئی تھی۔ حج کے مختلف مناسک جن کو حاجی علامتی طور پر دہراتا ہے اسی خدائی منصوبہ کے مختلف مراحل ہیں مثلاً۔

حاجی اپنے گھر سے نکل کر سرزمین عرب کے لیے روانہ ہوتا ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے نکل کر حجاز آئے تھے۔ وہ مکہ کے قریب پہنچ کر سلے ہوئے کپڑوں کو اتار کر اپنے جسم پر دو چادریں لپیٹ لیتا ہے جو اس زمانے میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی پوشاک ہوتی تھی۔

حاجی مکہ پہنچتا ہے تو کعبہ کے گرد گھوم کر اس کا چکر لگاتا ہے یہ وہی طواف ہے جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے عہد خداوندی کی توثیق کے لے کیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاجی صفا و مروہ کے درمیان سات بار سعی کرتا ہے یہ حضرت ہاجرہ کی اس دوڑ کی نقل ہے جو انہوں نے اس بے آب و گیاہ بیابان میں پانی کی تلاش کے لیے کی تھی۔ حاجی منیٰ جا کر قربانی کرتا ہے یہ اسی قربانی کا اعادہ ہے جو حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کے گلے پر چھری رکھ کر کرنی چاہی تھی اور بعد میں ان کی جگہ مینڈھا ذبح ہوا تھا۔

حاجی جمرات پر جا کر شیطان کو کنکریاں مارتا ہے یہ اس عمل کی یادگار ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شیطان کی طرف کنکریاں مار کر کیا تھا۔ پھر حاجی میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں یہاں ہر شخص کی زبان پر اللھم لبیک کے کلمات ہوتے ہیں گویا وہ اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم وہی کریں گے جس کا سبق حج کے ذریعہ دیا گیا ہے۔

حاجی گویا یہ عہد کرتا ہے کہ اگر ضرورت ہوئی تو وہ اپنی دنیا اجاڑ کر، اپنے مفادات چھوڑ کر، اور اپنی خوشیوں اور راحتوں سے منہ موڑ کر حق کی طرف بڑھے گا اور آرام و آسائش کی زندگی چھوڑ کر قناعت اور سادگی اختیار کرے گا۔

وہ اللہ کے گرد گھومے گا اور ہر اس کام کی طرف دوڑے گا جو اللہ کی رضا کا باعث ہے، اللہ کا دین اسے جہاں لے جائے گا وہاں وہ بے چون و چرا جائے گا اور جب اسے شیطان راہ حق سے بہکانے کی کوشش کرے گا تو وہ پتھر مار کر اسے اپنے سے دور بھگائے گا۔

حاجی جب حج سے فارغ ہو کر لوٹتا ہے تو گویا وہ مقام عہد سے نکل کر مقام عمل کی طرف آتا ہے اب اس کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ یعنی وہ سب کچھ کرے جو اللہ کی رضا اور مشیت کا تقاضا ہو اور اس وقت تک کرتا رہے جب تک کہ اس کی موت نہ آ جائے۔

لیکن جس طرح ہماری دوسری عبادتیں صرف رسم بن کر رہ گئی ہیں۔ اسی طرح حج بھی ایک روایتی عمل بن کر رہ گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ میں آخری حج ادا فرمایا تھا جن میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ صحابہ کرامؓ شامل تھے۔

آپ نے ۹ رذی الحجہ کو میدان عرفات میں ایک مفصل خطبہ دیا تھا جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے اس حج کو حجۃ البلاغ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے اسلامی تعلیمات کو امت تک پہنچا کر ان سے عہد لیا تھا کہ وہ ان باتوں کو دوسروں تک پہنچائیں گے۔

چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے کہ خطبہ کے آخر میں آپؐ نے فرمایا تھا ''خبردار جو موجود ہیں وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری باتوں کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں کیونکہ پہنچائے جانے والے اکثر سننے والوں سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوتے ہیں اور تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا پھر تم کیا جواب دو گے؟''

لوگوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے امانت ادا کر دی اور پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ تو گواہ رہ اے اللہ تو گواہ رہ''

حج الوداع کے تین ہی مہینوں کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔ اس وقت آپ کا لایا ہوا دین صرف عرب تک محدود تھا لیکن آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ باہر نکلے انہوں نے اسلام کی تبلیغ کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیا انہوں نے اپنی پوری زندگی اور اپنا سارا اثاثہ دین کی اشاعت میں لگا دیا اور اس کی راہ میں اپنی ساری طاقت صرف کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی سالوں میں اسلام پوری دنیا میں پھیل گیا۔

آج بھی ہر سال عرفات کے میدان میں خطبہ کے موقع پر وہی باتیں دہرائی جاتی ہیں جو آج سے چودہ سو سال قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھیں۔ مگر ان باتوں کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا نہ ہی اس کا کوئی نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اس فرق کی وجہ کیا ہے؟

یہی نا کہ پہلے حج ایک زندہ عمل تھا اور آج وہ ایک روایتی عمل بن کر رہ گیا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہیز اور بارات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد.

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی :

حضرات: اللہ کا یہ بہت بڑا احسان اور کرم ہے کہ اس نے ہمیں پیدا کیا، زندگی گذارنے کے لئے ہمیں بے شمار وسائل وذرائع عطا فرمائے، دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں کو ہمارے فائدے کے لیے پیدا کیا، پوری کائنات کو ہمارے لیے مسخر کیا، ہمیں اپنی تمام مخلوقات میں سب سے بلند یعنی اشرف المخلوقات بنایا اور اتنی نعمتیں دیں جنہیں نہ ہم گن سکتے ہیں نہ شمار کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں بھیڑ، بکری اور بندر وغیرہ بنا دیتا مگر اس نے ہمیں انسان بنایا۔ اور پھر ہمیں تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ ذہن اور طاقتور بنایا۔ ہاتھی اتنا بڑا جانور ہے۔ لیکن ہاتھی کے اشارے پر انسان نہیں بلکہ انسان کے حکم پر ہاتھی چلنے پر مجبور ہے۔ گھوڑا کسی انسان پر سواری نہیں کرتا بلکہ انسان گھوڑے پر سواری کرتا ہے۔

اونٹ اتنی عجیب وغریب جسامت والا جانور ہے لیکن انسان اس کے تابع نہیں ہے بلکہ وہ خود انسان کے تابع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو نعمتیں دی ہیں ان میں بہت سی ایسی ہیں جن کی ہمیں خبر بھی نہیں ہے۔

قرآن مجید کی سورہ ابراہیم میں ارشاد ہے: وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوھا " اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہیں گن سکو گے" اللہ کی محسوس نعمتیں لامتناہی ہیں۔ مثلاً اس نے آسمانوں اور زمین کو ہمارے فائدے کے لیے بنایا۔ بادلوں سے مینہ برسایا۔

پھر بارش کے پانی سے ہمارے لیے طرح طرح کی چیزیں پیدا کیں جن میں سے کچھ کھانے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کام آتی ہیں کوئی پہننے اوڑھنے اور بچھانے کے اور کوئی دوسری ضروریات ولوازم کی سرانجام دہی اور اسباب روزی کی فراہمی کے لیے ہیں۔

پھر پانی پر سفر کرنے کے لیے کشتی جہاز وغیرہ بنانا سکھایا، ایسی تدبیریں بتائیں کہ کشتیاں پانی میں غرق نہ ہوں۔

پھر نہروں کو ہمارے بس میں کر دیا جدھر چاہتے ہیں لے جاتے ہیں ان سے طرح طرح کے کام لیتے ہیں۔ آب پاشی کرتے ہیں، چکیاں چلاتے ہیں اور بجلی بنا کر اس سے ہر طرح کے سامان ضرورت فراہم کرتے ہیں۔

پھر چاند اور سورج کو ہمارے فائدے کے لے ایک خاص چال سے چلایا اگر ان کی چال بگڑ جائے تو انتظام عالم بگڑ جائے نہ پھلوں میں پختگی آئے، نہ کھیتیاں پکیں، نہ سمندروں میں مد و جزر ہو نہ دنیا کو گرمی و خنکی میسر آئے، نہ زمین کی رطوبتیں خشک ہوں اور کثرت سے بیماریاں پھیل جائیں اور بارش بالکل نہ ہو۔

پھر رات اور دن کو ہمارے کام میں لگا رکھا ہے رات اپنے وقت پر آتی ہے اور دن اپنے وقت پر، رات میں بھی ہمارے لیے سامان زندگی کی فراہمی ہوتی ہے اور وہ دن میں بھی۔ یہ تو کھلی ہوئی نعمتیں ہیں ان ہی پر کیا حصر ہے۔

ہم نے جو کچھ بھی اپنی زبان یا حال سے مانگا اور ہماری زندگی کی بقا کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوئی وہ سب اللہ نے ہمیں عطا کیں اور ہر آڑے وقت پر ہماری مدد کی۔

پھر محسوس نعمتوں کے علاوہ غیر محسوس اور نیم محسوس انعامات اس قدر زیادہ ہیں جو شمار اور گنتی سے باہر ہیں۔ یہ الیکٹرانک دور یعنی مشینوں کا زمانہ ہے۔ اور ہر مشین کو خوراک کی ضرورت پڑتی ہے بلا خوراک پائے کوئی مشین حرکت کر ہی نہیں سکتی۔ کسی مشین کی خوراک ڈیزل ہے، کسی کی خوراک پٹرول ہے، کسی کی خوراک مٹی کا تیل ہے، اور کسی کی خوراک ایٹمی ایندھن ہے۔

اسی طرح سے ہمارا جسم بھی ایک مشین ہے۔ جس میں مختلف اعضاء کل پرزوں کی شکل میں اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔ اپنے اس مشینی نظام کو زندہ اور متحرک رکھنے کے لیے مختلف قسم کی خوراک کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کی سب سے بڑی خوراک وہ آکسیجن ہے جو ہم سانس کے ذریعہ اپنے اندر پہنچاتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اپنے جسم کی اس قیمتی خوراک کو پانے کے لیے ہمیں کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی، کسی قسم کی جدو جہد نہیں کرنی پڑتی، اپنی قوتیں اور صلاحیتیں نہیں صرف کرنی پڑتیں نہ ہی ہمیں کوئی قیمت دینی ہوتی ہے۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں آکسیجن ہمیں مل رہی ہے۔

تھوڑی دیر کے لیے ہم یہاں سے اٹھ کر چلے جائیں تب بھی آکسیجن ہمیں ملتی رہے گی سمندروں کے بیچ میں جب ہم کشتی اور جہاز پر سفر کرتے ہیں اس وقت بھی آکسیجن پاتے ہیں۔

ہوائی جہاز میں بیٹھ کر فضاؤں میں اڑتے ہیں تب بھی آکسیجن سے محروم نہیں رہتے اور کمال تو یہ ہے کہ اللہ تعالی ماں کے پیٹ میں رحم کی جھلیوں کے اندر جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں جہاں کوئی پرسان حال نہیں، لیکن وہاں بھی آکسیجن پہنچا کر اس ننھے لوتھڑے کو زندہ رکھتا ہے۔

آسمان سے اترنے والی یہ بارش جس سے ہماری کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں اللہ تعالی کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ اس کا اندازہ ہم ایک زندہ حقیقت سے لگا سکتے ہیں۔

سائنس دانوں نے مصنوعی بارش کا تجربہ کیا تھا سمندر کے ذریعہ بھاپ بنا کر مصنوعی بدلی کے ذریعہ بارش کی جاتی تھی۔ لیکن اس طرح کی مصنوعی بارش اس قدر مہنگی ثابت ہوئی کہ ایک سائنس داں نے لکھا ہے کہ۔

''اگر پورے ہندوستان پر صرف دس منٹ کی مصنوعی بارش کی جائے تو اس پر پورے ملک کی پچیس برس کی مال گذاری صرف ہو جائے گی''۔ لیکن اللہ تعالی اس نعمت کو آسمان کے ذریعہ اس قدر نازل فرماتا ہے کہ سال کے بارہ مہینوں میں چار مہینہ بارش ہی کا موسم ہوتا ہے۔

اللہ کا بنایا ہوا یہ سورج جس کی حرارت سے بے حد وحساب مقدار میں سمندروں سے بھاپ بنا کر اٹھایا جاتا ہے پھر ہوائیں انھیں لے کر دنیا کے مختلف حصوں میں پہنچاتی ہیں۔ پھر عالم بالا کی ٹھنڈک سے وہ بھاپ از سر نو پانی کی شکل اختیار کرتی ہے۔ اور ہر خطے میں ایک خاص حساب سے برستی ہے۔ یہ اللہ تعالی کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

اگر وہ اس طرح کا انتظام نہ کرتا تو کیا انسان اس دنیا میں زندہ رہ سکتا؟ انسان زمین پر کھیتی کرتا ہے اسے جوتتا ہے اور اس کے اندر بیج ڈالتا ہے انسان اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا کہ وہ زمین کو کھودتا ہے یا اس میں ہل چلاتا ہے۔ اور جو تخم اللہ نے پیدا کر دیئے ہیں انھیں زمین کے اندر اتار دیتا ہے اس کے سوا کچھ نہیں کرتا ہے۔ اس کے سوا سب کچھ اللہ کرتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی نے نباتات کے بیج پیدا کیے ہیں وہی ہر جنس کی نباتات کے لیے اس کے مناسب حال غذا بہم پہنچا کر اسے نشوونما دیتا ہے یہ بیج اللہ تعالیٰ نے ان خاصیتوں کے ساتھ اور زمین کی اوپری تہیں ان صلاحیتوں کے ساتھ نہ پیدا کی ہوتیں تو انسان کوئی غذا یہاں پا سکتا تھا؟

الغرض اللہ نے ہم انسانوں پر بے شمار احسان کیے ہیں اور ہمیں ان گنت نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا ہم پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی دولت سے نوازا ہے۔ کیونکہ دنیا کی نعمتیں ہمارے لیے اسی وقت صحیح معنوں میں نعمتیں بنتی ہیں جب ہم انھیں اسلام اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہی استعمال کریں۔

اگر یہ نعمتیں اسلام کے خلاف استعمال کی گئیں تو میدان حشر میں وہ بجائے نعمت وبال، اور بجائے نجات، ذلت و عذاب کا سبب بن جائیں گی۔ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کہ حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ ایک نافرمان بندے کا حساب لے گا اور جب اس کے سامنے اس کے گناہوں اور اس کی خطاؤں کی فہرست رکھی جائے گی تو وہ ان سے مکر جائے گا۔

تب اس کی زبان سے قوت گویائی چھین لی جائے گی اور اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور وہ بولنے سے معذور ہو جائے گا۔ پھر اس کے ہاتھ پاؤں اور جسم کے دوسرے اعضاء اس کے گناہوں کی گواہی دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ یٰسین میں اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون ''اس دن ہم ان مجرموں کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔''

معلوم ہوا کہ اگر اللہ کی بخشی ہوئی نعمتیں اسلام اور اسلام کے مقرر کردہ اصولوں کے خلاف استعمال کی گئیں تو وہ انسان کے لیے وبال اور زحمت بن جائیں گی۔ غور کرنے کی بات ہے کہ ان تمام چیزوں کو جو چیز نعمت بناتی ہے وہ خود کتنی بڑی نعمت ہوگی؟

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ہمارے لیے سب سے زیادہ قیمتی نعمت بتاتے ہوئے قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا ''لوگو! آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت (اسلام) تم پر پوری کر دی اور اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کیا۔''

دین اسلام ہر پہلو سے کامل ہے اور دنیائے انسانیت کی نجات وفلاح اسلام ہی کی پیروی میں ہے۔ جہاں تک اسلام کی تعلیمات کا سوال ہے اگر وسیع النظری سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ یہ اس قدر کامل اور جامع ہیں کہ ان میں حق اللہ وحق العباد، معاملات، اخلاقیات، معاشیات اور ملکی انتظامات وغیرہ کی پوری تفصیل موجود ہے۔

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اس نے زندگی کے ہر معاملے کے بارے میں واضح اور کامل ہدایات دی ہیں یہاں تک کہ اس نے پاخانہ پیشاب کے آداب بتائے ہیں اور زن وشوہر کے مخصوص تعلقات پر بھی مفصل روشنی ڈالی ہے۔

اس نے زندگی کے کسی پہلو کو تاریک نہیں چھوڑا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب اسلام صرف نماز، روزہ زکوۃ اور حج کا نام ہے شادی اور بیاہ حقوق ومعاملات اور مرنے جینے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ یہ سمجھنا غلطی ہی نہیں بہت بڑی گمراہی ہے۔ اس تصور نے مسلمانوں کو بے عمل بنا دیا ہے۔ کیونکہ دین ناقص نہیں بلکہ مکمل ہے اس میں بادشاہ سے لیکر فقیر تک کے لیے قوانین اور پیدا ہونے سے مرنے تک کی تمام ضروری ہدایتیں موجود ہیں۔

زندگی کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں اسلام نے رہنمائی نہ کی ہو۔ لیکن افسوس ہم مسلمانوں پر ہے کہ مسلمان ہونے کے باوجود ہمارا کردار غیر اسلامی ہے اور ہمارے یہاں شادی غمی، ختنہ، عقیقہ، محرم اور شب برات وغیرہ کی ایسی رسمیں پھیلی ہوئی ہیں جو نہایت مہلک اور تباہ کن ہیں۔

حساب لگایا گیا ہے کہ صرف شب برات اور محرم کے موقع پر مسلمانوں کے کئی کروڑ روپے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر انہی روپیوں کو مسلمان جائز کاموں میں اور ٹھیک طریقے سے خرچ کریں تو وہ محض سال دو سال میں کہاں سے کہاں پہنچ جائیں۔

ہزاروں نئے مدرسے کھل جائیں، سینکڑوں کالج قائم ہو جائیں، سینکڑوں ٹوٹے یتیم خانے سنبھل جائیں اور اجڑے ہوئے مدرسے آباد ہو جائیں۔

اپنی اس تقریر میں میں جس موضوع کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شادی بیاہ کے موقع پر انجام پانے والی وہ رسمیں جن کا تعلق کتاب وسنت سے نہیں ہے اور جو اسلام کے دامن پر ایک ایک کلنک اور اس کی بدنامی کا سبب ہیں۔

کیا کروں؟

ضبط کرتا ہوں تو ہر زخم لہو دیتا ہے　　　نالہ کرتا ہوں تو اندیشہ رسوائی ہے

اللہ کے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ " بلاشبہ سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں سب سے زیادہ آسانی ہو۔"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہر بات اللہ کی بات ہوتی ہے جیسا کہ اللہ نے قرآن مجید کی سورہ نجم میں ارشاد فرمایا ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ "یہ نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے ہیں یہ وہی کہتے ہیں جو بذریعہ وحی ان پر نازل ہوتی ہے، اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور آپ کی سنت کی پیروی کرتا ہے وہ اللہ تعالی کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید کی سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا ہے:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ " اے نبی لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ پس اللہ کے نیک بندے ہر چیز سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور سنت سے محبت کرتے تھے۔ اس سلسلے میں اسلامی تاریخ کے دو واقعات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

دو واقعات

صلح حدیبیہ کا واقعہ ذی قعدہ ۶ھ میں پیش آیا تھا۔

حدیبیہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان صلح کا معاہدہ ہوا تھا اس میں جو دفعات طے ہوئی تھیں ان میں ایک دفعہ یہ تھی کہ

قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر یعنی بھاگ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے گا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے واپس کر دیں گے لیکن ان کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ لینے کی غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس آئے گا تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدے کو لکھنے کے لیے حضرت علی کو بلایا اور فرمایا۔ سب سے پہلے **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** لکھو۔

سہل بن عمرو نے جو قریش کا نمائندہ تھا، کہا ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن ورحیم کیا ہے آپ یوں لکھئے **باسمک اللھم** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اسی طرح لکھ دو اس کے بعد آپ نے لکھایا: یہ وہ بات ہے جس پر محمد رسول اللہ نے مصالحت کی۔

اس پر سہیل بن عمرؓ نے کہا۔ اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے اس لیے آپ محمد بن عبداللہ لکھوایئے۔

آپؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم لوگ جھٹلاؤ پھر آپؐ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ محمد بن عبداللہ لکھیں اور لفظ رسول اللہ مٹادیں لیکن حضرت علی نے گوارا نہ کیا کہ اس لفظ کو مٹائیں۔

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے مٹادیا اس کے بعد پورا معاہدہ لکھا گیا۔

صحابہ کرامؓ اس معاہدے پر بہت برہم ہوئے ان کا دماغ کسی طرح سے اس بات پر آمادہ نہیں ہورہا تھا کہ وہ اس ذلت آمیز صلح پر راضی ہوجائیں۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی حق ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی بھی ہے۔

تو سب نے جذبات کے طوفان کے باوجود خود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے آگے جھکا دیا اور یہ ثابت کردیا کہ

مومن وہ ہے کہ جب اس کی بڑائی ختم ہورہی ہو تب بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانے، جب اس کی خواہشات پامال ہورہی ہوں تب بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے روگردانی نہ کرے، جب اس کا ذہنی سانچہ ٹوٹ رہا ہو تب بھی وہ اپنی رائے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے تابع رکھے، اور جب اسے رسم ورواج کے بندھنوں کو توڑنے کا سامنا کرنا پڑے تب بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کو اپنا رہنما بنائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک بار ان کا گذر ایک ایسی گلی سے ہوا جو حضرت عباس کے مکان کے پاس سے ہوکر گذرتی تھی۔ چند روز پہلے حضرت عباس کے یہاں مہمان آئے تھے جن کی ضیافت کے لیے ان کے مکان کی چھت پر کبوتر ذبح کیے گئے تھے۔

خون سوکھ گیا تھا پھر بارش ہوگئی جس کی وجہ سے خون آلود پانی کے قطرے ان کے مکان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھت پر لگے ہوئے پرنالے سے گرنے لگے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس راستے سے گذرے تو گندے پانی کے قطرے ان کے کپڑوں پر بھی پڑے۔

پھر وہ مسجد گئے اور وہاں اپنے کپڑوں کو دھویا اس کے بعد حکم دیا کہ پرنالہ وہاں سے اکھاڑ دیا جائے تاکہ راستہ چلنے والوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ پرنالہ اکھاڑ دیا گیا۔

کچھ دیر کے بعد حضرت عباسؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت عمر سے کہا: **قلعت میزابی واللہ ما وضعه حيث كان الا رسول الله صلى الله عليه وسلم .**

''آپ نے میرا پرنالہ اکھاڑ دیا حالانکہ جس جگہ پر یہ لگا تھا وہاں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اپنے دست مبارک سے لگایا تھا۔'' یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ رو پڑے اور انہوں نے حضرت عباس سے فرمایا تم اپنے ہاتھوں سے اسے اسی مقام کو رکھ دو اور سیڑھی عمر کو بناؤ۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کی گردن پر پاؤں رکھ کر حضرت عباسؓ نے پرنالہ وہاں لگا دیا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔

لیکن سنت کا تعلق وضو اور غسل کے ساتھ بھی ہے اور اس کا تعلق سماجی، معاشی اور معاشرتی معاملات اور مسائل کے ساتھ بھی ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جن سنتوں کا تعلق نماز روزے کے ساتھ ہے ان سے تو کسی حد تک ہمارا لگاؤ ہوتا ہے یا انھیں ادا کرنے میں ہم دلچسپی لیتے ہیں۔ لیکن جن سنتوں کا تعلق دوسرے معاملات کے ساتھ ہے ان میں ہم سنت رسول کو نمونہ بنانے کے بجائے رسم و رواج کو نمونہ بنا لیتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ آدمی جس ماحول میں آنکھیں کھولتا ہے اس کے رسم و رواج کو حق سمجھ لیتا ہے اور اسے دین و شریعت کی طرح مان لیتا ہے۔ اور رواجی بندھنوں کو توڑ دینا ہر ایک کے لیے ایک مشکل کام ہے۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے وہاں ابوجہل بھی موجود تھا آپؐ نے فرمایا چچا جان آپ **لا الـه الا الله** کہہ دیجئے بس ایک کلمے کے ذریعے میں اللہ کے یہاں آپ کے لیے حجت پیش کر سکوں گا۔

ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا ابوطالب کیا عبدالمطلب کی ملت سے رخ پھیر لوگے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھرابوطالب کی زبان سے ان کے جو آخری کلمات نکلے وہ یہ تھے عبدالمطلب کی ملت پر۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو وہ بالکل حق سمجھ رہے تھے لیکن انہوں نے اپنے اندر یہ جرأت نہیں پائی کہ وہ رواجی بندھنوں کو توڑ سکیں۔ اسی طرح ہم نے بھی رواجی بندھنوں میں خود کو اس طرح جکڑ لیا ہے کہ ان سے دامن چھڑانا مشکل معلوم ہوتا ہے۔
نکاح کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی "نکاح میری سنت ہے پس جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔"
ہم اس حدیث کو پڑھتے ہیں خطبوں اور تقریروں میں اسے سنتے ہیں۔ اور شادی بیاہ کے دعوت ناموں پر اسے لکھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں مگر یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ اس کے باوجود شادیوں میں جتنے کام ہوتے ہیں تقریباً وہ سب خلاف سنت ہوتے ہیں۔
جیسے جہیز، برچھکائی، بارات، تلک وغیرہ۔ یہ تمام وہ رسمیں ہیں جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے محض دوسری قوموں کی تقلید میں یہ رسمیں ہمارے یہاں رائج ہوگئی ہیں۔ اور سب سے زیادہ حیرت اور افسوس کی بات تو یہ ہے کہ دوسری قومیں اپنی رسموں کو بیہودہ لغو اور مضر سمجھ کر چھوڑ رہی ہیں مگر ہم ہیں کہ ان رسموں کے پیچھے دیوانہ ہوئے جا رہے ہیں اور خود کو تباہ کر رہے ہیں۔
ان خرافات ورسومات کو اپنا کر ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ترقی کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ہماری شدید قسم کی غلط فہمی ہے۔ یہ ہماری ترقی نہیں بلکہ ان کی ترقی ہے جن کی رسموں کو ہم نے اپنا دین ومذہب بنالیا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

یہ فرنگی کی ترقی ہے مسلماں کی نہیں
کی ترقی جو مسلماں نے فرنگی بن کر

یوں تو شادی کے معنی خوشی کے ہیں لیکن برے رسوم کی وجہ سے شادی خوشی میں نہیں بلکہ غمی میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ ان رسموں میں بعض تو اس قدر خطرناک ہیں کہ ان سے ایمان وعقیدہ پر بھی زبردست اثر پڑتا ہے۔
آج کل ایسا ہو رہا ہے کہ ایک شخص ساری عمر کماتا ہے اور اپنی لڑکی کی شادی میں پوری عمر کی کمائی لٹا دینے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج بہت سے شریف گھرانوں میں لڑکیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان کی عمریں بہت زیادہ ہوگئی ہیں ماں باپ ان کی فکر میں گھل رہے ہیں، مگران کی شادیاں محض اس لیے نہیں ہورہی ہیں کہ رسم ورواج پر خرچ کرنے کے لیےان کے پاس روپیہ نہیں ہے۔

برے رسوم میں سب سے زیادہ خطرناک چیز جہیز ہے۔

جہیز کا مطلب ہے وہ رقم اور سامان جو شادی کے موقع پر لڑکی والے لڑکے والوں کو دیتے ہیں۔ حالانکہ شادی اور رخصتی کے موقع پر جہیز دینے کا حکم نہ تو قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ فقہ میں۔

عہد رسالت میں صرف ایک مثال موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نیا گھر بسانے کے لیے ان کی شادی کے موقع پر چند چیزیں مرحمت فرمائی تھیں مثلاً، بان کی ایک چارپائی، ایک مشکیزہ، چکی، مٹی کے گھڑے، ایک یمنی چادر، ایک چھاگل، ایک گدا جس میں روئی کے بجائے کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ مگر یہ تمام سامان، سامان جہیز نہیں بلکہ سامان ضرورت تھا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں کوئی گھر موجود نہ تھا اور وہ صاحب مال بھی نہیں تھے کہ مکان بنا سکیں یا ضرورت کا سامان خرید سکیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے بعد انہوں نے کرایہ کا مکان لے کر رخصتی کرائی تھی۔

اب اس نئے گھر میں ان تمام سامانوں کی ضرورت تھی جو روزمرہ کی زندگی میں کام آنے والے ہوں۔ یہ لڑکی کو جہیز دینے کی رسم نہیں تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔

ان کے انتقال کے بعد تیسری صاحب زادی بھی ان کے نکاح میں دی گئی تھیں اسی لیے انھیں ذوالنورین (دونوروالے) بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن آپ ؐ نے ان دونوں صاحبزادیوں کو شادی کے موقع پر ایسی کوئی چیز نہیں دی تھی جس کو بہانے کے طور پر جہیز کہا جا سکے۔

اس لیے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صاحب مال تھے پہلے سے ان کا اپنا گھر تھا اور انھیں کسی سامان کی ضرورت نہیں تھی۔ اس واقعہ سے جو چیز ثابت کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ شادی کے وقت لڑکی کو اس کی ضرورت پیش نظر بسہولت کچھ چیزیں دی جاسکتی ہوں تو دینا جائز ہے۔ لیکن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے رسم بنالینا بلکہ آگے بڑھ کر ضروری قرار دے لینا اور پھر اس واقعے کو سند بنالینا بالکل غلط ہے۔

تھوڑی دیر کے لیے اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو جو سامان دیا تھا وہ جہیز تھا۔

تو پھر ہم سوچیں کہ کیا اس موقع پر نقد بھی دیا گیا تھا؟ کیا اس موقع پر برچھکائی کی رسم ادا کی گئی تھی؟ کیا اس شادی میں پہلے سے تلک چڑھایا گیا تھا؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی مطالبہ کیا گیا تھا جیسے آج کے دور میں کیا جاتا ہے، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا کیا تھا؟ ظاہر بات ہے کہ قطعی نہیں۔

پھر جہیز کے لیے یہ واقعہ سند کیسے بن سکتا ہے؟ ذرا ایک نکتے پر اور غور کرلیا جائے اگر یہ تمام سامان واقعی جہیز تھا تو پھر حضرت عثمانؓ کو کیوں نہیں دیا گیا۔ جب کہ یکے بعد دیگر آپ کی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں تھیں؟

زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس کی ضرورت نہیں تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ضرورت مند تھے۔ تب تو یہ بات پکی ہوگئی کہ اگر داماد غریب مفلوک الحال اور پریشان ہے یا اس کے پاس رہنے کے لیے مکان نہیں ہے یا اس کے یہاں ضرورت کا سامان نہیں ہے تو اسے دینا چاہیے۔

لیکن اگر داماد مالدار صاحب مکان اور مستطیع ہے تو اسے جہیز دینا درست نہیں ہے۔ جہیز آج ہندستانی لغت میں گدائی اور مفت خوری کے ہم معنی بن چکا ہے یہ چیز ایک دین بیزار بت پرست مادہ پرست اور لامذہب قوم کے شایان شان تو ہوسکتی ہے مگر ایسی ملت کے لیے ہرگز مناسب نہیں ہوسکتی جس کو ایک خدا ایک رسول ایک کتاب اور ایک شریعت پر یقین ہو۔

جہیز مسلم سماج کے لیے ایک ایسا زود اثر زہر ہے جو بہتوں کو موت کی نیند سلا چکا ہے اور اس کے برے اثرات سے بے شمار خاندان تباہی کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں۔

کسی سماج میں جب بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو یہ انسان کا خود اپنا لایا ہوا ہوتا ہے جب سماج کے افراد خود غرض دنیا پرست لالچی اور بے ضمیر بن جاتے ہیں تو اسی طرح کی برائیاں رائج ہوجاتی ہیں اور پروان چڑھنے لگتی ہیں۔

آج جہیز کے غیر معقول اور ہولناک رواج کی وجہ سے ہندستانی سماج خصوصاً مسلم سماج اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تباہی کی آخری منزلیں طے کر رہا ہے۔ ذاکر ندوی نے اس کی ہولناکی پر کیا خوب لکھا ہے۔

جہیز اک وقت کی لعنت، وبا ہے اور طوفاں ہے — اسی طوفاں میں گھر کر دردمند قوم حیراں ہے
بنا ہے بھیڑیا مرد اور بیٹی ہے شکار اس کا — ارسطو بھی نہ شاید جان پائے راز وگر اس کا
مرض یہ بڑھ رہا ہے اور نہیں دیتا شفا کوئی — مسیحائے زماں بھی لا نہیں سکتا دوا کوئی
تاسف ہے کہ رشتہ اور محبت ختم ہے ساری — عزیزوں کو عزیزوں کی نہیں آتی ہے دلداری
غضب ہے غیر میں کیا خویش ہی میں رحم غائب ہے — میں کہتا ہوں جہیز اس دور میں ام المصائب ہے
جہیزوں کے جو سائل ہیں سراپا ناز ہیں اسدم — ہمارے محترم علماء سپر انداز ہیں اسدم
کوئی ہندی مجاہد اور امام وقت پیدا ہو — تو شاید ظلمت شادی میں مہر حق ہویدا ہو

یہ حقیقت خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ لفظ جہیز کا جو مفہوم اور معنیٰ ہندوستانی سماج میں چل پڑا ہے اس کا نہ کوئی شرعی ثبوت ہے اور نہ عربی زبان وادب میں اور نہ عربی معاشرے میں یہ لفظ اس معنیٰ میں مروج ہے۔

بلکہ عربی میں اس معنی اور مفہوم کے لیے ایک دوسرا لفظ جہاز مستعمل ہے جو سامان کے معنیٰ میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ یوسف میں آیا ہے۔

فلما جهز هم بجهازهم جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا۔

لفظ جہیز اگرچہ صورتاً عربی لفظ معلوم ہوتا ہے مگر وہ عربی زبان میں موجود اور مستعمل نہیں ہے۔ لغت کی کتابوں میں جہاز کے یہ معنیٰ آئے ہیں۔

جهاز العروس دلہن کے سامان کی چیزیں **جهاز المسافر** مسافر کی ضرورت کی چیزیں **جهاز الميت** مردہ کی ضرورت کی چیزیں۔

اس اعتبار سے کسی چیز کا جہاز وہ سامان ہے جو اس کے لیے ضروری ہو یعنی ایک مسافر یا ایک میت کی جو مختصر ضروری چیزیں ہوں گی وہ اس کا جہاز یا جہیز ہوں گی۔

لہذا جہیز کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس میں کھانے پکانے کے برتن ہوں۔ میز کرسی بھی ہو، پلنگ اور گدے بھی ہوں اور سب سے بڑھ یہ کہ سائیکل، موٹر سائیکل، فریج، ٹی وی اور دنیا بھر کی دوسری چیزیں ہوں۔ جہاں تک اپنی لڑکی یا اپنے داماد کو تحفے تحائف دینے کا سوال ہے تو شریعت اس سے منع نہیں کرتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر یہ دینے والے کی مرضی پر ہے کہ چاہے دے یا نہ دے یا جس طرح چاہے دے اور جو چاہے دے۔ لینے والے کو کہاں سے حق پہنچتا ہے کہ وہ مطالبہ کرے کہ میں فلاں چیز لوں گا، ایسی لوں گا اور اس مالیت کی لوں گا؟

حضرات! یہ ناقابل تردید حقیقت تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب کے بعض قبائل اپنی بچیوں کو زندہ دفن کردیا کرتے تھے۔ جس کا تصور کرکے سخت سے سخت کلیجے والا انسان بھی تڑپ جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد وہی بچیاں جو باعث شرم و عار سمجھی جاتی تھیں دختران اسلام کہلائیں اور اسلام نے ان کا مقام اتنا بلند کردیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی زبان میں اعلان فرمایا۔

ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف "اور عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر وہی حقوق ہیں، جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔" چنانچہ اسلام نے عورتوں کو میراث کا حق دلوایا۔

پہلے زمانے میں جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جاتا تھا اسے یہ حق نہیں تھا کہ وہ دوسری شادی کرلے۔ لیکن شریعت محمدی نے اسے دوبارہ شادی کرنے کا پورا اختیار دیا۔ جاہلیت کے زمانے میں عورت جب حیض و نفاس کی حالت میں ہوتی تھی تو اس سے نفرت کی جاتی تھی اور اسے تنگ و تاریک کوٹھری میں قید کردیا جاتا تھا۔

لیکن افسوس کہ اسلام کا نام لیوا ہونے کے باوجود ہمارا طرز عمل اسلامی اصولوں کے بالکل خلاف ہے۔ ہم نے فرمان رسولؐ اور اسوۂ رسول کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ ہم دنیا کی محبت میں اس قدر اندھے ہو رہے ہیں کہ ہم لڑکیوں کے ساتھ وہی کچھ کررہے ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے عرب کے جہلاء کیا کرتے تھے۔

آج عورتوں کو ذہنی اذیت میں مبتلا کرنا ہم نے اپنا شیوہ بنالیا ہے، انھیں حق میراث اور تمام حقوق سے محروم کیا جارہا ہے، زبان رسالت نے جن کے لیے اتنی آسانیاں بتائیں، جنہیں مردوں کے برابر حقوق عطا فرماتے، جنہیں درندگی اور بربریت کے خاردار جھاڑیوں سے نکالا، اور جنہیں زوال سے عروج تک پہنچایا۔ مگر اسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہونے کا دعوی کرنے کے باوجود ہم انہی لڑکیوں کو اپنے اوپر گراں سمجھ رہے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بلا جھجک یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جہلائے عرب جو سلوک اپنی بیٹیوں کے ساتھ کیا کرتے تھے وہی سب کچھ آج کے مسلمان کرر ہے ہیں۔فرق صرف اتنا ہے کہ وہ انھیں مٹی میں زندہ دفن کردیا کرتے تھے مگر موجودہ دور کے اسلام کے نام لیوا انھیں دفن تو نہیں کرتے مگر زندہ موت ضرور ماردیتے ہیں۔

شادی کے موقع پر لڑکے والوں کے بے جا مطالبات، ناز نخرے اور دھمکیاں ایک دین بیزار قوم کی شادیوں کا سماں پیش کرتی ہیں۔لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی والوں کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی۔شادی ایک تجارتی چیز بن گئی ہے۔تلک اور برچھکائی جیسی قبیح رسمیں ہمارے سماج میں اس طرح پھیل گئی ہیں جیسے وہ خود شریعت کا ایک حصہ ہوں۔

اور ہم نے انھیں فرض کا درجہ بلکہ فرض سے بھی بڑا درجہ دیدیا ہے فرض چھوٹ جائے گا ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہوگی لیکن اس طرح کی قبیح رسموں کے بغیر ہمارے یہاں شادیاں نہیں ہوسکتیں۔

بے چاری لڑکی اگر اپنے میکے سے خوب لمبا چوڑا جہیز لے کر نہ آئے تو اس پر سسرال والوں کی طرف سے پوری زندگی طعن وتشنیع کے تیر پھینکے جاتے ہیں جس کی وجہ سے سسرال میں اس کی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے۔اور کہیں کہیں تو اس کے اس جرم میں اسے سخت جسمانی اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں۔

آج ہم پر جو مظالم ہورہے ہیں۔جس نازک دور سے ہم گذرر ہے ہیں۔جس ملک میں ہم پیدا ہوئے اسی کی زمین ہمارے خون کی پیاسی ہوگئی ہے اور اس کا وسیع وعریض حصہ ہمارے لئے تنگ ہوچکا ہے، یہ کہیں ان مظلوم لڑکیوں کی درد وسوز میں ڈوبی ہوئی آہیں تو نہیں؟ یہ کہیں ان ستم رسیدہ بچیوں کی سسکیوں کا نتیجہ تو نہیں؟ اور یہ کوئی بعید بات نہیں ہے کہ یہ تمام مصیبتیں ہم پر ہمارے اسی جرم کی وجہ سے آرہی ہوں۔

ذرا ہم عقل سلیم سے کام لیں قرآن، حدیث، فقہ، آثار صحابہؓ اور اسلاف امت کے واقعات کا مطالعہ کریں۔اور سوچیں کہ کیا قرآن وحدیث سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی زندگی میں اس طرح کی کوئی مثال ملتی ہے۔؟

کیا ہمارے اسلاف اس طرح کی خرافات میں ملوث تھے؟ کیا یہ سارے کام مسلمان کے شایان شان ہوسکتے ہیں؟ سچ کہا ہے علامہ اقبال نے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں یہود   یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

بارات

آج کل یہ رواج بھی بہت زیادہ پھیل گیا ہے کہ شادی کے موقع پر دولہا کی طرف سے ایک لمبی چوڑی بھیڑ دلہن کے گھر جاتی ہے جس کی ضیافت لڑکی والوں کو کرنی پڑتی ہے۔ اسی کا نام بارات ہے جسے بن بلائے مہمانوں کی فوج بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ رسم صرف غیر مسلموں کی نقالی ہے۔

قدیم ہندوستان میں اہل ہنود جب بہو رخصت کرانے جاتے تھے تو حفاظت کے لیے اپنے ساتھ چند آدمیوں کو بھی لے جاتے تھے اور اخلاقاً دلہن کے گھر والے انھیں بھی کھانا کھلاتے تھے۔ مگر افسوس ہم مسلمانوں میں بھی یہ برائی اس طرح رائج ہوگئی ہے کہ اس کے بغیر شادی بہت معیوب سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ عہد رسالت میں بارات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت حیات ترسٹھ سال کی ہے ان میں سے نبوی زندگی کی مدت تیئس سال ہے۔ یعنی نبی ہونے کے بعد تقریباً تیئس سال آپؐ اس دنیا میں رہے۔ تیرہ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں۔

اور آپؐ کے دور نبوت کے تمام واقعات، اور ان واقعات کا ہر چھوٹا بڑا جزء کتب احادیث وسیر میں مذکور اور محفوظ ہے۔ مگر کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ آپ کسی کے یہاں باراتی کی حیثیت سے تشریف لے گئے ہوں۔ یا کسی بیٹی کی شادی میں آپؐ کے یہاں کوئی بارات آئی ہو۔

جب آپؐ کے زمانے میں اس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا تو پھر کتب احادیث میں اس طرح کے کسی واقعے کے ذکر و بیان کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بخاری میں روایت ہے کہ ایک بار مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئے۔ اس وقت ان کے کپڑوں پر زردی کے نشانات تھے آپؐ نے ان پوچھا **کیف تیکم یا عبدالرحمٰن** "اے عبدالرحمٰن یہ تمہاری کیا حالت ہے؟"۔ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ میں نے نکاح کرلیا ہے۔ آپؐ نے مہر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا، تب آپ نے فرمایا **اولم ولو بشاة** "ولیمہ کرو چاہے ایک ہی بکری ہو۔" غور کیجئے پڑوس میں عبدالرحمٰن بن عوف کی شادی ہو جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر عہد رسالت میں بارات کا وجود اور رواج ہوتا تو کیا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہترین کوئی باراتی مل سکتا تھا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو امت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے زیادہ آسانی ہو مگر ہم نے اس نکاح وشادی کو اس قدر دشوار بنادیا ہے کہ لڑکیاں اذیت ناک اور ایک بارگراں بن کر رہ گئی ہیں۔ آج عائلی اور معاشرتی زندگی میں مسلمانوں کے طرز عمل کو دیکھ کر ان کے مسلمان ہونے پر شبہ ہونے لگتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

یہ امت روایات میں کھوگئی حقیقت خرافات میں کھوگئی

تاریخ شاہد ہے کہ معاشرتی بے راہ روی نے پوری اسلامی تہذیب کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے مگر یہ سب کچھ ہو جانے کے باوجود ہمارے علماء اور ذمہ دار طبقے کا احساس مردہ ہو چکا ہے۔ اور ہماری بے حسی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ پوری زندگی ایک خطرناک راہ پر چل رہی ہے مگر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ آج ہر شخص بگاڑ میں لگا ہے اور جو بگاڑ سے بچا ہے وہ بھی بناؤ کی فکر سے غافل ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اب ذرا ہم اسلام کی تعلیمات اور ان کی روح کا جائزہ لینے کی کوشش کریں تاکہ اس اہم بات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ حدیث پاک میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تاکید کی گئی ہے کہ مسلمان اولاد کی پیدائش کے موقع پر ساتویں عقیقہ کرے۔

ترمذی کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ **الغلام مرتهن بعقيقته يذبح عنه يوم سابعه ويسمىٰ ويحلق راسه** " بچہ اپنے عقیقہ کی وجہ سے رہن رہتا ہے اس لئے ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کے سر کے بال اتروائے جائیں۔

اولاد کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کا حکم کیوں دیا گیا؟ اس لیے کہ اب تک اگر ہمارے گھر میں دس افراد تھے تو گویا بیس کام کرنیوالے ہاتھ تھے۔ اب ایک فرد کا اضافہ ہو گیا یعنی اس گھر میں گیارہ افراد ہو گئے اس لیے خوشی کے موقع پر جانور ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی معاملہ ولیمہ کا بھی ہے۔

جب ایک بہو ہمارے گھر آتی ہے تو گویا اس گھر میں ایک فرد اور بڑھ گیا ہے اس کا شکرانہ یہ ہے کہ اس موقع پر ولیمہ کیا جائے۔ لیکن ہم ذرا سوچیں اور اپنے ضمیر سے پوچھیں کہ اپنی بچی کی ہم نے اٹھارہ سال پرورش کی اسے ناز و نعم سے پالا اور آج ہم نے اسے نکاح کر کے دوسروں کے حوالے کر دیا۔ جو اس کے لیے بھی مسیحا بھی ثابت ہو سکتے ہیں اور بھیڑیا بھی۔

ممکن ہے کہ وہ اسے سونے اور چاندی کے زیورات سے لا دیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے زندہ جلا دیں۔ ہماری لخت جگر ہم سے جدا ہو کر دوسرے کی ہوگئی ہمارے گھر سے ایک فرد کم ہو گیا اس پر ہمیں بارات والوں کو کھانا بھی دینا ہے کیا یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے؟

اسلام میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ جب کسی کے یہاں میت ہو جائے تو اس کے گھر والوں کی تعزیت کرو اور اس کے یہاں کھانا بھیجو۔ اسی لئے تاکہ اس کے گھر سے ایک فرد ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا ہے اور اس کے وارثان کے غم میں شامل ہونے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ یہ بات عین قرین قیاس اور نہایت ہی مناسب ہے۔

لیکن مسلمانوں ہی میں ایک طبقہ ایسا ہے جو کہتا ہے کہ جب ان کے یہاں میت ہوگئی ہے تو ان پر لازم ہے کہ تیسرے دن اس کا تیجہ اور چالیسویں دن اس کا چالیسواں کریں اور اس میں پوری برادری کو کھانا دیں۔ اور اس دعوت کو ایسا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ قرض لیکر اس کا انتظام ہوتا ہے۔ بعض جگہ تو برادری مجبور کرتی ہے اور زبردستی مردے کا کھانا وصول کرتی ہے اس سے بیک وقت دو چار سو آدمیوں کا پیٹ تو ضرور بھر جاتا ہے مگر اکثر میت کے وارثوں کا گھر اجڑ جاتا ہے۔

میت کے چھوٹے چھوٹے بچے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کا حق مارا جاتا ہے۔ اور آئندہ بیواؤں اور یتیموں کو زندگی گذارنی مشکل ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی نے کہا ہے کہ جان ملک الموت لے گئے اور مال برادری والوں کے پیٹ میں چلا گیا، بلاشبہ یہ ایک بدترین بدعت ہے۔ جس کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔ لیکن جن لوگوں نے میت والوں کے یہاں برادری والوں کے کھانے کا رواج نکال لیا ہے ہم انھیں بدعتی کہتے ہیں۔

اور تقریباً اسی طرح کا کام ہم خود کرتے ہیں لیکن سمجھتے ہیں کہ ہمارے لیے جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہم لڑکی کو اس کا حق دیتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کون مسلمان یہ نہیں جانتا کہ اسلام میں حق العباد کی کتنی اہمیت ہے۔

شرک کو چھوڑ کر کہ وہ نا قابل معافی جرم ہے، اللہ تعالی اپنی جس حق تلفی کو چاہے گا معاف کر دے گا لیکن وہ بندوں کی حق تلفیوں کو معاف نہیں کرے گا جب تک بندے خود نہ معاف کر دیں یا ان کے حقوق نہ ادا کر دیئے جائیں۔

ایک گناہ وہ ہے جس کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہے۔ دوسرا وہ ہے جس کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے۔

وہ گناہ جس کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہے، توبہ و استغفار سے معاف ہو سکتا ہے مگر جس گناہ کا تعلق بندوں کے حقوق کے ساتھ ہے وہ اس وقت تک معاف نہیں ہو سکتا جب تک اس کی ادائیگی نہ ہو جائے یا صاحب حق خود ہی معاف کر دے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں وہ شہید کہلاتے ہیں ایسے لوگ اللہ کے بہت ہی محبوب اور مقرب بندے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کے مقام و مرتبہ کے بارے میں قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے۔

ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون

”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جائیں انہیں مردہ مت کہو ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی کا شعور تمہیں نہیں ہوتا۔“

لیکن اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دے اور اس پر کسی کا حق باقی رہ جائے تو وہ شہادت جیسا عظیم مقام پانے کے باوجود معاف نہ ہو گا۔ مسلم کی روایت کے مطابق حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپؐ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا سب سے افضل اعمال ہیں۔ ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا یا رسول اللہ اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میری خطائیں بخش دی جائیں گی آپؐ نے فرمایا ”ہاں اگر تم اللہ کے راستے میں مارے جاؤ اس حال میں کہ تم صبر کرنے والے ہو آگے بڑھنے والے ہو پیچھے ہٹنے والے نہ ہو تو تم بخش دیئے جاؤ گے۔“ کچھ دیر کے بعد آپ نے پوچھا تم نے کس طرح کہا تھا اس نے سوال دہرایا آپؐ نے دوبارہ اپنا جواب دہراتے ہوئے فرمایا۔

”ہاں اگر تم اللہ کے راستے میں قتل کیے جاؤ اس حال میں کہ تم صبر کرنے والے ہو اور خالص

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے لیے لڑنے والے ہو آگے بڑھنے والے ہو پیچھے ہٹنے والے نہیں ہو تو تم بخش دیے جاؤ گے لیکن اگر تمہارے اوپر قرض ہے تو وہ معاف نہیں ہوگا کیوں کہ ابھی جبرئیل نے مجھے بتایا ہے۔"

تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ قدیم زمانے میں عربوں میں جو سفاکانہ مراسم جاری تھے ان میں سب سے زیادہ بے دردی اور سنگ دلی کا کام اولاد کشی تھا۔ اور اولاد کشی کی ایک صورت جو سب سے زیادہ وحشت ناک تھی وہ لڑکیوں کا زندہ دفن کر دینا تھا۔ کیوں کہ عربوں کو لڑکوں سے پھر بھی مستقبل میں کچھ توقعات وابستہ تھیں کہ وہ معاشی جدوجہد میں ان کا ساتھ دیں گے، دشمن کا مقابلہ کریں گے اور خاندان کی قوت و طاقت میں اضافے کا سبب بنیں گے۔

لیکن لڑکیوں کا وجود ان کے لیے باعث شرم و عار تھا وہ معاشی لحاظ سے بوجھ تھیں اور ان کی حفاظت بھی کرنی پڑتی تھی اس لیے ان کے قتل کا رواج زیادہ تھا۔ جب کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تو باپ کو سخت رنج ہوتا وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا رفتہ رفتہ حالت اس حد تک پہنچ گئی کہ اس شرم و عار کے مجسمے کو پردۂ خاک میں چھپا کر باپ اس مصیبت سے چھٹکارا پانے لگے۔

قرآن مجید کی سورہ نحل میں عربوں کی اس گھناونی حرکت کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے: واذا بشر احدهم بالانثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم يتوارىٰ من القوم من سوء ما بشر به ايمسكه على هون ام يدسه في التراب " جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی ہے وہ بس خون کا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کسی کو کیا منہ دکھائے سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبا دے۔"

اس کے لیے ان کے یہاں یہ طریقہ چل پڑا تھا کہ کبھی زچگی کے وقت ہی عورت کے آگے ایک گڑھا کھودا جاتا تھا تا کہ اگر لڑکی پیدا ہو تو اسی وقت اسے گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دی جائے اور اگر کبھی ماں اس پر راضی نہ ہوتی یا اس کے خاندان والے اس مذموم حرکت پر تیار نہ ہوتے تو باپ بادل نخواستہ اسے کچھ مدت تک پالتا اور پھر کسی وقت صحرا میں لے جا کر دفن کر دیتا۔ اس سلسلے میں جو سخت دلی برتی جاتی تھی اس کا اندازہ سنن دارمی میں منقول اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے۔

ایک واقعہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے عہد جاہلیت کا واقعہ بیان کیا کہ میری ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹی تھی جو مجھ سے بہت مانوس تھی جب میں اسے پکارتا تو وہ دوڑی دوڑی میرے پاس آتی تھی۔ ایک روز میں اسے بلا کر اپنے ساتھ لے گیا راستہ میں ایک کنواں آیا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کنوئیں ڈھکیل دیا اس کی آخری آواز جو میرے کان میں آئی وہ تھی ہائے ابا ہائے ابا۔

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ایک شخص نے کہا کہ تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا اسے مت روکو جس چیز کا اسے سخت احساس ہے اس کے بارے میں اسے سوال کرنے دو پھر آپؐ نے اس سے فرمایا کہ اپنا قصہ پھر بیان کرو اس نے پھر دوبارہ اسے بیان کیا اور آپؐ سن کر اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ ''جاہلیت میں جو کچھ ہو گیا اسے اللہ نے معاف کر دیا اب نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کر''۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ تکویر میں میدان حشر کا نقشہ کھینچا ہے۔ واذا المؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت ''اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی۔'' اس آیت میں کتنی شدید غضب ناکی پائی جاتی ہے۔

بیٹی کو قتل والے باپ اللہ کی نگاہ میں ایسے قابل نفرت ہوں گے کہ ان سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ بلکہ ان سے نگاہیں پھیر کر معصوم بچی سے پوچھا جائے گا تو کس قصور میں ماری گئی پھر وہ اپنی داستان سنائے گی کہ کس طرح اس کے ماں باپ نے اسے زندہ دفن کر دیا۔ یعنی جس شخص نے اپنی بچی کو زندہ دفن کر دیا تھا حشر کے دن وہ اللہ کے بدترین عذاب کا شکار ہوگا کیونکہ اس نے اپنی بچی سے اس کے جینے کا حق چھین لیا تھا۔

لیکن جس شخص نے اپنی بیٹی کا حق ادا نہیں کیا کیا وہ اللہ کے عتاب سے بچ سکے گا؟ حشر کے میدان میں نفسی نفسی کا عالم ہوگا وہاں کوئی کسی کا ہمدرد اور مددگار نہیں ہوگا سب کو اپنی پڑی ہوگی۔ دہاں ماں ماں نہیں رہے گی باپ باپ نہیں رہے گا اور بیٹی بیٹی نہیں رہے گی۔

پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں مظلوم بیٹی اللہ سے شکایت کر دے کہ یا اللہ یہی وہ میرا ظالم باپ ہے جس نے میرا سارا حق باراتیوں کو کھلا دیا تھا اور بھاری بھرکم جہیز کی صورت میں اپنے سمدھی اور داماد کو دیدیا تھا۔ تب کیا ہوگا؟ اس وقت اگر ہم کہیں کہ یا اللہ میری بیٹی سچ کہہ رہی ہے مگر میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تھا کہ اس وقت سماج میں یہی رواج تھا تو کیا ہمارا یہ عذر چل جائے گا؟ خدانخواستہ پورے سماج میں شراب خوری کا رواج چل پڑے اور ہم بھی شراب کے عادی بن جائیں تو کیا ہم اللہ کے یہاں یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ جب بھی لوگ شراب پی رہے تھے تو میں کیسے بچ سکتا تھا؟

ایک مثال

فرض کیجئے آپ کہیں جارہے ہیں راستے میں آپ کو ایک بچہ روتا ہوا مل گیا تو آپ کو اس پر کوئی حیرت نہیں ہوگی کیوں کہ بچوں کا کام ہی رونا ہے۔ لیکن اگر اسی جگہ کوئی ایسا شخص روتا ہوا نظر آجائے جو چالیس یا پچاس سال کا ہو تو حیرت کے مارے آپ کے قدم رک جائیں گے۔

کیوں کہ بڑی عمر والوں کا کام رونا نہیں بلکہ رونے والوں کو چپ کرانا ہے۔

بلکہ وہ قومیں جن کا اسلام کے ساتھ اور کتاب وسنت سے کوئی تعلق نہیں ہے ان کے یہاں اس طرح کی لغو اور بے ہودہ رسمیں ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ لیکن ہم کتاب وسنت سے رشتہ جوڑنے کے باوجود ان رسموں کے پیچھے دیوانہ ہو رہے ہیں۔

یہ کتنی بڑی حیرت اور بدنصیبی کی بات ہے۔ کتاب وسنت کے اصولوں کی خلاف ورزی کرنا گناہ ہے لیکن ان سے رشتہ جوڑنا خود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی کہنا اور اسلام کا دعویدار بننا اور پھر اس کے احکام کی دھجیاں اڑانا گناہ ہی نہیں سرکشی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اور یہ سب سے بڑا جہاد ہے کہ ہم خود ان برے رسموں سے بچیں اور نکاح جیسی مقدس تقریب کو نہایت سادگی کے ساتھ سنت رسولؐ کے مطابق انجام دیں اور بری رسموں کے خلاف ایک چٹان بن جائیں۔ اگر اس طرح ہم اصلاح پر کمربستہ ہو جائیں تو تو کوئی وجہ نہیں کہ ان خرافات کا قلع قمع نہ ہو جائے۔

ہمارے سامنے مثال موجود ہے کہ یہی ہندوستان جو ہمارا ملک ہے کبھی انگریزوں کا غلام تھا لیکن کچھ لوگوں کے دماغ میں یہ بات آئی کہ ہمارے ملک کو انگریزوں سے نجات ملنی چاہیے آخر وہ اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے سر سے کفن باندھ لیا اور ظلم کے خلاف چٹان بن گئے پھر کیا ہوا۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اور ان سب کی کوششوں کا ہی نتیجہ ہے کہ آج یہ دیس غلام دیس نہیں بلکہ ایک آزاد ملک کے طور پر دنیا کے نقشے پر موجود ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے قول اور فعل میں مطابقت ہو اگر ہم کہیں کچھ اور کریں اور تو اس کا کچھ اثر نہیں ہوگا۔

ایک لطیفہ

ایک بار ایک مولوی صاحب ایک دوروزہ اجلاس میں شریک ہوئے پہلی شب انہوں نے بارات اور جہیز کے خلاف دھواں دھار تقریر کی اور بارات کے بائیکاٹ کی تاکید کی۔ دوسرے دن لوگوں نے انھیں پھر روکا لیکن وہ کسی طرح رکنے پر تیار نہیں ہوئے لوگوں نے جب بہت اصرار کیا تو انہوں نے کہا۔

''آج مجھے رکنے کا موقع نہیں ہے کیونکہ مجھے ایک آدمی کی بارات میں شرکت کرنی ہے۔''

بھلا اس طرح کی تقریر و تبلیغ سے کوئی اثر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس طرح کی خرافات سے محفوظ رکھے (آمین)

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفس پرستی

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین امابعد!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم.

اریت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ افانت تکون علیہ وکیلا ام تحسب ان اکثرھم یسمعون اوریعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا.

تمام تعریف اور ہر طرح کی بزرگی و برتری اور عظمت و کبریائی اللہ رب العالمین کے لیے ہے جو قادر مطلق اور احکم الحاکمین ہے۔ یعنی دکھ اور سکھ، عزت اور ذلت، بیماری اور شفا، زندگی اور موت، عروج وزوال اور ہدایت اور گمراہی سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں، سورج اسی کے حکم سے نکلتا اور ڈوبتا ہے ہوائیں اسی کی مرضی سے چلتی ہیں۔

بارش جبھی ہوتی ہے جب اس کا حکم ہو اس کے حکم بغیر پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گر سکتا ۔ وہی دعاؤں کو سننے والا دعاؤں کی توفیق دینے والا اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

فنا ہے سب کو بس اک ذات لازوال وہی   تمام خلق کو دیتا ہے بے سوال وہی
مصیبتوں میں پریشانیوں میں ہر غم میں   ہے لاشریک مگر ہے شریک حال وہی

حضرات! اللہ رب العالمین نے ہمیں انواع واقسام کی نعمتوں سے نوازا ہے اور اس کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہمارے لیے بنائی گئی ہے اور ہمیں ہر طرح سے فیض پہنچا رہی ہے کیا سچ ہے۔

کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے   جانور پیدا کئے تیری بقا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیا کے واسطے   سب جہاں تیرے لیے ہے تو خدا کے واسطے

اللہ کی نعمتوں کا مشاہدہ کرنا ہو تو دور نہ جایئے۔ دودھ کا ایک گلاس میں ہاتھ لے لیجئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سوچئے کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟ اسے کس نے پیدا کیا ہے؟ یہ جس جانور کے پیٹ سے نکلا ہے اس کی رنگت تو سیاہ ہے، اس کا خون سرخ ہے اور اس کا فضلہ بدبودار ہے لیکن اللہ تعالی اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ اس نے دودھ کو اتنا خالص کردیا کہ

نہ اس میں جانور کی سیاہی کی رنگت شامل ہے، نہ اس کے خون کی سرخی شامل ہے نہ اس کے فضلہ کی بدبو شامل ہے۔ لیکن اللہ نے ہمیں جتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سب میں بڑی دولت توحید ہے۔ توحید کا مطلب ہے اللہ کو ایک ماننا اور اس کی ذات اس کی صفات اس کے اختیارات اور اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرنا۔

بلاشبہ توحید ایمان کا جوہر ہے، توحید تمام عبادات واعمال کا سرچشمہ ہے، توحید کے بغیر کوئی عبادت مقبول نہیں ہے، توحید مومن کا سب بڑا سرمایہ ہے، میزان میں سب سے زیادہ وزنی چیز توحید ہے۔ توحید ہی پر حشر کے میدان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت موقوف ہے اور آخرت میں نجات کا سب سے بڑا ذریعہ توحید ہی ہے۔

اس لیے اگر اس میں خرابی آ گئی یا یہ عقیدہ مجروح ہو گیا تو ایمان اسلام اور تقوی وغیرہ سب نامعتبر قرار پائیں گے اور یہ وہ خسارہ ہوگا جسے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر سکتی ہے نہ کسی ولی کی عقیدت، اور نہ ہی کوئی نیکی اس کا بدل بن سکتی ہے۔ ابولہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سگا چچا تھا قرآن مجید کی سورۂ لہب میں اس کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔

تبت یدا ابی لهب و تب "ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ نامراد ہو گیا۔" آخر ابولہب کو قرآن نے کیوں نامراد قرار دیا؟ کیا وہ لولا ولنگڑا تھا۔ کیا وہ خستہ حال او مسکین تھا نہیں وہ لولا ولنگڑا اور اندھا واپاہج نہیں تھا۔ اس کے پاس ایک شاندار جسم تھا۔ اس کے پاس شعلوں جیسا دمکتا ہوا چہرہ تھا، اس کے پاس بے حساب دولت تھی وہ قریش کا سردار بھی تھا لیکن وہ صرف اس لیے نامراد قرار دیا گیا کہ وہ توحید جیسی عظیم نعمت سے محروم رہا۔ سچ ہے

حیات ودولت وعزت تمام ہے بیکار اگر تو کہہ نہ سکا لا الہ الا اللہ

تمام انبیاء کی بعثت کا اولین مقصد یہ تھا کہ توحید کو ایک غالب فکر بنادیا جائے اور شرک کا بالکلیہ طور پر خاتمہ کردیا جائے۔ دنیا ہر کے ملک اور ہر زمانے میں جس قدر نبی، مصلح اور پیشوا گذرے ہیں۔ وہ سب کے سب ایک ہی ہستی واجب الوجود کے قائل تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانوں میں اگر چہ سیکڑوں برس کا فرق ہے مگر سب کی تعلیم میں توحید باری تعالیٰ کا مسئلہ مشترک ہے۔ کرشن جی، رام چندر جی، گوتم بدھ اور گرونانک ہندوستان میں آئے زرتشت ایران میں گذرے، لقمان یونان میں، یوسف مصر میں اور لوط شام وفلسطین میں، لیکن توحید باری تعالیٰ سب کی تعلیمات میں موجود ہے۔

مسلم میں روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من مات یشرک باللّٰہ شیئا دخل النار ومن مات لا یشرک باللّٰہ شیئا دخل الجنة "جو شخص شرک کی حالت میں مرا وہ جہنم میں داخل ہوا اور جو توحید کی حالت میں مرا وہ جنت یں داخل ہوا۔ ترمذی میں روایت ہے کہ میدان حشر میں اپنی امت کی شفاعت کے متعلق آپؐ نے ارشاد فرمایا:

وھی لمن مات لا یشرک باللّٰہ شیئا "میری شفاعت مشرکین کو چھوڑ کر امت کے باقی لوگوں کے لیے ہوگی" بخاری میں میں حدیث ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ ارشاد ہوا۔

ان تدع للّٰہ ندا وھو خلقک " یہ کہ تو اللہ کے ساتھ کسی اور شریک بنالے حالانکہ اسی نے تجھ کو پیدا کیا ہے"۔ ابن ماجہ میں روایت ہے کہ آپ نے شرک سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا لا تشرک باللّٰہ وان قتلت او حرقت "اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگر چہ قتل کردیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ"

یعنی لوگو! اگر کبھی ایسا موقع آجائے کہ ایک طرف توحید ہو دوسری طرف تمہارا سب سے بڑا سرمایہ یعنی تمہاری زندگی اور دونوں میں سے ایک ہی چیز بچ سکتی ہو تو تم جان دے دینا گوارا کرلینا لیکن یہ قیمتی نعمت تمہارے ہاتھوں سے نہ جانے پائے۔

تاریخ میں آتا ہے کہ حضرت بلال حبشیؓ کو ان کا آقا امیہ بن خلف ایمان لانے کے جرم میں ننگی پیٹھ تپتے ہوئے ریت پر لٹا دیتا تھا اور ان کے سینے پر کئی من کا پتھر رکھ کر اتنے زور سے دباتا تھا کہ ان کی زبان باہر آجاتی تھی اور پھر ان سے کہتا تھا یا تو توحید کو چھوڑ دو یا یونہی جلتے جلتے مرجاؤ تو ان کی لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے یہی آواز آتی تھی۔

احد احد " اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے" "یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے" یعنی مجھے جلتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلتے مر جانا منظور ہے لیکن توحید کو چھوڑ کر فاسد اور غلط عقیدوں کو اپنانا منظور نہیں ہے۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اسلام کی ایک جاں نثار شخصیت تھیں۔ ایمان لانے کے جرم میں ابوجہل نے ان کے دونوں پاؤں میں دو اونٹ باندھ دیئے اور کہا سمیہ! تمہارے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں گے لیکن ابھی سویرا ہے بتاؤ تمہیں جان پیاری ہے یا توحید؟ انہوں نے اس نازک گھڑی میں فرمایا نادانو کیا توحید کے مقابلے میں جان پیاری ہو سکتی ہے؟ میرے پاس تو صرف ایک جان ہے اگر ہزاروں جانیں ہوتیں تو میں انھیں توحید پر قربان کر دینے میں فخر محسوس کرتی۔

ستم گر تجھ سے امید کرم ہوگی جسے ہوگی   مجھ تو دیکھنا یہ ہے کہ تو قاتل کہاں تک ہے

اور پھر زمین و آسمان نے دیکھا اور تاریخ نے نوٹ کیا کہ دو سمتوں سے دونوں اونٹ دوڑا دیئے گئے اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس خوش نصیب صحابیہ نے اپنے جسم کے دو ٹکڑے ہو جانا گوارا کر لیا لیکن جبین نیاز کو دو آستانوں پر جھکانا گوارا نہیں کیا۔ اور یہ امت کی عورتوں کے لیے بڑے فخر کی بات ہے کہ دین محمدی پر ایمان لانے والی سب سے پہلی شخصیت بھی ایک عورت کی تھی یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

اور اس دین پر سب سے پہلے اپنی جان قربان کرنے والی شخصیت بھی ایک عورت کی تھی یعنی حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا۔

اسلام میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ جب کسی شخص کے گھر میں بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے اس حکم کے بہت سے مقاصد ہیں اس کا ایک مقصد یہ ہے کہ خوشی کے اس موقع پر اللہ کا نام لیا جائے اور اس کی بڑائی بیان کی جائے۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ اس بات کا اعلان کیا جائے کہ بچے کے ماں باپ مومن اور مسلم ہیں اور اپنے بچے کو بھی وہ مومن اور اللہ کا فرمانبردار بنانا چاہتے ہیں۔ تیسرا مقصد یہ ہے کہ ماحول کو شیطانی اثرات سے پاک کیا جائے اور چوتھا مقصد یہ ہے کہ بچے کے کان میں سب سے پہلے اللہ کی وحدانیت اور اس کی عظمت و کبریائی کی آواز پہنچے۔ کیا عجب کہ یہ آواز غیر شعوری طور پر بچے کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوتی ہو۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو لوگ مرض الموت میں مبتلا ہوں انھیں کلمۂ توحید کی تلقین کرو تا کہ ان کا خاتمہ توحید پر ہو سکے۔

جب آدمی کفر کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوتا ہے تو سب سے پہلے سچے دل سے وہ کلمہ توحید

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھتا ہے۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ " اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت محمد صلی اللہ اللہ کے رسول ہیں" گویا اسلام میں پورے طور پر داخل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی ہر غیر اللہ کی نفی کرے۔

یعنی نفی پہلے ہے اثبات بعد میں ہے، جب تک جمادات، نباتات اور حیوانات میں مانے ہوئے بتوں کا سر لا کی تلوار سے قلم نہ کر دیا جائے تب تک اللہ کا اثبات و اقرار کچھ معنی نہیں رکھتا جیسے یہ کہا جائے پہلے برتن کو خوب صاف کر لینا چاہیے اس کے بعد اس میں دودھ رکھنا چاہیے اگر برتن کو ہر طرح کی گندگی سے دھونے کے پہلے اس میں دودھ ڈال دیا جائے تو سارا دودھ گندہ ہو جائیگا۔

ایک لطیفہ

کہا جاتا ہے کہ کسی گاؤں کے کنوئیں میں ایک کتا گر گیا لوگوں نے مولوی صاحب سے اس کے بارے میں مسئلہ پوچھا انہوں نے بتایا کہ کنوئیں میں سے اتنا پانی نکال دو پانی پاک ہو جائے گا لوگوں نے ان کے حکم کی تعمیل کی اور مقررہ مقدار میں پانی نکال دیا اور یہ سوچ کر مطمئن ہو گئے کہ اب تو پانی پینے کے لائق ہو گیا ہے لیکن بطور افتتاح انہوں نے سوچا کہ سب سے پہلے کنوئیں کا پانی مولوی صاحب کو پلایا جائے، وہ ایک پیالے میں پانی لے کر ان کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا کہ پانی ہم نے نکال دیا ہے لیکن ہماری خواہش ہے کہ آپ سب سے پہلے تھوڑا سا پانی پی لیں۔

مولوی صاحب نے دیکھا کہ پیالے کے پانی میں ایک بال ہے، انہوں نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کس جانور کا بال ہے؟ بتایا گیا کہ اسی کتے کا بال ہے، مولوی صاحب نے پوچھا کہ کتا کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ کنوئیں میں ہے، مولوی صاحب نے کہا کیا تم لوگوں نے اسے کنوئیں سے نہیں نکالا؟ سب نے مل کر کہا۔ جناب آپ نے پانی نکالنے کے لیے کہا تھا کتا نکالنے کے لیے کب کہا تھا۔

ذرا سوچئے کیا کنوئیں سے مردار کتے کو نکالے بغیر کچھ مقدار میں اس کا پانی نکال دینے سے پانی پاک ہو جائے گا؟۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح جب تک ہر چیز کی نفی نہ کی جائے اسلام میں داخل ہونا بے معنی ہے۔

لیکن شرک یہی نہیں ہے کہ اللہ کی ذات اس کی صفات اس کے اختیارات اور اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک کیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا پتھر کے بتوں اور قبروں کو سجدہ کیا جائے یا مردوں سے مرادیں مانگی جائیں یا ہر آستانے کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کا مرکز سمجھا جائے، یا یا علی المدد اور یا غوث المدد کا نعرہ لگایا جائے، یا بزرگوں کی قبروں کا طواف کیا جائے، یا اللہ کے سوا کسی کو مشکل کشا، روزی رساں اور حاجت روا سمجھا جائے۔

بلکہ نفس کا بندہ بن کر رہنا اور جدھر نفس چلنے کو مجبور کر دے اس طرف بے لاگ دوڑنا بھی شرک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ فرقان میں ارشاد فرمایا: ارء یت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ افانت تکون علیہ وکیلا ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔" اے نبی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنے نفس کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تم تو ایسے شخص کی نگرانی کر سکتے ہو کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں بہت سے لوگ سنتے ہیں ہر گز نہیں یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے ہیں۔"

جب آدمی کے اندر کسی چیز کی محبت اتنی زیادہ گھر کر جائے کہ وہ اسے اللہ کی محبت پر قربان نہ کر سکتا ہو تو یہی بت ہے اور اس کا طرز عمل اللہ کے سوا اس چیز کی پرستش ہے۔ جب آدمی کسی شخص کو یہ مقام دیدے کہ اس کی گردن اس کے آگے جھک جائے تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے جب آدمی آباء واجداد کے رسم ورواج کو اس طرح پکڑ لے کہ اسی کو دین ومذہب سمجھ لے تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے۔ جب آدمی کسی کے خلاف ابھرنے والے نفسانی جذبات سے اتنا مغلوب ہو جائے کہ ہر دوسری چیز کو نظر انداز کر کے اسے اپنے انتقامی جذبات کا نشانہ بنائے تو وہ اپنے نفس کی پرستش کرتا ہے۔

جب آدمی جاہ واقتدار کا اتنا حریص ہو کہ ساری حقیقتوں اور سچائیوں کو ٹھکرا کر اپنے آپ کو اونچا اٹھانا چاہے تو وہ جاہ واقتدار کی پرستش کرتا ہے۔ موحد وہ ہے کہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے خدائے واحد کی پرستش کرے اور پرستش میں اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کرے۔ چاہے وہ پتھر کا بت ہو یا کوئی بڑی شخصیت یا خود اس کا اپنا نفس۔ توحید یہ ہے کہ آدمی کا لگاؤ اس کا احترام، اس کی وابستگی اس کی امیدیں، اس کا جھکنا سب سے زیادہ صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔

حضرات! یہ حقیقت تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے کہ ہم کہیں نہیں ہارے چاہے وہ بغداد ہو تا تاریوں نے جس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی یا اندلس ہو جہاں کے تالاب اور گڈھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کی لاشوں سے پٹ گئے تھے، اگر ہم کہیں ہارے ہیں یا برباد کیے گئے ہیں تو اسی نفس پرستی کی وجہ سے جس میں ہم مبتلا ہیں، اسی کی وجہ سے ہم نے حکومتیں گنوائی ہیں، اسی کی وجہ سے ہم نے سلطنتیں کھوئی ہیں، اسی کی وجہ سے ہم پر زوال آیا ہے، اسی کی وجہ سے ہم دنیا والوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو گئے ہیں۔ اور اسی کی وجہ سے اب کسی کے بھی نزدیک ہمارا اعتبار نہیں رہا۔

نفس پرستی ہر طرح کے فتنہ کا اصلی سبب ہے اور ایک قوم کا دوسری قوم کے ساتھ ایک ملک کا دوسرے ملک کے ساتھ اور ایک طبقے کا دوسرے طبقے کے ساتھ جنگ اور ٹکراؤ اسی نفس پرستی کا نتیجہ ہے اس لیے میں نفس پرستی ہی کے موضوع پر کچھ باتیں رکھنے کی کوشش کروں گا۔

انداز بیاں گرچہ مرا شوخ نہیں ہے شاید کہ اتر جائے کسی دل میں میری بات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوی زندگی کی کل مدت تیئس سال ہے جن میں مکی زندگی کی کل مدت تیرہ سال کی اور مدنی زندگی کی کل مدت دس سال کی ہے۔ جب ہم آپ کی مدنی زندگی کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں مسلمانوں ہی میں دو قسم کی جماعتیں ملتی ہیں۔ ایک تو وہ لوگ تھے جو سچے دل سے ایمان لائے دل کی گہرائیوں سے انہوں نے اللہ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو قبول کیا۔ اس کے بعد اسلام کی بقاء اور اس کے تحفظ کے لیے انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

اسلام کے درخت کو انہوں نے اپنے خون سے سینچا اسلام کے لیے نا قابل برداشت مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کیں اور حق تو ہے کہ انہوں نے حق ادا کر دیا۔ یہ جب ایمان لائے تو اپنے ایمان کو بچانے کے لئے انہیں کیا کیا مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں اور انھیں کس طرح کی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ حفیظ جالندھری نے ان پر آنے والی مصیبتوں اور ان کے صبر و استقامت کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔

کوئی جلاد کیا کرتا جو یہ جلاد کرتے تھے ستم ایجاد تھے لاکھوں ستم ایجاد کرتے تھے
زمین و آسماں جب دھوپ کی گرمی میں تپتے تھے غضب کی ول لگی تھی ریت پر مسلم تڑپتے تھے
نشان سجدۂ توحید تھا جن کی جبینوں پر دھرے رہتے تھے پہروں سخت پتھر ان کے سینوں پر
جو ابراہیم کے پوتوں کو پھول اور باغ دیتے تھے سلاخیں سرخ کر کے لوگ ان کو داغ دیتے تھے

چنانچہ کسی کی ناک میں دھواں دیا جاتا تھا، کسی کے پاؤں میں رسی باندھ کر اسے کھینچا جاتا تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی کو چٹائیوں میں باندھ کر انتہائی بے دردی کے ساتھ پیٹا جاتا تھا اور کسی کو ننگی پیٹھ دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جاتا تھا لیکن ان کے جسم سے نکلنے والی چربی سے آگ کے انگارے تو بجھ گئے لیکن ان کے ایمان کے شعلے کو کوئی نہیں بجھا سکا۔

یہ سچے مسلمان تھے جنہیں اس دنیا ہی میں اللہ کی رضا کا پروانہ مل گیا تھا رضي الله عنهم ورضوا عنه ''اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔'' دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جو خود کو مسلمانوں میں شمار کراتے تھے مگر وہ نہ مسلمان تھے نہ کافر یعنی نہ ادھر کے تھے نہ ادھر کے، جسے میں ایک مثال کے ذریعے سمجھانا چاہتا ہوں۔

ایک مثال

کوئی شخص جب گہری نیند سو جاتا ہے تو وہ اگر چہ اس وقت دنیا اور دنیا کے حالات سے بے خبر ہو جاتا ہے مگر اسے نیند کا لطف اور سرور ملتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص جب باقاعدہ جاگتا ہے تو اگر چہ اسے نیند کا مزہ نہیں ملتا مگر وہ اپنے گرد و پیش کی چیزوں کو دیکھتا ہے لیکن نیند کی ایک قسم ہوتی ہے جسے غنودگی کہتے ہیں جس میں آدمی نہ تو باقاعدہ سوتا ہے کہ اسے بھرپور نیند کا لطف اور سرور ملے اور نہ باقاعدہ جاگتا ہے کہ وہ ہر چیز کو دیکھ سکے اور اس کے بارے میں باخبر رہ سکے۔

تقریباً یہی حال منافقین کا بھی تھا یعنی وہ نہ ادھر کے تھے نہ ادھر کے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے ومن الناس من يقول امنا بالله باليوم الأخر وماهم بمؤمنين يخدعون الله والذين آمنوا وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون "بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ مومن نہیں ہیں وہ اللہ اور ایمان والوں کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں مگر دراصل وہ خود ہی اپنے آپ کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انھیں اس کا شعور نہیں ہے۔'' یعنی یہ لوگ زبانی اقرار تو کرتے ہیں مگر ان کے دل میں ایمان نہیں ہے۔

ان کے طرز عمل کے بارے میں سورۂ منافقون میں ارشاد ہوا ہے۔ اذا جاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله ''یہ منافقین جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں'' والله يعلم انك لرسوله ''اور اللہ جانتا ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو'' والله يشهد ان المنافقين لكذبون '' اور اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافقین جھوٹے ہیں۔"

یعنی دراصل وہ ایمان دار نہیں ہیں وہ اپنے ایمان کو ظاہر کر کے اور کفر کو الفاظ کے پردے میں چھپا کر اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ سورۂ بقرہ میں ان کی اس دوغلی پالیسی کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے۔ و اذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا و اذا خلوا الیٰ شیطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن. "جب یہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب علیحدگی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اصل میں تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ان لوگوں سے محض مذاق کر رہے ہیں۔

چنانچہ ان کی یہی حالت تھی زبان پر کچھ دل میں کچھ، عقیدہ کچھ عمل کچھ، صبح کچھ شام کچھ، ان سے کچھ اور ان سے کچھ، اس کشتی کی طرح سے جو کبھی ادھر جاتی ہے کبھی ادھر، ذہنی اور عملی طور پر ان کی چار قسمیں تھیں۔

پہلی جماعت ان منافقین کی تھی جو سرے سے اسلام اور اسلامی اصولوں کے منکر تھے محض فتنہ برپا کرنے اور شر و فساد پھیلانے کے لیے مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔

دوسری جماعت ان لوگوں کی تھی جو اسلام کے دائرہ اقتدار میں گھر جانے کی وجہ سے اپنا فائدہ اسی میں سمجھ رہے تھے کہ ایک طرف وہ مسلمانوں میں اپنا شمار کرائیں دوسری طرف کافروں سے بھی بھرپور تعلق رکھیں تاکہ دونوں طرف کے فائدوں کو سمیٹتے رہیں اور دونوں طرف کے خطرات سے محفوظ رہیں۔

تیسری قسم کے منافقین وہ تھے جو کفر اور اسلام کے درمیان متردد تھے یعنی شک وشبہ میں مبتلا تھے۔ لیکن چونکہ ان کے قبیلے اور خاندان کے لوگ ایمان لے آئے تھے اس لیے یہ لوگ بھی خود کو مسلمان کہنے لگے تھے۔

اور چوتھا گروہ ان لوگوں کا تھا جو امر حق کے طور پر اسلام کے قائل ہو چکے تھے مگر جاہلیت کے رسم رواج اور طور طریقوں کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھے اور اسلام کی طرف سے عائد کی گئی پابندیوں کو گوارا کرنے سے ان کا نفس انکار کرتا تھا۔

اسلام کو کفار سے بھی نقصان پہنچا اور منافقین سے بھی، مگر اس مقدس مشن کو جتنا کفار سے نقصان پہنچا اس سے کہیں زیادہ، منافقین نے نقصان پہنچایا۔ کیونکہ کفر جب اسلام کے مقابلے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آتا ہے تو ڈنکے کی چوٹ آتا ہے اور اپنی عداوت کا اعلان و اظہار کر کے کھلے میدان میں دعوت پیکار دیتا ہے۔ لیکن منافق اپنی پیشانی پر اسلام کا لیبل لگا کر اور اسلامی گروہ میں شامل ہو کر صدہا طریقوں سے اس کی بیخ کنی کرتا ہے۔

غور کیجئے کہ کفر کے مقابلے میں نفاق کی خطرناکیاں کتنی زیادہ کتنی بے پناہ اور کیسی کارگر ہوں گی، سورج کی روشنی میں دوڑتے ہوئے خطرناک سانپ سے ہم خود کو محفوظ رکھ سکتے ہیں اور اسے مار بھی سکتے ہیں۔ مگر جو ناگن آستین میں بیٹھی ہو عام حالات میں اس کے زہر سے بچنا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے۔ منافقین چھپے ہوئے دشمن تھے وہ گویا ایسا زہر تھے جس پر مٹھاس لگی ہوئی ہو۔ وہ دوست کی شکل میں بدترین دشمن تھے۔

وہ مسلمانوں کے ساتھ میدان جنگ میں جاتے اور جب جنگ کی آگ بھڑک جاتی تو پیچھے کھسک جاتے اور دوسروں کو بھی بھاگنے کی ترغیب دیتے تاکہ مسلمانوں کے دل ٹوٹ جائیں اور دشمن کے حوصلے بڑھ کر انھیں فنا کے گھاٹ اتار دیں۔

چنانچہ کئی موقعوں پر انہوں نے کفار کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اکسایا، لڑائیوں میں اپنی فریب کاریوں سے اسلام اور اس کے ماننے والوں کو شدید نقصان پہنچایا اور وطن اور قومیت کے جھگڑے کھڑے کر کے اسلام کی جمعیۃ کو پراگندہ کرنے کی کوشش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی تذلیل و توہین کی یہاں تک کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹا الزام تک لگانے میں انہوں نے دریغ نہیں کیا۔ غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والوں کی ایذا رسانی میں انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اور حیرت یہ ہے کہ اسلام کا لیبل لگا کر۔

اللہ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ ان کے انجام کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے مثلاً۔ سورہ توبہ میں ارشاد ہوا ہے۔ انھم رجس وماوٰھم جھنم جزاء بما کانوا یکسبون۔ "بیشک یہ (منافقین) گندگی ہیں اور ان کا اصلی مقام جہنم ہے جو ان کی کمائی کے بدلے میں انھیں نصیب ہوگی۔"

اسی سورۃ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے: وعد اللہ المنٰفقین و المنٰفقٰت و الکفار نار جھنم خٰلدین فیھا ھی حسبھم و لعنھم اللہ ولھم عذاب مقیم "ان منافق مردوں اور عورتوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کافروں کے لئے اللہ نے آتش دوزخ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہی ان کے لیے موزوں ہے ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے۔"

اسی سورۃ میں آگے چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے: یا یها النبی جاهد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیهم وماوٰهم جهنم وبئس المصیر "اے نبی کفار اور منافقین دونوں کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ آخرکار ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین جائے قرار ہے۔"

اسی سورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

ومـمن حولکم من الاعراب منٰفقون ومن اهل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتین ثم یردون الیٰ عذاب عظیم "تمہارے گردو پیش جو بدوی رہتے ہیں ان میں بہت سے منافق ہیں اور اسی طرح خود مدینہ کے باشندوں میں بھی منافق ہیں جو نفاق میں طاق ہو گئے ہیں تم انھیں نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں قریب ہے وہ وقت جب ہم انھیں دوہری سزا دیں گے پھر وہ زیادہ بڑی سزا کے لیے واپس لائے جائیں گے۔" اور سورہ نساء میں یوں ارشاد ہوا ہے۔

ان اللّٰه جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جهنم جمیعا " بلاشبہ اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ایک جگہ جمع کرنے والا ہے۔" اسی سورۃ میں آگے چل کر ارشاد ہوا ہے۔

ان المنٰفقین فی الدرک الاسفل من النار ولن تجدلهم نصیرا " بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے۔"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک ظاہری دینداری اور کھلی ہوئی بے دینی میں کوئی فرق نہیں ہے اور دونوں کا انجام ایک ہی ہے یعنی جہنم، جو کھلے ہوئے بے دین اور منکر کا حشر ہوگا وہی حشر اس کا بھی ہوگا جو دل سے مومن نہیں ہے لیکن ظاہر میں دین دار بننے کا دعویٰ کرتا ہے۔

اب ذرا ہم سچے مسلمانوں اور منافقین کے کردار ان کے عقیدے اور ان کے طرز عمل کا ایک دوسرے سے موازنہ کریں جس سے یہ اندازہ کرنے میں بہت آسانی ہوگی کہ اصلی مومن کیسے تھے اور منافقین کیسے تھے؟

سچے اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو بے چون وچرا اور بخوشی تسلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لیتے تھے اور اسے بہر صورت **بجالانا** اپنا فرض اولین سمجھتے تھے لیکن جن کے دلوں میں نفاق ہوتا تھا وہ اسے اپنے مفاد اور نفس کے ترازو پر تولتے تھے اگر اسے بجالانے میں ان کا کوئی فائدہ ہوتا تو اسے بجالاتے اور اگر اس سے ان کے نفس کی خواہشات یا دنیاوی مفاد کو کوئی دھکا لگتا تو بہانے بنانے لگتے تھے۔

یہ منافقین اپنے خیال میں ان لوگوں کو بے وقوف سمجھتے تھے جو سچائی کے ساتھ اسلام کو قبول کر کے اپنے آپ کو خطرات اور مشقتوں میں مبتلا کر رہے تھے۔ ان کے خیال میں یہ سراسر احمقانہ فعل تھا کہ محض سچائی اور حق کے لئے پورے ملک سے دشمنی مول لی جائے یہ بات ان کے نزدیک عقل مندی تھی کہ آدمی حق و باطل کے بحث میں نہ پڑے بلکہ ہر معاملے میں صرف مفاد دیکھے۔

جو منافق تھے ان کے اندر ایمان نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ ایک بار ایک غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اونٹ کھو گئے آپ بنفس نفیس اور صحابہ کرام بھی انھیں تلاش کر رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر یہ لوگ آپس میں ٹھٹھا کر رہے تھے کہ یہ خود کو اللہ کا رسول کہتے ہیں اور ہمیں غیب کی باتیں بتاتے ہیں مگر ان کی حالت یہ ہے کہ انھیں اپنے اونٹوں تک کی خبر نہیں ہے۔

لیکن جو سچے مومن تھے ان کا ایمان کس قدر پختہ تھا اس کے سلسلے میں دو واقعات پیش ہیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بیٹے کا نام ابراہیم تھا یہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے ۹ھ میں پیدا ہوئے تھے اور صرف ڈیڑھ سال کی عمر پا کر ۱۰ھ میں وفات پا گئے تھے۔

جب ان کا انتقال ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دفنا کر لوٹے تو آپؐ نے دیکھا کہ بیٹے کی جدائی میں حضرت ماریہ زار و قطار رو رہی ہیں آپؐ نے پوچھا مایبکیک یا ماریة ''ماریہ تمہیں کس چیز نے رلایا۔'' انہوں نے جواب دیا۔

''یا رسول اللہ میں اس بات پر رو رہی ہوں کہ میرا اکلوتا بیٹا اس حال میں دنیا سے چلا گیا کہ اس کی جھولیاں نیکیوں سے خالی ہیں۔ کاش وہ کچھ سال زندہ رہتا، نمازیں پڑھتا، جہاد کرتا، روزے رکھتا اور نیکیاں لے کر اللہ کے پاس جاتا میرے رونے کی وجہ یہی ہے کہ میرا لخت جگر خالی ہاتھ دنیا سے چلا گیا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

'ماریہ تم ایسی باتیں کہہ رہی ہو حالانکہ تمہارے بچے کو جنت کی حوریں اپنی گود میں جھولا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھلا رہی ہیں اور اگر تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے تو میں اللہ سے دعا کروں کہ وہ آسمان کے پردوں کو کھول دے اور تم اسی دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔'' آپ کی یہ باتیں سن کر وہ مسکرانے لگیں اور بیٹے کی جدائی میں ان کی آنکھوں سے بہنے والے آنسو تھم گئے۔

انہوں نے کہا ''یا رسول اللہ بس کیجئے میرا سارا غم غلط ہو گیا مجھے آپ کی باتوں پر اس قدر ایمان اور یقین ہے کہ معلوم ہو رہا ہے کہ آسمان کے پردے پھٹ چکے ہیں اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں کہ میرا بیٹا جنت کی حوروں کی گود میں جو جھولا جھول رہا ہے۔''

عرب میں جانوروں کے بازار لگتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ایک گھوڑے کی خریداری کے لیے تشریف لے گئے ایک بدوی کا گھوڑا آپ کو پسند آ گیا آپؐ نے اسے خرید لیا اور بدوی سے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو اور قیمت گھر پر لے لو۔

آپؐ بدوی کے ساتھ چلے، گھوڑا بھی ساتھ تھا راستہ میں آپؐ نے اس سے کہا کہ اگر تم اجازت دیدو تو میں گھوڑے پر سوار ہو جاؤں اس نے کہا کہ گھوڑا تو میں آپ کے ہاتھ بیچ چکا ہوں پھر آپ کو سواری سے کیسے روک سکتا ہوں۔ آپ گھوڑے پر سوار ہو گئے گھوڑا بہت تیز رفتار تھا اس لیے آپ بدوی سے آگے نکل گئے۔

گھوڑے کی اس تیز رفتاری کو دیکھ کر ایک شخص نے اس کی زیادہ قیمت لگا دی۔ بدوی کے دل میں لالچ پیدا ہو گئی اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی اور کہا گھوڑا خرید و گے یا میں اسے کسی کے ہاتھ بیچ دوں۔ آپؐ نے فرمایا میں تو اسے خرید چکا ہوں۔ اس نے کہا تمہارا دعوی جھوٹا ہے اگر واقعی تم اسے خرید چکے ہو تو کوئی گواہ لاؤ جس کے سامنے خرید و فروخت کا معاہدہ ہوا ہے۔

حالانکہ جب معاملہ طے ہوا تھا تو وہاں کوئی گواہ نہیں تھا۔

لوگوں نے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور برابر گواہی لانے پر اصرار کرتا رہا۔

اسی درمیان ایک صحابی حضرت ابو خزیمہؓ انصاری آ گئے، انہوں نے یہ ماجرا دیکھا تو فوراً کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ گھوڑا بیچ دیا ہے۔''

گواہی مل جانے پر بدوی لاجواب ہو گیا اور گھوڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گیا۔

آپؐ نے حضرت ابو خزیمہؓ سے پوچھا کہ جب تم معاملہ کرتے وقت میرے ساتھ نہیں تھے تو تم نے کیسے گواہی دے دی؟''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے کہا:

''یا رسول اللہ! جب آپ ہمیں خبر دیتے ہیں کہ اللہ ہے اور وہ ایک ہے تو ہم گواہی دیتے ہیں کہ واقعی اللہ ہے، آپؐ نے جب ہم کو بتایا کہ ایک دن دنیا فنا ہو جائے گی، سب مردے زندہ کئے جائیں گے، نیکی بدی تولی جائے گی، نیک لوگ جنت میں جائیں گے اور برے لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے، تو ہم نے ان باتوں کو بن دیکھے سچ مانا اور ہمیں پورا یقین ہے کہ یہ سب کچھ ضرور ہوگا۔ اسی طرح آپ سے سن کر ہم اس کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے گھوڑا ضرور خریدا ہے اور یہ بدوی جھوٹ بول رہا ہے۔''

کسی غزوہ کے موقع پر اگر کوئی منافق بیمار ہو جاتا تو بہت خوش ہوتا اور اپنے گھر والوں سے کہتا کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ جنگ میں جانے سے بچ گیا،

لیکن اگر اس طرح کے کسی موقع پر کوئی مومن بیمار ہو جاتا تو اسے رات بھر نیند نہیں آتی تھی اور وہ یہ سوچ کر پوری رات کروٹیں لیتا رہتا تھا کہ آج شہادت کا موقع میرے ہاتھ سے جا رہا ہے۔

جو لوگ دل کی گہرائیوں سے ایمان لائے تھے وہ دین پر قربان ہونا اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے، مگر منافقین کی حالت یہ تھی کہ وہ جنگ پر اکسا دیتے تھے اور جب اس کا موقع آ جاتا تو بہانے بنا کر لوٹ آتے تھے۔

تاریخِ اسلام کا ایک مشہور غزوۂ احد ہے جو شوال ۳ھ میں پیش آیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ کفار مکہ تین ہزار کے مسلح لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔

آپؐ نے اس سنگین صورت حال سے نمٹنے کے لیے صحابہ کرامؓ کی میٹنگ بلائی اور خود اپنی رائے رکھی کہ ہم لوگ مدینہ سے باہر نہ نکلیں بلکہ شہر کے اندر ہی قلعہ بندی کی جائے، اس طرح اگر مشرکین نے حملہ کیا تو ہم شہر کے گلی کوچوں میں ان کا مقابلہ کریں گے، اور عورتیں بھی چھتوں پر مورچہ سنبھال لیں گی اور ان پر پتھروں کی بارش کریں گی۔

دفاعی حکمتِ عملی کے پیشِ نظر یہ ایک بہت ہی مفید رائے تھی۔

اکابر صحابہؓ آپ کی اس رائے سے متفق تھے اور راس المنافقین عبداللہ بن ابی نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن کچھ نوجوان جو جنگِ بدر میں نہیں شریک ہو سکے تھے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ شہر سے باہر میدان میں نکلیں ورنہ دشمن ہمیں کمزور اور بزدل سمجھے گا۔

انہوں نے نہ صرف اس طرح کا مشورہ دیا، بلکہ اپنے اس مشورے پر اصرار بھی کیا،

اور آپؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اسی تجویز پر اصرار کرنے لگے، انہوں نے یہاں تک کہا کہ:

''اس ذات کی قسم جس نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے، میں کوئی غذا نہ چکھوں گا یہاں تک کہ مدینہ سے باہر اپنی تلوار کے ذریعے ان سے دو دو ہاتھ نہ کرلوں۔''

آخر کار یہی فیصلہ ہوا کہ باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کیا جائے۔

پھر آپؐ ایک ہزار کا لشکر لے کر احد کی طرف چلے،

راستے میں ایک مقام آیا جس کا نام شوط تھا، وہیں آپؐ نے فجر کی نماز ادا کی۔

یہاں پہنچ کر عبداللہ بن ابی نے اپنے تین سو ساتھیوں سے کہا کہ ''جب ہماری بات نہیں مانی گئی تو ہم خواہ مخواہ کیوں اپنی جانیں دیں؟''

یہ کہہ کر وہ اپنے تین سو آدمیوں کو لیکر واپس ہو گیا۔

اس کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ وہ اس نازک موڑ پر الگ ہو کر اسلامی لشکر میں اضطراب اور کھلبلی مچانا چاہتا تھا، تاکہ ایک طرف مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں، اور جو باقی رہ جائیں اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں، اور دوسری طرف اس منظر کو دیکھ کر دشمن کی ہمت بندھے اور اس کے حوصلے بلند ہوں۔

صحابہؓ نے انہیں واپس لانے کی بڑی کوشش کی مگر یہ نہیں مانے اور واپس لوٹ گئے۔

نازک موقعوں پر یہ منافقین کا طرز عمل تھا۔

لیکن ایمان والوں کا رویہ کیا تھا؟

جب اس جنگ میں فتح کے بعد شکست ہوگئی تو کچھ نوجوان ایسے بوکھلائے کہ وہ بھاگ کر مدینہ چلے گئے، لیکن جب وہ اپنے گھروں میں پہنچے تو ان کی ماؤں، ان کی بہنوں اور ان کی بیویوں نے ان کا استقبال نہیں کیا، بلکہ ان کے اس فعل پر انہوں نے سخت برہمی کا اظہار کیا اور ان سے اپنا منہ پھیر لیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفیظ جالندھری نے اس موقع کا نہایت عمدہ نقشہ کھینچا ہے ۔

دیئے ماؤں نے دھکے بیویوں نے ان سے رخ پھیرا   جدھر نظریں اٹھیں شرم وندامت ہی نے آگھیرا
کہا ماؤں نے جاؤ اب نہ تم بیٹے نہ ہم مائیں   حرام ان پر ہمارا دودھ جو میداں سے بھاگ آئیں
اسی بے آبروئی کے لئے کیا تم کو پالا تھا؟   وہیں تم بھی رہے ہوتے جہاں وہ کملی والا تھا

گویا کہ ایک ماں کے نزدیک اپنی اولاد سے زیادہ، ایک بہن کے نزدیک اپنے بھائی سے زیادہ، اور ایک بیوی کے نزدیک اپنے شوہر سے زیادہ دینِ محمدیؐ عزیز ہے۔

ایک ماں کو یہ گوارا ہے کہ اس کا نوجوان بیٹا میدانِ جہاد میں ذبح کر دیا جائے، ایک بہن کو یہ گوارا ہے کہ اس کا بھائی شہید کر دیا جائے، اور ایک بیوی کو یہ گوارا ہے کہ اس کا سہاگ اجڑ جائے، لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپؐ کے لائے ہوئے دین پر آنچ نہ آنے پائے۔ جو سچے مسلمان تھے وہ خون دے کر شہادت کا مقام لینا چاہتے تھے، لیکن منافقین خون لگا کر شہید ہونا چاہتے تھے۔

بی۔اے کی ڈگری

کہا جاتا ہے کہ ایک جاہل شخص اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا۔

راستے میں اس نے دیکھا کہ ایک جگہ آدمیوں کا بہت بڑا مجمع لگا ہوا ہے، اس نے سوچا شاید کوئی چیز بک رہی ہے، وہ گھوڑے سے اترا اور مجمع کی طرف چلا گیا۔ وہاں جا کر اس نے دیکھا کہ یہاں صرف پچاس روپے میں بی۔اے کی ڈگری بک رہی ہے۔

یہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا اور اس نے پچاس کا ایک نوٹ دے کر اپنے نام سے ایک ڈگری بنوالی۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔

ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ اچانک اس کے دماغ میں ایک بات آگئی۔

اس نے سوچا کہ جب بی۔اے کی ڈگری اس قدر سستی اور آسان ہے تو کیوں نہ میں اپنے اس گھوڑے کے لیے ایک ڈگری بنوالوں؟ تا کہ میں لوگوں سے فخر سے کہہ سکوں کہ میں گریجویٹ ہوں اور میرا گھوڑا بھی گریجویٹ ہے۔

وہ فوراً واپس لوٹ آیا، مجمع میں پہنچا اور اس نے پچاس روپے نکال کر کہا:

''ذرا میرے گھوڑے کے لیے بھی ایک ڈگری بنا دو۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجمع میں سے ایک شخص نے مسکرا کر کہا:

''نوٹ واپس رکھ لو، پچاس روپے میں بکنے والی بی۔اے کی یہ ڈگری گھوڑوں کے لیے نہیں ہے بلکہ گدھوں کے لئے ہے۔''

تقریباً اسی ذہنیت کے منافقین بھی تھے۔ وہ بلا کچھ کئے ہوئے ہی کرنے کا کریڈٹ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

منافقین کی یہ حالت تھی کہ جب نماز کا وقت ہوتا اور ایمان والے مسجد چلتے تو یہ مارے کاٹے نماز کے لیے جاتے تھے کیونکہ ان کی طبیعت اللہ کی عبادت میں بالکل نہ لگتی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا ہے:

واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یُراء ون الناس ولا یذکرون اللّٰہ الا قلیلاً ○ ''جب یہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں اور اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔''

چنانچہ سچے اہل ایمان انتہائی ذوق و شوق سے مسجد آتے تھے، وقت سے پہلے پہنچ جاتے تھے، نماز سے فارغ ہو کر بھی مسجد میں ٹھہرے رہتے تھے۔ اور انکی ایک ایک حرکت سے ظاہر ہوتا تھا کہ نماز سے ان کو حقیقی دلچسپی ہے۔

برخلاف اس کے اذان سنتے ہی منافق کی جان پر بن آتی تھی، دل پر جبر کر کے اٹھتا تھا، اس کے آنے کا انداز صاف غمازی کرتا تھا کہ آ نہیں رہا ہے بلکہ خود کو کھینچ کر لا رہا ہے۔ جماعت ختم ہوتے ہی اس طرح بھاگتا تھا گویا کسی قیدی کو رہائی ملی ہے۔ اور اس کی تمام حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ شخص اللہ کے ذکر اور اس کی عبادت سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا ہے۔

لیکن اللہ سے محبت اور اس سے تعلق کے بارے میں سچے اہل ایمان کی حالت یہ تھی کہ:

ایک واقعہ

ایک بار ایک جنگ کے موقع پر صحابہ کرامؓ کا پڑاؤ لگا تھا۔ ایک انصاری رات میں اٹھے اور میدان کے ایک کنارے جا کر انتہائی یک سوئی کے ساتھ نماز میں مشغول ہو گئے۔ ایک دشمن نے گھات لگا کر ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی مگر انہوں نے نماز نہیں چھوڑی جب وہ فارغ ہوئے اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ اپنے خیمے میں پہنچے تو ایک صحابیؓ نے کہا کہ جب تم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر تیروں کی بارش ہونے لگی تھی تو تم نے نماز چھوڑ کیوں نہیں دی؟

انہوں نے جواب دیا بھائی میں اپنی نماز میں سورۂ کہف پڑھ رہا تھا اور مجھے اس کے پڑھنے میں اس قدر لطف آرہا تھا کہ تیروں کی تکلیف کا احساس تک نہیں ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ سچے اہل ایمان اور منافقین کے درمیان یہ زبردست فرق کیوں تھا؟ یہ فرق اس لیے تھا کہ جو سچے ایمان والے تھے وہ ہر چیز کی نفی کر کے اسلام میں داخل ہوئے تھے لیکن منافقین کلمہ پڑھتے تھے مگر نفس کے بت کو توڑنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

وہ اسلام میں داخل تو ہو گئے تھے مگر جب ان کے سامنے وہ وقت آیا کہ دین کے لیے اپنی خواہشات کے تقاضوں کو ذبح کر دیں اور اپنی انا کے بت کو توڑ کر اسلام کا ساتھ دیں تو وہ ایسا نہیں کر سکے۔

آدمی جب نفس کا بندہ بن جاتا ہے تو وہ آنکھ ہونے کے باوجود سچائی کو دیکھ نہیں پاتا۔ وہ کان ہونے کے باوجود حق وصداقت کی باتیں سننے سے محروم رہ جاتا ہے۔ وہ دل ودماغ رکھنے کے باوجود حق کی حقانیت کو محسوس نہیں کر پاتا۔ وہ ہر چیز کو اپنے اندر ہضم کر لینے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر ہدایت کی باتیں اس کے دل میں نہیں اتر سکتیں۔

جیسے کسی لوہے پر پلاسٹک کا کاغذ بچھا دیا جائے اور اس پر پانی ڈالا جائے تو پانی بظاہر لوہے پر گرایا جائے گا لیکن اس کے باوجود اس پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں گرے گا کیونکہ پلاسٹک کا کاغذ لوہے اور پانی کے درمیان رکاوٹ بن جائے گا۔ اسی طرح سے نفس پرستی انسان کے دل اور ہدایت کی باتوں کے درمیان رکاوٹ بن جاتی ہے۔

یعنی نفس پرست انسان حق بات سننے کے لیے بہرا، حق گوئی کے لئے گونگا، اور حق بینی کے لیے اندھا ہو جاتا ہے۔

انسان کے زندگی گذارنے کی دو صورتیں ہیں ایک خدا پرستی کی زندگی دوسری نفس پرستی کی زندگی، خدا پرستی کی صورت میں آدمی کا خدا اس پر غالب رہتا ہے لیکن نفس پرستی کی صورت میں اس کا نفس غالب رہتا ہے۔

خدا پرست شخص کو اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ حشر کے دن اسے ذلت اور رسوائی نصیب نہ ہو لیکن نفس پرست کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے درمیان اس کی عزت اور اس کا مقام محفوظ رہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا پرست انسان اپنے خلاف تنقید سن کر اپنا احتساب کرنے لگتا ہے اور نفس پرست انسان اپنے خلاف تنقید سن کر بھڑ اٹھتا ہے۔

خدا پرست شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے آگے جھکنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے مگر نفس پرست شخص خود کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقام پر رکھ دیتا ہے، خدا پرست ہمیشہ یہ خیال رکھتا ہے کہ مجھے حقیقت کے مطابق بننا چاہیے مگر نفس پرست اپنی ذات کو معیارِ حق سمجھتا ہے۔

جن لوگوں نے خود پسندی اور نفس پرستی کو اپنا مذہب بنا رکھا ہے ان لوگوں کے سامنے جب بے لاگ حق آتا ہے تو ان کا عجیب حال ہوتا ہے ان کی مخصوص نفسیات ان کے لیے ایک قسم کی روک بن جاتی ہے حق کو ماننے میں ان کو محسوس ہوتا ہے کہ ان کے مفادات پر ضرب پڑ رہی ہے ان کو اپنی دنیا ویران ہوتی نظر آتی ہے ان کو ایسا لگتا ہے گویا حق کا اعتراف کرتے ہی ان کے سر سے برتری کا تاج اتر جائے گا۔

ایسے شخص کو محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنی بنائی ہوئی دنیا میں عزت اور کامیابی کے تخت پر بیٹھا ہوں اگر میں اسے چھوڑ کر حق کو قبول کرلوں تو لوگوں کے درمیان بے حیثیت ہو جاؤں گا۔ یہ نفسیات ایک قسم کا پردہ بن کر اس کے اور حق کے درمیان حائل ہو جاتی ہے پھر وہ اپنی مخصوص ذہنی کیفیت کی وجہ سے حق کو اس کی اصلی صورت میں دیکھ نہیں پاتا اور اس کی آواز کو اس کی پوری معنویت کے ساتھ سن نہیں پاتا۔

اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المجاھد من جاھد لنفسہ "اصلی مجاہد تو وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔" حقیقت یہ ہے کہ دشمن کو، سانپ کو اور موذی جانوروں کو مارنا آسان ہے مگر نفس کو مغلوب کرنا آسان نہیں ہے۔ شیر اور پہلوان کو پچھاڑ دینا ممکن ہے لیکن نفس کو پچھاڑ دینا بہت مشکل ہے سچ کہا ہے کہنے والے نے۔

نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا   بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

ایک بار صحابہ کرامؓ کسی جنگ سے واپس لوٹے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تم لوگ چھوٹے جہاد سے اب بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہو" صحابہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ بڑا جہاد کیا ہے" ارشاد ہوا" آدمی کا اپنے نفس سے جہاد کرنا۔"

جب حق آتا ہے تو اسے نہ ماننے کی کئی وجہیں ہوتی ہیں اور حق کو نہ قبول کرنے والے عام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو تعصب اور نفسانیت کی وجہ سے اسے قبول نہیں کرتے دوسرے وہ ہوتے ہیں جو غلط فہمی کی وجہ سے اس کا انکار کرتے ہیں۔

جو لوگ نفس پرستی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس کا انکار کرتے ہیں وہ کسی صورت میں اسے قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتے چاہے ان کے سامنے مستند دلائل کا انبار رکھ دیا جائے۔

اس قسم کی نفسیاتی رکاوٹیں آدمی کے ذہن پر غلبہ پالیتی ہیں وہ ایک ایسی چیز کا انکار کر دیتا ہے جس کے بارے میں اگر وہ سنجیدہ ہو کر سوچے تو اس کا دل گواہی دیدے کہ بلاشبہ وہ حقیقت ہے۔

البتہ جو لوگ غلط فہمی کی وجہ سے حق کے انکاری ہوتے ہیں ان لوگوں کے لیے اسے قبول نہ کرنا وقتی ہوتا ہے ان کے سامنے جب حق کی دلیل کو واضح کر دیا جاتا ہے تو وہ فوراً خود کو اس کے آگے جھکا دیتے ہیں اور اپنی غلط روش کو چھوڑ کر حق کے پیروکار بن جاتے ہیں۔

ضد، ہٹ دھرمی اور نفسانیت کی بنا پر حق کو جھٹلانے کی مثال ابو جہل کا وہ مشہور واقعہ ہے کہ جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ اے محمد اگر اس چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں تو میں تمہارا دین قبول کرلوں گا اللہ کے حکم سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس طرح نہیں کہ اس میں کوئی لکیر بن جائے یا دراڑ پڑ جائے بلکہ اس کے دو ٹکڑے اس طرح ہوئے کہ

چاند تھا آدھا ادھر آدھا ادھر بیچ میں کوہ صفا آیا نظر

ابو جہل نے اپنی آنکھوں سے اس حیرت ناک منظر کو دیکھا مگر یہ کہہ کر ایمان لانے سے انکار کر دیا کہ یہ سب جادو کی باتیں ہیں۔ لیکن غلط فہمی کی وجہ سے حق کو قبول نہ کرنے کی مثال فتح مکہ کے بعد پیش آنے والا ایک واقعہ ہے۔

جب مکہ فتح ہو گیا تو کچھ دنوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بتوں کو ختم کرنے کی مہم شروع کی ایک بت خانہ میں سواع نامی بت تھا اس بت کو منہدم کرنے کے لیے آپؐ نے حضرت عمرو بن العاص کو روانہ کیا۔

یہ مقام مکہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا جب وہ وہاں پہنچے تو اس کے مجاور نے پوچھا تم کس ارادے سے آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ میں اس بت کو توڑ دوں، مجاور اس بت کی عظمت سے اس قدر مبہوت تھا کہ اس نے کہا۔

تم کبھی ایسا نہیں کرسکو گے سواع تمہیں اس سے ضرور روک دے گا۔ حضرت عمر بن العاص

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کہا افسوس ہے تمہارے اوپر تم اب تک اسی وہم میں پڑے ہوئے ہو کیا یہ بت سنتا اور دیکھتا ہے جو مجھے روک دے گا۔؟

یہ کہہ کر انہوں نے سواع پر ایک ضرب لگائی اور بت ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ یہ منظر مجاور کے لیے توقع کے بالکل خلاف تھا بت کے ٹوٹنے سے اس کے خیالات کا طلسم بھی ٹوٹ گیا اور وہ پکار اٹھا اسلمت للہ ''میں اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا'' اور اسی وقت شرک کو چھوڑ کر دین توحید یعنی اسلام میں داخل ہو گیا۔

انسان انسان ہے اس سے قدم قدم پر لغزشیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن کسی موقع پر اگر کسی سے کوئی بھول یا لغزش ہو جائے اور آدمی کو اس کی یاد دلا دی جائے تو شرافت اور انسانیت کا تقاضہ ہے کہ وہ اس کا اعتراف کر لے جیسے ایک شخص تقریر کر رہا ہے اور دوران تقریر اس نے کسی مؤنث لفظ کو مذکر استعمال کر دیا بلاشبہ اس نے ایک ادبی غلطی کی۔

بعد میں اگر اسے اس کی اس لغزش کی یاد دہانی کرا دی جائے تو فوراً اسے اس حق کا اعتراف کر لینا چاہئے اور بندہ کی یہ ادا اللہ تعالی کو بہت پسند ہے۔ لیکن جب آدمی نفس کو اپنا خدا بنا لیتا ہے تو وہ حق کا اعتراف کرنے میں اپنی کسر شان سمجھتا ہے اس لیے وہ سچائی کے آگے جھکنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

معلوم ہوا کہ غلطی کا اعتراف کر لینا اور اس سے باز آ جانا ایک پسندیدہ فعل ہے لیکن غلطی پر اصرار کرنا اسے حق بجانب ٹھہرانا اور اپنے اس غلط موقف پر جمے رہنا غلطی ہی نہیں سرکشی ہے۔ جو شخص حق کے آگے نہ جھکے وہ اللہ کے آگے بھی جھکا ہوا نہیں ہے چاہے وہ کتنا ہی زیادہ خدا پرستی کا مظاہرہ کر رہا ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام سے اللہ کی نافرمانی ہوئی تھی انہوں نے جنت میں شجر ممنوعہ کھا لیا تھا مگر انہوں نے اپنے اس گناہ کا اعتراف کیا اور اللہ سے دعا کی۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین "اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر بہت بڑا ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہیں کی اور ہم پر رحمت نہیں کی تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔'' آخر کار اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ لیکن ابلیس نے بھی اللہ کی نافرمانی کی تھی۔ جب اللہ کی طرف سے تمام فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں تو اس نے انکار کر دیا۔ اللہ نے اس انکار کی وجہ پوچھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مامنعک الا تسجد اذا مرتک " تجھے کس چیز نے سجدہ سے روک دیا جب کہ میں نے اس کا حکم تجھے دیا تھا۔'' گویا اللہ تعالیٰ اسے ایک موقع دینا چاہتا تھا کہ وہ اس نافرمانی کا اعتراف کرلے اوراس سے باز آجائے مگراس نے کہا۔

أنا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین " میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیااوراسے مٹی سے'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ابیٰ واستکبر و کان من الکافرین "اس نے انکار کردیااور بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیااور کافروں میں سے ہوگیا۔'' وہ اپنی ضد پر اڑارہا اوراس کی ہٹ دھرمی نے اسے اعتراف حق سے محروم کردیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ راندۂ درگاہ ہوگیا۔ جولوگ نفس کی بندگی کو اپنا شعار بنالیتے ہیں وہ ہدایت جیسی قیمتی دولت سے محروم رہ جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ قصص میں ارشادفرمایا ہے۔

ومن اضل ممن اتبع هوٰه بغیر هدی من الله ان الله لایهدی القوم الظّلمین ''اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جس نے اللہ کی ہدایت کے بجائے اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کی ایسے ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا۔''

حضرات! آج ہمارے سماج میں جو برائیاں پائی جاتی ہیں وہ اتنی زیادہ ہیں کہ انھیں گنانہیں جاسکتا۔ کبر،حسد،بغض وکینہ،بات بات پرلڑائی جھگڑا،ایک دوسرے کے خلاف سازشیں، دوسروں کوجھوٹے مقدموں میں الجھادیناوغیرہ سب نفس پرستی ہی کے کرشمے ہیں۔ ہرجگہ مسلمان بات بات پرایک دوسرے سے برسرپیکاررہتے ہیں اس کی اصل وجہ یہی ذہنی بیماری ہے۔ اکبرالہ آبادی نے خوب لکھا ہے۔

جنہیں ہے شرک سے نفرت خدا کو ایک کہتے ہیں   یہ ان میں اب تلک کیوں جنگ اورتکرار باقی ہے
سبب اس کا ہے تو ظاہر خدالب پرخودی دل میں   بتان سنگ ٹوٹے ہیں بت پندار باقی ہے

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ہرطرح کے بتوں کوتوڑ دیالیکن اس بت کوتوڑنے پرہم تیارنہیں ہیں جو ہمارے دل ودماغ میں بیٹھا ہے یعنی نفس کا بت۔ سچ کہا کہنے والے نے۔

زباں سے گرکیا توحید کا دعوی تو کیا حاصل   بنایا ہے بت پندار کو اپنے خدا تونے

اللہ تعالیٰ ہمیں ہرطرح کی پرستش سے محفوظ رکھ کرصرف اپنا پرستار بننے کی توفیق عطافرمائے۔

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

جہاد

الحمد للّٰه الذی ھدانا لدینه القویم ومن علینا ببعثة النبی الکریم امابعد.

اعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم.

یایھا الذین آمنوا ھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم.

تؤمنون باللّٰه ورسوله وتجاھدون فی سبیل اللّٰه باموالکم وانفسکم

ذٰلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون.

چوٹی پہ اذانیں دیں ہم نے سولی پہ بھی جانیں دیں ہم نے
تیروں سے بھی آنکھ ملائی ہے نیزوں سے باتیں کیں ہم نے
تپتی ہوئی ریتوں پر لیٹے کوڑوں کی بھی ضرب سہی ہم نے
فریاد زباں پر کیا لاتے بھولے سے نہ آہ بھری ہم نے
میدان کا سر کرنا کیا ہے دریا میں بھی گھوڑے دوڑائے
کشتی پہ بھی جلادی ساحل پر جب سرد ینے پہ اتر آئے
وہ خوں رگوں میں ہے اب بھی اس خون کو کام میں لائیں گے
ہم ظلم کی گردن توڑیں گے ہم پیار کے دیپ جلائیں گے
اے امن واماں کے قزاقو! گو زخم ہمارا کاری ہے
ہم وار تمہارے جھیل چکے سنبھلو کہ ہماری باری ہے

حضرات: میری اس تقریر کا موضوع ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے

ہم مسلمان ہیں اور جس دین کی طرف نسبت کر کے ہم خود کو مسلمان کہتے ہیں وہ اسلام ہے۔ اللہ تعالے نے اسلام کو اپنی سب سے بڑی نعمت قرار دیتے ہوئے قرآن مجید کی سورۂ مائدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ارشاد فرمایا ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ط" آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت (اسلام) تم پر پوری کر دی ہے اور اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے۔"

سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے:

ان الدین عند اللّٰہ الاسلام " بلاشبہ اللہ کے نزدیک (پسندیدہ اور مقبول دین) اسلام ہی ہے" اسی سورۃ میں ایک جگہ یوں ارشاد ہوا ہے:

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخٰسرین " اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا اللہ کے یہاں اس کی طرف سے یہ دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں قطعاً نامراد ہوگا"

اسلام کے لغوی معنی متعدد ہیں

مشہور لغت لسان العرب کے مطابق اسلام سلم لفظ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں عافیت کی زندگی بسر کرنا' باہمی صلح ومحبت سے رہنا، ایک دوسرے کے ساتھ عزت وتکریم واخلاق کے ساتھ پیش آنا۔

اسلام کے خاص معنی اطاعت کے بھی ہیں۔ حکم حاکم پر کاربند ہونا' اس کی منع کی ہوئی باتوں اور چیزوں سے باز رہنا اور حاکم پر کوئی اعتراض نہ کرنا یہ بھی اسلام کا مفہوم ہے۔

لیکن اسلام کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ کا ظاہری اور باطنی طور پر مطیع اور فرماں بردار بن جائے، اپنا رخ خالص اللہ کی طرف کرلے، اپنے تن من دھن کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر قربان کر دینے کے لئے تیار رہے۔۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کا مطلب ہے:

"گردن نہادن بطاعت" یعنی اللہ کی عبادت واطاعت میں خود کو وقف کر دینا۔ اور مسلم وہ ہوتا ہے جو احکام الٰہی کے مطابق چلے اور کسی حال میں ان سے سرتابی نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زندگی گذارنے کے لئے جو قانون دیئے ہیں انکی دو قسمیں ہیں۔ تکوینی قانون اور تشریعی قانون'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکوینی قانون کا مطلب ہے وہ قانون جس کی پابندی کرنے پر انسان چار و ناچار مجبور ہے اور اسے پیدائشی طور پر اس بات کی آزادی بالکل نہیں دی گئی ہے کہ چاہے تو ان پر عمل کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ مثلاً اللہ نے انسان کو آنکھیں دی ہیں دیکھنے کے لئے اور زبان دی ہے سننے کے لئے، اب ہر شخص مجبور ہے کہ آنکھوں سے دیکھنے کا کام لے اور زبان سے بولنے کا اور چکھنے کا، کوئی شخص اگر اس کے الٹا کرنا چاہے۔۔۔۔ یعنی آنکھوں سے بولنے اور زبان سے دیکھنے کا کام لے تو وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔

اللہ نے منہ بنایا ہے کھانے کے لئے اور ناک بنائی ہے سونگھنے کے لئے، کوئی شخص قدرت کے اس قانون کی خلاف ورزی کر کے اگر ناک سے کھانا چاہے اور منہ سے سونگھنا چاہے تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔

اللہ کے اس تکوینی احکام کی پابندی کرنے پر ہر شخص مجبور ہے چاہے وہ اللہ کا ماننے والا ہو یا اس کے وجود تک کا انکاری ہو۔ روس کے سابق وزیر اعظم خروشچیف نے ایک بار اللہ کے وجود کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا: ''ہمارے خلاباز خلاؤں میں گھومتے رہے لیکن خدا کہیں نظر نہ آیا''

لیکن ایسا منکر شخص بھی اللہ کے تکوینی قانون کی پابندی کرنے پر مجبور تھا۔

دوسری قسم ہے تشریعی قانون'

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعہ انسانوں کو زندگی گزارنے کا جو لائحہ عمل دیا ہے وہ تشریعی قانون ہے ان احکام کو شرعی احکام یا شرعی قوانین بھی کہتے ہیں۔ پیدائشی طور پر انسان ان احکام کی پابندی کرنے پر مجبور نہیں ہے اسے ان پر عمل کرنے کا بھی اختیار ہوتا ہے اور نہ عمل کرنے کا بھی۔

اگر وہ ان کی خلاف ورزی کرے تو قدرت اسے اس کی پابندی پر مجبور نہیں کریگی اسی تشریعی قانون کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔ قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ اسلام اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے یہی حق اور سچا مذہب ہے، یہ ہر پہلو سے کامل ہے اور پوری دنیائے انسانیت کی نجات اسلام کی پیروی ہی پر منحصر ہے۔ اب اسلام کی اس مخصوص حیثیت کا تقاضہ ہے کہ اسے پوری دنیا میں پہنچایا جائے، اس کی تعلیمات کو ہر ہر گوشہ میں عام کیا جائے اور اس کی دعوت ہر ہر فرد کو دی جائے'

اس نے جن جن کاموں سے روکا ہے تمام انسانوں کو ان سے روکا جائے اور جن جن کاموں کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے ان کے کرنے پر سب کو آمادہ کیا جائے'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان کی ذمہ داری کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ یہ اتنی بڑی اور اتنی ہمہ گیر ذمہ داری ہے کہ وہی اس کے وجود کا کامل مقصد بن جاتی ہے'

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا ہے:

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر وتومنون باللہ ط "تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے تم بھلائیوں کا حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو" معلوم ہوا کہ امت محمدیہ اس لئے خیر امت ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر چیز اپنی قدر و قیمت اسی وقت تک باقی رکھ سکتی ہے جب تک وہ اس کام کو پوری کرتی رہے جس کے لئے وہ وجود میں لائی گئی ہے مثلاً بجلی کا بلب جو اس وقت آپکے سروں پر لٹک رہا ہے اس کی قدر آپ اسی وقت تک کرتے ہیں جب تک یہ روشنی دیتا ہے ۔۔۔۔۔ یا اپنے اندر روشنی دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔۔۔ مگر جب فیوز ہو کر خراب ہو جاتا ہے یعنی اپنے مقصد وجود کو پورا کرنے کے قابل نہیں رہ جاتا تو آپ اسے اکھاڑ کر کسی کوڑے دان یا نالی میں پھینک دیتے ہیں۔

اب ایک تمثیلی واقعہ سنئے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک روز ایک چوڑی بیچنے والا شخص اپنے سر پر چوڑی کی گٹھری رکھے ہوئے جارہا تھا' راستے میں اسے ایک چور مل گیا' اس نے پیچھے سے گٹھری پر لاٹھی ماردی اور پوچھا بتا اس میں کیا ہے؟ چوڑی فروش نے کہا ''اگر اس گٹھری پر ایک لاٹھی اور ماردو تو اس میں کچھ نہیں ہے'' یعنی تم نے ایک لاٹھی ماردی تو اس میں سے آدھی چوڑیاں ٹوٹ گئیں اب اگر اس پر ایک لاٹھی اور پڑ جائے گی تو ساری چوڑیاں ٹوٹ جائیں گی

یہ چوڑیاں صرف اس لئے تھیں کہ وہ کچھ عورتوں کے ہاتھ کی زینت بنیں مگر چوں کہ وہ اب اس مقصد کو پورا کرنے کے لائق نہیں رہیں اس لئے یہ کچھ نہیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ مسلمان اگر دعوت دین کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے تو اللہ کے یہاں ان کا مقام خیر امت کا ہوگا اور اگر انھوں نے اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو اللہ کے نزدیک ان کی کوئی وقعت نہیں ہوگی۔ آیئے ہم اپنی اس ذمہ داری کو ذرا دوسرے انداز سے دیکھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ حج میں امت محمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:
وجاھدو افی اللہ حق جھادہ "اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے"
آخر جہاد ہے کیا چیز؟
یہ دنیا ہمیشہ سے خیر اور شر۔۔۔یعنی بھلائی اور برائی۔۔۔کا مسکن رہی ہے
یہ دونوں طاقتیں ہمیشہ سے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں باطل نے ہمیشہ چاہا ہے کہ وہ حق کو ملیا میٹ کر دے، اس کی آواز کو دبا دے اور اس کا راستہ روک دے
یہ باطل کبھی قارون اور کبھی فرعون کی مشکل میں آیا ہے، کبھی ابولہب اور ابوجہل کی شکل میں آیا ہے اور کبھی مسیلمہ کذاب۔کے دعویٰ نبوت کی شکل میں آیا ہے۔
اور آج بھی یہ باطل الحاد کی شکل میں' شرک و بدعات کی شکل میں' انکار حدیث کی شکل میں 'اور قادیانیت یعنی ختم نبوت کے انکار کی شکل میں موجود ہے۔
علامہ اقبال نے صحیح فرمایا ہے:
ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز   چراغ مصطفویٰ سے شرار بولہبی
جب اسلام اللہ کا دین حق ہے تو یہ فطری اور ضروری ہے کہ باطل کی طرف سے اس کی راہ روکی جائے' اس کے راستے میں روڑے اٹکائے جائیں، اسکی مزاحمت کی جائے اور اس کے خلاف پروگنڈہ کر کے لوگوں کو اس سے برگشتہ اور بدظن کیا جائے' اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی ان تھک جد جہد کی جائے، اسلام اپنے ماننے والوں کو تاکید کرتا ہے کہ اس کی راہ میں آنے والی ہر مزاحمت کا مقابلہ کیا جائے' اور ہر رکاوٹ کو دور کرنے کی مسلسل اور امکانی کوشش کی جائے اور آخری حد تک کی جائے یہی جہاد ہے۔
جہاد کا مطلب ہے اپنے مقصد کے لئے انتہائی کوشش صرف کر دینا اپنی ساری قوت لگا دینا اور اپنی تمام طاقت نچوڑ دینا۔ اور مجاہد وہ ہے جو اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی دھن میں لگا رہے زبان سے اسی کی تبلیغ کرے، ہاتھ اور پاؤں سے اسی کے لئے جد جہد کرے، دماغ سے اسی کے لئے تدبیریں سوچے' اور ہر اس مزاحمت کا پوری طاقت سے مقابلہ کرے جو اس کا راستہ روکے جاہے اسکے لئے اپنا مال اپنا وقت اپنا آرام یہاں تک کہ اپنا آخری سرمایہ۔۔۔یعنی جان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔۔۔تک کیوں نہ قربان کرنی پڑے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا سے شر و فساد، ظلم بے انصافی، حق تلفی اور برائیوں کے خلاف جد جہد کرنا جہاد ہے۔ چاہے وہ تلوار کے ذریعہ ہو، یا قلم کے ذریعہ ہو، یا زبان کے ذریعہ یا عمل و اخلاق اور دلیل کی قوت کے ذریعہ۔

اگر یہ کام اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کی بقا کے لیے کیا جائے اور پیش نظر اللہ کی رضا کا حصول ہو تو یہی کوشش جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

مسلم میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ایک شخص مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے، دوسرا شہرت اور ناموری کے لئے لڑتا ہے تیسرا کسی (قومی یا وطنی یا خاندانی یا کسی اور) حمیت کی بنا پر لڑتا ہے ان میں سے کس کی لڑائی فی سبیل اللہ ہے۔

ارشاد ہوا:

من قاتل لتکون کلمة اللّٰہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللّٰہ

''جو شخص صرف اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے بس اسی کا لڑنا فی سبیل اللہ ہوتا ہے''

ابوداؤد میں روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول ایک شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے لیکن ساتھ ہی دنیا کا کوئی مفاد بھی اس کے پیش نظر ہے، اس کی بابت آپ کیا فرماتے ہیں''

ارشاد ہوا:

لا اجر له ''اسے کوئی اجر نہیں ملے گا''

جہاد کے بارے میں اللہ تعالی نے قرآن مجید کی سورۂ صف میں ارشاد فرمایا ہے

یٰایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون باللّٰہ ورسوله وتجاھدون فی سبیل اللّٰہ باموالکم وانفسکم ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون یغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر ومسٰکن طیبة فی جنٰت عدن ذٰلک الفوز العظیم واخریٰ تحبونھا نصر من اللّٰہ وفتح قریب وبشر المؤمنین ,, اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمھیں اللہ کے دردناک عذاب سے نجات دلا دے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مال اور اپنی جان سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو اس صورت میں وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں ہوں گی اور پاکیزہ محلات میں جگہ دے گا جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہوں گے یہی عظیم الشان کامیابی ہے اور ایک اور چیز بخشے گا جو تمھیں محبوب ہے اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح اور (اے نبی) اہل ایمان کو بشارت دو"

سورۂ حجرات میں یوں ارشاد ہوا ہے:

انما المؤمنون الذين امنو با للّٰه ورسوله ثم لم يرتابوا وجاهدوا باموالهم وانفسهم في سبيل اللّٰه اولئك هم الصدقون"

"حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انھوں نے کوئی شک نہیں کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی لوگ سچے ہیں"

سورۂ توبہ میں وضاحت کی گئی ہے:

الذين امنوا وهاجروا وجاهدوا في سبيل اللّٰه باموالهم وانفسهم اعظم درجة عند اللّٰه واولئك هم الفائزون

"اللہ کے یہاں تو انہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا وہی کامیاب ہیں"

اسی سورۃ میں آگے چل کر یوں ارشاد ہوا ہے

قل ان كان اباؤكم وابناؤكم واخوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال ن اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومسكن ترضونها احب اليكم من اللّٰه ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتىٰ ياتي اللّٰه بامره واللّٰه لا يهدي القوم الفسقين.

"اے نبی کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب' اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تمہیں خوف ہے، اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اسکی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا"

سورۂ انفال میں ارشاد ہوا ہے:

والذین امنو وھا جرو وجا ھدوافی سبیل اللّٰہ والذین اٰو وا ونصروا اولٰئک ھم المؤمنون حقا "اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے انہیں پناہ دی اور ان کی مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں"

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان۔۔۔اولٰئک ھم المؤمنون حقا : "یہی لوگ سچے مومن ہیں" ۔۔۔اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ جہاد ایمان کی علامت اور اس کی کسوٹی ہے یعنی اہل ایمان کے اندر ہمیشہ جہاد کی تڑپ رہے گی اور جس کے سینے میں کفر یا نفاق ہوگا وہ جہاد سے جی چراتا رہے گا۔

قرآن مجید کی سورۂ توبہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ بتا دیا گیا ہے کہ جہاد اسلام اور نفاق کی کسوٹی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

لا یستا ذنک الذین یومنون با للّٰہ والیو م الآ خر ان یجاھدوا با موالھم وانفسھم واللّٰہ علیم بالمتقین انما یستا ذنک الذین لا یومنون با للّٰہ والیو م الأخر وارتابت قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون : "جو لوگ اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو کبھی تم سے درخواست نہ کریں گے کہ انہیں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے سے معاف رکھا جائے اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ تم سے ایسی اجازت وہی چاہتے ہیں جو نہ اللہ پر یقین رکھتے ہیں نہ آخرت پر جن کے دلوں میں شک ہے وہ ان شکوک میں سرگرداں ہیں"

ان دونوں آیات سے یہ بات سمجھ لینے میں کوئی دشوری نہیں ہوتی کہ اللہ کے دین کی سر بلندی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے بھر پور جد جہد دین وایمان کی کسوٹی ہے۔ مخلص مومن اس جد جہد سے کترانے کے لئے بہانے نہیں تلاش کرتا' وہ اپنا سب کچھ اس راہ میں لگا دیتا ہے' اس کے برعکس جو شخص اس جد جہد میں اپنا حصہ نہیں ادا کرتا اور حیلوں بہانوں اور تاویلوں کی اوٹ میں پناہ لیتا ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی رو سے وہ اللہ اور آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتا' یعنی اگر وہ خود کو مسلمان کہتا ہے تو اپنے دعویٰ ایمان میں جھوٹا ہے۔

گویا کفر و اسلام کے تصادم کے دوران جہاد ہی وہ چیز ہے جو اہل ایمان اور جھوٹے مدعی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان کے فرق کو واضح کرتی ہے۔

جو شخص اس طرح کے نازک حالات میں خود کو اسلام کے لئے وقف کردے اور اس کی سر بلندی اور بقا کے لئے اپنی ساری نچوڑ دے وہی سچا مومن ہے۔

لیکن اس کے برخلاف جو شخص اس موقع پر اپنی جان بچائے اور اسکے لئے قربانیاں دینے میں پہلوتہی کرے اس کا یہ طرز عمل اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ اس کے دل میں ایمان نہیں ہے۔

چنانچہ دور نبوت میں مدینہ میں کسی جہاد کے موقع پر اگر کوئی منافق بیمار ہو جاتا تو اسے بہت خوشی ہوتی تھی وہ یہ سوچ کر پھولے نہیں سماتا تھا کہ جنگ میں جانے سے بچ گیا اور اس کی جان و مال کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوا۔

لیکن ایسے موقع پر اگر کوئی سچا اہل ایمان بیمار ہو جاتا تو اس کی پوری رات مارے افسوس کے کروٹیں بدلنے میں گزر جاتی تھی وہ سوچ کر تڑپتا رہتا تھا کہ آج شہادت کا موقع میرے ہاتھ چلا گیا۔

کفر و اسلام کے ٹکراؤ کے موقع پر اسلام کا ساتھ دینے میں سستی اور کوتاہی کس قدر مہلک اور نقصان دہ ہے اسے سمجھنے کا لیے غزوۂ تبوک کا تفصیلی واقعہ سمجھ لینا کافی ہے۔

یہ غزوہ ۹ھ میں پیش آیا۔

اس جنگ سے فراغت کے بعد جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو جو لوگ اس میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ معذرت کرنے آپ کے پاس پہنچے ان میں اسی سے زیادہ منافقین تھے، منافقین نے جھوٹے بہانے کیئے اور لیکن تین سچے مومن بھی تھے۔

یعنی کعب مالک، بلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم۔

ان میں دو یعنی کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما تو ان تین سو تیرہ جان نثاروں میں تھے جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔

البتہ مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ اگر چہ بدری نہیں تھے لیکن کوئی جنگ ایسی نہیں تھی جس میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت نہ کی ہو۔

لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ ان تینوں کا معاشرتی بائیکاٹ کیا جائے اور کوئی ان سے سلام و کلام نہ کرے۔ یہاں تک کہ چالیس دن پورے ہو جانے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر انہیں بیویوں سے بھی الگ رہنے کی تاکید کر دی گئی۔

اور حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ درحقیقت زمین ان لئے تنگ ہو گئی آخر کار جب معاشرتی بائیکاٹ کے پچاس دن پورے ہوئے تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی معافی کا اعلان ہوا قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اللہ تعالی نے ان تینوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

وعلى الثلثة الذين خلفوا حتىٰ اذا ضاقت عليهم الارض بما رحبت وضاقت عليهم انفسهم وظنوا ان لا ملجا من الله الا اليه ثم تاب عليهم ليتوبوا ان الله هوا لتواب الرحيم.

''اوران تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کے معاملہ کو ملتوی کر دیا گیا تھا۔ جب زمین اپنی تمام وسعت کے وجود ان پر تنگ ہوگئی اوران کی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اورانہوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لئے کوئی پناہ گاہ خود اللہ ہی کے دامن رحمت کے سوانہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے ان کی طرف سے پلٹا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں یقیناً وہ بڑا معاف کرنے ولا اور رحیم ہے''

مقاطعہ کے دنوں میں ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع تو اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے اور ایک طرح سے انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

مگر حضرت کعبؓ بن مالک باہر نکلتے تھے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے بازار بھی جاتے تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مدینہ کی سرزمین ان کے لئے بدل گئی ہے وہ اپنوں کے درمیان اجنبی بن کر رہ گئے ہیں اوراس بستی میں ان کو کوئی پہچاننے ولا بھی نہیں ہے۔ خود ان کا بیان ہے کہ جب میں مسجد میں نماز کے لئے جاتا تو معمول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا مگر بس انتظار ہی کرتا رہ جاتا تھا کہ آپ سلام کا جواب دیں' مگر میں یہ دیکھ کر تڑپ اٹھتا تھا کہ جواب کے لئے آپؐ کے ہونٹوں میں کوئی جنبش نہیں ہوتی 'البتہ میں نماز میں نظریں چرا کر آپ کو دیکھنے کی کوشش کرتا کہ مجھ پر آپ کی نظریں کیسی پڑتی ہیں؟ مگر وہاں حال یہ تھا کہ جب تک میں نماز پڑھتا آپ میری طرف دیکھتے رہتے اور جہاں میں نے سلام پھیرا کہ آپ نے میری طرف سے اپنی نظریں ہٹالیں اسی دوران وہ ایک بار بے خیالی میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے چچیرے بھائی حضرت ابوقتادہؓ کے پاس پہنچ گئے اور انہیں سلام کیا'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا 'انہوں نے حضرت ابوقتادہ سے بڑی حسرت کے ساتھ کہا ابوقتادہ! کیا مجھے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے، انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا' پھر پوچھا پھر خاموشی رہی' اور تیسری بار سوال کرنے پر انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔

حضرت ابوقتادہ کے اس جواب پر ان کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ اور انہی دنوں ایک بار بازار میں انہیں شام کا ایک شخص ملا اور اس نے ایک بہتر اور قیمتی ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا شاہ غسان کا خط ان کے حوالے کیا جس میں لکھا تھا:

''ہم نے سنا ہے کہ تمھارے نبی نے تم پر ظلم کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں حالاں کہ تم کوئی ذلیل آدمی نہیں ہو' اور نہ اس لائق ہو کہ تمہیں ضائع کیا جائے ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری قدر کریں گے۔''

لیکن انہوں نے شاہ غسان کی اس پیشکش کو انتہائی حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور خط کو جلا دیا اس طرح پچاس دن پورے ہو جانے کے بعد ایک روز اچانک انکے کانوں میں کسی کی آواز آئی ''مبارک ہو کعب بن مالک۔''

وہ کہتے ہیں کہ اس آواز کو سنتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ میری معافی کا حکم ہو گیا ہے وہ سجدہ میں گر پڑے' پھر لوگ دوڑ کر ان کے پاس آنے لگے اور انہیں مبارک باد دینے لگے وہ اٹھے اور سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے' انہیں دیکھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مارے خوشی کے دمک رہا تھا' انہوں نے آپ کو سلام کیا آپؐ نے جواب دینے کے بعد فرمایا: ''تجھے مبارک ہو' یہ دن تیرے لئے سب سے بہترین دن ہے'' پھر آپؐ نے ان کو ان کی برأت کی آیات سنائیں۔

کعب بن مالک نے خوشی سے جھوم کر کہا: یارسول اللہ! میری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ میں اپنا سرمایہ اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں: آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''کچھ رہنے دو تمہارے لئے بہتر ہے'' آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر انہوں نے خیبر کا اپنا حصہ رکھ لیا اور باقی سب خیرات کر دیا۔

اس واقعہ سے جہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے سرگرمی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملے میں ایک منافق کا طرز عمل کیا ہوتا ہے اور ایک مومن کا طریقہ کیا ہوتا ہے ؟

وہیں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ کفر اور اسلام کے ٹکراؤ کا معاملہ کس قدر اہم اور نازک ہے' اس معاملے میں جو لوگ اسلام کے لئے جان و مال قربان کرنے میں بد نیتی کے ساتھ نہیں نیک نیتی ہی کے ساتھ پوری زندگی میں ایک ہی بار سہی، غفلت کر بیٹھتے ہیں یا ان سے اس فریضے کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی ہو جاتی ہے، ان کی پوری زندگی کی عبادت اور ریاضت خطرے میں پڑ سکتی ہے اور وہ اپنی تمام سابقہ قربانیوں کے باوجود اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔

جہاد بظاہر ایک جفاکشی کا کام ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی فرمان ایسا نہیں ہے جو اس کے بندوں پر ناقابل برداشت اور ان کے لئے ناممکن العمل ہو۔

ذرا ہم غور کریں' کیا ہم کسی انسان یا کسی جانور کے ذمے وہ کام لگا سکتے ہیں جس کے کرنے کی سکت اور صلاحیت اس میں نہ ہو؟

ظاہر بات ہے کہ ہرگز نہیں' فرض کیجیے یہ نامکمل دیوار جو آپ کے سامنے کھڑی ہے کیا آپ اس سے کہہ سکتے ہیں کہ ''اے دیوار تھوڑی سی آگے کھسک جا''؟

ہرگز نہیں کہہ سکتے کیونکہ دیوار ایک بے جان چیز ہے اور اس کے اندر چلنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ایک ان پڑھ شخص کو ایک خط لکھانا ہے' اس نے دیکھا کہ ایک موٹا تازہ کتا سایہ میں آرام سے بیٹھا ہوا ہے کیا وہ شخص اس کتے سے یہ کہنے کی جرأت کرے گا کہ: ''کتے صاحب براہ کرم میرا یہ خط تحریر فرما دیجئے''

قطعی نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کتوں کے اندر لکھنے پڑھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی ہے

جب انسان ایسا نہیں کر سکتا ۔۔۔۔۔ جس کا علم محدود ہے ۔۔۔۔ تو کیا اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے جب کہ وہ جانتا ہے کہ کس میں کتنی سکت اور صلاحیت ہے۔؟

اور یہ حقیقت ہے کہ صرف اللہ تعالےٰ ہی کا علم کامل ہے باقی رہے فرشتے انبیاء و رسل ان سب کا علم اس کے مقابلے میں انتہائی ناقص ہے ان کو اتنا ہی علم ہے جتنا اس نے انہیں بتایا اور سکھایا ہے۔

قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرشتوں سے کہا تھا:

انی جا عل فی الا رض خلیفة " میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"

تو فرشتوں نے کہا تھا: اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک و نقدس لک " کیا آپ زمین میں ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا آپ کی حمد ثنا کے ساتھ تسبیح تو ہم کر ہی رہے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: انی اعلم ما لا تعلمون " میں سب کچھ جانتا ہوں تم نہیں جانتے" آگے ارشاد ہوتا ہے: وعلم آدم الا سماء کلھا ثم عرضھم علی الملئکة فقال انبئونی با سماء ھؤ لاء ان کنتم صٰدقین " اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ اگر تمہارا خیال صحیح ہے (کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے انتظام بگڑ جائے) تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ۔

انہوں نے عرض کیا سبحنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

"ہر طرح کے نقص سے تو آپ ہی کی ذات پاک ہے ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دیا ہے"

عرب میں بسا اوقات یہ صورت پیش آتی تھی کہ میاں بیوی کی لڑائی ہوتی اور کسی وجہ سے شوہر کا غصہ زیادہ بڑھ جاتا تو وہ اپنی بیوی سے کہتا تھا:

انت علی کظھر امی "تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ" یعنی تجھ سے مباشرت کرنا میرے لئے ایسا ہی ہے جیسے میں اپنی ماں سے مباشرت کروں۔

اس فعل کا نام ظہار تھا۔

زمانہ جاہلیت میں ۔۔۔۔ اسے طلاق ۔۔۔۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید قطع تعلق کا اعلان سمجھا جاتا تھا کیونکہ ان کے نزدیک اس کے معنی یہ تھے کہ شوہر اپنی بیوی سے نہ صرف ازدواجی رشتے توڑ رہا ہے بلکہ اسے اپنی ماں کی طرح حرام قرار دے رہا ہے۔

اسی بنا پر ان کے نزدیک طلاق کے بعد رجوع کی گنجائش تو ہو سکتی تھی لیکن ظہار کے بعد رجوع کا امکان باقی نہیں رہتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن قرآن نے ان کے اس نظریے کی تردید کی اور سورۂ مجادلہ میں ارشاد ہوا:

الذین یظھرون منکم من نسائھم ما ھن امھٰتھم ان امھٰتھم الا الّٰی ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا ط وان اللہ لعفو غفور: "تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے یہ لوگ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص اپنی نادانی، ناسمجھی، جہالت اور پھوہڑپن میں آکر اپنی بیوی کو ماں سے تشبیہ دے دیتا ہے تو اس کے ایسا کہنے سے بیوی ماں کیسے ہو جائے گی؟

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے جاہلیت کا وہ قانون منسوخ ہو گیا جس کی رو سے شوہر سے اسکی بیوی کا نکاح ٹوٹ جاتا تھا اور وہ اس کے لئے ماں کی طرح قطعی حرام سمجھ لی جاتی تھی۔

البتہ اس فعل کو قرآن نے ناپسندیدہ اور جھوٹی بات قرار دیا ہے اس سے آگے آنے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس فعل کا کفارہ بتایا ہے۔

والذین یظٰھرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا ذلکم توعظون بہ واللّٰہ بما تعملون خبیر ○ فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا ذٰلک لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتلک حدود اللہ ط"

"جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی بات سے رجوع کریں جو انہوں نے کہی تھی تو قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں ایک غلام آزاد کرنا ہوگا اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے اور جو شخص غلام نہ پائے وہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں"

احادیث میں آتا ہے کہ ایک صحابیہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ سے ان کے شوہر نے کہہ دیا:

انت علی کظھر امی "تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ": اب وہ بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پریشان ہوئیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا اور پوچھا:

''یارسول اللہ! اب میں کیا کروں؟''

تب تک ظہار کے متعلق قرآن کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔

آپؐ نے فرمایا کہ ابھی تک اللہ نے مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے اس لیے میں تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتا البتہ میری یہ نصیحت ہے کہ تم اپنے خاوند کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ ایک بوڑھے آدمی ہیں۔

اس پر انہیں تسلی نہیں ہوئی اور وہ بار بار اپنے شوہر کے ظہار کا قصہ سنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر رہی تھیں:

''یارسول اللہ! اگر ہم دونوں میں جدائی ہوگئی تو میں مصیبت میں پڑ جاؤں گی اور میرے بچے برباد ہو جائیں گے۔''

ابھی ان کی یہ تکرار چل رہی تھی کہ اچانک آپؐ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور آپؐ پر قرآن مجید کی سورۂ مجادلہ کا یہ آیات نازل ہوئیں اور ظہار کے بارے میں اللہ نے حکم دینے سے پہلے ارشاد فرمایا۔

قد سمع اللّٰه قول التی تجا دلک فی زو جها و تشتکی الی اللّٰه و اللّٰه یسمع تحا ور کما ان اللّٰه سمیع بصیر ۝

''اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملہ میں تم سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کیے جاتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے' وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے''

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اس وقت وہاں موجود تھی لیکن پورے طور پر اس عورت کی بات نہیں سن سکی اور اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر اس کی ساری باتیں سن لیں۔

تو جب اللہ تعالیٰ کا علم محدود ہے تو کیا وہ کسی بندے کو اس کی سکت سے باہر کا حکم دے سکتا ہے؟ اس نے قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے:

لا یکلف اللّٰه نفسا الا وسعها' اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے زیادہ ذمہ داری کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بوجھ نہیں ڈالتا''

معلوم ہوا کہ نماز پڑھنا ، خیرات دینا، صاحب نصاب ہونے پر زکوٰۃ دینا، صاحب استطاعت ہونے پر حج ادا کرنا، جھوٹ سے پرہیز کرنا، سچائی کی راہ اختیار کرنا، حرام کمائی سے بچنا، حلال روزی کھانا، دین تبلیغ کرنا، اللہ کے بندوں کا حق ادا کرنا وغیرہ' انسان کے بس کے باہر کے کام نہیں ہیں' تو پھر جہاد کے بارے میں یہ تصور کرنا کس قدر غلط ہے کہ یہ انسان کے لئے ایک نا قابل برداشت بوجھ ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی حکم بے مقصد اور فائدوں سے خالی نہیں ہے۔

اس دنیا میں کسی انسان کا کوئی کام بے مقصد بے فائدہ اور بلا وجہ نہیں ہوا کرتا۔

جیسے یہ لاؤڈ اسپیکر کیا ہمارے سامنے یوں ہی بلا مقصد لگا دیا گیا ہے؟ نہیں بلکہ اس لئے لگایا ہے تاکہ بولنے والے کی آواز دور تک سنائی دے۔ کیا آپ اپنے گھروں اپنے بستروں اپنے کاروبار اور اپنی مصروفیتوں کو چھوڑ کر اس مجلس میں بیکار آگئے ہیں؟

نہیں بلکہ وعظ نصیحت کی باتیں سننے کے لئے آئے ہیں۔ اس جلسہ گاہ کے پاس سے جو سڑک بازار کی طرف جاتی ہے صبح ہونے کے بعد سے لوگ اس پر چلتے ہوئے نظر آئیں گے کوئی سائیکل سے' کوئی جیپ سے کوئی بس سے کوئی اسکوٹر سے اور کوئی پیدل۔

کیا یہ لوگ بلا ضرورت سڑک پر چلتے ہوئے نظر آتے ہیں؟

نہیں کوئی سامان خریدنے جاتا ہے کوئی سامان بیچنے جاتا ہے کوئی دفتر جاتا ہے۔ کوئی اسپتال جاتا ہے۔ جب انسان کا کوئی کام بے مقصد نہیں ہوتا تو کیا اللہ تعالیٰ کا کوئی فرمان بے مقصد اور بے فائدہ ہوسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔

یہ اور بات ہے کہ ہم اپنے ناقص علم کی بنا پر اسے بے فائدہ اور بے مقصد سمجھیں۔

جیسے آپ کا لڑکا ہے آپ اسے پڑھنے کے لئے کہتے ہیں اسے اسکول جانے کی تاکید کرتے ہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ اگر اس نے علم حاصل کرلیا تو وہ عالم فاضل ڈاکٹر یا انجینئر بنے گا اور اگر وہ علم کی دولت سے محروم رہ گیا تو اس کی زندگی برباد ہوجائے گی۔

لیکن وہ اسکول جانے سے جی چراتا ہے محنت کرنے سے بھاگتا ہے کیونکہ وہ علم کے فائدوں سے واقف ہی نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جہاد کے بارے میں قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے:

کتب علیکم القتال و هو کره لکم و عسیٰ ان تکرهوا شیئا و هو خیر لکم و عسیٰ ان تحبوا شیئا و هو شر لکم و اللّٰه یعلم و انتم لا تعلمون ٥

''تمہیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لیے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے''

یعنی جہاد کا حکم اگر چہ تم پر بھاری پڑے گا اور اس میں تمہیں محنت' مشقت اور جفا کشی نظر آئے گی کیوں کہ ممکن ہے تم قتل کر دیئے جاؤ یا زخمی ہو جاؤ یا سفر کی تکلیف برداشت کرنی پڑے وغیرہ۔ لیکن اگر دل کی گہرائیوں سے سوچو تو ان سب کے باوجود وہ تمہارے لیے بہت بہتر اور نفع بخش ہے کیوں اسی سے تمہیں غلبہ حاصل ہوگا دشمن کی پامالی اور بربادی ہوگی اس کا مال' اس کی دولت اس کا سامان بلکہ اس کے بال بچے تمہارے قدموں میں ہوں گے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو اپنے لیے اچھا جانو اور وہ تمہارے لیے بری ہو عموماً ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی چیز کو اپنے لیے پسند کرتا ہے لیکن درحقیقت نہ اس میں مصلحت ہوتی ہے نہ کسی قسم کی خیر و برکت۔

اسی طرح گو تم جہاد نہ کرنے میں بہتری سمجھو لیکن وہ دراصل تمہارے لیے زبردست نقصان دہ ہے کیوں کہ اس سے دشمن تم پر غالب آ جائے گا دنیا میں تمہیں قدم ٹکانے کو بھی جگہ نہیں ملے گی اور تمہاری اور تمہارے بال بچوں کی زندگی ہمیشہ خطروں کی زد میں رہے گی تمہارے کاموں کے انجام کا علم صرف اللہ ہی کو ہے وہ جانتا ہے کہ کون سا کام تمہارے انجام کے لحاظ سے اچھا ہے اور کون سا کام برا ہے وہ اسی کام کا حکم دیتا ہے جس میں تمہارے لیے دونوں جہان کی بہتر ہو۔

اس لیے جہاد کو برا نہ سمجھو اسے دل جان سے قبول کرو۔

جہاد یعنی اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنا سب کچھ داؤں پر لگا دینا۔۔۔ کوئی آسان کام نہیں ہے۔

اس کا راستہ کبھی پھولوں کی سیج نہیں رہا بلکہ یہ ہمیشہ سے کانٹوں سے بھرا ہوا رہا ہے۔

لیکن جو شخص اس راہ میں قدم اٹھاتا ہے اسکے ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی مکمل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمایت رہتی ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ محمد میں ارشاد فرمایا ہے:

یٰا یھا الذین اٰمنو ا ان تنصر کم اللّٰہ ینصر کم ویثبت اقدامکم "اے ایمان والو! اگر تم نے اللہ کی (یعنی دین کی) مدد کی تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوط کر دے گا"

سورۂ انفال میں یوں ارشاد ہوا ہے

یٰا یھا النبی حسبک اللّٰہ ومن اتبعک من المؤمنین یا یھا النبی حرض المؤمنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرو ن یغلبوا ما ئتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا من الذین کفروا با نھم قوم لا یفقھون ٥

''اے نبی تمہارے لیے اور تمہارے پیروکار اہل ایمان کے لیے تو بس اللہ کافی ہے اے نبی مومنو کو جنگ پر ابھارو اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم ہوں تو وہ دو سو پر غالب ہونگے اور اگر سو آدمی ایسے ہوں تو منکرین حق میں سے ہزار آدمیوں پر بھاری رہیں گے کیوں کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے''

رسول اللہ صلے اللہ وسلم کے غزوات میں ایک غزوہ غزوۂ خندق ہے جس کا دوسرا نام احزاب بھی ہے۔

یہ شوال ۵ھ میں پیش آیا تھا۔

اس جنگ میں عرب کے مختلف قبیلوں ۔۔۔۔قبائل قریش قبائل غطفان اور قبائل یہود ۔۔۔۔نے دس ہزار سے بھی زیادہ تعداد میں مدینہ پر حملہ کیا تھا۔

یہ حملہ کتنا شدید تھا اس کا اندازہ قرآن مجید کی سورۂ احزاب کی اس آیت سے لگایا جا سکتا ہے:

اذ جاء وکم من فو قکم ومن اسفل منکم واذزاغت الا بصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنو ن باللّٰہ الظنونا ٥ھنا لک ابتلی المؤ منون وزلزلو زلزالا شدید ا٥

"جب وہ اوپر سے اور نیچے سے تمہارے اوپر چڑھ آئے اس وقت ڈر کی وجہ سے تمہاری آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگے اس وقت اہل ایمان کی بڑی آزمائش ہوئی اور بہت ہلا مارے گئے“

دشمنان اسلام کا لشکر پورے طور پر ہتھیار بند تھا اس میں ساڑھے چار ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے۔

انہوں نے مدینہ کو اس طرح گھیرے میں لے لیا کہ باہر سے ہر قسم کی امداد آنا بند ہوگئی اور سامان ضرورت کی اس قدر کمی ہوگئی کہ لوگ فاقہ کرنے لگے۔

اسی دوران کا واقعہ ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور کرتہ اٹھا کر دکھایا کہ پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہے آپؐ نے اس کے جواب میں اپنا کرتہ اٹھایا تو شکم مبارک پر دو پتھر بندھے تھے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کی مختلف قبائل ایک ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو آپؐ نے اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔

حضرت سلمانؓ فارسی نے مشورہ دیا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے کیونکہ اس وقت مدینہ تین طرف سے پہاڑوں، گھنے درختوں اور مکانات سے گھرا ہوا تھا صرف شمالی مغربی حصہ خالی تھا۔

طے یہ ہوا کہ اس کھلے ہوئے حصہ میں دو پہاڑوں کے درمیان خندق کھود دی جائے چنانچہ چھ دن کی لگا تار محنت سے ایک خندق کھود کر تیار کی گئی۔ یہ خندق دشمنوں کی یلغار کو روکنے کے لئے اس قدر موثر ثابت ہوئی کہ اس کا نام غزوۂ خندق پڑ گیا۔

سیرت کی کتابوں میں جب ہم خندق کی تفصیلات پڑھتے ہیں تو ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک معمولی خندق دشمنوں کی اتنی بڑی فوج کو روکنے کا سبب کیسے بن گئی؟

یہ خندق تقریباً چھ کلومیٹر لمبی تھی، اس کی گہرائی اور چوڑائی ایک معمولی نہر سے زیادہ نہیں تھی یہ تقریباً ڈھائی میٹر گہری اور تین میٹر چوڑی تھی، اس قسم کی خندق ایک مسلح اور کثیر التعداد فوج کے لئے ایک نالی سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ وہ لوگ اسے عبور کر کے بآسانی مدینہ میں داخل ہو سکتے تھے، واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس خندق کے باجود مسلمان دشمن کی تیروں کی زد میں تھے۔ یہ محاصرہ تقریباً ایک مہینہ تک جاری رہا۔ اس کے بعد اتنی تیز آندھی آئی کہ دشمن کے لشکر میں بد حواسی پیدا ہوگئی، یہاں تک کہ اب ابوسفیان نے اونٹ کی رسی کھولے بغیر اونٹ پر بیٹھ کر اسے ہانکنا شروع کر دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ سوال بھی اپنی جگہ باقی ہے کہ دس ہزار سے زیادہ تعداد کی مسلح فوج خندق کو عبور کر کے مدینہ میں کیوں داخل نہ ہو سکی جہاں تین ہزار انسانوں کی بے سروسامان جماعت ان کی یلغار کو روکنے کے لیے بالکل ناکافی تھی اس کا جواب بالکل ظاہر ہے۔

چونکہ ایمان والے اللہ کے دین کی بقا اور اس کے تحفظ کے لیے اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنے پر تیار تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کی طاقت ان کے دشمنوں کو بڑھا چڑھا کر دکھائی جس کی وجہ سے وہ مرعوب اور ہیبت زدہ ہو گئے۔

اس غزوہ میں ایمان والوں کی کھودی ہوئی نالی ان کے دشمنوں کو بہت بڑی صورت میں اور ناقابل عبور دکھائی دی۔

پہلے زمانے کے مسلمانوں کو اللہ کے وعدوں پر اتنا یقین تھا کہ ان کے دلوں میں کبھی بھی ناکامی اور ناکامیابی کا خطرہ نہیں گزرتا تھا۔

قرآن مجید کی سورۂ آل عمران میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:

الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم فزادهم ایمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوکیل ٥,, جن لوگوں نے کہا کہ تمہارے خلاف بڑا فوجیں جمع ہو گئی ہیں ان سے ڈرو تو (یہ سن کر) ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انھوں نے جواب دیا کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین مددگار ہے"

مسلمانوں کا حوصلہ اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ جب وہ افریقہ کو فتح کرتے کرتے سمندر تک پہنچے تو انہوں نے حسرت سے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:

"اے اللہ تیری زمین ختم ہو گئی ورنہ اس آسمان کے نیچے ہم کوئی جگہ نہ چھوڑتے جہاں تیرے دین کا جھنڈا نہ گڑ جائے"

حضرت طارق بن زیاد جب سرزمین اندلس میں پہنچے تو فوجوں کو حکم دیدیا کہ تمام کشتیاں جلا دی جائیں کیونکہ اس ملک میں یا تو اللہ کے دین کا جھنڈا گاڑنا ہے یا یہیں مر جانا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ سب سے پہلے محمد بن قاسم کے ساتھ صرف ستر مجاہدوں کا قافلہ ہندوستان کے ساحل پر اترا تھا لیکن اسی کی برکت ہے کہ آج تقریباً اٹھارہ بیس کروڑ مسلمان اس سرزمین پر آباد ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ مجاہدین کی کس طرح مدد کرتا ہے؟ اس کی ایک مثال جنگ بدر ہے' جو رمضان ۲ ہجری میں ہوئی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی جب کہ کفار کا لشکر ایک ہزار کی تعداد میں تھا۔

مشرکین ہر طرح کے مادی وسائل اور ساز و سامان سے لیس تھے جب کہ ایمان والے تقریباً نہتے تھے۔ چنانچہ پورے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے اور ستر اونٹ جن میں سے ہر اونٹ پر دو یا تین آدمی باری باری سوار ہوتے تھے'

یہ نہتے سرفروش جانتے تھے کہ اتنے بڑے لشکر سے لڑنے کی ہمت کرنا اپنی موت کو دعوت دینا ہے لیکن دین کی سربلندی کے لیے وہ اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے کے لیے تیار تھے۔۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کا حیرت انگیز مدد فرمائی جیسا کہ قرآن مجید کی سورۂ انفال میں ارشاد ہوا ہے:

اذ یغشیکم النعاس امنة منه وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم به ویذھب عنکم رجز الشیطٰن ولیربط علیٰ قلوبکم ویثبت به الاقدام ٥

''اور (یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی طرف سے امن اور بے خوفی کے طور پر نیند طاری کر دیا تھا اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تا کہ تمہیں اس کے ذریعہ سے پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی کو صاف کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے قدم جما دے''

میدان بدر میں پہنچنے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار سے نصرت و مدد کا وعدہ پورا کرنے کے لیے دعا مانگنے لگے۔

آپ کی دعا یہ تھی:

اللّٰھم انجزلی ما وعدتنی اللّٰھم انشدک عھدک ووعدک ,,اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر دے اے اللہ! میں تجھ سے تیرا عہد اور تیرے وعدے کا سوال کرتا ہوں''

پھر جب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی، نہایت زور کا رن پڑا اور لڑائی شباب پر آ گئی تو آپؐ نے یہ دعا فرمائی:

اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابه الیوم لا تعبد اللّٰھم ان شئت لم تعبد بعد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الیوم ابدا ,, اے اللہ اگر آج یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت کبھی نہ کی جائے''

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قدر تفرع اور عاجزی کے ساتھ دعا کی کہ آپ کی چادر دونوں کندھوں سے گر گئی حضرت ابوبکر صدیق نے چادر درست کی اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول بس کیجئے آپ نے اپنے رب سے بڑے الحاح کے ساتھ دعا فرمائی''

ادھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی وحی کی:

انی معکم فثبتو الذین امنوا سا لقی فی قلوب الذین رعب '' میں تمہارے ساتھ ہوں اہل ایمان کے قدم جماؤ میں کافروں کے دل میں رعب ڈال دوں گا۔''

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی:

انی ممدکم با لف من الملئکۃ مر دفین o ''میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کو آؤں گا جو آگے پیچھے آئیں گے''

اس کے بعد آپؐ باہر تشریف لائے آپؐ پر جوش طور پر آگے بڑھ رہے تھے اور قرآن کی سورہ قمر کی یہ آیت تلاوت کر رہے تھے

سیھزم الجمع ویولون الدبر o ,, عنقریب یہ جتھہ شکست کھا جائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا'' اس کے بعد آپ نے ایک مٹھی کنکریلی مٹی لی اور قریش کی طرف رخ کر کے فرمایا:

شا ھت الوجو ہ ,, چہروں بگڑ جائیں''

اور ساتھ ہی ان کے چہروں کی طرف پھینک دی'

پھر مشرکین میں سے کوئی نہیں تھا جن کی دونوں آنکھوں تھے اور منہ میں ایک مٹھی میں سے کچھ گیا نہ ہو۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ انفال میں ارشاد فرمایا ہے:

وما رمیت اذا رمیت ولکن اللہ رمی ,, جب آپؐ نے پھینکا تو درحقیقت آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا''

یہ جنگ ایمان والوں نے بڑے جوش وخروش سے لڑی اور فرشتوں نے بھی ان کی مدد کی۔

حضرت عکرمہ کا بیان ہے کہ ''اس دن آدمی کا سر کٹتا اور یہ پتہ نہ چلتا کہ اسے کس نے مارا اور ہاتھ کٹ کر گرتا اور یہ پتہ نہ چلتا کہ کس نے کاٹا''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک مشرک کو دوڑا رہا تھا اچانک اس مشرک پر کوڑے کی مار پڑنے کی آواز آئی مسلمان نے مشرک کو دیکھا کہ وہ چت گر پڑا لپک کر دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ کا نشان تھا چہرہ پھٹا ہوا تھا جیسے کوڑے سے مارا گیا ہو۔

اس انصاری مسلمان نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ ماجرا بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا:

''تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی''

ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں ایک کافر کو مارنے کے لیے دوڑا رہا تھا کہ اچانک اس کا سر میری تلوار پہنچے سے پہلے ہی کٹ کر گر گیا میں سمجھ گیا کہ اسے میرے بجائے کسی دوسرے نے قتل کیا ہے

ایک انصاریؓ حضرت عباس بن عبدالمطلب کو قید کر کے لائے تو حضرت عباسؓ کہنے لگے:

''واللہ مجھے اس نے قید نہیں کیا ہے بلکہ ایک بے بال کے سر والے نے قید کیا ہے جو بہت خوبرو تھا ایک چتکبرے گھوڑے پر سوار تھا اب میں لوگوں میں اسے نہیں دیکھ رہا ہوں''

انصاری نے کہا یا رسول اللہ انہیں میں نے قید کیا ہے' آپؐ نے فرمایا: خاموش رہو' اللہ نے ایک بزرگ فرشتے کے ذریعہ تمہاری مدد فرمائی ہے۔ الغرض اس جنگ میں اللہ تعالے نے فرشتوں کے ذریعہ ایمان والوں کی مدد فرمائی میدان پورے طور پر ان کے ہاتھ رہا، دشمنان اسلام کثیر التعداد ہونے کے باوجود شکست سے دوچار ہوئے ان کے بڑے بڑے لیڈر جیسے عتبہ' شیبہ' ابوجہل' امیہ بن خلف' اور عقبہ بن معیط وغیرہ اسی میں مارے گئے' اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ابولہب بھی اسی جنگ میں مارا گیا حالانکہ وہ اس میں شریک نہیں تھا وہ مکہ ہی میں تھا۔

اور جب ابوسفیان کے ذریعہ مشرکین مکہ کی شکست کی خبر اس کے کانوں میں پہنچی تو وہ حیرت زدہ رہ گیا اسے اس طرح کی قطعی امید نہیں تھی کہ مسلمانوں کا یہ مٹھی بھر اور بے سروسامان لشکر اتنی بڑی فوج پر غالب آ سکتا ہے۔ اسی لیے ابوسفیان سے اس نے بزبان حال یہ پوچھا تھا:

مجھے معلوم ہے تعداد میں یہ لوگ تھوڑے ہیں — نہ انکے پاس تلواریں نہ انکے پاس گھوڑے ہیں
ٹھہرنے کیلئے تنبو تنبوٹی تک نہیں ملتی — انھیں تو رات کے کھانے کو روٹی تک نہیں ملتی

بتا وہ کون سی بجلی گری تیغ آزماؤں پر؟
کہ ان کا اک خدا غالب ہوا سارے خداؤں پر؟

بدر کی شکست کے بعد ابولہب سات دنوں سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکا اسے عدسہ نام کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عجیب وغریب بیماری لاحق ہوگئی۔

جب وہ مرا تو اس کے بیٹوں نے بھی اسے چھوڑ دیا اور تین دن تک اس کی لاش بے گور کفن پڑی رہی کوئی نہ تو اس کے قریب جاتا تھا نہ اسے دفنانے کی کوشش کرتا تھا' جب پڑوسیوں نے اس کے بیٹوں کو طعنہ دیا تو انھوں نے کچھ حبشی مزدور رکھے جنھوں نے ابولہب کی لاش کو لکڑی سے ڈھکیل کر ایک گڈھے میں ڈال دیا، اس دشمن اسلام کا یہ بدترین انجام ہوا۔

بدر میں مشرکین کے ستر آدمی قتل ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں گرفتار ہوئے پورے مکہ میں صرف چھ یا سات بڑے آدمی زندہ بچے باقی سب کے سب کام آگئے بدر کی جنگ ختم ہونے کے بعد آپ نے پوچھا: ''ابوجہل پر کیا گزری؟

اس پر حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا کہ میں مجاہدین کی صف میں تھا اور میں نے اپنے دائیں بائیں دو انصاری نوجوان دیکھے ان میں سے ایک نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے متوجہ کیا اور کہا: چچا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟''

''اتنے میں دوسرا میرے قریب آیا اور اس نے بھی یہی سوال کیا۔

میں نے کہا ''تم کو اس سے کیا کام ہے؟'' اس پر ان دونوں نے جواب دیا: ''ہم نے سنا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذائیں دی ہیں اور آپ کو بہت تنگ کیا ہے اگر ہم اسے دیکھ لیں تو کسی قیمت پر اسے بغیر قتل کئے نہیں چھوڑیں گے' جب تک ہم میں سے کوئی ایک پہلے نہ مرجائے''

تھوڑی دیر کے بعد میری نظر ابوجہل پر پڑی کہ وہ مسلمانوں پر بڑھ چڑھ کر حملہ کر رہا ہے میں نے پہلے ایک کو پھر دوسرے کو بتایا: ''لو تمہارا شکار ہے''

میرے بتاتے ہی وہ دونوں اپنی تلواریں لے کر اس پر جھپٹ پڑے اور اسے مار کر قتل کر دیا ان میں سے ایک کا نام معاذ بن عمرو بن جموح اور دوسرے کا نام معوذ بن عفرا تھا۔

یہ دونوں دوڑے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے پوچھا: ابوجہل کو تم میں سے کس نے قتل کیا ہے؛ دونوں نے کہا،، میں نے قتل کیا ہے'' آپ نے پوچھا کیا تم نے اپنی اپنی تلواریں پوچھ لی ہیں؟ وہ بولے نہیں آپ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا تم دونوں نے قتل کیا ہے پھر آپ نے ابوجہل کا جنگی سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دیدیا اور تلوار عبداللہ بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسعود کو ملی۔

بدر میں اہل ایمان کی حیرت انگیز فتح کسی اتفاقی حادثے کا نتیجہ نہیں تھی چوں کہ انھوں نے اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے اپنا سب کچھ داؤں پر لگا دیا تھا اس لیے اس بے سرو مانی کے باوجود انھیں شاندار فتح و کامرانی نصیب ہوئی۔

علامہ اقبال نے سچ کہا ہے

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

جو لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے اپنی جانیں گنوا دیتے ہیں انھیں شہید کہا جاتا ہے اور شہید کا وہ اعلیٰ مقام ہے جس کے تصور سے مومن کی روح جھوم جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ٥

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا''

اللہ کی راہ میں شہادت کو اسلام موت سے تعبیر نہیں کرتا بلکہ اسے عین زندگی قرار دیتا ہے۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہوا ہے

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ٥

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اس پر وہ خوش و خرم ہیں''

اسی سورۃ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے:

ولئن قتلتم فی سبیل اللّٰہ او متم لمغفرۃ من اللّٰہ ورحمۃ خیر مما یجمعون ٥ ولئن متم او قتلتم لا الی اللّٰہ تحشرون ٥ ''اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمہارے حصہ میں آئے گی وہ ان ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں اور خواہ تم مرو یا مارے جاؤ بہر حال تم سب کو سمٹ کر اللہ ہی کی طرف جانا ہے۔

اب ذرا شہید کے مقام و مرتبہ کے بارے میں احادیث رسول کا جائزہ لیں۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا یکلم احد فی سبیل اللّٰہ واللّٰہ اعلم من یکلم فی سبیلہ الا جاء یوم القیامۃ وجرحہ یثعب دما اللون لون الدم والریح ریح المسک

"اللہ کے راستہ میں زخمی ہونے والا قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے آئے گا تو اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا اور اللہ اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کون اس کے راستہ میں زخمی ہونے والا ہے' اس کا رنگ تو خون جیسا ہوگا لیکن اس کے خون کی خوشبو مشک جیسی ہوگی"

بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما احد یدخل الجنۃ ان یرفع الی الدنیا وان لہ ما علی الارض من شیء الا الشھید یتمنی ان یرجع الی الدنیا فیقتل عشر مرات لما یری من الکرامۃ

"کوئی بھی ایسا انسان نہیں ہے جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دوبارہ دنیا میں آنے کو پسند کرے اگرچہ اس کو زمین کی ہر چیز مل جائے البتہ شہید اس بات کی آرزو کرے گا کہ کاش وہ پھر دنیا میں جائے اور دس مرتبہ اللہ کی راہ میں شہید ہو کیونکہ اس نے شہید کی عزت افزائی کا مشاہدہ کر لیا ہوگا" مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

القتل فی سبیل اللّٰہ یکفر کل شیء الا الدین "اللہ کے راستہ میں شہید ہونا قرض کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ ہے"

ابوداؤد اور ترمذی کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل میت یختم علی عملہ الا الذی مات مرابطا فی سبیل اللّٰہ فانہ ینمی لہ عملہ الیٰ یوم القیامۃ ویأمن من فتنۃ القبر

"ہر میت کے عمل کا ثواب وفات کے وقت ہی ختم کر دیا جاتا ہے (یا ہر میت کے عمل پر بوقت وفات ہی مہر لگا دی جاتی ہے اسے بالکل بند کر دیا جاتا ہے) سوائے اس آدمی کے جو اللہ کے راستہ میں چوکیداری کرتا ہوا شہید ہو۔ اس کے عمل کی قیامت تک نشوونما کی جاتی ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے بھی محفوظ رہتا ہے"

احمد ترمذی ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قاتل فی سبیل اللّٰہ فواق ناقۃ فقد وجبت لہ الجنۃ ومن سال اللّٰہ القتل من نفسہ صادقا ثم مات او قتل فان لہ اجر شھید ومن جرح جرحا فی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبیل اللّٰہ او نکب نکبہ فانھا یجیئی یوم القیامۃ کاغزر ما کانت لونھا الزعفران وریحھا المسک ومن خرج بہ خراج فی سبیل اللّٰہ عز وجل فان علیہ طابع الشھداء.

"جس نے فواق ناقہ (اونٹنی دوہنے کے درمیان کا وقفہ) کے بقدر اللہ کی راہ میں جنگ کی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس نے اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت مانگی پھر وہ خواہ بستر پر مرا ہوا ہو یا میدان جہاد میں، اسے شہید کا اجر ضرور مل جائے گا اور جسے اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے (دشمن کے ہاتھوں) کوئی زخم پہنچا یا چوٹ وغیرہ کی تکلیف میں مبتلا ہوا بلاشبہ وہ آدمی جب اس زخم کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کے سامنے) آئے گا تو وہ زخم دنیا کی نسبت زیادہ گہرا بڑا اور تازہ ہوگا اس کا رنگ زعفران جیسا اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی اور جسے اللہ عزوجل کے راستہ میں کوئی پھوڑا نکل آیا قیامت کے دن اس پر بھی شہیدوں کی مہر ہوگی"

مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سال اللّٰہ الشہادۃ بصدق بلغہ اللّٰہ منازل الشھداء وان مات علی فراشہ.

"جس نے صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مرتبہ پر فائز کردے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر (طبعی موت) ہی وفات پائے"

جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنا دین وایمان کی کسوٹی ہے۔

یعنی مخلص مومن اس جہاد سے کترانے کے لیے حیلے اور بہانے نہیں تلاش کرتا اور نہ تاویلوں کی اوٹ میں پناہ لیتا ہے بلکہ اپنا سب کچھ اس راہ میں لگا دیتا ہے۔

تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کی اللہ کے نیک بندے جن کے دل میں ایمان گھر کر چکا تھا کبھی اس طرح کا موقع پاتے تو اسے قیمتی سمجھتے ہوئے بلا تاخیر سر سے کفن باندھ کر اللہ کی راہ میں نکل پڑتے تھے اور اس وقت انہیں اپنے مفادات اپنے کاروبار، اپنی مصروفیات، اپنی آسائشوں اور اپنی خوشیوں حتیٰ کہ اپنی جان سے زیادہ میدان جنگ پیارا لگتا تھا۔ چند واقعات: مدنی زندگی کا واقعہ ہے:

ایک بار جہاد کے موقع پر صحابہ کرام کو میدان جنگ میں چلنے کا حکم دیا گیا۔ مدینہ میں ایک گھر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا تھا جس میں ایک بوڑھا باپ تھا اور اسکا نوجوان بیٹا' دونوں جنگ میں شریک ہونا چاہتے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ,,تم میں سے ایک جہاد میں شریک ہو اور دوسرا گھر میں رہ کر بال بچوں کی دیکھ بھال کرے'' پھر بھی دونوں جہاد میں جانے کے لیے اصرار کرتے رہے چنانچہ آپؐ نے قرعہ اندازی کا حکم صادر فرمایا یعنی جس کا نام قرعہ میں نکلے وہ جہاد میں شریک ہونے کا مستحق ہوگا، قرعہ اندازی میں یہ شرف بیٹے کو حاصل ہوا' بوڑھا باپ مایوس ہوگیا اس نے اپنے نوجوان بیٹے سے کہا: ''بیٹا میں تمہارا بوڑھا باپ ہوں تم مجھے اپنے پر ترجیح دے دو'' یعنی اپنی جگہ مجھے جہاد میں جانے دو بیٹے نے جواب دیا: ابا جان قسم ہے اللہ رب العلمین کی' اگر دنیا کے کسی فائدے کی بات ہوتی تو میں یقیناً آپ کو ترجیح دیتا لیکن چونکہ آج اسلام پر قربان ہونے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے اس لیے میں اسے اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا''

چنانچہ نوجوان بیٹا جہاد میں شریک ہوا اور لڑتے لڑتے اپنی جان دین پر قربان کر دی۔

جنگ بدر کے موقع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جوابی حملے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

شدوا یعنی چڑھ دوڑ۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے جو شخص بھی ڈٹ کر ثواب سمجھ کر، آگے بڑھ کر، اور پیچھے نہ ہٹ کر لڑے گا اور مارا جائے گا اللہ اسے ضرور جنت میں داخل فرمائے گا''

پھر آپؐ نے فرمایا: ''اٹھو اس جنت کی طرف جس کی وسعت زمین آسمانوں کے برابر ہے آپؐ کی اس بات کو سن کر ایک صحابی عمیر بن حمام نے کہا: بہت خوب بہت خوب۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''تم بہت خوب بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو؟'' انھوں نے کہا ''نہیں خدا کی قسم اے اللہ کے رسول! کوئی بات سوائے اس کے نہیں کہ مجھے توقع ہے کہ میں بھی اسی جنت والوں میں سے ہوں گا''

آپؐ نے فرمایا ''تم بھی اسی جنت والوں میں سے ہو''

اس کے بعد وہ اپنے تھیلے سے کھجوریں نکال کر کھانے لگے پھر بولے اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ یہ کھجوریں کھالوں تو یہ تو لمبی زندگی ہو جائے گی۔

چنانچہ ان کے پاس جو کھجوریں تھیں انھیں پھینک دیا پھر کفار سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

اسی طرح حضرت عوف بن حارث۔۔۔ جو مشہور خاتون عفراء کے صاحب زادے تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔۔۔۔۔نے دریافت کیا: ''یا رسول اللہ! پروردگار اپنے بندے کی کس بات پر (خوش ہو کر) مسکراتا ہے؟''

آپ نے فرمایا:

اس بات سے کہ بندہ خالی جسم۔۔۔ یعنی بغیر زرہ وغیرہ پہنے۔۔۔ اپنا ہاتھ دشمن کے اندر ڈبو دے''

یہ سن کر عوف نے اپنے جسم سے زرہ اتار پھینکی اور تلوار لے کر دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

شوال ۳ ہجری کا واقعہ ہے۔

مکہ کے کافر اپنی پوری طاقت سے مدینہ پر حملہ آور ہوئے کیونکہ بدر کی شکست کی تلخیاں وہ ابھی تک نہیں بھلا سکے تھے اور انتقام کی آگ نے انہیں پاگل سا بنا دیا تھا' سر سے پاؤں تک زرہ سے لدے ہوئے مختلف اسلحوں سے لیس ہو کر ان کے بہادر نو جوان ہمیشہ کے لیے اسلام کے نام لیواؤں کا نام ونشان مٹا دینے کے لیے آئے تھے۔

مدینہ کی تقریباً پوری آبادی سمٹ کر میدان احد میں دشمن کے مقابلہ پر چلی گئی صحابہ کرامؓ کے جذبہ جہاد کی حالت یہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں شرکت کی لیے مجاہدین کا انتخاب فرما رہے تھے تو دو خوش نصیب بچے رافعؓ بن خدیجؓ اور سمرہ بن جندب بھی میدان جہاد میں جانے کے لیے اصرار کرنے لگے۔

رافع بن خدیجؓ کو اس لیے اجازت مل گئی کے وہ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ جب انہیں اجازت مل گئی تو سمرہ بن جندب نے کہا کہ میں تو رافع سے زیادہ طاقتور ہوں اور اسے پچھاڑ سکتا ہوں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی کشتی کرائی اور واقعی سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا اور انھیں بھی جہاد میں شرکت کی اجازت مل گئی۔

مدینہ کے بوڑھوں، بوڑھیوں اور بچوں کے ہاتھ اللہ کے دربار میں اٹھے ہوئے تھے' وہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر اپنے بچوں اور بھائیوں کے فتح مند واپس لوٹنے کی دعائیں مانگ رہے تھے کیونکہ اس وقت مدینہ کی نہیں بلکہ اسلام کی عزت کا سوال تھا، اور عجیب اتفاق تھا کہ اس وقت اور ایسے ما

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حول میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شادی ہو رہی تھی۔

شادی کی وہ رات کس قدر خوش گوار تھی جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی اپنی نئی نویلی دلہن سے ملاقات ہوئی تھی۔

حنظلہ اپنے نصیب پر فخر کر رہے تھے کہ انہیں کتنی پیاری بیوی ملی ہے۔

اوران کی بیوی کی نظریں بھی بار بار شرم سے جھک جاتی تھیں انہیں حنظلہ کی شکل میں کتنا پیارا شریک حیات ملا تھا جس کے چہرے پر قربان ہونے کو جی چاہ رہا تھا وقت دھیرے دھیرے سرکتا رہا' حنظلہ اوران کی بیوی آنے والی زندگی کے سنہرے خوابوں میں گم نئے نئے عہد و پیان کرتے رہے نئے نئے منصوبے بناتے رہے۔ وقت گزرتا رہا' صبح صادق قریب آ گئی۔ کپڑے اتار کر وہ غسل کے لیے تیار ہو ہی رہے تھے کہ اچانک انکے کانوں میں آواز آئی:

''شکست زبردست شکست احد کے میدان میں مسلمانوں کی زبردست شکست ہو رہی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے ہیں'' حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا سارا جسم جھنجھنا اٹھا' وہاں لشکر اسلام پر آفت ٹوٹ رہی ہے اور یہاں میں اپنی دلہن سے لگا بیٹھا ہوں' یہ سوچ کر ان کی آنکھوں میں جیسے ایک اندھیرا سا چھا گیا' پھر وہ میدان جنگ میں جانے کے لیے اسقدر بے تاب ہو گئے کہ غسل کرنا بھول گئے انھوں نے اپنی تلوار اٹھائی اور ایک زخمی سی الوداعی نظر اپنی نئی نویلی بیوی پر ڈالی۔

بیوی نے دیکھا کہ ان کا سرتاج جہاد کے جوش میں سرشار ہو کر والہانہ طور پر میدان جنگ کی طرف جا رہا ہے' اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ اس کے ہونٹوں میں ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گئے' آنسوؤں کی دھاریں موٹی موٹی آنکھوں سے برس پڑیں۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچانک حالات نے یہ کیسی کروٹ لی ہے پھر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر میدان احد کی طرف بھاگے اور بھاگتے چلے گئے' دوپہر کی دھوپ میں تپتا ہوا احد کا یہ میدان انہیں اس وقت پھولوں کی سیج معلوم ہو رہا تھا۔

شام کے سایے پھیلنے لگے اور احد کے میدان پر بھی سناٹا چھا گیا۔ کچھ انصار اور مہاجرین کی لاشیں خاک و خون میں لتھڑی ہوئی تھیں۔ انہی میں ایکطرف نئے دولہا حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی لاش بھی تھی ان کا پورا جسم لہولہان تھا جب لاشوں کو اکٹھا کرنے کا وقت آیا تو لوگوں کو محسوس ہوا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ پورا میدان جنگ خوشبو سے مہک رہا ہے۔

اور جب وہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے پاس پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ جیسے ابھی ابھی کسی نے انھیں غسل دلایا ہے، یہاں تک کہ پانی کی بوندیں ان کے چمکدار ماتھے پر اس طرح بکھری تھیں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ موتیوں کا کوئی تاج پہنے ہوئے ہوں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کو دیکھ کر فرمایا: ''چونکہ یہ اللہ کے دین کی سربلندی کی دھن میں غسل کرنا بھول گئے تھے اس لیے اللہ کے مقدس فرشتوں نے انہیں غسل دلایا۔''

اسی جنگ میں ایک صحابی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ زخموں سے چور ہو کر اس طرح گرے کہ ان کی سانس اکھڑنے لگی، ایک صحابیؓ انکے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا: ''آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک میرا اسلام پہنچا دینا اور میری طرف سے عرض کر دینا کہ اللہ آپ کو بہترین اجر وصلہ عطا فرمائے کہ آپ ہی کی وجہ سے ہم لوگ کتنے بلند مرتبہ پر پہنچے''

جہاد میں حصہ لینے میں عورتیں بھی پیچھے نہیں رہیں۔ مشہور صحابیہ بی بی نسیبہ نے احد کی جنگ میں حصہ لیا۔

جب دشمنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا اور ہر طرف سے تیروں کی بوچھار شروع کر دی تو حضرت نسیبہ زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں اور مرہم پٹی کا کام انجام دے رہی تھیں۔

جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں میں گھرا ہوا دیکھا تو اپنی مشک پھینک دی اور تلوار کھینچ کر آپ کی حفاظت کے لیے آگے بڑھیں۔

اور زمین وآسمان نے حیرت سے یہ واقعہ دیکھا کہ جب ان کے بیٹے زخمی ہو گئے تو بی بی نسیبہ نے تلوار روک کر ان کی مرہم پٹی کی اور کہا لو اب لڑو۔

وہ زخموں سے چور ہو گئیں یہاں تک انہیں تیرہ زخم لگے اور زخم سے خون کا فوارہ پھوٹنے لگا

اسی حالت میں انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ!'' اس بات کی دعا فرمایئے کے اللہ پاک ہم کو جنت میں آپ کی خدمت میں رکھے''

آپؐ نے اس کی دعا فرمائی تو حضرت نسیبہ نے عرض کیا اب مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ یہ زخم کیسے اور کتنے ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا بالآخر اس کے خلاف فوج کشی کی گئی۔

حضرت نسیبہ بھی اپنے بڑے بیٹے عبداللہ کے ساتھ مسیلمہ کے مقابلہ میں نکل کھڑی ہوئیں اس وقت ان کی عمر زیادہ ہو چکی تھی مگر ایمانی اتنا زیادہ تھا کہ مسیلمہ کی جھوٹی نبوت برداشت نہیں کر سکیں اور ان مجاہدوں میں شریک ہو گئیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کے لیے مسیلمہ سے لڑ رہے تھے اور ایک وقت ایسا آیا کہ وہ خود آگے بڑھیں اور حملہ آور ہو گئیں' آگے آگے ان کے بیٹے تھے اور چاروں طرف مجاہدین اسلام جھوٹے نبی پر حملہ کر رہے تھے۔

حضرت نسیبہ عورت ہونے کے باوجود شیرنی کی طرح آگے بڑھ رہی تھیں کہ کسی دشمن نے ایسا وار کیا کہ ان کا ایک ہاتھ ضائع ہو گیا اور کافی زخمی ہو گئیں' لیکن اس کے باوجود انھوں نے پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کیا۔

جنگ یرموک کے موقع پر مشہور شاعرہ حضرت خنساء نے اپنے چاروں نوجوان بیٹوں کو جہاد پر آمادہ کیا اور انہیں یہ نصیحت کی کہ کسی طرح سے وہ پیچھے نہ ہٹیں اور دین پر اپنی جانیں قربان کر دیں۔

آخر کار وہی ہوا' ان کے چاروں بیٹے یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔

ان چاروں کی لاشوں کو دیکھ کر ماں نے غم واندوہ کا اظہار کرنے کے بجائے خوشی کا اظہار کیا اور کہا:

''کاش میرے چار کے بجائے ہزاروں بچے ہوتے اور میں انہیں اللہ کی راہ میں شہید ہوتے دیکھتی''

ہر کام کے کرنے کے طریقے ہوتے ہیں' ایک تو یہ ہے کہ آدمی اس کام کو خود اپنے ہاتھوں انجام دے دوسرے یہ کہ اس کام کے انجام دینے میں ہر طرح کی مدد کرے۔

اپنے ہاتھ سے کسی کام کو انجام دینا بھی اس کام کا کرنا ہے اور اس کے انجام دینے میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی اس کام کرنا ہے مثلاً۔

ایک مثال

ٹرین کو ایک ڈرئیور چلاتا ہے لیکن جب تنخواہ کا دن آتا ہے تو صرف ڈرائیور ہی تنخواہ نہیں پاتا ہے بلکہ اسٹیشن ماسٹر بھی تنخواہ پاتا ہے' گارڈ کو بھی تنخواہ ملتی ہے' ریل کی پٹریوں کو درست کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے مزدور بھی اجرت پاتے ہیں حتیٰ انجن کے لیے کوئلہ نکالنے والا بھی تنخواہ کا حقدار ہوتا ہے اگرچہ یہ لوگ ٹرین نہیں چلاتے لیکن اسے چلانے میں مدد کرتے ہیں اس لیے اسے چلانے والے کی طرح یہ بھی اجرت کے مستحق ہوتے ہیں۔

اسی طرح جہاد میں مال، وسائل اور ہتھیار وغیرہ سے مدد کرنا بھی جہاد کرنا ہے۔ ابوداؤد میں میں روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک تیر کے طفیل اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے ایک وہ جو اللہ کی رضا کے لئے اس تیر کو بناتا ہے دوسرا وہ جو اسے اپنے دشمن پر چھوڑتا ہے تیسرا وہ جو اپنے مجاہد بھائی کو وہ تیر فراہم کرتا ہے"

بخاری میں روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔

اور جو شخص ضروری ساز و سامان کے ساتھ اس کی مدد کرتا ہے وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے' اور شخص اس مجاہد کی عدم موجودگی میں اس کے بال بچوں کی دیکھ ریکھ اور پرورش کرتا ہے اسے بھی مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح اجر و ثواب ملتا ہے"

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایمان والے اپنی جانوں سے جہاد کرتے تھے اور ضرورت کے وقت مجاہدین کی ہر طرح سے مالی مدد کرنا بھی اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر صحابہ کرام نے جونہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنا کہ آپ رومیوں سے جنگ کی دعوت دے رہے ہیں جھٹ اس کی تعمیل کے لیے دوڑ پڑے اور پوری تیز رفتاری کے ساتھ لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔

اور حالت یہ ہو گئی کہ حاجت مند اور فاقہ مست لوگ آتے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرتے کہ ان کے لیے سواری فراہم کر دیں تاکہ وہ بھی رومیوں سے ہونے والی جنگ میں شرکت کر سکیں' اور جب آپ ان سے معذرت کرتے:

لا اجد ما احملکم علیه "میں تمہیں سواری دینے کے لیے کچھ نہیں پاتا۔"

تو ان کی کیا حالت ہوتی؟ قرآن مجید کی سورہ توبہ میں بتایا گیا ہے:

تولوا واعینهم تفیض من الدمع حزنا الا یجد وا ما ینفقون ○ط "وہ اس حال میں واپس ہوتے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے کہ وہ خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں پا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں"

یہ تو ان کے جذبات تھے جو غیر مستطیع تھے' لیکن جو صاحب مال تھے انہوں نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا آدھا سامان لے آئے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال حاضر خدمت کر دیا اور اپنے بال بچوں کے لیے کچھ نہ چھوڑا' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ دو سو اوقیہ (تقریباً ساڑھے ۲۹ کلو) چاندی لے آئے' حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نوے وسق (یعنی ساڑھے تیرہ ٹن) کھجور لے آئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے .. '' ٹ دیئے اور دو سو اوقیہ چاندی بھی اس کے بعد ایک ہزار درہم لے آئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں بکھیر دیا' آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انہیں الٹتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے: آج کے بعد عثمان جو بھی کریں انھیں کوئی ضرر نہ ہو گا' یہی نہیں بلکہ انھوں نے اللہ کی راہ میں اتنا صدقہ کیا کہ ان کے صدقے کی مقدار نقدی کے علاوہ نو سو اونٹ اور ایک سو گھوڑوں تک پہنچ گئی۔

دوسرے صحابہ بھی حسب استطاعت تھوڑے زیادہ صدقات لائے۔ عورتوں نے بھی ہار پازیب بازوبند، بالی اور انگوٹھی وغیرہ جو کچھ ہو سکا آپ کی خدمت میں بھیجا۔

جہاد کا حکم وقتی اور عارضی نہیں ہے یہ حکم ملت کے ہر فرد کے لیے ہے جس سے مقصود حق کی راہ میں دائمی جہاد ہے جو ہر مسلمان کو ہر وقت پیش آتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا ہے:

ان اللّٰہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم با ن لھم الجنۃ یقا تلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعھدہٖ من اللّٰہ فا ستبشروا ببیعکم الذی با یعتم بہ و ذالک ھو الفوز العظیم.

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ سے چکا لیا ہے یہی سب سے بڑی کامیابی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے“

گویا مومن کی جان اس کا مال اور اس کی تمام قوتیں صرف حق کی حمایت کے لیے ہیں اس حق کی سربلندی اور کامیابی کے لیے مسلمان اگر سربکف رہتا ہے تو یہی جہاد ہے۔

اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جو کوشش بھی کی جائے وہ جہاد ہے حق کی حمایت اور اشاعت کے لیے جد جہد کرنا اس میں جان و مال کی قربانی دینا' اور بے خوف ہو کر اس راہ کی مشقتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنا جہاد ہے۔

اس لیے ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ دین کی حمایت علم دین کی اشاعت حق کی نصرت امر بالمعروف' نہی عن المنکر عدل کا قیام ظلم کے خلاف بغاوت اور احکام الٰہی کی تکمیل میں ہمہ وقت اور ہمہ تن لگا رہے یہاں تک کہ اس کی ہر حرکت جہاد بن جائے ۔ یہی وہ جہاد ہے جو مسلمانوں کی کامیابی کی اصل کلید ہے۔ جہاد دین اسلام کی چوٹی اور اس کی پیشانی کا جھومر ہے جب تک مسلمان جہاد کرتے رہے غالب رہے جونہی جہاد چھوڑا ذلت و پستی ان کا مقدر بن گئی۔

اب بھی مسلمان اگر اپنی عظمت رفتہ کے حصول اسلام کے نفاذ اور اللہ کے کلمہ کی سربلندی چاہتے ہیں تو انہیں دوبارہ جہاد کی طرف پلٹنا ہوگا۔

اس وقت حالات کے تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کے لیے اشد ضروری ہے کہ وہ جہاد کی اہمیت و فضیلت کو سمجھیں اور ان آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کا مطالعہ کریں جو مسلمانوں کو جہاد پر ابھارتی ہیں اور جہاد کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں اس لیے کہ دشمن اس قوم پر ہر چہار جانب سے ٹوٹ پڑے ہیں اور انہوں نے اسلامی دنیا کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے بالکل ایسے ہی جیسے غزوہ خندق کے موقع پر مدینہ منورہ گھرا ہوا تھا۔

آج اگر مسلمانوں کی بقاء ان کے تعلیمی اداروں ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ اور اسلامی ممالک کا دفاع ممکن ہے تو اسی جذبہ سے ممکن ہے۔ جس جذبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ۔۔۔ اور آپ کے بعد بھی ۔۔۔ مسلمانوں نے اسلام کا دفاع کیا اور وہ جذبہ جہاد کا جذبہ ہے۔ اب ذرا ہم جہاد کی اہمیت اور اس کی فضیلت کو فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں سمجھیں۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان فی الجنة مائة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجة اعدها اللّٰه للمجاهدين فی سبيل اللّٰه ما بين الدرجتين كما بين السماء والارض.

,, بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے مجاہدین کے لیے تیار کر رکھے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے''

بخاری اور مسلم کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مثل المجاهدين فی سبيل اللّٰه كمثل الصائم القائم القانت بايات اللّٰه لا يفترون من صيام ولا صلوٰة حتی يرجع المجاهد فی سبيل اللّٰه تعالٰی.

''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دن کو روزہ رکھے رات کو نماز میں کھڑا رہے اور اللہ کی تمام آیتوں کا فرمانبردار ہو۔۔۔۔۔۔ جو روزہ رکھتے ہوئے اور نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں اکتاتا۔۔ یہاں تک کہ مجاہد جہاد سے واپس آجائے''

بخاری کی روایت ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمنا فرمائی:

والذی نفسی بيده لو ددت ان اقتل فی سبيل اللّٰه ثم احیٰ ثم اقتل ثم احیٰ ثم اقتل

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہید کیا جاؤں پھر (دوسری بار) زندہ کیا جاؤں پھر شہید کر دیا جاؤں' پھر (تیسری بار) زندہ کیا جاؤں پھر شہید کر دیا جاؤں پھر (چوتھی بار) زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کر دیا جاؤں''

بخاری ہی کی روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما اغبرتا قدما عبد فی سبيل اللّٰه فتمسه النار ,, اللہ کے راستہ میں جس آدمی کے پاؤں پر گرد و غبار پڑی اس کو جہنم کی آگ چھوئے گی بھی نہیں''

مسلم کی رویت ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات علی شعبة من النفاق ,, جو آدمی اس حالت میں فوت ہوا کہ نہ اس نے جہاد کیا نہ ہی اس کے دل میں اس کی خواہش پیدا ہوئی تو سمجھ لیجئے کہ وہ منافقت کے ایک شعبہ پر مرا۔

ترمذی اور احمد کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا یجتمع غبار فی سبیل اللہ و دخان جھنم ,, اللہ کے راستے میں جسم پر پڑنے والا گرد وغبار اور جہنم کا دھواں کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے‘‘

مسلم کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان ابوب الجنۃ تحت ظلال السیوف ,, بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں,,

ترمذی احمد بیہقی اور حاکم کی روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان مقام احدکم فی سبیل اللّٰہ افضل من صلوتہ فی اھلہ ستین عام الا تحبون ان یغفر لکم ویدخلکم الجنۃ اغزوا فی سبیل اللّٰہ من قاتل فی سبیل اللّٰہ فواق ناقۃ وجبت لہ الجنۃ‘‘

بے شک تم میں سے کسی آدمی کا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کچھ دیر قیام کرنا اپنے اہل وعیال میں رہ کر ساٹھ سال تک عبادت کرنے سے افضل ہے۔۔۔اچھا یہ بتاؤ! کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں بخش دے اور تمہیں جنت میں داخل کر دے (اگر تم پسند کرتے ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے) کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو کیونکہ جو بھی اللہ کے راستے میں فواق ناقہ کے بقدر لڑائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کیطرف سے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے‘‘

دومرتبہ دودھ دوہنے کے درمیانی وقفے کو فواق ناقہ کہتے ہیں۔

وہ اس طرح کہ دودھ دوہنے والا اونٹنی کا دودھ دوھ لے مگر ابھی کچھ دودھ اس کے تھنوں میں باقی رہے پھر کچھ انتظار کے بعد باقی دودھ اتر آئے اور اس کو دوھ لیا جائے‘

اس درمیانی وقفہ کو فواق ناقہ کہا جاتا ہے۔

اس حدیث کا سیاق سباق یوں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کسی درے میں سے گزرے وہاں ایک میٹھے پانی کا چشمہ تھا‘

ایک صحابیؓ کو اس پانی کی مٹھاس اور خوشبو بہت پسند آئی۔

انھوں نے یہ خواہش کی کہ کاش لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اس جگہ قیام کروں اور اللہ کی عبادت کروں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ نہ کرلوں اور اجازت نہ لے لوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ ایسا نہ کرنا' اس کے بعد آپ نے سب صحابہ سے متوجہ ہو کر یہ ارشاد فرمایا۔

جس سے معلوم ہو کہ آپ نے صوفیوں کی طرح چلہ کشی کی زندگی اور گوشہ نشینی کی مجردانہ زندگی کے بجائے میدان جہاد کی مجاہدانہ زندگی بسر کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

مسلم میں روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

رباط یوم لیلة فی سبیل اللّٰہ خیر من صیا م شهر وقیا م ان ما ت جری علیه عمله الذی کا ن یعمله واجری علیه رزقه وامن الفتا ن

,, اللہ کے راستے میں ایک دن اور ایک رات مورچوں پر جمے رہنا مہینہ بھر روزہ رکھنے سے اور نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر کوئی (مورچوں پر پہرہ دیتے دیتے) وفات پا جائے تو اس کا عمل برابر جاری رہتا ہے جو وہ اپنی زندگی میں کرتا رہا۔ اور اس کا رزق جاری کیا جاتا ہے اور آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رہتا ہے''

آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رہتا ہے' کا مطلب یہ ہے کہ وہ قبر میں منکر نکیر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے۔

اور اس کا مطلب یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ وہ قبر میں عذاب دینے والے فرشتوں کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

احمد کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیده لغدوة اوروحة فی سبیل اللّٰہ خیر من الدنیا وما فیها ولمقام احد کم فی الصف خیر من صلوٰته ستین سنة.

"مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ کے راستہ میں صبح وشام کا سفر کرنا دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے اور تم میں کسی کا صف (لڑائی کی صف) میں کچھ دیر کھڑا رہنا ساٹھ سال کی نمازوں سے بہتر ہے''

ترمذی' نسائی اور داری کی روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عینان لا تمسهما النار عین بکت من خشیه اللّٰہ وعین باتت تحرس فی سبیل اللّٰہ ,, دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو جہنم کی آگ چھوئے گی نہیں ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر کی وجہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے رو پڑی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزار دی''

ایک غلط فہمی کا ازالہ: لیکن اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت اور تعصب کی وجہ سے جہاد کو ایک بھیانک شکل میں پیش کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کافی متاثر ہوتا ہے۔

جہاں اسلام کی تعلیمات اور اس کے حقائق و معارف پر غیروں کی نادانیوں، کوتاہ نظریوں اور غلط فہمیوں نے موٹے موٹے پردے ڈال دیئے ہیں، وہاں جہاد بے چارہ ان کے ہاتھ کیسے محفوظ رہ سکتا تھا؟

چنانچہ ایک طویل عرصہ سے لوگوں نے اسے ایک ڈراؤنی اور خطرناک چیز بنا کر رکھ دیا ہے۔

اپنوں نے تو جہاد فقط زبان اور قلم کی کوششوں کو قرار دے کر خود ہی اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیئے اور غیروں نے یہ سمجھ لیا کہ کافروں کو قتل کرنے کا نام جہاد ہے۔

اس طرح اپنوں کی نظروں سے اسلام کی صحیح حیثیت اوجھل ہوگئی اور غیروں نے اسلام کو تختۂ مشق بناڈالا اور یوں مسلمانوں کی پوزیشن پورے طور پر غلط ہوگئی۔

مستشرقین نے جہاد کی تشریح اس طرح کی ہے جس کو پڑھ کر پڑھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ جہاد کرنے والے مذہبی دیوانے ہیں جو داڑھیاں چڑھائے ننگی تلواریں ہاتھ میں لیے ہوئے افراد اور قوموں کے سر چڑھ جاتے ہیں کہ اسلام قبول کرو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔

حالانکہ جہاد کی تشریح اور اسے اس رنگ میں پیش کرنا ایک بہت بڑی غلطی ہی نہیں بلکہ اسلام کو بدنام کرنے کی سوچی سمجھی سازش کا ایک حصہ ہے۔

یہ تو ان لوگوں کا نظریہ ہے جو اسلام کے دشمن ہیں' حیرت اس پر ہے کہ ناواقف لوگ بلا سوچے سمجھے یہ کہہ دیتے ہیں کہ جب اسلام دوسرے مذاہب اور ان کے ماننے والوں سے رواداری اور انسانوں کو فکر و آزادی کی تعلیم دیتا ہے تو پھر وہ جہاد کا حکم کیوں اور کس غرض سے دیتا ہے؟ اور قوموں سے انصاف اور رواداری کے کیا معنی ہیں؟

یہ سوال اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ اقوام یورپ نے اسلام کی حد سے زیادہ دشمنی اور تعصب اور عناد کی وجہ سے جہاد کی ایسی ہولناک بھیانک اور لرزہ خیز تصویر کھینچی ہے کہ جہاد کا نام آتے ہی قتل خونریزی اور تباہی و بربادی کے خونی مناظر نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں اور دنیا کی قومیں سہم کر رہ جاتی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس غلط فہمی کے ازالہ کے لیے ہم ایک بار پھر جہاد کی تشریح کرنا چاہتے ہیں تاکہ اپنوں اور پرایوں کو اس کا مفہوم صحیح طور پر سمجھ لینے میں آسانی ہو۔

جہاد عربی زبان کا لفظ ہے۔اس کے معنی کوشش اور سعی بلیغ کے ہیں' بشرطیکہ وہ کوشش خلوص دل کے ساتھ اللہ کے دین کی سربلندی اس کی بقا' اس کے تحفظ ،ظلم وستم کے استحصال اور شر وفساد کے خاتمہ کے لیے ہو۔

مثلاً کوئی شخص اپنے نفس پر جبر کر کے سردی کے دنوں میں اپنے بستر سے اٹھ کر وضو کر کے نماز فجر ادا کرتا ہے' یا گرمی کے دنوں میں روزہ رکھ کر بھوک پیاس کی مشقت برداشت کرتا ہے' یا اپنے مرغوبات نفس، برادری اور سماج ورواج کے دباؤ اور کسی ظالم حاکم کے مقابلے میں احکام شریعت کی پابندی کرتا ہے' اور حق بات کہنے اور حق پر چلنے میں نہ کسی کی ملامت کا خوف کرتا ہے نہ کسی کی دشمنی کا، تو یہ بھی جہاد ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید کی سورۂ مائدہ میں سچے اہل ایمان کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

یجاھدون فی سبیل اللّٰہ ولا یخافون لومۃ لائم ''وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتے ہیں''

اگر کوئی شخص مال کی محبت اور ذاتی ضرورت کو دبا کر اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے تو یہ جہاد بالمال ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ صف میں ارشاد فرمایا ہے:

وتجاھدون فی سبیل اللّٰہ باموالکم وانفسکم "اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کی جہاد کرو''

اگر کوئی شخص بدکاروں کو نیکوکار بننے ، بے نمازیوں کو نمازی بننے ،جھوٹوں کو سچائی کی راہ پر چلنے ،شرابیوں کو شراب چھوڑنے اور بے عملوں کو عامل بنانے کی ہدایت کرتا ہے،اور برائی کو زبان سے روکنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ جہاد باللسان ہے۔

علاوہ اس کے اپنی خواہشات پر قابو پانے ،منہیات سے باز رہنے،احکام شرعیہ کی پابندی کرنے ،غصہ ،حسد ،بغض، کبر، غیبت ،چغلی اور نفاق وغیرہ جیسی روحانی بیماریوں سے اپنے سینے کو پاک کرنے ،اور حرام سے بچنے اور نیکی کی راہ پر گامزن ہونے کا نام بھی جہاد ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اللہ کے دین کی سر بلندی، اس کی حفاظت اور طاغوت کے ظلم کو ختم کرنے کے لیے طاقت کا استعمال بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ انفال میں ارشاد فرمایا ہے:

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوا لله وعدوكم وآخرين من دونهم لا تعلمو نهم الله يعلمهم وما تنفقوا من شئ في سبيل الله يوف اليكم وانتم لا تظلمون.

اور جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لیے تیار رکھو تا کہ اس کے ذریعہ اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور اپنے دوسرے اعداء کو خوف زدہ کردو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا بدلہ تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمہارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہوگا۔''

طاقت کا یہ استعمال کسی کے خلاف ظلم نہیں بلکہ مظلوم کو ظلم سے بچانے کی ایک مؤثر تدبیر ہے۔

فرض کیجیے، کسی آدمی سے یہ سوال کیا جائے کہ اگر کسی کے جسم میں پھوڑا نکل آئے تو کیا اس کا آپریشن ضروری نہیں ہے؟ تو یہی جواب ملے گا کہ ضروری ہے، کیونکہ اس سے پورا جسم محفوظ ہو جاتا ہے، اور یہ آپریشن جسم سے دشمنی نہیں بلکہ اس سے محبت کا ثبوت ہے۔

انسانیت کو بچانے کے لئے انسان دشمنوں کا قلع قمع کرنا انسانیت دشمنی نہیں بلکہ احترام انسانیت ہے۔

جب کہیں، کسی جگہ اور کسی بھی مقام پر چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کا حملہ ہو جائے تو ان کا مقابلہ کرنا، ان کو شکست دینا، انھیں مار بھگانا یا انہیں جسمانی نقصان پہنچانا ظلم نہیں ہے۔

کیونکہ ان پر حملہ کر کے انہیں نقصان پہنچا کر یا انہیں برباد کر کے پورے علاقہ کو ان کے شر سے محفوظ کر دینا ہے۔

فرض کیجیے، کہیں ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ اب اگر ہم نے ان کا مقابلہ نہیں کیا اور ان کے خلاف طاقت کا استعمال نہیں کیا تو یہ دوسرے انسانوں پر ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے صحیح کہا ہے۔

ترحم بر پلنگِ تیز دنداں ستمگاری بود بر گوسفنداں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”تیز دانت والے شیر پر رحم کرنا دراصل بکریوں پر ظلم کرنا ہے، یہی جہاد یعنی باطل طاقتوں کے خلاف طاقت کا استعمال معاندین کی نگاہوں میں کھٹکتا ہے جس سے وہ لوگوں کو ڈراتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں صاف طور پر فرمایا ہے:

وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ط ان اللّٰہ لا یحب المعتدین o واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ج ”اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرو کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، ان سے لڑو جہاں بھی ان سے تمہارا مقابلہ پیش آئے اور انہیں نکالو جہاں سے انھوں نے تمہیں نکالا ہے، اس لیے کہ قتل اگرچہ برا ہے مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔“

یعنی جب کوئی شخص یا گروہ زبردستی اپنے نظریات دوسروں پر تھوپنے کی کوشش کرے، اور طاقت اور جبر کے ذریعہ دوسروں کو حق سے روکے، اور دوسرے لوگوں کو اپنے باطل افکار کی پیروی پر مجبور کرے تو وہ قتل کی بہ نسبت زیادہ سخت برائی کا مرتکب ہوتا ہے اور ایسے شخص یا گروہ کو طاقت کے ذریعہ پسپا کردینا بالکل جائز اور درست ہے۔

اس آیت سے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی کہ جو قوم اسلام کو مٹانا، اہلِ ایمان کو پامال کرنا، زور زبردستی سے اپنی باتیں منوانا، اور دوسری قوموں کے مذہب اور ان کے مذہبی تشخص کو برباد کرنا چاہے تو اس کے بارے میں اجازت دی گئی ہے کہ اس کے مقابلے میں تلوار لے کر میدان میں آجاؤ۔

لیکن اس طرح کہ انسانیت سے تجاوز نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو۔

اسلام دوسری قوموں سے دشمنی کی تعلیم نہیں دیتا، وہ تو حکم دیتا ہے کہ کسی بھی معاملے میں انصاف اور رواداری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔

قرآن مجید کی سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوا ہے۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا ط اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ ”کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو یہی تقویٰ سے قریب ہے۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے تو غیر مسلموں کی جانوں، ان کے مالوں، ان کے مکانوں اور ان کے بال بچوں کے علاوہ ان کی پرستش گاہوں کی بھی حفاظت کا حکم دیا ہے۔

مذہبی جنون اور تعصب کے ہاتھوں صرف دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی جانوں ہی کو خطرہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی عبادت گاہیں بھی خطرے میں ہوتی ہیں۔

چنانچہ ایک قوم کے ہاتھوں دوسری قوم کی عبادت گاہوں کو برباد اور ویران کردینے کی داستانیں بھی اقوام عالم کی تاریخ میں موجود ہیں۔

جیسے خود ہمارے ملک ہندوستان میں انتہاپسند ہندو جماعتوں نے اجودھیا کی ایک قدیم مسجد کو توڑ کر اسے مندر میں تبدیل کر دیا ہے۔

قرآن نے مسلمانوں پر اس بات کو فرض کر دیا ہے کہ اگر وہ صاحبِ قوت واقتدار ہوں اور کوئی قوم دوسری قوم کی عبادت گاہوں کو منہدم کرنے پر آمادہ ہو تو وہ اس کی حفاظت کریں۔

سورۂ حج میں ارشاد ہوا ہے:

ولو لا دفع اللّٰه النّاس بعضهم ببعض لهدّمت صوامع وبيع وصلوات ومسٰجد يذكر فيها اسم الله كثيرا ط

''اگر اللہ تعالیٰ بعض انسانوں (کی قوت) کے ذریعہ دوسرے انسانوں (کی شرکشی) کی روک تھام نہ کرے تو خلوت خانے، گرجے اور عبادت گاہیں سب منہدم ہو جائیں، اور وہ مسجدیں بھی جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔''

البتہ جو غیر مسلم قومیں مسلمانوں سے جنگ نہیں کرنا چاہتیں ان کے بارے میں قرآن مجید کی سورۂ ممتحنہ میں حکم دیا گیا ہے:

لا ينهٰكم اللّٰه عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبرّوهم وتُقسطوا اليهم ط

''جو لوگ تم سے دین میں نہیں لڑتے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالتے ہیں، ان کے ساتھ بھلائی کرنے اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے اللہ تمہیں نہیں روکتا۔''

سورۂ نمل میں ارشاد ہوا:

وان جنحوا للسّلم فاجنح لها وتوكل على اللّٰه ط انه هو السميع العليم ط

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر دشمن صلح وسلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو، یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔''

یعنی کفر واسلام کے ٹکراؤ کے معاملہ میں تمہیں بزدل بن کر نہیں رہنا چاہیئے، بلکہ بہادر اور دلیر بن کر رہنا چاہیئے، دشمن قومیں جب تم سے مصالحت پر آمادہ ہوں یا اس کی خواہش ظاہر کریں تو تمہیں اس کے لئے بلا جھجک تیار ہو جانا چاہیے۔

صلح کے لئے ہاتھ بڑھایا جائے تو اس کے جواب میں تم بھی ہاتھ بڑھاؤ، اور اگر لڑائی کے لیے تمہیں مجبور کر دیا جائے تو دشمن کے ہاتھ کو اپنی قوتِ بازو سے توڑ دو تا کہ کوئی بھی شخص تمہیں نرم چارہ سمجھ کر برباد اور تباہ کرنے کی جرأت نہ کرے۔

قرآن اور حدیث کی تعلیمات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلام کی جنگ ظلم وفساد کے خلاف ہے نہ کہ دنیا کے مذاہب اور اقوام کے خلاف۔

مسئلہ جہاد پر جو حکم اسلام نے دیا ہے اس سے بہتر اصول وضع کرنا قطعی ناممکن ہے، افسوس ہے کہ دنیا اس حکم کے متعلق گوناگوں غلط فہمیوں کے اندر مبتلا ہے۔

شاعر اسلام حفیظ جالندھری نے خوب کہا ہے ؎

کہا راہِ خدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے ۔۔۔ خدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے
مگر تم یاد رکھو صاف ہے یہ حکم قرآں کا ۔۔۔ ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ، مسلماں کا
نہیں دیتا اجازت پیش دستی کا خدا ہرگز ۔۔۔ مسلماں ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتداء ہرگز
فقط ان سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں
فقط ان سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں

باطل نظریات کے خلاف جہاد کا حکم اس لیے نہیں ہے کہ دنیا سے کافروں کا خاتمہ کر دیا جائے، بلکہ اس لئے ہے کہ تمام انسان آزاد ہو جائیں اور امن قائم ہو جائے۔

اسلام کا مقصد محض کسی علاقہ کی تسخیر، حکومت کا حصول، غیر مسلموں کی بربادی یا اقتدار کی جنگ نہیں ہے، وہ تو فی سبیل اللہ جنگ کا حکم دیتا ہے۔

یعنی ایسی جنگ جس میں کوئی ذاتی یا قومی یا ملکی غرض نہ ہو، بلکہ دنیا کے انسانوں کو اس کے ذریعہ امن وسکون، حریت اور آزادئ رائے حاصل ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن جہاد کے بارے میں غیر مسلموں کے تعصب اور ان کی دشمنی کی یہ حالت ہے کہ ایک مستشرق نے اپنی کتاب میں یہاں تک لکھ دیا ہے:

''جب محمد کے پیروؤں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تو انھوں نے اپنے عقائد بزور منوانے کی ٹھانی اور جنگ وجدال کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگیا، بالآخر انھوں نے پورے ملکِ عرب کو فتح کر ڈالا۔''

حالانکہ اس طرح کی باتیں کم فہمی ہی نہیں کج فہمی کی دلیل ہیں، اور یہ کہنا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور لوگوں کو زبردستی مسلمان بنایا گیا ہے، سوائے تعصب اور ہٹ دھرمی کے کچھ نہیں ہے۔

اگر تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان بنایا گیا تو پھر شمشیر زنوں کو کس نے مسلمان بنایا تھا؟

اسلام یہ حکم کہاں دیتا ہے کہ جو لوگ اسلام کو ماننے اور اسے قبول کرنے پر تیار نہ ہوں انہیں قتل کردو؟

وہ تو جہاد کا حکم اس لئے دیتا ہے کہ انسانیت کی فلاح وصلاح کا جو نظریہ اور پروگرام اس کے پاس ہے، اس سے تمام بنی نوع انسان فائدہ اٹھائیں، سب انسان آزاد ہوجائیں اور شر پسند طاقتوں کا خاتمہ ہوجائے تاکہ دوسروں کو امن وسکون کے ساتھ رہنے کا موقع ملے۔

جہاں تک زبردستی مذہب کے تبدیل کرنے کا سوال ہے، اسلام نے اس سے انتہائی سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔

اس نے صاف صاف اعلان کردیا:

فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر ''جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کا راستہ اختیار کرے۔''

قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

لا اکراہ فی الدین ''دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔''

سورۂ غاشیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: لست علیھم بمصیطر ''تم ان پر داروغہ نہیں ہو۔''

ان ہدایات کے باوجود کوئی شخص جہاد کا یہ مطلب سمجھے کہ لوگوں کو مار مار کر مسلمان بناؤ، یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی اسلام اور قرآن سے ناواقفیت کی دلیل ہی نہیں، بلکہ یہ اس کی جہالت اور نادانی کا بدترین ثبوت بھی ہے۔

کیونکہ مذہب جبر سے نہیں بلکہ دل ودماغ کی تبدیلی سے بدلا جاسکتا ہے، مذہب میں دوسروں کو لانے کے لیے حکمت وموعظت اور دلائل وبراہین کی ضرورت ہوتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ نحل میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے:

اُدع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن ط ''لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور دانائی اور اچھی نصیحت کے طریقہ پر بلاؤ اور ان سے احسن طور پر مباحثہ کرو۔''

یعنی یہ نہ ہو کہ تم مخالف کی دیکھا دیکھی آپے سے باہر ہو جاؤ۔ تم پر طیش کا غلبہ ہو جائے اور سخت کلامی پر اتر جاؤ، اور ان کے مذہب اور پیشوانِ دین کی تذلیل کرنے لگو۔

اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور انصاف کی اس حد تک تاکید کی ہے کہ دورانِ جنگ اگر دشمن قوم کا کوئی فرد تمہارے قابو میں آجائے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے۔

قرآن مجید کی سورۂ توبہ میں بتایا گیا ہے۔

وان احد من المشرکین استجارک فاجره حتی یسمع کلام اللّٰه ثم ابلغه مامنه ط ''اگر مشرکین میں سے کوئی شخص تمہارے پاس آکر پناہ لے تو اسے پناہ دو تا کہ وہ کلام الٰہی سن لے، اس کے بعد اپنی حفاظت میں اس کو اس کی جگہ پہنچا دو۔''

اب ذرا ہم سیرتِ پاک اور صحابہ کرامؓ کے واقعات کی روشنی میں یہ سمجھیں کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنان اسلام کے ساتھ کس طرح رواداری اور فیاضی کا ثبوت دیا تھا۔

مشہور صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ مسلمان ہونے سے پہلے ایک بار کافروں کے ایک قافلہ کے ساتھ ہو گئے پھر موقع پاکر قافلہ کے تمام لوگوں کو قتل کر کے ان کے مال واسباب لوٹ لائے اور مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کلمہ پڑھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارا اسلام تو قبول کرتا ہوں لیکن اس مال سے بیزار و بے تعلق ہوں جو تم لوگ لوٹ کر لائے ہو۔'' پھر فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جو کسی کے مال واسباب کو لوٹ لے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

ابوداؤد میں حضرت ثعلبہ بن حکمؓ سے روایت ہے کہ ایک غزوہ میں لشکر اسلام کے بعض مجاہدین نے دشمن قبیلہ کی چند بکریاں لوٹ لیں اور ان کو ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھادیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو ارشاد فرمایا:

"تمام ہانڈیاں الٹ دی جائیں۔"

غزوۂ احد میں مسلمانوں کی شکست کے بعد کفار مکہ نے جس سفاکانہ جذبہ کا مظاہرہ کیا وہ ظلم وستم کی تاریخ میں ایک منفرد مثال ہے۔

لاشوں کی ہر طرح سے بے حرمتی کی گئی، عورتوں نے شہداء کی لاشوں کے پیٹ پھاڑے، ناک کان کاٹے، اور کلیجے چبائے،

خود ابوسفیان نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے دہن مبارک پر کمان اٹھا کر ماری اور کہا:

"لو اب مزہ چکھو۔"

اسی کے ساتھ ساتھ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل بھی ملتا ہے کہ آپؐ نے جواباً بھی ایسا نہیں کیا، بلکہ مسلم فوج کو دشمن کی مقتولین کی لاشوں کو مثلہ کرنے سے روکا۔ اور ان کی لاشوں کو بھی دفن کرایا تاکہ جانور وغیرہ انہیں نہ لے جاسکیں۔

۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا، تو یہ وہ وقت تھا کہ کفار مکہ سے ایک ایک ظلم کا بدلہ لیا جاسکتا تھا۔

چنانچہ سعد بن عبادہؓ نے عسکری ترنگ میں آکر کہہ دیا تھا:

الیوم یوم الملحمۃ "آج کا دن قتل وخونریزی کا دن ہے"، یہ سن کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

الیوم یوم المرحمۃ "آج کا دن رحمت وشفقت کا دن ہے۔"

اس موقع پر ابوسفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ میں آپ کو خدائے برتر کی قسم اور قرابت داری کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ انہیں معاف کر دیجئے اور کوئی انتقام لیجئے۔

آپؐ نے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہوگا اور حکم دیدیا کہ حضرت سعد سے جھنڈا لے لیا جائے، کیونکہ وہ جذبات سے مغلوب ہیں اور انتقامی کاروائی کر سکتے ہیں،

پھر اعلان ہوا: "جو کوئی اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے امن ہے، جو شخص مقابلہ سے اپنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ روک لے اسے امن ہے، جو تلوار میان میں رکھ لے اسے امن ہے، جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اسے امن ہے، جو ابوسفیان اور حکیم ابن حزام کے گھر میں چلا جائے اسے امن ہے، اور جو شخص بھاگے ہرگز اس کا پیچھا نہ کیا جائے،،

اتنے بڑے شہر میں جہاں قدم قدم پر وہ لوگ موجود تھے، جو ساری عمر در پئے آزار رہے، چند آدمی سزایاب ہوئے اور بقیہ سب کو معاف کر دیا گیا۔

ان معافی پانے والوں میں عکرمہ بن ابوجہل، حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی جگر خوار حمزہؓ ہندہ اور جبار ابن الاسود بھی تھے۔

عام خیال یہ تھا کہ جن لوگوں نے مسلمانوں کے گھروں پر قبضہ کر لیا تھا ان سے مکانوں کو خالی کرا کے ان کے اصل مالکوں کو دیدیا جائے گا۔

لیکن یہ مکانات بھی مکہ والوں سے نہیں لیے گئے۔

اگر جہاد صرف زر و زمین کے حصول اور زور زبردستی کے ذریعہ مسلمان بنانے کے لئے ہوتا تو اس سے بہتر کون موقع ہو سکتا تھا کہ مجبور دشمن سے اس کی ایذا رسانیوں کا بھرپور انتقام لیا جائے اور ان اموال واملاک کو ضبط کر لیا جائے اور ان کے سروں پر تلوار رکھ کر انہیں کلمہ پڑھنے پر مجبور کر دیا جائے؟

کیا احترام انسانیت کی ایسی شاندار مثالوں کے باوجود اسلام پر وہ گھناؤنا الزام لگانا درست ہے جو جہاد کے بارے میں معاندین اسلام لگاتے ہیں؟

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

علم

الحمد للّٰہ الّذی انزل علیٰ عبدہ الکتٰب ولم یجعل لہ عوجا و الصلوٰۃ و السلام علی نبیہ محمد وعلیٰ سائر الصحابۃ و التابعین اما بعد

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

قل ھل یستوی الذین یعلمون و الّذین لا یعلمون انّما یتذکرُ اولوا الالباب ط

یہ بات تو کھری ہے ہرگز نہیں ہے کھوٹی   عربی میں نظم ملت بی اے میں صرف روٹی
لیکن جناب لیڈر سن کر یہ بات بولے   بندھوائیں گے یہ حضرت اس قوم کو لنگوٹی
اس بات کو خدا ہی بس خوب جانتا ہے،
کس کی نظر ہے غائر کس کی نظر ہے موٹی

حضرات! اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر اور احسان ہے جس نے ہمیں ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا، اور اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بننے کا شرف بخشا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقصد کو قرآن مجید کی سورۂ جمعہ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ق وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ٥ ”وہی وہ ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے تھے۔“

سورۂ بقرہ میں یوں وضاحت کی گئی ہے:

کما ارسلنک فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایٰتنا ویزکیکم ویعلمھم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔ ''جیسا کہ ہم نے تم ہی میں سے ایک رسول تمہارے اندر بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے۔''

سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:

لقد من اللّٰہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔ ''تحقیق اللہ نے ایمان والوں پر یہ احسان کیا کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے تھے۔''

سورہ بقرہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعا آئی ہے جو انہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت اللہ سے دعا کی تھی۔ انہوں نے اللہ سے یہ بھی عرض کیا تھا۔

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم ''اے رب ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھائیو جو انھیں تیری آیات سنائے ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔''

یہ قرآنی نصوص بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے معلّم اور مبیّن ہیں یعنی آپ کی بعثت کا اصل مقصد ہے، تلاوت آیات، تزکیہ، اور کتاب وحکمت کی تعلیم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی غار حرا میں نازل ہوئی تھی جب حاجی جدہ سے مکہ کی طرف چلتا ہے تو مکہ کے قریب پہنچ کر اسے ٹھیک سامنے ایک بڑا پہاڑ نظر آتا ہے جو جنوب سے شمال کی طرف پھیلا ہوا ہے۔ یہ پہاڑ حرم شریف میں داخل ہونے کے بعد حجر اسود کے ٹھیک سامنے سے بہت صاف دکھائی دیتا ہے۔

یہ جبل نور ہے اس پر چڑھ کر آگے جانے کے بعد اونچائی پر ایک غار ہے یہی غار غار حرا کے نام سے مشہور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی غار میں تھے کہ حضرت جبرئیل آئے اور آپ سے کہا اقراء پڑھ آپؐ نے فرمایا ما انا بقاری ''میں پڑھا نہیں ہوں'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا کہ فرشتہ نے مجھے پکڑلیا اور دبایا اور یہاں تک کہ اسکا دباؤ میری طاقت کی انتہا کو پہنچ گیا۔

پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا اقراء پڑھ میں نے پھر کہا ما انا بقاری ''میں پڑھا نہیں ہوں'' اس نے مجھے پھر پکڑا اور دوبارہ اس طرح دبوچا کہ اس کا دبوچنا میری طاقت کی انتہا کو پہنچ گیا۔ پھر اس سے مجھے چھوڑ دیا اور کہا۔

اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم. '' پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا پڑھ اور تیرا رب کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا انسان کو وہ ساری باتیں سکھائیں جسے وہ نہیں جانتا تھا''

یہ قرآن کی سب سے پہلی آیتیں ہیں جو آپؐ پر اتریں۔

قرآن کی ان ابتدائی آیات میں دو بار پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تین بار علم کا بیان ہوا ہے اور ایک بار قلم کا ذکر ہے گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی سب سے پہلی وحی کا تعلق علم سے ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لائے تو آپؐ نے دیکھا کہ وہاں دو جماعتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ایک جماعت ان لوگوں کی ہے جو اللہ کے ذکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور دوسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو آپس میں ایک دوسرے سے دین کی باتیں سیکھ رہے ہیں۔

آپ ان لوگوں کے درمیان بیٹھ گئے جو آپس میں ایک دوسرے کو دین کی باتیں سکھا رہے تھے اور فرمایا کہ دونوں پر حق ہیں لیکن چونکہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اس لیے اسی مجلس میں بیٹھنا پسند کرتا ہوں۔

انسانی زندگی میں علم کی غیر معمولی اہمیت ہے یہی وہ قیمتی دولت ہے جو درحقیقت انسان کے اخلاق و کردار کی اصل بنیاد ہے۔

انسانی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ اسے حقیقت کا علم ہو جائے جس کے مطابق وہ اپنی زندگی کو ڈھال سکے۔ اگر اسے اس بات کا علم ہی نہ ہو کہ اسے یہ زندگی کس نے عطا کی ہے، اس کی غرض و غایت کیا ہے، اسے کس راستے پر چلانے میں فلاح ہے اور کس راستے پر چلانے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خسارہ ہے؟ تو انسان نہ کبھی صحیح راستے پر چل سکتا ہے اور نہ اپنے پروردگار کی مرضی پوری کر سکتا ہے۔
بالکل ایسے ہی جیسے کوئی شخص گہرے اندھیرے میں بھٹک رہا ہو اور اسے بالکل خبر نہ ہو کہ وہ کہاں ہے؟ اسے کہاں جانا ہے؟ اور اس کی منزل کہاں ہے؟

علم انسان کے لئے ہر گھڑی روشن مشعل اور بہترین رہنما ہے۔ فرض کیجئے ایک شخص کسی مرض میں مبتلا ہے اور اسے اپنا علاج کرانا ہے لاکھوں دوائیں اس کے سامنے ہیں ان میں سے بعض دوائیں اس مریض کے لیے مفید ہیں اور بعض مضر۔ اگر وہ مفید دوا کی افادیت اور مضر دوا کی مضرت کو نہ جانے تو وہ دوا کے بدلے زہر استعمال کر بیٹھے گا اور بجائے صحت وشفا کے موت کو گلے لگا لے گا۔

ایک نکتہ

مال انسان کے لیے ایک بہت ہی قیمتی چیز ہے اسی لئے آدمی مال کو حاصل کرنے کے لیے اپنا ضمیر تک بیچ دینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ مال کے لیے آدمی اپنے ملک کے قیمتی رازوں کو دوسرے ملکوں کے ہاتھوں بیچ دیتا ہے لیکن مال وہ چیز ہے جس کی حفاظت خود انسان کو کرنی پڑتی ہے البتہ علم وہ دولت ہے جو خود انسان کی حفاظت کرتی ہے۔

آدمی جس قدر مال خرچ کرتا ہے اسی قدر اس میں کمی آ جاتی ہے لیکن صاحب علم جتنا علم کو خرچ کرتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کے علم میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دنیوی علوم بھی مسلمان کے لیے بہت ضروری ہیں اور یہ بات بلا تامل کہی جا سکتی ہے کہ زندگی کی بقا ان کے بغیر مشکل اور محال ہے۔

لیکن اس سے پہلے علوم دینیہ کا حصول ضروری ہے۔ کیونکہ اسکے بغیر انسانیت حیوانیت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اللہ اور اس کے حقوق کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ انسان کی اپنی خواہشات وجذبات ہی اسے اس کے مطمح نظر ہوتے ہیں۔ حقوق العباد کیا ہے؟ اس کے بارے میں وہ بالکل اندھیرے میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ کن کاموں سے خوش اور کن کاموں سے ناراض ہوتا ہے؟ اس کے بارے میں اسے کوئی معلومات نہیں ہوتیں۔

اور جب معلوم نہیں ہوں گی تو وہ ان راہوں پر کیسے چل سکے گا؟ گویا عمل کے لئے علم ضروری ہے اور علم کے بغیر عملی میدان میں قدم بڑھانے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوا کہ اصل علم وہی ہے جس سے معرفت الٰہی حاصل ہو۔

یہی وہ علم ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کی شہادت میں خود اپنی ذات اور ملائکہ کے ساتھ اہل علم کو بھی شامل فرمایا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے شھد اللّٰہ انہ لا الٰہ الا ھو والملٰئکۃ واولوالعلم قائما بالقسط لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم " اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور فرشتے اور اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی معبود نہیں ہے"

انسان اللہ کی تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ اشرف ہے اور اسے اشرف المخلوقات کا مقام اس کے دینوی علموں ہی کی وجہ سے ملا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں پوری تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ جب انسان کی تخلیق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفہ "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں" تو جواب میں انہوں نے عرض کیا:

اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک " کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں۔ جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا آپ کی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لیے تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

انی اعلم مالاتعلمون "میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"

آگے آتا ہے وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملٰئکۃ فقال انبئونی باسماء ھٰؤلاء ان کنتم صدقین " اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے پھر انھیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر تمہارا خیال صحیح ہے کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے انتظام بگڑ جائے گا تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ فرشتوں نے جواب دیا سبحنک لا علم لنا الا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم " اے اللہ تیری ذات ہر طرح کے عیب ونقص سے پاک ہے ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا تو نے ہم کو دیدیا ہے حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا تیرے سوا کوئی نہیں ہے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب آدم کو حکم ہوتا ہے: یٰا ادم انبئھم باسماء ھم ’’آدم تم انھیں ان چیزوں کے نام بتاؤ‘‘ تو آدم نے تمام چیزوں کے نام بتا دیئے اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا الم اقل لکم انی اعلم غیب السمٰوٰت والارض واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون ’’میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں جانتا ہوں۔‘‘

اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام جنوں اور فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں جیسا کہ آگے آنے والی آیت میں بتایا گیا ہے۔ واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس ’’اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدہ میں گر گئے سوائے ابلیس کے۔‘‘

یہی علم ہے جس کی وجہ سے انسان کو تمام مخلوقات میں عظیم ترین مقام ملا اور اسے مسجود ملائک کا شرف حاصل ہوا۔

ایک مثال

فرض کیجئے ایک شخص بالکل سیدھے راستے پر چل رہا ہے۔ یہ ایسا راستہ ہے جس پر چل کر وہ اپنی منزل تک صحیح سلامت پہنچ جائے گا مگر اسے راستے کا صحیح علم نہیں ہے ایسی حالت میں ایک دھوکے باز پہنچ جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تم جس راہ پر چل رہے ہو وہ غلط راہ ہے جو تمہیں منزل تک پہنچانے کے بجائے اپنی منزل سے دور کر دے گی۔

تو وہ شخص راستہ نہ جاننے کی وجہ سے صحیح راستہ چھوڑ دے گا اور منزل سے دور ہو جائے گا اس کے برخلاف ایک شخص غلطی سے غلط راستے پر لگ گیا ہے لیکن اسے صحیح راستے کا علم ہے تو وہ آگے چل کر غلط راہ کو چھوڑ کر صحیح راہ پر آ جائے گا۔ معلوم ہوا کہ اگر انسان کو راستے کا علم نہیں ہے تو وہ صحیح راہ پر ہونے کے باوجود بے راہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر اسے صحیح راہ کا علم ہے تو وہ غلط راہ پر لگ جانے کے باوجود صحیح راہ پر آ سکتا ہے۔

ایک شخص ایسا ہے جس نے یوریا کھاد نہیں دیکھی نہ ہی اسے شکر کے بارے میں کچھ معلوم ہے ایسے شخص کو شکر کے دھوکے میں اگر کوئی شخص یوریا کھاد دیدے تو اسے قبول کر لے گا لیکن جو شخص ان دونوں چیزوں کی ماہیت سے واقف ہے اسے شکر کے دھوکے میں یوریا کھاد نہیں دی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاسکتی۔

غزوۂ بدر میں ستر کافر مارے گئے تھے اور اتنی ہی تعداد میں گرفتار بھی ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے لیے یہ فدیہ مقرر کیا تھا کہ اگر وہ دس مسلم نوجوانوں کو پڑھا دیں تو انھیں چھوڑ دیا جائیگا۔

یہ قیدی بدترین قسم کے جنگی مجرم تھے ان کو چھوڑ دینے میں قطعی طور پر یہ اندیشہ تھا کہ وہ منظم ہو کر دوبارہ مدینہ پر حملہ کر دیں اور فی الواقع غزوۂ احد کے موقع پر انہوں نے ایسا ہی کیا تاہم اس واضح اندیشہ کے باوجود انھیں تعلیم کی خاطر چھوڑ دیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں علم کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ ہر خطرہ اور اندیشہ کو نظر انداز کر کے اسے حاصل کرنا چاہیے۔

جب علم اور دوسری مصلحتوں کے درمیان انتخاب کا معاملہ ہو تو علم کا انتخاب کیا جائے نہ کہ دوسری مصلحتوں کا۔ علم انسان کا ایک انتہائی مؤثر ہتھیار ہے اس کی بدولت وہ زندگی کی صحیح راہ پالیتا ہے اور یہی وہ قیمتی چیز ہے جو اسے تمام مصائب سے بچانے کا سبب بن جاتی ہے۔

قرآن مجید کی سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جب عزیز مصر کی بیوی کی سازش کا شکار ہو کر وہ قید خانے میں ڈال دیئے گئے تو ان کے ساتھ بادشاہ کے دو غلام بھی مختلف جرائم کے الزام میں جیل خانے میں داخل کئے گئے۔ ان میں سے ایک شاہ مصر کو شراب پلانے والوں کا سردار تھا اور دوسرا روٹی پکانے والوں کا سردار تھا۔

تلمود اور بائبل میں یہ روایت آئی ہے کہ شاہ مصر نے ان دونوں کو اس جرم میں جیل بھیج دیا تھا کہ ایک دعوت کے موقع پر روٹیوں میں کچھ کرکراہٹ پائی گئی تھی اور شراب کے ایک گلاس میں مکھی نکل آئی تھی۔ ایک رات دونوں نے قید خانے میں دو مختلف قسم کے خواب دیکھے۔ سورۂ یوسف میں بتایا گیا ہے۔

قال احدھما انی ارٰنی اعصر خمرا وقال الاخرانی ارٰنی احمل فوق راسی خبزا تاکل الطیر منه نبئنا بتاویله انا نرٰک من المحسنین " ان میں سے ایک نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں دوسرے نے کہا میں نے دیکھا ہیکہ میرے سر پر روٹیاں رکھی ہیں اور پرندے ان کو کھا رہے ہیں دونوں نے کہا کہ ہمیں اس کی تعبیر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتایئے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ایک نیک آدمی ہیں۔"

تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی یہ تعبیر بتائی یصاحبی السجن اما احد کما فیسقی ربه خمرا و اما الأخر فیصلب فتاکل الطیر من راسه " اے قید خانہ کے ساتھیو! تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم میں سے ایک تو اپنے رب (شاہ مصر) کو شراب پلائے گا، رہا دوسرا تو اسے سولی پر لٹکا دیا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے۔"

اس کے بعد ہی انہوں نے رہا ہونے والے شخص سے کہا۔ اذکرنی عند ربک " اپنے رب (شاہ مصر) سے میرا ذکر کرنا۔" مگر رہا ہونے کے بعد شیطان نے اسے ایسی غفلت میں ڈالا کہ وہ شاہ مصر سے اس کا تذکرہ کرنا بھول گیا۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کئی سال تک جیل خانہ میں پڑے رہے۔ ایک بار شاہ مصر نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہوا اسی سورہ میں آگے ارشاد ہوا ہے۔

وقال الملک انی اریٰ سبع بقرات سمان یاکلهن سبع عجاف وسبع سنبلٰت خضر واخر یٰبسٰت یا ایها الملا افتونی فی رءیای ان کنتم للرءیا تعبرون "ایک روز بادشاہ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور اناج کی سات بالیں ہری ہیں اور دوسری سات سوکھی، اے اہل دربار مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خوابوں کا مطلب سمجھتے ہو۔"

لوگوں نے کہا اضغاث احلام وما نحن بتاویل الاحلام بعلمین "یہ تو پریشان خواب کی باتیں ہیں اور ہم اس طرح کے خوابوں کا مطلب نہیں جانتے" اب اس شخص کو جو قید خانہ سے رہا کیا گیا تھا مدت دراز کے بعد یہ بات یاد آئی اور اس نے کہا۔

انا انبئکم بتاویله فارسلون " میں آپ حضرات کو اس کی تاویل بتاتا ہوں مجھے ذرا قید خانے میں یوسف کے پاس بھیج دیجئے۔" اس نے قید خانے میں جا کر حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا۔ یوسف ایها الصدیق افتنافی سبع بقرات سمان یاکلهن سبع عجاف وسبع سنبلٰت خضر واخر یٰبسٰت لعلی ارجع الی الناس لعلهم یعلمون "یوسف اے سراپا راستی! مجھے اس خواب کا مطلب بتا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری ہیں اور سات سوکھی تاکہ میں ان لوگوں کے پاس جاؤں اور وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جان لیں۔"

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس عجیب وغریب خواب کی تعبیر بتائی۔ تزرعون سبع سنین دابا فما حصدتم فذروہ فی سنبلہ الا قلیلا مما تاکلون ثم یاتی من بعد ذٰلک سبع شداد یاکلن ما قدمتم لھن الا قلیلا مما تحصنون ثم یاتی من بعد ذٰلک عام فیہ یغاث الناس وفیہ یعصرون "سات برس تک تم لگا تار کھیتی باڑی کرتے رہو گے اس دوران جو فصلیں تم کاٹو ان میں سے بس تھوڑا سا حصہ جو تمہاری خوراک کے کام آئے نکال لو اور باقی کو اس کی بالوں میں ہی رہنے دو پھر سات برس بہت سخت آئیں گے اس زمانے میں وہ سب غلہ کھالیا جائے گا جو تم اس وقت کے لیے جمع کرو گے اگر کچھ بچے گا تو بس وہی جو تم نے محفوظ کر رکھا ہو اس کے بعد پھر ایک سال ایسا آئے گا جس میں باران رحمت سے لوگوں کی فریادرسی کی جائے گی اور وہ رس نچوڑیں گے۔"

خواب کی تعبیر بتانے کے بعد وہ باعزت قید خانے سے رہا کیے گئے اور بادشاہ کے یہاں بلائے گئے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام سے اس کی گفتگو ہوئی تو اس نے کہا۔ انک الیوم لدینا مکین امین اب آپ ہمارے یہاں قدر ومنزلت رکھتے ہیں اور آپ کی امانت ودیانت پر پورا بھروسہ ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ علم ہی وہ چیز تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے نجات دلانے اور انھیں تخت مصر پر پہنچانے کا سبب بن گئی۔

شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ لیکن اسے شیطان کے فریب سے بچانے والی سب سے زیادہ مؤثر چیز علم ہی ہے۔ دارقطنی اور بیہقی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ماعبداللہ بشئی افضل من فقہ فی دین ولفقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف ماعابدولکل شئی علما ذوعمادھذا الدین الفقہ " اللہ کے بندے کے لئے دین میں سمجھ حاصل کرنے سے بڑھ کر فضیلت کی بات دوسری نہیں ہوسکتی ایک دین میں سمجھ رکھنے والا انسان شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے اور ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اس دین (اسلام) کی بنیاد تفقہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے۔ ایک بار وہ رات کے آخری حصے میں محو عبادت تھے کہ اچانک انہوں نے دیکھا کہ آسمان پر روشنی کا ایک گولہ نظر آرہا ہے جس کی وجہ سے گردو پیش اس طرح روشن ہو گیا ہے جیسے سورج نکل آیا ہو۔ اچانک روشنی سے آواز آئی۔

''عبدالقادر میں اللہ ہوں میں تیری عبادت سے بہت خوش ہوا آج سے تیری ہر نماز معاف ہے'' انہوں نے فورا جواب دیا'' تو شیطان مردود ہے اس لئے کہ سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز معاف نہیں ہوئی تو میرے لیے کیسے معاف ہو سکتی ہے۔'' ان کا یہ کہنا تھا کہ روشنی بالکل ختم ہو گئی اور پھر آواز آئی۔

''عبدالقادر یقیناً میں ابلیس ہوں اور میں نے اس طرح دھوکہ دے کر ہزاروں عبادت گذاروں کو گمراہ کر دیا ہے مگر آج تیرے علم نے تجھے بچالیا'' انہوں نے فورا کہا۔

''نہیں میرے علم نے مجھے نہیں بچایا بلکہ میرے اللہ نے بچایا اگر اللہ نے مجھے علم کی دولت نہ دی ہوتی تو میں تیرے بچھائے ہوئے جال میں پھنس جاتا۔

تلبیس ابلیس میں واقعہ آتا ہے کہ ایک بار ابلیس گدھا لے کر رات کے وقت ایک ایسے شخص کے گھر گیا جس کی زندگی کا زیادہ وقت اللہ کی عبادت میں صرف ہوا تھا لیکن وہ ان پڑھ اور دین اور اس کی بنیادی تعلیمات سے ناواقف تھا۔

ابلیس نے اس سے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عبادت قبول کر لی ہے میں جبرئیل ہوں اور براق لے کر آیا ہوں اس نے آپ کو معراج کے لئے بلایا ہے۔ عابد کے دل میں شیطان کی بات بیٹھ گئی اور وہ تیار ہو گیا ابلیس نے اسے گدھے پر بٹھایا اور کہا اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کے انوار و تجلیات کو دیکھ آپ مبہوت اور بدحواس ہو جائیں عابد نے ایسا ہی کیا۔

اب شیطان اسے لے گیا اور جہاں پورے شہر کی غلاظت ڈالی جاتی تھی وہیں اسے گرا دیا۔ اور پھر اسی رات وہ ایک عالم کے پاس گیا اور اس سے بھی وہی کہا جو عابد سے کہا تھا مگر عالم نے فورا جواب دیا کہ تو ابلیس لعین ہے اس لئے کہ معراج کا شرف نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا ہے آپ کے سوا کسی کو نہیں، جب ابراہیم خلیل اللہ موسیٰ کلیم اللہ اور اسماعیل ذبیح اللہ کو یہ مقام نہیں ملا تو مجھے کیسے مل سکتا ہے آخر شیطان اپنا منہ لٹکا کر واپس چلا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوا کہ جو جاننے والا ہے اسے کوئی بے راہ نہیں کر سکتا لیکن جو انجان ہے اسے راہ حق سے بھٹکا دینا بہت آسان ہے۔ عابد اور عالم میں ایک اور حیثیت سے بہت بڑا فرق ہے عابد کو صرف اپنی نجات کی فکر ہوتی ہے جبکہ عالم کا علم اور اس کی تبلیغ دوسروں کی نجات کا ذریعہ اور سبب بنتی ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور کتاب گلستاں میں اس حقیقت کو بڑے دلنشیں انداز میں بیان کیا ہے۔

صاحب دلے بمدرسہ آمدز خانقاہ بشکست عہد صحبت اہل طریق را

''ایک خداشناس بزرگ گوشہ نشینی اور فقیروں کی صحبت چھوڑ کر مدرسہ میں علماء کی صحبت میں داخل ہو گیا۔''

گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود تا اختیار کردی ازاں ایں فریق را

''اس پر میں نے دریافت کیا کہ عالم اور عابد میں کیا فرق ہے جس کی وجہ سے آپ نے عابد کی صحبت کو چھوڑ کر عالم کی صحبت کو پسند کیا۔''

گفت ایں گلیم خویش بروں می بردز موج ویں جہد می کند کہ بگیرد غریق را

''اس درویش نے کہا کہ عابد صرف اپنی ذات کو موج اور طوفان سے باہر نکال سکتا ہے لیکن عالم کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسرے ڈوبنے والوں کو بھی بچالے۔''

دین دراصل نام ہے علم وعمل کا لیکن پہلے علم ہے اس کے بعد عمل۔

آج مسلمانوں میں جو بے عملی، بے دینی اور بے راہ روی ہے ان میں سے ایک چیز نماز سے غفلت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جگہ جگہ مساجد کی تعمیر ہو رہی ہے مگر مسجدیں نمازیوں سے خالی ہیں اور جب لوگوں کو اس پر آمادہ کیا جاتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ نماز شروع کر دیتے ہیں مگر چند دن یا چند مہینوں کے بعد وہ ایسے غائب ہوتے ہیں جیسے انھیں مسجدوں سے کوئی تعلق ہی نہ ہو، آخر کیوں؟

جب کہ مسجدوں کی عمارتیں پختہ ہوتی ہیں، ان میں ہوادار کھڑکیاں لگی ہوتی ہیں، ان میں بجلی کے پنکھے ہوتے ہیں، ان کا فرش خوب صورت اور آرام دہ ہوتا ہے اور ان میں صفائی ستھرائی ہوتی ہے اس کے باوجود لوگوں کو مسجدوں سے زیادہ ہوٹلوں میں بیٹھنے میں لطف ملتا ہے چاہے انھیں اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بھٹی کے پاس ہی جگہ ملے۔

آدمی نماز شروع کر کے کیوں چھوڑ بیٹھتا ہے؟ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اسے نماز میں وہ سکون اور لطف نہیں ملتا جو نماز کی خاصیت ہے اور جب انسان کو کسی کام میں لطف نہیں ملتا ہے تو اس میں اس کا جی نہیں لگتا ہے جب آدمی کو کسی مجلس میں مزہ ملتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ وہ مجلس طویل ہو جائے تا کہ اس کی باتوں سے وہ لطف اندوز ہوتا رہے۔

قرآن مجید کی سورۂ طہٰ میں بیان ہوا ہے کہ ایک بار اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا **وما تلک بیمینک یموسیٰ** "اور اے موسیٰ یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے" انہوں نے جواب دیا **ھی عصای** "یہ میری لاٹھی ہے" اللہ نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ تم اس سے کیا کام لیتے ہو پھر بھی انہوں نے آگے کہا **اتوکؤا علیھا** "میں اس پر ٹیک لگا کر چلتا ہوں" **واھش بھا علیٰ غنمی** "اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔" **ولی فیھا مارب اخریٰ** "اور بھی بہت سے کام ہیں جو اس سے لیتا ہوں۔"

چونکہ اللہ سے گفتگو کرنے میں انھیں حد سے زیادہ لطف مل رہا تھا اس لئے وہ گفتگو کو طول دے رہے تھے۔ اگر نمازوں میں لطف اور سکون ملنے لگے تو کوئی وجہ نہیں کہ لوگ نماز شروع کر کے اسے چھوڑ دیں۔

اور لطف اس لئے نہیں ملتا کہ جو کچھ ہم نمازوں میں پڑھتے ہیں اس کے معنی و مفہوم کا ہمیں علم نہیں ہوتا اور نہ ہی ہم اسے جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا ہے کہ دین نام ہے علم اور عمل کا اور عمل سے پہلے علم یعنی دین کی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

مسلم شریف میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے سامنے آیا جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال بہت ہی سیاہ تھے نہ اس پر سفر کا کوئی اثر نمایاں تھا اور نہ ہی ہم میں سے اسے کوئی پہچانتا تھا یہاں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور اس نے اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا دیے اور اپنے ہاتھ آپ کی رانوں پر رکھ دیئے اور کہا "اے محمد مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اسلام یہ ہے کہ تم یہ شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور اللہ کے گھر کا حج کرو اگر اسکے راستے کی استطاعت رکھتے ہو۔'' اس نے کہا آپ نے سچ کہا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ وہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور آپ کی تصدیق بھی کرتا ہے پھر اس نے کہا مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے آپؐ نے فرمایا۔

''ایمان یہ ہے کہ کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لاؤ'' اس نے کہا آپ نے سچ کہا۔ پھر کہا مجھے احسان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا۔

''احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اسے دیکھ نہیں رہے ہو تو وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے۔'' اس نے پھر کہا مجھے اس گھڑی (قیامت) کے بارے میں بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا۔

''جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ اسے پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا'' اس نے کہا اچھا مجھے اس کی نشانیوں سے آگاہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا'' نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی اور تم ننگے پاؤں اور ننگے جسم والے کنگالوں اور بکریاں چرانے والوں کو دیکھو گے کہ وہ عمارتوں کی تعمیر میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رہنا چاہتے ہیں۔''

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر وہ چلا گیا اور میں کچھ دیر ٹھہرا رہا پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے عمر کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ سائل کون تھا؟ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ جبرئیل تھے تمہارے پاس آئے تھے کہ تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دیں۔

اب آیئے قرآن مجید اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں علم کی ضرورت وافادیت اہمیت اور فضیلت کو سمجھیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ زمر میں ارشاد فرمایا ہے۔

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون '' کہہ دو کیا علم رکھنے والے اور وہ لوگ جو بے علم ہیں برابر ہو سکتے ہیں۔'' سورۂ مجادلہ میں یوں ارشاد ہوا ہے۔

يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجت '' اللہ ان لوگوں کے درجے بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم عطا کیا گیا ہے، سورۂ طٰہ میں یہ دعا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکھائی گئی ہے۔ وقل رب زدنی علما "کہو اے میرے رب مجھے اور زیادہ علم عطا کر۔"
سورۂ بقرہ کی آیت ہے۔ ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا "جسے حکمت عطا کی گئی اسے بہت بڑی دولت عطا کی گئی ہے"

اللہ کے نزدیک کفار و مشرکین مجرم ہیں اور انھیں خاص طور پر اس لئے مجرم قرار دیا گیا ہے کہ وہ علم کے پیرو نہیں ہیں بلکہ اپنی خواہشات کے غلام ہیں اور وہ صرف اٹکل اور قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہیں۔

سورہ نجم میں ان کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔ ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شینا وہ تو بس گمان کی پیروی کرتے ہیں اور بیشک وہم وگمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔ سورۂ قصص میں فرمایا گیا۔

ومن اضل ممن اتبع ھوٰہ بغیر ھدی من اللّٰہ " اور اس شخص سے بڑھ کر بھٹکا ہوا کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے گا" سورۂ فاطر میں علم والوں کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء۔ " اللہ سے اس کے بندوں میں اہل علم ہی ڈرتے ہیں۔" یعنی جس شخص کو اللہ کی قدرت، اس کے علم، اس کی حقیقت، اس کی جباری وقہاری اور اس کی دوسری صفات کی جتنی معرفت حاصل ہوگی اتنا ہی زیادہ وہ اللہ کی نافرمانی سے خوف کھائے گا اور جو اس کی صفات سے جتنا زیادہ ناواقف ہوگا وہ اس سے اتنا ہی زیادہ بے خوف ہوگا

اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص اللہ سے بے خوف ہے وہ چاہے علامہ دہر ہو تب بھی جاہل محض ہے اور جو شخص اللہ کی صفات کو جانتا ہے اور اس کا خوف اپنے دل میں رکھتا ہے وہ ان پڑھ بھی ہو تو ذی علم ہے۔

لیکن یاد رہے کہ لفظ علماء سے وہ اصطلاحی علماء مراد نہیں ہیں جو قرآن و حدیث اور فقہ وکلام کا علم رکھنے کی بناء پر علمائے دین کہے جاتے ہیں وہ اس آیت کے مصداق صرف اسی صورت میں ہوں گے جب ان کے اندر خدا ترسی موجود ہو۔ اسی بات کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔ لیس العلم عن کثرۃ الحدیث ولکن العلم عن کثرۃ الخشیۃ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیما سخط اللہ فیہ " عالم وہ ہے جو اللہ سے بے دیکھے ڈرے، جو کچھ اللہ کو پسند ہو اس کی طرف وہ راغب ہو اور جس چیز سے اللہ ناراض ہے اس سے وہ کوئی دلچسپی نہ رکھے۔"

حدیث پاک میں اس شخص کو بہت ہی خوش نصیب بتایا گیا ہے جس کے پاس فہم و بصیرت ہے جسے دین کی معرفت اور علم حاصل ہے جو احکام دین کی غرض و غایت اور منشاء کو سمجھتا ہے جو فہم و شعور کے ساتھ اللہ کے احکام کی پیروی کرتا ہے اور جس پر یہ حقیقت منکشف رہتی ہے کہ اللہ کی اطاعت و بندگی اور اس کی پیروی ہی میں انسان کی فلاح و کامرانی ہے۔

دراصل دینی فکر و بصیرت اور تفقہ فی الدین کی دولت تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین "اللہ جس کے لیے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں تفقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے۔"

بخاری و مسلم ہی کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی االلہ علیہ وسلم نے فرمایا لاحسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہٖ فی الحق ورجل اٰتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا "حسد (رشک) صرف دو آدمیوں کے سلسلہ میں جائز ہے ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا پھر اسے حق کی راہ میں لگانی کی توفیق بخشی دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت عطا کی تو وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع "جو شخص علم کی تلاش میں نکلے وہ اس وقت تک اللہ کی راہ میں ہے جب تک کہ واپس نہ آجائے۔"

طبرانی میں فرمان رسول یوں منقول ہے۔ من جاءہ اجلہ وھو یطلب العلم لقی اللہ ولم یکن بینہ وبین النبیین الا درجۃ النبوۃ " اگر کسی شخص کو اس حالت میں موت آجائے کہ وہ علم حاصل کر رہا ہو تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف نبوت کے درجہ کا فرق رہے گا۔"

ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں اس سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ حصول علم کی تاکید کی گئی ہے۔ من سلک طریقا یلتمس فیہ علما سھل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ وان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الملئكة لتضع اجنحتها لطالب العلم رضا بما يصنع وان العالم يستغفر له من فی السموٰت ومن فی لارض حتیٰ الحیتان فی الماء وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثه الانبیاء ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ودلا درهما انما ورثو العلم فمن اخذه اخذه بحظ وافر ”جو شخص علم کی تلاش میں کوئی راستہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کردے گا اور فرشتے طالب علم کی خوشی کے لیے اپنا بازو ربچھاتے ہیں اور عالم کے لیے آسمانوں اور زمین کے رہنے والے یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت باقی سب تاروں پر ہے اور علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیاء کا ورثہ نہ دینار ہے نہ درہم بلکہ ان کا ورثہ علم ہے تو جس کسی نے اسے حاصل کیا اس نے وافر حصہ حاصل کیا۔“

بخاری و مسلم میں علم کی اہمیت کو ایک بڑی اچھی تمثیل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

مثل ما بعثنی اللّٰہ به من الهدی والعلم کمثل غیث اصاب ارضا فکانت منها طائفة طیبة قبلت الماء وانبتت الکلاء والعشب الکثیر فکان منها اجادب مسکت الماء فنفع الله بها الناس فشربوا منها وسقوا وزرعوا واصاب طائفة اخریٰ منها انما هی قیعان لا تمسک ماء ولا تنبت کلاء فذالک مثل من فقه فی دین اللّٰہ تعالی ونفعه مابثعنی الله به فعلم وعلم ومثل من لم یرفع بذلکم راسا ولم یقبل هدی الله الذی ارسلت به ”اللہ نے جس ہدایت اور علم کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے بارش جو زمین پر ہوئی تو زمین کا جو حصہ اچھا تھا اس نے پانی کو قبول کیا اور سبزہ اور کافی مقدار میں گھاس اگایا اور اس کا جو حصہ سخت تھا اس نے پانی کو روک لیا اللہ نے اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا لوگوں نے اس سے پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا اور کھیتی باڑی کی اور وہ بارش زمین کے ایسے حصہ پر ہوتی ہے جو چٹیل میدان ہے وہ نہ پانی روک سکتا ہے اور نہ سبزہ اگا سکتا ہے۔ یہ مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اللہ کے نازل کردہ دین میں تفقہ حاصل کیا اور اس سے فائدہ اٹھایا جس کے ساتھ اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے پس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے سیکھا اور سکھایا اور یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے اس طرف نہ تو سر اٹھا کر دیکھا اور نہ اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا گیا ہے۔"

بخاری و مسلم کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا " تم میں جو جاہلیت میں اچھے تھے وہی اسلام میں بھی اچھے ہیں جبکہ دین میں بصیرت رکھتے ہوں۔"

علم کی باتوں کو دوسروں تک پھیلانے کو انفاق فی سبیل اللہ کے برابر بتایا گیا ہے بلکہ اسے افضل صدقہ کہا گیا ہے ابن ماجہ کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل الصدقۃ ان یتعلم المرء المسلم علما ثم یعلمہ اخاہ المسلم "افضل صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلم شخص علم سیکھ کر دوسرے مسلمان بھائی کو اس کی تعلیم دے۔"

بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا۔ ھل تدرون من اجود جودا "کیا تم جانتے ہو کہ سخاوت میں کون سب سے زیادہ بڑھ کر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم "اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔"

ارشاد ہوا اللہ اجود جودا ثم انا اجود بنی آدم واجودھم من بعدی رجل علم علما فنشرہ یاتی یوم القیمۃ امیرا وحدہ او قال امۃ واحدۃ "جود و سخاوت میں سب سے بڑھ کر اللہ ہے پھر بنی آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں اور میرے بعد جود و سخاوت میں سب سے بڑھ کر وہ ہے جس نے علم حاصل کیا اور اس کو پھیلایا یہ شخص قیامت کے دن ایک امیر کی طرح آئے گا یا آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک جماعت کی حیثیت سے آئے گا۔

لیکن جس شخص کے پاس علم ہوا اور وہ اسے خود ہی ہضم کئے رہے دوسروں تک نہ پہنچائے اس کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔

ترمذی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من سئل عن علم فکتمہ الجم یوم القیمۃ بلجام من نار "جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔"

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب آدمی مرجاتا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اس کے سب عمل بند ہو جاتے ہیں مگر تین قسم کے عمل باقی رہتے ہیں۔ صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچے۔ اور صالح اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرے۔“

لیکن حدیث میں جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ علم حاصل کرنے والا اور اس کی راہ میں نکلنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ پاتا ہے وہیں اس شخص کے بارے میں سخت وعید آئی ہے جو حصول علم کے بارے میں مخلص نہیں ہے اور اس کے مقاصد نیک نہیں ہیں یہاں تک کہ اسے جہنم کا مستحق بتایا گیا ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من طلب العلم یجاری به العلماء اولیماری به السفهاء اویصرف به وجوه الناس الیه ادخله اللّٰه النار "جس نے علم اس غرض سے حاصل کیا کہ وہ علما پر فخر کرے یا جاہلوں سے جھگڑے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ اسے دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا۔“

ابوداؤد اور ابن ماجہ میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من تعلم علما مما یبتغی به وجه اللّٰه لا یتعلمه الا لیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیٰمة یعنی ریحها " جس نے اس علم کو جس سے اللہ کی خوشنودی طلب کی جاتی ہے محض اس غرض سے سیکھا کہ وہ اس سے متاع دنیا حاصل کرے۔ اسے قیامت کے دن جنت کی خوشبو میسر نہ ہوگی۔“

لیکن علم حاصل کرنے کی کوئی حد نہیں ہے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمیں سب کچھ معلوم ہے پھر ہمیں مزید سیکھنے اور جاننے کی کیا ضرورت ہے۔

دراصل یہ ایک بھیانک غلطی ہے کیونکہ علم ایک سمندر ہے اور ہم اس کے چند قطروں کو پا کر ہیچوں دیگرے نیست سمجھنے لگتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام وعظ کہہ رہے تھے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ سے بھی زیادہ جاننے والا کوئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر اللہ نے ان سے فرمایا کہ تم فلاں جگہ جاؤ جہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں وہیں میرا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ جاننے والا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے اللہ مجھے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ تیرا وہ بندہ کہاں ہے اس کا پتہ کیسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلے گا؟

اللہ نے فرمایا کہ سفر میں اپنے کھانے کے لیے بھنی ہوئی مچھلی ساتھ رکھ لو جہاں کہیں وہ مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں کود پڑے سمجھ لو کہ میرا وہ مخصوص بندہ وہیں ملے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم یوشع بن نون کو اپنے ساتھ لے کر سفر پر روانہ ہوئے چلتے چلتے وہیں پہنچ گئے جہاں کی انہیں تلاش تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سو گئے اچانک مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں کود گئی اس وقت ایسا معلوم ہوا جیسے سمندر میں سرنگ بن گئی ہو۔

لیکن حضرت یوشع انہیں بتانا بھول گئے۔ پھر دونوں چل پڑے چلتے چلتے حضرت موسیٰ علیہ السلام تھک گئے اور ایک جگہ ٹھہر گئے پھر انہوں نے خادم سے کہا اتنا غداء نا لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا "لاؤ ہمارا ناشتہ آج کے سفر میں تو ہم بری طرح تھک گئے۔" خادم نے کہا۔

ارء یت اذ اوینا الی الصخرہ فانی نسیت الحوت وما انسٰنیہ الا الشیطن ان اذکرہ واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا " آپ نے دیکھا نہیں کہ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اس وقت کیا ماجرا پیش آیا مجھے مچھلی کا خیال نہیں رہا اور شیطان نے مجھے ایسا غافل کر دیا کہ میں اس کا ذکر آپ سے کرنا بھول گیا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ذٰلک ما کنا نبغ " یہی تو ہم چاہتے تھے" پھر دونوں واپس لوٹے اور وہاں پہنچ کر ان کی حضرت خضر سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا۔

ھل اتبعک علیٰ ان تعلمن مما علمت رشدا " کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے بھی اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہیں۔" انہوں نے جواب دیا۔

انک لن تستطیع معی صبرا وکیف تصبر علیٰ مالم تحط بہ خبرا " آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اور جس چیز کی خبر آپ کو نہ ہو آخر آپ اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

ستجدنی ان شاء اللہ صابرا ولا اعصی لک امرا " ان شاءاللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔" پھر وہ حضرت خضر کے ساتھ چلے آگے چل کر انہیں ایک دریا ملا جس میں ایک کشتی تھی وہ دونوں اس میں سوار ہو گئے ابھی کشتی بیچ دریا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی میں تھی کہ حضرت خضر نے کشتی کا ایک تختہ نکال کر اس میں شگاف کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام بول پڑے۔

اخرقتها لتغرق اهلها لقد جئت شيئا امرا " آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا تاکہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں یہ تو آپ نے بڑی سخت حرکت کر ڈالی" حضرت خضر نے کہا۔

الم اقل انک لن تستطيع معي صبرا " میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی اور کہا لا تواخذني بما نسيت ولا ترهقني من امري عسرا " مجھے بھول میں مت پکڑیے میرے معاملے میں ذرا سختی سے کام نہ لیں۔"

پھر دونوں چلے۔ ایک جگہ ایک بہت ہی خوبصورت بچہ کھیلتا ہوا ملا حضرت خضر نے دونوں ٹانگوں کو پکڑ کر اسے اٹھایا اور ایک پتھر پر دے مارا بچے کا سر پھٹ گیا وار اس نے فوراً دم توڑ دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

اقتلت نفسا زكية بغير نفس لقد جئت شيئا نكرا " آپ نے ایک بے گناہ کو قتل کر دیا حالانکہ اس نے کسی کا خون نہیں کیا تھا یہ کام تو آپ نے بہت ہی برا کیا۔" حضرت خضر نے کہا۔

الم اقل لک انک لن تستطيع معي صبرا "میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

ان سالتک عن شيئ بعدها فلا تصحبني قد بلغت من لدني عذرا. " اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں لیجئے اب تو میری طرف سے آپ کو عذر ہو گیا۔ پھر دونوں چلے ایک بستی سے ان کا گذر ہوا انہوں نے بستی والوں سے کھانا مانگا اور رات کو ٹھہرنے کی اجازت مانگی لیکن بستی والوں نے ان کی ضیافت کرنے سے انکار کر دیا۔

وہاں ایک دیوار تھی جو بہت خستہ ہو چکی تھی اور گرنے کے قریب تھی حضرت خضر نے مٹی کا گارا بنایا اور اس خستہ دیوار کو سیدھا کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا لو شئت لتخذت عليه اجرا " اگر آپ چاہتے ہو اس کام کی اجرت لے سکتے تھے۔" حضرت خضر نے کہا۔

هذا فراق بيني وبينک سانبئک بتاويل مالم تستطع عليه صبرا "بس میرا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارا ساتھ ختم ہوا اب میں تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہ کر سکے۔"
پھر انہوں نے تینوں واقعات کے مضمرات اور ان کی وجوہات کو بیان کرتے ہوئے کہا۔

اما السفینة فکانت لمسٰکین یعملون فی البحر فاردت ان اعیبها و کان وراء هم ملک یاخذ کل سفینة غصبا "اس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں کیونکہ آگے ایسے بادشاہ کا علاقہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔"

و اما الغلٰم فکان ابواہ مؤمنین فخشینا ان یرهقهما طغیانا و کفرا فاردنا ان یبدلهما ربهما خیرا منه زکٰوة و اقرب رحما " رہا وہ لڑکا تو اس کے والدین مومن تھے ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے ان کو تنگ کرے گا اس لیے ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلے ان کو ایسی اولاد دے جو اخلاق میں بھی اس سے بہتر ہو اور جس سے صلہ رحمی کی بھی زیادہ امید ہو۔"

و اما الجدار فکان لغلٰمین یتیمین فی المدینة و کان تحته کنز لهما و کان ابوهما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدهما و یستخرجا کنزهما رحمة من ربک و ما فعلته عن امری ذٰلک تاویل مالم تستطع علیه صبرا. " اور اس دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ یہ دو یتیم لڑکوں کی ہے جو اس شہر میں رہتے ہیں اس دیوار کے نیچے ان بچوں کے لیے ایک خزانہ مدفون ہے اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا اس لیے تمہارے رب نے چاہا کہ یہ دونوں بچے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں یہ تمہارے رب کی رحمت کی بنا پر کیا گیا ہے میں نے اپنے اختیار سے نہیں کر دیا ہے۔ یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے۔"

الغرض دنیائے علم ناپیدا کنار اور انسانی زندگی محدود ہے کوئی شخص اگر تمام علوم وفنون پر دسترس حاصل کرلے اور یہ سمجھے کہ اسے سب کچھ معلوم ہو گیا ہے تو یہ اس کی حرماں نصیبی ہے۔ علامہ ابن العلاء سے ایک بار کسی نے پوچھا۔ آدمی کو کب تک علم حاصل کرنا چاہیے۔ جواب ملا۔
"جب تک زندگی رہے۔" یہ مقولہ بالکل درست ہے کیونکہ جب علم کی حد نہیں ہے تو اس کی طلب کی بھی کوئی حد نہیں ہونی چاہیے۔ سقراط کا مقولہ ہے۔
"میرے علم کی معراج یہ ہے کہ میں نے سمجھ لیا ہے کہ مجھے کچھ نہیں آتا ہے۔" ایک حکیم دانا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اس نے کہا" دنیا میرے علم کی نسبت معلوم نہیں کیا کیا گمان کر رہی ہو گی مگر میں اپنے آپ کو یہ سمجھتا ہوں کہ ایک نا سمجھ بچہ سمندر کے کنارے چند خزف پاروں سے کھیل رہا ہے اور علم کا ناپید کنار سمندر اس کے سامنے موجزن ہے۔"

ابوالعباس ثعلب عربی ادب کے امام مانے جاتے ہیں۔ ان کی عمر نوے سال سے زائد ہو چکی تھی ایک روز مسجد سے اپنے گھر جا رہے تھے راستے میں ایک کتاب پڑھتے جاتے تھے کتاب میں محویت اور بازار کا شور پھر آواز کیسے سنتے؟ ایک تیز رفتار گھوڑے کا دھکا لگا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے لوگ انھیں غشی کی حالت میں اٹھا کر مکان پر لائے ضعف پیری اتنے بڑے صدمے کو کیسے برداشت کر سکتا تھا اسی حالت میں ان کی دفات ہو گئی۔

تکلیف دہ بڑھاپے کی حالت میں بھی حصول علم کا شوق اتنا زیادہ تھا کہ راستہ چلنے میں جو وقت گذرتا اس کا یوں ہی فضول چلا جانا انھیں گوارا نہ تھا۔

لیکن یاد رہے کہ عالم کا علم اس کے عمل سے جانا جاتا ہے جو جتنا بڑا عالم ہو گا وہ اتنا ہی زیادہ عمل کرنے والا ہو گا۔

دراصل علم اور عمل لازم وملزوم ہیں جس طرح علم کے بغیر عمل نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح بغیر عمل کے علم کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ اس خواب سے کیا فائدہ جس کی کوئی تعبیر نہ ہو وہ پھول کس کام کا جس میں خوشبو نہ ہو، اور اس درخت سے کیا فائدہ جو پھول پھل اور سایہ نہ دیتا ہو اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لم تقولون مالا تفعلون "تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جسے خود نہیں کرتے" اس لیے عالم کے قول اور عمل میں مطابقت ہونی چاہیے عالم کو اپنا علم سینے میں چھپا کر نہیں رکھنا چاہیے بلکہ اپنے عمل کے ذریعہ اس کی تعبیر پیش کرنی چاہیے۔ کسی بزرگ کا قول ہے۔

"لوگوں کے سینوں میں علم آتا ہے تو عمل تلاش کرتا ہے اور جب وہ عمل کو نہیں پاتا تو رخصت ہو جاتا ہے" اس سے ثابت ہوا کہ بغیر عمل کے علم باقی ہی نہیں رہتا بلکہ وہی اس کے لیے اکثر رسوائی اور ذلت کا باعث بن جاتا ہے۔

عربی مدارس

اسمیں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی ترقی کے لیے سب سے اہم چیز علم ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ قوموں کی ترقی اور تنزلی میں علم کا بڑا اہم رول رہا ہے اس لیے نہ صرف موجودہ دور میں بلکہ ہر دور میں اسلامی مکاتب و مدارس نے اہم رول ادا کیا ہے۔

مدرسہ کیا ہے؟ یہاں مردم سازی کا کام ہوتا ہے یہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں مدرسہ وہ کارخانہ ہے جہاں قلب ونگاہ اور ذہن ودماغ ڈھلتے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ مدرسہ عالم اسلام کا بجلی گھر ہے جہاں سے اسلامی آبادی بلکہ انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے اگر بجلی نہ پہنچے تو زمین کا ذرہ ذرہ تاریکی میں ڈوب جائے گا۔

چنانچہ اسلام کی تعلیم کے لیے سب سے پہلی درس گاہ غار حرا میں قائم ہوئی تھی جس کے معلم اول حضرت جبرئیل علیہ السلام اور جس کے متعلم اول روح کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اسی درس گاہ سے اجالا مستعار لے کر مسجد نبوی کے صحن میں صفہ کی وہ درسگاہ قائم ہوئی جس نے اونٹوں کے چرانے والوں کو قوموں کی امامت اور ان کی رہنمائی کے مقام پر فائز کیا۔ اس درسگاہ سے فارغ ہونے والے جب کشور کشائی پر آئے تو انہوں نے قیصر وکسریٰ کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔

اس میں شک نہیں کہ دریاؤں پہاڑوں اور طوفانوں نے ان کی راہیں روکیں مگر انہوں نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی اور انتہائی تھوڑے عرصہ میں بے سروسامانی کے باوجود انہوں نے چوتھائی دنیا کو اس طرح فتح کر لیا کہ صدیاں گذر جانے کے باوجود آج بھی وہ علاقے انہی کے زیر ماتحت اور زیر نگیں ہیں۔

لیکن موجودہ دور کے مادی تصور حیات نے تعلیم کا مقصد ہی مادی بنا دیا ہے جس کے نتیجے میں خدا شناسی، مواخذہ کا خوف، اپنے نفس کی اصلاح اور اپنے اعمال کا احتساب تو بڑی چیز ہے ان موٹے موٹے اخلاقی قوانین کی بھی کوئی قدر وقیمت باقی نہیں رہ گئی ہے جس پر مادی دنیا کا بھی اتفاق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی خدمت، امن، آزادی اور مساوات کے دعوؤں کے باوجود ہر قدم مادی ترقی اور سیاسی سربلندی کے جنون میں مبتلا ہے اور انسان کی تمام تر ذہنی صلاحیتیں اور علم وسائنس کی ساری قوتیں انسانوں کی حقیقی فلاح وسعادت کے بجائے مادی ترقی عیش وتنعم کے سامانوں کی فراہمی، سیاسی سربلندی کی مسابقت اور دنیا کی تباہی وہلاکت کے آلات واسلحہ کی ایجاد میں صرف ہو رہی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ انسان نے آسمان میں تو کمند ڈال دی ہے مگر زمین کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخلوق امن وسکون سے محروم ہے۔

اگر مادی تصور حیات اور اس کے علم وسائنس کی ترقی کا یہی حال رہا تو وہ دن دور نہیں جب اس ترقی وتہذیب کے ہاتھوں دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کا قومی اور ملی وجود ان کے مذہب سے وابستہ ہے اس کے بغیر ان کی ہستی باقی اور محفوظ نہیں رہ سکتی اور مذہب تک پہنچنے کا ذریعہ مذہبی تعلیم ہے۔

اس لیے جہاں مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ دین کا علم حاصل کرے وہیں مسلمان بچوں اور بچیوں کے لیے دینی تعلیم کا اہتمام اور انتظام ہر مسلمان پر ایسا فریضہ ہے جس سے کسی وقت بھی اسے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ تحریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔''

اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچانا ہر والدین پر فرض ہے اس سے مقصود ان تمام برائیوں، خرابیوں اور بداعمالیوں سے بچانا ہے جو بالآخر انسان کو دوزخ کی آگ کا مستحق بنا دیتی ہیں۔

اور یہ جبھی ممکن ہے جب ہم خود دین کا علم حاصل کریں اور اپنے بچے بچیوں کے لیے بھی تعلیم وتربیت کا بندوبست کریں۔ دینی تعلیم ہی وہ قیمتی چیز ہے جس کے ذریعہ ہم اپنی قومی اور ملی انفرادیت قائم رکھ سکتے ہیں اور اسی کے ذریعہ ہم اپنے بچوں اور بچیوں کے اخلاق وکیرکٹر کی تعمیر اس طرح کر سکتے ہیں کہ ان کا وجود خود ان کے لیے رحمت ہو اور اپنوں اور بیگانوں کے لیے بھی رحمت ہو ایک طرف ان کا تعلق خدا سے استوار ہو اور دوسری طرف خدا کے بندوں میں ان کو اخلاق فاضلہ کی وجہ سے محبوبیت اور ہر دلعزیزی حاصل ہو۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان بچوں کے لیے عصری تعلیم بھی ضروری ہے اور ہندی انگریزی اور سائنس وغیرہ میں بھی انھیں ایسی مہارت بہم پہنچانی ہے کہ وہ کسی کے پیچھے نہ رہیں۔ لیکن ہر علم کی قدر وقیمت زندگی سے اس کے تعلق کے پیش نظر الگ الگ ہوتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس موقع پر اس واقعہ کا پیش کرنا بے محل نہ ہوگا جسے مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے۔

ایک مرتبہ نحو کا ایک عالم کشتی میں سفر کر رہا تھا بیٹھے بیٹھے اچانک اس نے ملاح کی طرف رخ کیا اور پوچھا میاں تم نے نحو بھی پڑھی ہے؟ کشتی بان نے جواب دیا نہیں۔

نحوی نے کہا تب تو تمہاری آدھی زندگی بے کار ہے۔ ملاح تو اس وقت دم سادھ کر رہ گیا لیکن آگے چل کر جب کشتی بھنور میں پھنس گئی تو اب کشتی بان کی باری تھی اس نے نحوی عالم سے پوچھا۔ حضرت آپ کچھ تیرنا بھی جانتے ہیں۔ نحوی عالم نے اس کا جواب نفی میں دیا کشتی بان نے کہا تو پھر آپ نے پوری زندگی ہی فنا کر دی۔

بس ہمیں یہ بات دل نشیں کر لینی چاہیے کہ دنیاوی علوم وفنون کا تعلق ہماری زندگی کے کسی ایک گوشے اور پہلو سے ہے لیکن علم دین کا علاقہ تو پوری زندگی سے ہے اب آیئے سرکاری نظام تعلیم کی طرف۔

ہندوستان ایک سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) ہے یعنی وہ حکومت جو کسی خاص مذہب کی بنیاد پر قائم نہ ہو۔ ایسی لادینی حکومت کے نظام تعلیم میں اصولاً کسی خاص مذہب یا مسلک کی تعلیم نہیں دی جاسکتی۔

لیکن تعلیم کے معاملے میں ہندوستان کی لادینی حکومت بے اصولی کی انتہا کو پہنچ گئی ہے یہاں تعلیمی نصاب کے مرتبین دل کھول کر اپنے مذہب اور عقیدوں کی تبلیغ ان کتابوں کے ذریعہ کرتے ہیں اس پر یہ لادینی حکومت نہ کوئی اعتراض کرتی ہے اور نہ انھیں اس قسم کی بے اصولی سے روکتی ہے۔

آج خاص طور پر پرائمری اور ہائی اسکولوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں انھیں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ بھارت کے پراچین کال یعنی پرانے زمانے کی تاریخ کو بڑے ہی حسین انداز میں پیش کیا جاتا ہے اور انکے ذریعہ مشرکانہ عقائد اور دیوی دیوتاؤں کا تقدس بچوں کے ذہنوں میں اتارنے کی کوشش کی جاتی ہیں اور وہ عقیدے دلوں میں بٹھائے جاتے ہیں جو دوسرے مذاہب کے سراسر خلاف ہوتے ہیں۔ اس نصاب تعلیم سے سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کے ننھے ننھے اور صاف شفاف آئینے کی طرح دل رکھنے والے بچوں کو پہنچ رہا ہے۔

جو بچے اسکولوں اور مدرسوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ اپنی کم سنی کی وجہ سے پختہ ذہن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مالک نہیں ہوتے نہ ہی انہیں اچھے برے کی تمیز ہوتی ہے۔ یوں سمجھئے کہ ان کا ذہن ایک سادہ تختی کی طرح ہوتا ہے استاد اس پر جو چاہے لکھ دے اسی لیے درسی کتابیں بچے کے ذہن پر جو اثرات چھوڑتی ہیں اسے وہ من وعن قبول کر لیتا ہے اور اس کے ذہن پر یہ باتیں اس طرح نقش ہو جاتی ہیں کہ پوری زندگی محو نہیں ہوتیں۔

اور جب بچے اس طرح کے ذہنی بگاڑ میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو یہی بگاڑ آگے چل کر قوم وملت کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ جرمنی کے ڈکٹیٹر ہٹلر نے ایک ایسی جنگ چھیڑی تھی جس میں ایک کروڑ سے زیادہ انسان ہلاک ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں لوگ زخمی اور معذور ہوئے۔ یہ کیا تھا؟

جرمنی کے مدرسوں میں جو تاریخ پڑھائی گئی تھی یہ اسی کے تباہ کن نتائج تھے وہاں تاریخ کی ایسی درسی کتابیں مرتب کی گئیں جنہوں نے ابتداء ہی سے جرمن قوم کو نسلی برتری میں مبتلا کر دیا اور ان کے دل ودماغ میں جرمن کے علاوہ دوسری قوموں سے نفرت بھر دیا انھیں ایک قوم ایک زبان اور ایک کلچر نے ضرور متحد کر دیا تھا مگر ان میں جارحانہ قوم پرستی کو فروغ ہوا اور پھر اس جارحیت کے جو نتائج برآمد ہوئے وہ اظہر من الشمس ہیں۔

ہندوستان میں ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ ثانوی اسکولوں میں جو نصابی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اگر ان کا قومی یکجہتی کے نقطہ نظر سے تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ نصابی کتابیں ہمارے ملک میں وہی رول ادا کر رہی ہیں جو ہٹلر کے جرمنی میں درسی کتابوں نے انجام دیا تھا۔

یہ نصابی کتابیں نہ صرف فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کا ذریعہ ہیں بلکہ ان کے سہارے مسلمانوں اور ان کے مذہب کے خلاف جذبات کو مشتعل کر کے تشدد اور جارحیت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی ان کے اہل کارہائے نمایاں کو یا تو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے یا پھر توڑ مروڑ کر انھیں غلط انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ان کتابوں میں شجاعت اور بہادری کی مثال دینی ہو تو بھیم کرشن اور ارجن کے کرداروں کو پیش کیا جاتا ہے، بلند ہمتی اور خودداری کے لیے شیواجی اور رانا پرتاپ کی مثالیں دی جاتی ہیں، عفت وپاکیزگی کے لیے سیتا کا نام لیا جاتا ہے۔ اور والدین کی اطاعت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفرمانبرداری کے لیے رام کے کردار کو قابل تقلید بتایا جاتا ہے؟

تاریخ کی یہ نصابی کتابیں یہ بتاتی ہیں ہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ملک ہے ان کی تاریخ قومی تاریخ ہے۔ ان کے بادشاہ ہی سچے دیش بھکت اور محب وطن ہیں، ان کی یادگاریں قومی یادگاریں ہیں۔ ان کے آرٹ ان کے فنون اوران کی تعمیرات ہی ہندوستانی کہلانے کی مستحق ہیں۔

باقی جودوسری قومیں ہیں وہ سب غیر ملکی حملہ آور ہیں جو باہر سے آئے ہیں اس لیے وہ ہندوستان کے سچے محب وطن نہیں ہو سکتے۔ ان کی زبان غیر ملکی ہے۔

ان کا کلچر غیر ملکی ہے انہوں نے جتنے عرصہ تک یہاں حکومت کی وہ غلامی کا دور تھا اور جنہوں نے اس غلامی سے ملک کو آزاد کرانے کی کوشش کی وہی سچے دیش بھکت تھے۔ مثال کے طور پر تاریخ کی چوتھی کتاب میں شیواجی کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے یہی تاثر ملتا ہے۔ کہ مسلمان غیر ملکی ہیں، مسلم بادشاہ ظالم وجابر تھے، وہ عوام کو لوٹتے تھے ان میں مذہبی رواداری نہیں تھی، وہ ہندوؤں کے دشمن تھے، انھیں زبردستی یا لالچ دے کر مسلمان بناتے تھے، ان کے عہد میں ہندوؤں کو پوجا پاٹ کرنے اور اپنے مذہبی تہوار منانے کی اجازت نہ تھی۔

مسلم بادشاہ مندروں کو توڑتے تھے رعایا پر ظلم ڈھاتے تھے ان کے دور میں عوام معاشی بدحالی کا شکار تھے انھیں پیٹ بھر کھانا نہ ملتا تھا اور مسلمانوں کا پورا دور حکومت غلامی کا زمانہ تھا۔

پانچویں جماعت کی تاریخ کی کتاب میں ہندو مسلم بادشاہوں کا ذکراور بیان ہے۔ چنانچہ چندر گپت موریہ، اشوک اعظم، وکرمادتیہ، ہرش وردھن، پرتھوی راج چوہان، جے نگر کے راجہ کرشن دیورائے، دیوگیری کے راجہ رام دیورائے اور رانا پرتاپ کی بہادری، فیاضی، علم دوستی، سخاوت، انصاف پسندی، خودداری اور حب الوطنی کی بے حد تعریف کی گئی ہے اوران کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ ان بادشاہوں نے مادر وطن کی شان بڑھائی اور شاندار روایات قائم کیں ان کے مقابلے میں اورنگ زیب محمود غزنوی علاء الدین خلجی محمد غوری کو لالچی مکار فریبی ظالم اور ہندو دشمن بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ اورنگ زیب کے بارے میں جگہ جگہ یہ تاثر دیا گیا ہے کہ اس نے فلاں ہندو کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن جب اس نے انکار کردیا تو بادشاہ نے اسے قتل کردیا۔

اس طرح یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اورنگ زیب ہندوؤں کا کٹر دشمن تھا اور وہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بناتا تھا۔ دنیا جانتی ہے کہ ہندوستان انگریزوں کا غلام تھا اور ہندوستانیوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی کی جنگ لڑی جس کی وجہ سے ملک آزاد ہوا اور مسلمان اس جنگ آزادی میں پیش پیش رہا اور یہ حقیقت ہے کہ اگر مسلمان اس جدوجہد آزادی میں حصہ نہ لیتا تو ہندوستان کی آزادی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا تھا۔

لیکن ساتویں جماعت کی تاریخ کی کتاب میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ملک کو آزاد کرانے میں مسلمانوں کا حصہ برائے نام ہے یہاں تک کہ بہادر شاہ ظفر نے جو قربانی دی تھی اس کا ذکر تک نہیں کیا گیا ہے۔

رانی لکشمی بائی، تاتیا ٹوپے اور نانا صاحب کی قربانیوں کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے جب کہ اودھ کی بیگم حضرت محل، جنرل بخت خاں، احمد اللہ مدراسی اور اسیران مالٹا وغیرہ مجاہدین آزادی کو یکسر فراموش کر دیا گیا ہے۔

اسی طرح مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، ڈاکٹر ذاکر حسین، رفیع احمد قدوائی اور حسرت موہانی وغیرہ مجاہدین حریت کی خدمات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں راجہ رام موہن رائے، سوامی دیانند سرسوتی، سوامی ویکانند اور جیوتی بھا پھلے وغیرہ سماجی مصلحین کے کارناموں کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے لیکن عظیم ریفارمر سر سید خاں کا ذکر تک نہیں کیا گیا ہے۔

پھر جس طرح مسلم مجاہدین کو نظر انداز کیا گیا ہے اسی طرح ان اردو اخبارات کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے جنہوں نے جدوجہد آزادی میں اہم کردار ادا کیا تھا اور جن کے ایڈیٹروں کو جیل کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں۔

آٹھویں جماعت کی تاریخ میں جدوجہد آزادی اور قومی بیداری میں حصہ لینے والے انگریزی، مراٹھی، ہندی اور گجراتی اخباروں کا تذکرہ ہے لیکن الہلال، البلاغ، ہمدرد اور کامریڈ جیسے اخبارات کا ذکر تک نہیں ہے۔

غرض یہ کرنا ہے کہ ملک میں مسلمانوں کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت میں ان نصابی کتابوں کا مؤثر رول ہے ایسی صورت میں دوسرے فرقوں میں محبت اور بھائی چارگی کے جذبات کس طرح ابھارے جا سکتے ہیں؟ اور کیا اس قسم کی تاریخ پڑھ کر مسلمانوں کے خلاف نفرت کے جذبات پرورش نہیں پائیں گے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملک میں بڑھتی ہوئی منافرت کے لیے جہاں ایک طرف خودغرض اور مفاد پرست سیاست داں ذمہ دار ہیں وہیں ملک کا نظام تعلیم اور اس سے کہیں زیادہ درسی ونصابی کتابیں ذمہ دار ہیں۔

ایک مفکر نے بڑے پتے کی بات کہی ہے اگر کوئی نیم حکیم غلط نسخہ تجویز کردے تو مریض کو جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے حالانکہ یہ ایک فرد کا نقصان ہے۔

لیکن درسی کتابوں میں اگر ایسا مواد شامل کردیا جائے جو نہ صرف ذہنوں کو بگاڑ دے بلکہ اپنے ماسوا دوسروں سے نفرت کی تعلیم دے، انتقام جذبات کو بھڑکائے اور نسلی غرور میں مبتلا کردے تو ایسی نصابی کتابیں عظیم تباہی وبربادی لاتی ہیں اس سے ایک فرد کا نقصان نہیں ہوتا بلکہ پوری دنیائے انسانیت خطرے میں پڑ جاتی ہے اور امن وامان درہم برہم ہوجاتا ہے۔

ان حالات میں اس وقت اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مسلمان بچوں کو دین کی روح اور اسلام کے صحیح شعور سے روشناس کرایا جائے اور اس مقصد کے لئے انہیں ایسا نصاب پڑھایا جائے جو ایک طرف انھیں دنیا کی نئی معلومات سے آگاہ کرائے اور دوسری طرف ان کے دل ودماغ کو دین اسلام کے نور سے منور کردے تاکہ ان کے دلوں میں دین سے محبت کا جذبہ پیدا ہو۔

ان میں حق وباطل کی تمیز کا جذبہ پیدا ہو، وہ خیر وشر اور نفع ونقصان کو اچھی طرح جان سکیں۔ اور اسلام اور کفر میں تمیز کرسکیں۔

اگر ہم نے اس سے غفلت برتی تو ہمیں دنیا میں یہ سزا مل کر رہے گی کہ شاید اس ملک میں مسلمان قوم کا نام صرف افسانوں اور کہانیوں میں باقی رہ جائے لیکن آخرت میں جو جواب دہی کرنی پڑے گی وہ بہت ہی شدید ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں علم کی دولت سے مالا مال فرمائے اور وہ شعور عطا کرے جس سے ہم اسلام وکفر، خیر وشر، حلال وحرام اور حق وباطل میں تمیز کرسکیں آمین۔

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

حل یہاں ہے

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علی سید المرسلین...... امابعد

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللّٰہ وسنتی.

حضرات، ہر مسلمان اس بات کو جانتا ہے...... اور اس پر کامل یقین بھی رکھتا ہے...... کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ آخری کتاب ہے جو سید المرسلین، فخر بنی آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔

قرآن مجید سے پہلے بھی کچھ آسمانی کتابیں مختلف انبیاء پر نازل کی جا چکی تھیں جیسے توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، وغیرہ۔

مگر ان سابقہ آسمانی کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب ایسی نہیں ہے جو بلا ترمیم و تحریف محفوظ اور موجود ہو۔

مگر چودہ سو سال گذر جانے کے باوجود قرآن مجید بلا ترمیم و تحریف کے محفوظ ہے۔

اس چودہ سو سالہ دور میں مسلمان مختلف قسم کے حادثات سے دوچار ہوئے۔

ساتویں صدی ہجری میں مسلم دنیا تاتاریوں کی زبردست یلغار کا شکار ہوئی۔

تاتاریوں کی یہ یلغار اس قدر تباہ کن تھی کہ اس نے پورے عالم اسلام کو زیر و زبر کر ڈالا، اور ترکستان، خراسان، اصفہان، آذربائجان، افغانستان، شام اور عراق وغیرہ جتنے مسلم ممالک تھے، سب کو لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا قبرستان بنا دیا،

یہ شکاریوں کی طرح مسلم ممالک پر ٹوٹ پڑے اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی نہیں بلکہ ایک دور ایسا بھی آیا کہ اندلس میں مسلمانوں کا اس طرح قتل عام ہوا کہ ان کی لاشوں سے گڈھے اور تالاب پٹ گئے، ان تمام بھیانک اور لرزہ خیز تباہی کے باوجود قرآن محفوظ رہا۔

اور قرآن کے محفوظ رہنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ نے خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔

قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون ''بے شک یہ قرآن ہم نے اتارا ہے اور یقیناً ہم خود اس کو محفوظ رکھنے والے ہیں۔''

چنانچہ عقیدت ہی نہیں بلکہ تاریخ بھی اس پر گواہ ہے کہ قرآن اب تک محفوظ چلا آرہا ہے، اور حفظ و تلاوت ہی نہیں بلکہ تمدنی حالات بھی یہی کہتے ہیں کہ مستقبل کے آخری لمحہ تک اس کی اس صفت میں داغ لگنے کا امکان نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن مجید کی حفاظت فرمائی ہے، اسی طرح اس نے اس کے معنیٰ و مفہوم کی حفاظت کا بھی انتظام فرمایا ہے۔

یعنی جس طرح قرآن محفوظ ہے اسی طرح اس کی توضیح و تشریح بھی محفوظ ہے۔ اور قرآن کی توضیح و تشریح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک ہے۔

مسلم شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ کی سیرت کیسی تھی؟

تو انھوں نے دوٹوک جواب دیا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے کان خلقه القرآن ''قرآن ہی آپ کا اخلاق تھا۔''

یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی قرآن کی عملی تفسیر تھی، آپ قرآنی تعلیمات کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔

آپ کی مدت عمر کل ترسٹھ سال ہے۔ تیئیس سالہ نبوی زندگی اور اس سے پہلے کا چالیس سالہ دور۔

اور آپ کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ ... پیدائش سے لے کر وفات تک...... آپ کے زمانہ کے لوگوں کے سامنے تھا، اور آپ کی وفات کے بعد اب تاریخ عالم کے سامنے ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ پیدائش، دودھ پینے کا زمانہ، بچپن، جوانی، تجارت، شادی، غارِ حرا کی عبادت، گوشہ نشینی، خانۂ کعبہ میں حجرِ اسود نصب کرنا، وحی، اسلام کا ظہور، دعوت و تبلیغ، مخالفت، سفرِ طائف، معراج، ہجرت، غزوات، دعوتِ اسلام کے لئے نامہ و پیام، حجۃ الوداع، بیماری اور وفات وغیرہ، ان میں سے کون زمانہ ہے جو دنیا والوں کے سامنے نہیں ہے، اور آپؐ کی کون سی حالت ہے جس سے اہلِ تاریخ ناواقف ہیں؟

آپؐ کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، شادی بیاہ، بال بچے، دوست احباب، نماز، روزہ، دن رات کی عبادت، صلح و جنگ، آمد و رفت، سفر و حضر، نہانا دھونا، کھانا پینا، ہنسنا رونا، پہننا اوڑھنا، چلنا پھرنا، ہنسی مذاق، بول چال، خلوت و جلوت، ملنا جلنا، طور طریق، رنگ و بو، خد و خال، قد و قامت، یہاں تک کہ میاں بیوی کے خانگی تعلقات اور ہمخوابی و طہارت اور اس کا ہر چھوٹا بڑا حصہ پوری روشنی میں مذکور و محفوظ ہے۔

دنیا میں بہت سے انبیاء، مصلح، حکمراں اور ریفارمر آئے، لیکن کسی کو یہ شرف نہیں ملا کہ اس کی پوری زندگی کے حالات محفوظ اور مذکور ہوں۔

پوری دنیائے انسانیت میں یہ سعادت صرف حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

آپؐ نے جو کچھ فرمایا، جو کچھ بتایا، جن کاموں سے روکا، جن باتوں کو پسند فرما کر انھیں سراہا، یہ ساری چیزیں آئینہ کی طرح ہمارے سامنے موجود ہیں۔

آپؐ کی عبادت کیسی تھی؟ روزمرہ کی زندگی میں آپؐ کا معمول کیا تھا؟ روزی کمانے میں آپؐ نے کن کن طریقوں کو اپنایا؟ سماجی زندگی میں کون سا رویہ اختیار کیا؟ الجھے ہوئے مسائل کو کس طرح سلجھایا؟ سیاسی فیصلوں میں کن کن باتوں کو ملحوظ رکھا؟ تجارت میں کن کن اصولوں کو اپنایا؟ غزوات میں کن کن مصلحتوں سے کام لیا؟ وغیرہ۔ یہ تمام باتیں کتبِ احادیث میں محفوظ ہیں۔

یہی نہیں بلکہ چودہ سو برس کا زمانہ گذر جانے کے باوجود کوئی شخص جاننا چاہے تو جان سکتا ہے کہ آپؐ کنگھی کس طرح کرتے تھے؟ جوتا کس طرح پہنتے تھے؟ سرمہ کس طرح لگاتے تھے؟ عمامہ کس طرح باندھتے تھے؟ آپؐ کی گفتگو کیسی ہوتی تھی؟ اور آپؐ کے چلنے اور بیٹھنے کا انداز کیا تھا؟ وغیرہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ کی زندگی کی کوئی کڑی گم نہیں ہے، کوئی واقعہ زیر پردہ نہیں ہے۔ جو کچھ ہے وہ تاریخ کے صفحات پر آئینہ کی طرح واضح ہے۔

حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتایا، جن کاموں کو دیکھ کر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا، جو خود کر کے دکھایا اور جن جن باتوں سے روکا، انہی کو حدیث کہتے ہیں،

دین میں حدیث کی بہت بڑی اہمیت ہے، کیونکہ اللہ کی مرضی جاننے کے لئے جس طرح قرآن ایک مستند ذریعہ ہے، اسی طرح حدیثِ رسول بھی ایک مستند اور معتبر ذریعہ ہے،

اور اللہ کی قربت چاہنے والا بندہ جس طرح اللہ کے کلام کو نظر انداز نہیں کر سکتا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور طریقے کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ: ''دین میں حدیث رسولؐ حجت نہیں ہے''

اس طرح کی باتیں نہ صرف کم فہمی کی بلکہ کج فہمی کی علامت ہیں، کیونکہ قرآن نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ اعلان کر دیا ہے:

وما ينطق عن الهوىٰ ان هو الا وحي يوحىٰ ''یہ نبی اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، یہ وہی کہتے ہیں جو بذریعۂ وحی ان پر نازل کی جاتی ہے۔''

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر بات اللہ کی بات ہے۔

قرآن نے دوٹوک یہ بھی اعلان کر دیا:

ومن يطع الرسول فقد اطاع الله ''جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''

اس لئے قرآن کو ماننا اور قرآن لانے والے کی بات کو نہ ماننا دو متضاد چیزیں ہیں جو بیک وقت کسی ذہن میں سنجیدگی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں، جو قرآن کو مانے گا وہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور مانے گا اور جو حدیث کا منکر ہوگا وہ قرآن کا بھی انکاری کہلائیگا۔

ترمذی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سنو! ایسا ہوگا کہ ایک شخص کے پاس میری حدیث پہنچے گی، وہ اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا ہوگا، وہ سن کر کہے گا، ہمارے اور تمھارے درمیان اللہ کی کتاب ہے، ہم اس میں جو چیز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلال پائیں گے اس کو حلال قرار دیں گے اور جس چیز کو اس میں حرام پائیں گے اسے حرام قرار دیں گے، حالانکہ جو اللہ کے رسول نے حرام کیا ہے وہ ویسے ہی حرام ہے جیسے اللہ نے حرام کیا ہے"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن سے متعلق دو قسم کی ذمہ داریاں تھیں،

ایک یہ کہ جو کچھ آپؐ پر اترا ہے اس کو اسی طرح پڑھ کر لوگوں کو سنا دیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نمل میں ارشاد فرمایا ہے:

وامرت ان اکون من المسلمین وان اتلو القرآن "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں اور قرآن کی تلاوت کروں۔"

دوسری ذمہ داری یہ بھی تھی کہ آپؐ لوگوں کے سامنے قرآن کی توضیح وتشریح کریں جیسا کہ اللہ نے سورۂ نحل میں ارشاد فرمایا ہے:

وانزلنآ الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون "اور یہ قرآن ہم نے تمہارے اوپر اتارا تاکہ تم لوگوں کے سامنے وہ چیز بیان کردو جو ان کے لئے اتری ہے، تاکہ وہ غور کریں"

پہلی ذمہ داری کے تحت آپؐ کو صرف یہ کرنا تھا کہ جو قرآنی آیات آپؐ پر نازل ہوں، انھیں ہو بہو ان کی اصلی صورت میں لوگوں کو سنا دیں، اور دوسرا کام جو توضیح وتشریح کا تھا، اس کے لئے ضروری تھا کہ آپؐ نازل شدہ الفاظ کے علاوہ مزید الفاظ بولیں، انہی مزید وضاحتی الفاظ کا نام حدیث ہے۔

حدیث اگرچہ داخلِ قرآن نہیں ہے، مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصبِ رسالت کے لئے لازمی جزو ہے۔

یہ دونوں ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ ان میں کسی ایک کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔

آخر کیوں؟

اسی لئے نا کہ قرآن ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملا ہے، اور آپؐ ہی کے کہنے کی وجہ سے ہم یہ مانتے ہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لا کر ہی قرآن کی صداقت پر ایمان لاتے ہیں، تو پھر اسی رسول کی زبان سے نکلی ہوئی دوسری باتوں کو ہم کیونکر جھٹلا سکتے ہیں؟

ابو داؤد کی روایت کے مطابق، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

الاانی اوتیت هذا الکتاب ومثله ''سن لو! مجھے یہ قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی''

جو لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں وہ ذرا غور کریں۔

نہ ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت جبرئیل کو دیکھا، اور نہ یہ دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنی آیات سنا رہے ہیں۔

صرف رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر ہم یہ مانتے ہیں کہ ان پر قرآن اتارا گیا ہے۔

پھر وہی پیغمبر جب یہ کہے کہ مجھے وحی غیر متلو بھی دی گئی ہے، تو پھر کسی کے پاس وہ کون سی دلیل ہے جس کی بنا پر وہ یہ کہہ سکے کہ وحی متلو کی حد تک وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کو مانے گا، اور وحی غیر متلو کے بارے میں وہ پیغمبر کی بات کو نامعتبر ٹھہرا کرا سے چھوڑ دے گا؟

قرآن مجید میں عام طور پر اساسی احکام ہیں، ان کی عملی تفصیل قرآن میں نہیں ہے، اس لئے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی سے لے کر زندگی کے دوسرے تمام معاملات میں کوئی شخص اسلامی اصولوں پر کار بند ہو ہی نہیں ہوسکتا اگر وہ حدیث سے مدد نہ لے۔ مثلاً

قرآن نے نماز کی ادائیگی کی تاکید کی ہے، مگر اس کی تفصیل نہیں ہے کہ اس کے اوقات کیا کیا ہیں؟ ہر نماز کے وقت کتنی رکعتیں پڑھی جائیں؟ کن کن باتوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ نماز کیسے شروع کی جائے؟ اس میں کیا اور کب پڑھا جائے؟ وضو کا طریقہ کیا ہے؟ وغیرہ۔

قرآن نے زکوٰۃ کا حکم دیا ہے، مگر نصاب زکوٰۃ کیا ہے؟ غلہ پر کس شرح سے اور سونا چاندی اور سکوں پر کس شرح سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟ اس کی تفصیل نہیں ہے۔

قرآن نے سال کے ایک ماہ، ماہ رمضان کے روزے فرض کئے ہیں، مگر روزوں کے مسائل اور ان کے مفسدات اور مکروہات کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔

قرآن نے بشرطِ استطاعت حج فرض کیا ہے مگر یہ نہیں بتایا ہے کہ حج کی میقات کون کون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں؟ حاجی کس تاریخ کو منیٰ پہنچے؟ وہاں کب تک قیام کرے؟ مزدلفہ کب جائے؟ وہاں کب تک ٹھہرے؟ عرفات کب روانہ ہو اور وہاں کتنا وقت گذارے؟ ایامِ حج میں کیا پڑھے؟ اور پوری زندگی میں کتنی بار حج کرے؟ وغیرہ

اس کے علاوہ قرآن میں مختلف جرائم کی سزائیں بیان کی گئی ہیں مگر وہ مجمل صورت میں ہیں۔ مثلاً قرآن مجید کی سورۂ مائدہ میں حکم دیا گیا ہے:

والسارق والسارقة فاقطعوآ ایدیھما جزآء بما کسبا نکالا من اللہ ''اور چور خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے، اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا''

مگر اس کے نافذ کرنے کے لئے بہت سی تفصیلات درکار ہیں، جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، مثلاً

چوری کی تعریف کیا ہے؟ کتنی مقدار کی چوری پر حد قائم کی جائے گی؟ دونوں ہاتھ کاٹے جائیں گے یا ایک؟ جب ہاتھ کاٹا جائے گا تو کس مقام سے؟ وغیرہ

اس طرح کے بہت سے سوالات ہیں جن کا جواب حدیث میں موجود ہے۔ اگر ہم ان تفصیلی بیانات سے اعراض کریں تو اسلام کی مکمل تعلیمات ہمارے سامنے آ ہی نہیں سکتیں۔

الغرض قرآن وحدیث لازم وملزوم ہیں، جس طرح قرآن کے بغیر حدیث رسول نفع بخش نہیں ہے اسی طرح حدیث کو مانے بغیر قرآن پر عمل پیرا ہونا ممکن نہیں۔

ہر مسلمان یہ چاہتا ہے اور اس کی یہ خواہش بالکل بجا ہے کہ وہ سیدھے راستہ پر چلے، اسے کوئی گمراہ نہ کر سکے اور وہ راہِ راست سے نہ ہٹ سکے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان اپنی ہر نماز میں اور نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور بار بار اپنے پروردگار سے یہ دعا کرتا ہے:

''اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'' ''اے اللہ! ہمیں سیدھے راستہ پر چلا، ان کے راستہ پر جن پر تیرا انعام ہوا ہے، ان کے راستہ پر نہیں جن پر تیرا غضب نازل ہوا ہے، اور نہ ان کے راستہ پر جو گمراہ ہیں۔''

اس دنیا کی زندگی میں انسان کے ساتھ اس کا نفس ہوتا ہے، نفس کے بے جا تقاضے ہوتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ماحول ہوتا ہے، آباء واجداد کے رسم ورواج، اور شیطان کے پھندے ہوتے ہیں اس لئے ہر ہر قدم پر اس کے گمراہ اور بے راہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب صحابہؓ کو اس بات کا خدشہ محسوس ہوا کہ جب آپؐ ہمارے درمیان نہیں رہیں گے تو ہمیں دین کی باتیں کہاں سے معلوم ہوں گی، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپؐ کے نہ رہنے کے بعد ہم لوگ گمراہ ہو جائیں اور سیدھی راہ سے بھٹک جائیں۔

تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللّٰہ وسنتی ''میں تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، اگر ان دونوں کو تم نے مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھا تو تم قطعاً گمراہ نہیں ہو سکتے، اللہ کی کتاب اور میری سنت''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر تم نے کتاب وسنت کو چھوڑ دیا تو زندگی کے میدان میں تمھیں راستہ سجھائی نہیں دے گا، تم جانا چاہو گے کہیں اور پہنچ جاؤ گے کہیں، تم پانا چاہو گے کچھ اور تمھیں مل جائے گا کچھ، تم امن وسکون کی تلاش میں رہو گے اور تمھارا ذہن مستقل پریشانیوں کی آماجگاہ بنا رہے گا، تم دوسروں کی نگاہوں میں ہر دلعزیز بننا چاہو گے لیکن لوگ تم سے دور بھاگیں گے، تم عزت چاہو گے مگر ذلت تمھارا مقدر بن جائے گی۔

اور یہ تمام چیزیں ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اور آئے دن اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حلال وحرام، خیر وشر اور حق وباطل کا معیار کتب وسنت ہی ہیں۔

وہی کام حق ہے جسے کتاب وسنت نے حق بتایا ہے اور وہ کام باطل ہے جسے کتاب وسنت نے باطل قرار دیا ہے، وہی چیز حلال ہے جسے قرآن وحدیث نے حلال کیا ہے، اور وہ چیز قطعاً حرام ہے جسے قرآن وحدیث نے حرام کیا ہے، خیر وہی ہے جسے کتاب وسنت نے خیر بتایا ہے اور اس چیز کو شر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے جسے کتاب وسنت نے شر بتایا ہے۔

اس دنیا میں کوئی شخص کوئی بھی بات کہے یا کوئی بھی طریقہ نکالے، ہر بات اور ہر طریقہ کو جس کسوٹی پر رکھ کر کسا جائے گا وہ کسوٹی یہی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کسوٹی پر جو چیز کھری اترے گی مسلمان کے لئے وہی کھری ہے، چاہے بظاہر اس میں نقصان ہی کیوں نہ نظر آئے،

اور جو چیز کھوٹی ہوگی مسلمان کے لئے وہ کھوٹی ہوگی چاہے وہ کسی امام کا قول ہو، یا اپنے نفس کا مطالبہ ہو، یا آباء واجداد کا رسم ورواج ہو، یا کسی لیڈر کا پلان ہو، کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے مسلمان کو یہ نہیں دیکھنا ہے کہ اس کا فائدہ کس چیز میں ہے؟ یا ماحول کا تقاضہ کیا ہے؟ یا دنیا کن راہوں پر چل رہی ہے؟ یا ہمارے آباء واجداد کیا کرتے آئے ہیں؟ مسلمان کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بتایا ہے۔

سچا مسلمان دینار ودرہم کا بندہ نہیں ہوتا، وہ اپنے نفس کا بندہ نہیں ہوتا، وہ کسی امام یا پیر کا بندہ نہیں ہوتا، وہ کسی لیڈر یا ریفارمر کا بندہ نہیں ہوتا، وہ رواج وسماج کا بندہ نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کا بندہ ہوتا ہے، اور جو اللہ کا بندہ ہوتا ہے وہ ہر دوسری رہنمائی سے بے نیاز ہوکر صرف کتاب وسنت ہی کو اپنا رہنما تسلیم کرتا ہے۔

یہ ایک المیہ ہے کہ مسلمان کتاب وسنت کو اپنا رہنما مانتا ہے، لیکن صرف نماز اور دوسری عبادات کی حد تک۔

مثلاً مسلمان جب نماز پڑھتا ہے تو اس کی ہر رکعت میں ایک بار رکوع کرتا ہے اور دو سجدے، ان میں اس طرح کی ترتیب ہوتی ہے کہ رکوع پہلے اور سجدہ بعد میں۔

لیکن اگر کوئی شخص صاف وسفید کپڑے پہن کر آئے، جس کے سر پر بڑی سی پگڑی ہو اور اس کے پاس لمبی ڈاڑھی بھی ہو۔ اور کسی نمازی سے کہے کہ نماز میں کبھی کبھی سجدہ پہلے کرلیا کرو اور رکوع بعد میں، تو وہ فوراً بپھر اٹھے گا اور کہے گا کہ تو دجال ہے کیونکہ تو مجھے اس راستے سے ہٹا رہا ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

مگر زندگی کے دوسرے معاملہ میں وہ خود کو چھوٹا ہوا جانور سمجھتا ہے۔

چھوٹا ہوا جانور جہاں ہرا چارہ دیکھتا ہے وہیں منہ ماردیتا ہے اور جس کھیت میں چاہتا ہے گھس جاتا ہے۔

چنانچہ مسلمان بھی زندگی کے دوسرے معاملات میں کبھی نفس کا بندہ بن جاتا ہے، کبھی کسی امام یا پیر کا بندہ بن جاتا ہے، کبھی کسی لیڈر یا ریفارمر کی بندگی کرتا ہوا نظر آتا ہے، اور کبھی رسم ورواج

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بندھنوں میں جکڑا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کتاب وسنت سے بے تعلقی کی وجہ سے ہم نہ صرف عملی طور پر گمراہ ہو گئے ہیں، بلکہ ذہنی بے راہ روی کے اندر بھی مبتلا ہو چکے ہیں۔

آیئے ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ ہم کہاں ہیں اور ہمیں کہاں ہونا چاہیے؟

ایک طرف ہم کتاب وسنت کی رہنمائی کو رکھتے ہیں دوسری طرف لیڈر کی رہنمائی۔

کتاب وسنت ہمیں مثبت انداز فکر دیتے ہیں جبکہ لیڈر ہمیں منفی انداز فکر دیتا ہے۔ مثلاً لیڈر چلاتا ہے کہ لوگو! اسلام اور مسلمان خطرے میں ہیں، دوسرے قومیں ہمیں تباہ و برباد کر دینا چاہتی ہیں،

اسلام دشمن طاقتیں ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر تلی ہوئی ہیں،

یہاں کے غیر مسلم ہماری تہذیب اور کلچر کے دشمن بنے ہوئے ہیں وغیرہ۔

لیکن قرآن وحدیث کی تعلیم یہ ہے کہ لوگو! اگر تم پر ظلم ہو رہا ہے تو تم مت چلاؤ کہ دوسرے لوگ تمھیں مٹانا چاہتے ہیں، بلکہ سب سے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ کہیں تمھارا قصور تو نہیں، ممکن ہے تم پر جو ظلم ہو رہا ہے وہ اس ظلم کے نتیجے میں ہو جو تم خود پر کر رہے ہو۔

اور نہ صرف قرآن بلکہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے بھی اس کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

غزوۂ احد شوال ۳ھ ہجری میں پیش آیا۔

اس غزوہ میں کفار کی تعداد تین ہزار تھی اور مسلمان صرف سات سو تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی اس طرح صف بندی کرائی کہ پہاڑ پشت پر تھا اور دشمن کا لشکر سامنے، لیکن پہلو میں ایک ایسا درہ تھا جہاں سے دشمن اچانک حملہ کر سکتا تھا، اس لئے آپؐ نے وہاں حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے زیر قیادت پچاس تیر اندازوں کو لگا دیا اور انھیں یہ تاکید فرمائی کہ:

”کسی کو ہمارے قریب نہ پھٹکنے دینا، کسی بھی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا، اور اگر تم یہ دیکھو کہ ہماری بوٹیاں پرندے نوچے لئے جا رہے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا یہاں تک کہ بلا بھیجوں۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد جنگ شروع ہوئی تو مسلمان غالب رہے، مشرکین کے لشکر میں ابتری پھیل گئی اور میدان خالی ہونے لگا۔

ادھر جن تیراندازوں کو درہ کی حفاظت پر مامور کیا گیا تھا وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے انھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکیدی حکم کا واسطہ دے کر بہت روکا، مگر چند آدمیوں کے سوا کوئی نہ ٹھہرا۔

ادھر دشمن نے اس موقع سے بروقت فائدہ اٹھایا اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر پہلو کے درہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

اس طرح جنگ کا پانسہ یک دم پلٹ گیا اور اس جنگ میں ستر صحابہؓ شہید کر دیے گئے۔

جنگ ختم ہونے کے بعد مسلمان بہت حیران اور سراسیمہ ہوئے کیونکہ وہ فتح پا جانے کے باوجود شکست کھا گئے تھے۔ جسے ایک مثال سے یوں سمجھا جا سکتا ہے۔

ایک مثال

فرض کیجیے کسی شخص نے ایک لاکھ کا سرمایہ لگا کر کوئی کاروبار شروع کیا، اسے امید تھی کہ سال بھر میں اسے تیس ہزار روپے نفع کے ملیں گے۔ مگر سال پورا ہونے کے بعد اس نے جب حساب کیا تو اسے صرف پندرہ ہزار روپے کا منافع ہوا۔

اب اسے کوئی بہت زیادہ ذہنی اذیت نہیں محسوس ہوگی، کیونکہ اسے اندازہ سے کم ملا۔

لیکن اسی آدمی کی جیب سے اگر پانچ ہزار روپیوں کی گڈی کہیں گر جائے تو وہ بوکھلا جائے گا کیونکہ یہ رقم اس کے ہاتھ میں آ کر ضائع ہوگئی۔

اسی طرح احد میں صرف یہی نہیں کہ فتح کی امید تھی بلکہ وہ فتح سے ہم کنار ہو چکے تھے، مگر جب ہاتھ میں آئی ہوئی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی تو ان کا سراسیمہ ہونا بالکل فطری تھا۔

چنانچہ وہ حیران ہو کر ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ یہ کیا ہوا؟

ہم اللہ کے دین کی خاطر لڑنے گئے، اس کا رسولؐ خود میدان جنگ میں موجود تھا، اور اللہ کی مدد کا وعدہ ہمارے ساتھ تھا، پھر بھی ہم شکست سے دوچار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ آل عمران میں فرمایا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولما آ صابتکم مصیبة قد اصبتم مثلیھا قلتم انیّٰ ھذا ''اور تمہارا کیا حال ہے جب کہ تم پر مصیبت آپڑی تو تم کہنے لگے یہ کہاں سے آئی حالانکہ اس سے پہلے (غزوۂ بدر) اس سے دوگنی مصیبت تمھارے ہاتھوں (فریق مخالف پر) پڑ چکی ہے''

قل ھو من عند انفسکم ''اے نبی! تم کہو کہ یہ مصیبت خود تمھاری لائی ہوئی ہے''

یعنی تم نے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا اور مال کی محبت میں مبتلا ہو کر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان و ہدایت سے اعراض کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمھیں ملی ہوئی جیت تمھاری ہار میں بدل گئی۔

گویا کہ جو تم بھگت رہے ہو وہ خود تمھاری کوتاہیوں کا نتیجہ ہے۔

قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

یاایھاالذین امنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذاھتدیتم ''اے ایمان والو! اپنے آپ کو دیکھو، دوسرے کی گمراہی تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اگر تم راہِ راست پر ہو''

گویا کہ ایمان والوں کو اس طرح کا سبق دیا جا رہا ہے کہ اگر تم چراغ جلائے ہوئے اپنا کام کر رہے ہو اور اچانک چراغ جھلملانے لگے یہاں تک کہ بجھنے کے قریب پہنچ جائے تو تم یہ شور مت کرو کہ کوئی دوسرا تمھارے چراغ کو بجھا رہا ہے، بلکہ سب سے پہلے یہ دیکھو کہ کہیں تیل کی کمی یا خود تمھاری اپنی غلطی سے تو ایسا نہیں ہو رہا ہے؟

لیکن لیڈر کہتا ہے کہ اپنے کو مت دیکھو بلکہ دوسروں کو دیکھو، اپنا محاسبہ مت کرو بلکہ دوسروں کا محاسبہ کرو، اپنی ذمہ داریوں کی پرواہ مت کرو بلکہ اپنے حق کا مطالبہ کرو، اپنی برائیوں اور کوتاہیوں کے چکر میں مت پڑو بلکہ صرف یہ دیکھو کہ دوسرے لوگ تمھارے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔

ایک مثال

ایک بچہ ہے جو روزانہ اسکول جاتا ہے لیکن صبح اٹھ کر وہ منہ نہیں دھوتا، نہ ہی کپڑے بدلتا ہے بلکہ وہ ہمیشہ گندہ ہی رہتا ہے۔

ایک روز وہ اپنے باپ سے شکایت کرتے ہوئے کہتا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’ابا جان! اسکول کے دوسرے بچے مجھ سے نفرت کرتے ہیں، وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھانے سے گریز کرتے ہیں، وہ مجھے لکھنے کے لئے اپنی کاپیاں نہیں دیتے ہیں، بعض بچے تو مجھ پر برابر طنز کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ مجھے مارتے بھی ہیں‘‘

باپ بچے کی زبان سے دوسرے بچوں کی شکایت سن کر بپھر اٹھتا ہے، فوراً ہی اسکول پہنچتا ہے، استاد سے لڑنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ جناب! یہ سب آپ کی کوتاہیوں کی وجہ سے ہے، آپ اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھاتے اس لئے دوسرے بچے میرے بچے پر ظلم کرتے ہیں۔

یقیناً موجودہ زمانے کے لیڈر کا طرزِ عمل اسی طرح کا ہوتا ہے۔

لیکن جو باشعور باپ ہوتا ہے وہ بچے کی شکایت سن کر خود اسی کو ڈانٹتا ہے کہ تم گندے کپڑے کیوں پہنتے ہو، اگر تم صاف ستھرا رہو تو کوئی بچہ تم سے نفرت نہیں کرے گا۔ جو ظلم تم پر ہو رہا ہے وہ اس ظلم کا نتیجہ ہے جو تم خود پر کر رہے ہو۔

اسے ایک المیہ ہی کہا جائے گا کہ لیڈر کے دیئے ہوئے منفی اندازِ فکر کو ہم نے اس طرح اپنا لیا ہے کہ ہمیں اپنی برائیاں نظر نہیں آتیں بلکہ دوسروں کی برائیاں اور کوتاہیاں ہی نظر آتی ہیں۔

ہمارا مزاج بن گیا ہے کہ ہم خود کو بہت اچھا اور بقیہ لوگوں کو سب سے زیادہ برا سمجھتے ہیں۔

ایک دلچسپ واقعہ

کہا جاتا ہے کہ ایک بوڑھی عورت اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھی رو رہی تھی۔

کسی راہ گیر نے پوچھا: ’’ماں! خیریت ہے، کیوں زار و قطار رو رہی ہو؟‘‘

اس نے جواب دیا: ’’میں بہت بدنصیب عورت ہوں، اس لئے کہ جب میں بہو تھی تو مجھے ساس اچھی نہیں ملی، اور جب ساس بن گئی تو بہو اچھی نہیں ملی۔‘‘

یعنی میں ہر حیثیت سے دودھ کی دھلی ہوئی ہوں اور بقیہ سب برے ہیں۔

تقریباً اسی طرح کا مزاج ہم سبھوں کا بن گیا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ مسلمان اپنی مجلسوں میں بیٹھ کر دوسروں کی برائیاں کرتے ہیں، نماز کا وقت آتا ہے اور چلا جاتا ہے مگر کسی کو اٹھ کر مسجد جانے کی توفیق نہیں ہوتی؟

حالانکہ نماز کے وقت، نماز چھوڑ دینا سب سے بڑا گناہ ہے۔

خود سب سے بڑے گناہ میں مبتلا رہیں گے مگر دوسروں کی برائیاں کرتے رہیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منفی اندازِ فکر اپنانے کا نتیجہ ہے کہ اگر کسی چیز میں ہزاروں خوبیاں ہوں مگر چند عیوب بھی ہوں، تو عیوب پر ہماری نظر ضرور جاتی ہے اور خوبیوں کا پہلو نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔

برائیوں کو دیکھنے کے لئے ہماری آنکھوں میں بینائی بڑھ جاتی ہے اور خوبیوں کو دیکھنے کے لئے جیسے آنکھوں سے قوت بصارت چھن جاتی ہے۔ مثلاً کئی سال گذر گئے، چاندمل چوپڑہ نے کلکتہ ہائی کورٹ میں یہ رٹ دائر کیا تھا کہ قرآنی آیات باہم منافرت پیدا کرتی ہیں، اور اس کے احکام ایسے ہیں جن سے یہاں کے اکثریتی فرقہ کو ذہنی اذیت پہنچتی ہے، اور قرآن میں جگہ جگہ کفار کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے،

اس لئے قرآن پر مکمل پابندی عائد کردی جائے۔

تو ہائی کورٹ کے ججوں نے اس رٹ کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور اپنے فیصلے میں لکھا:

''قرآن وہ مقدس آسمانی کتاب ہے جس کے خلاف کسی بھی درخواست کو قبول نہیں کیا جاسکتا''

اس واقعہ پر مسلمانوں نے آسمان سر پر اٹھالیا اور چلانے لگے کہ ہمارے قرآن پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا جارہا ہے، مگر کسی نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ ہندستان میں ایسی عدالتیں ہیں جو قرآن کے خلاف کسی بھی رٹ کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں۔

اس واقعہ کے برے پہلو کو ہم نے دیکھا، لیکن اس کے سب سے اچھے پہلو پر ہماری نگاہ نہیں گئی۔

آیئے ہم تفصیل سے اس بات کا جائزہ لیں کہ کتاب وسنت سے ہماری بے تعلقی کی حالت کیا ہے؟ اور اس کا کیا نتیجہ نکل رہا ہے؟

۶ رد سمبر ۱۹۹۲ء کا دن ہندستان کی تاریخ میں ایک سیاہ دن مانا جاتا ہے۔

اس دن وہ سانحہ ہوا جس سے پورا عالم اسلام لرز اٹھا۔

اور بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کچھ لوگوں نے سیکولرزم کے سینے میں خنجر بھونک دیا، اور اس کا جنازہ انہی لوگوں کے کندھوں پر اٹھا جو آزادی کے بعد پورے ۴۷ رسال سے اس کی دہائی دیتے آئے تھے۔

ایک تاریخی مسجد جس میں ساڑھے چار سو سال سے اللہ کی عبادت ہورہی تھی، شرپسندوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہاتھوں مسمار کر دی گئی اور اسے باقاعدہ بت خانے میں تبدیل کر دیا گیا، اب لیڈر میدان میں آ گیا،

اس نے کہا:

''لوگو! ہماری تہذیب پر حملہ ہو گیا، اس ملک میں اب ہماری عبادت گاہیں محفوظ نہیں ہیں۔''

اور مسلمان وہ دن بھول گیا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے پچاس روز پہلے ابرہہ نے خانۂ کعبہ پر حملہ کرنا چاہا تھا۔

اس کے لشکر میں نو یا تیرہ ہاتھی تھے۔

یہ لشکر جب وادئ محسّر پر پہنچا...... جو منیٰ اور مزدلفہ کے بیچ میں ہے...... تو اللہ تعالیٰ نے چڑیوں کا ایک جھنڈ بھیج دیا۔

یہ چڑیاں ابابیل اور قمری جیسی تھیں، ہر چڑیا کے پاس چنے کے برابر تین تین کنکریاں تھیں، ایک چونچ میں اور دو دونوں پنجوں میں۔

یہ کنکریاں جسے لگتی تھیں اس کا جسم سڑنے لگتا تھا اور وہ مر جاتا تھا۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر ابرہہ بھی صنعاء کی طرف بھاگا، مگر اس پر اللہ تعالےٰ نے ایسی آفت نازل فرمائی کہ وہاں پہنچتے پہنچتے اس کی انگلیوں کے پور جھڑ گئے وہ چوزے جیسا ہو گیا، اس کا سینہ پھٹ گیا، دل باہر نکل آیا اور وہ مر گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے اتنے مضبوط لشکر کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح بنا دیا اور خانۂ کعبہ کی تباہی چاہنے والے خود تباہ و برباد ہو گئے۔

حالانکہ وہاں بیت اللہ کی حفاظت کے لئے کوئی فورس نہیں تھی، وہاں کوئی ٹی وی کا کلوز سرکٹ نہیں لگایا گیا تھا، وہاں بھاری اسلحوں سے لیس کوئی فوج نہیں تھی۔

اب سوال یہ ہے... اور آیئے ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کریں کہ کیا اس وقت اللہ تھا، اور ۶ دسمبر کو اللہ نہیں تھا؟

یا اس وقت اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق تھا اور مسجد کے مسمار ہونے کے وقت اس کی قدرت ختم ہو گئی تھی؟

نہیں، بلکہ اللہ اس وقت بھی تھا جب ابرہہ کا لشکر تباہ ہوا اور اس وقت بھی تھا جب ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخی مسجد شہید کی گئی۔

لیکن شاید قدرت ہمیں یہ سبق دینا چاہتی تھی کہ مسلمانو! اگر تم نے اپنی مسجدوں سے تعلق توڑلیا، اور اسے آباد نہیں کیا تو ہر مسجد کا یہی حشر ہوگا، اور جب مسجدیں مسمار کردی جائیں گی تو تم خود بھی باقی نہیں رہو گے۔

لیکن ہم شور کرتے رہے، اور ہم نے اتنا واویلا مچایا کہ سڑکوں پر نکل آئے، حالانکہ اس کا بھیانک نتیجہ فوراً ہماری تباہی کی صورت میں ظاہر ہوا، مگر مسجد سے تعلق جوڑنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔

مسجد مسمار ہونے کے بعد لیڈر نے کہا، لوگو! چلو مسجد کو آزاد کراؤ، اور کتاب وسنت کی تعلیم تھی کہ مسلمانو! مسجد کو آباد کرو۔

اور ہم مسجد کو آزاد کرانے پر تیار ہو گئے لیکن مسجدوں کو آباد کرنے پر تیار نہیں ہوئے۔

آگے بڑھ کر لیڈر نے کہا، مسلمانو! مسجد کے لئے سر کٹاؤ، حالانکہ قرآن وحدیث واضح طور پر یہ حکم دے رہے تھے کہ مسلمانو! مسجد میں سر جھکاؤ۔

لیکن ہم لیڈر کے کہنے پر سر کٹانے کے لئے تیار ہو گئے لیکن مسجد میں سر جھکانے پر تیار نہیں ہوئے۔ جب کہ ہم یہ جانتے تھے کہ اللہ کے یہاں سب سے پہلا سوال مسجد کے لئے سر کٹانے کے بارے میں نہیں بلکہ مسجد میں سر جھکانے کے بارے میں ہوگا۔

نتیجہ کیا ہوا؟

یہی نا کہ معاملہ جہاں تھا وہیں رہ گیا بلکہ اس سے بھی زیادہ الجھ گیا۔

ہماری عبادت گاہ بھی مسمار ہوئی اور ہمارے ہی خون سے ہولی بھی کھیلی گئی۔

اب آیئے تاریخ کے جھروکوں سے جھانک کر ماضی کو دیکھا جائے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت خانۂ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔

خانۂ کعبہ دنیا کے تمام مسلمانوں کا قبلہ ہے، ہم یہاں سے پچھم کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں کیونکہ خانۂ کعبہ یہاں سے پچھم کی طرف ہے، مدینہ والے دکھن کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں کیونکہ بیت اللہ وہاں سے جنوب کی طرف ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکہ مکرمہ میں جولوگ کعبہ سے پچھم کی طرف رہتے ہیں وہ پورب کی طرف رخ کرتے ہیں اور پورب والے پچھم کی طرف، کیونکہ کعبہ انہی سمتوں میں پڑتا ہے۔

لیکن خانۂ کعبہ میں ایک دو نہیں بلکہ تین سو ساٹھ کی تعداد میں بت رکھے ہوئے تھے، یہاں تک کہ کعبہ تعمیر کرنے والے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت بھی تھا جس کی پوجا و پرستش کی جاتی تھی۔

لیکن جب اسلام آیا اور قرآن کا نزول شروع ہوا، تو اس نے یہ نہیں کہا کہ لوگو! خانۂ کعبہ کی طرف مارچ کرو، وہاں سے بتوں کو ہٹانے کے لئے جلوس نکالو، اس مقدس گھر کو پاک کرنے کے لئے ایجی ٹیشن چلاؤ، بلکہ اس نے بتایا کہ لوگو! تمہارا راستہ شور وغل کا راستہ نہیں ہے، تمھاری راہ احتجاج اور جلوس کی راہ نہیں ہے، تمھارے مسائل چیخ و پکار سے نہیں بلکہ ایمان کے راستہ پر ثابت قدم رہنے سے حل ہوں گے، تمھارا راستہ علم و عمل، صبر و استقامت اور تقویٰ اور خودداری کا راستہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی وہ سورۂ علق کی ابتدائی آیات تھیں:

اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم ''پڑھو اس رب کے نام سے جو تمام کائنات کا خالق ہے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھو اور آپ کا رب بہت بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم عطا فرمایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا''

ان آیات میں دو بار پڑھنے کا حکم ہے، تین بار علم کا بیان ہے، اور ایک بار قلم کا ذکر ہے۔

گویا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی سب سے پہلی وحی کا تعلق علم سے ہے۔

بخاری میں روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لائے۔ آپؐ نے دیکھا کہ وہاں دو جماعتیں بیٹھی ہوئی ہیں، ایک جماعت ان لوگوں کی ہے جو تسبیح و تہلیل میں لگے ہیں، اور دوسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو دین کی باتیں سیکھنے اور سکھانے میں مصروف ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسی مجلس میں بیٹھ گئے جس میں دین کی باتیں سیکھی اور سکھائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا رہی تھیں اور فرمایا کہ دونوں حق پر ہیں لیکن چونکہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اس لئے اسی مجلس میں بیٹھنا پسند کرتا ہوں۔

غزوۂ بدر میں ستر کافر مارے گئے تھے اور اتنی ہی تعداد میں گرفتار بھی ہوئے تھے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو چھوڑنے کے لئے یہ شرط رکھی کہ ہر قیدی ہمارے دس آدمیوں کو پڑھا دے۔

حالانکہ اس موقع پر قیدیوں کو چھوڑ دینے کا مطلب یہ تھا کہ وہ آئندہ چل کر اسلام کے لئے خطرہ بنیں، اور دراصل یہی ہوا بھی، احد کی لڑائی ان ہی کے سازشوں کا نتیجہ ثابت ہوئی۔

معلوم ہوا کہ یہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ جب علم اور دوسری مصلحتوں کے درمیان انتخاب کا معاملہ ہو تو علم کو ترجیح دی جائے گی نہ کہ دوسری مصلحتوں کو۔

علم ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔

فرض کیجئے ایک شخص صحیح راستہ پر چل رہا ہے، لیکن اسے راستے کا علم نہیں ہے چلتے چلتے اسے ایک دھوکہ باز مل جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ جس راہ پر تم جا رہے ہو وہ غلط راستہ ہے، اس پر چل کر تم اپنی منزل پانے کے بجائے اس سے بہت زیادہ دور ہو جاؤ گے، تو وہ شخص اس دھوکہ باز کے دھوکے میں ضرور آ جائے گا اور نہ جاننے کی وجہ سے صحیح راہ چھوڑ کر غلط راہ پر چل پڑے گا۔

ایک دوسرا شخص ہے جو اتفاق سے غلط راہ پر چل پڑا ہے، لیکن اسے راستہ کا علم ہے تو وہ تھوڑی دور چل کر پھر صحیح راہ پر آ جائے گا۔

معلوم ہوا کہ اگر علم نہیں ہے تو آدمی صحیح راہ پر ہونے کے باوجود غلط راہ پر لگا دیا جائے گا، اور اگر علم ہے تو وہ غلط راستہ پر ہونے کے باوجود صحیح راستہ پر لگ جائے گا۔

آج پورا ہندوستان فرقہ پرستی کی آگ میں جھلس رہا ہے۔

لیکن حیرت انگیز طور پر فرقہ وارانہ فسادات صرف شمالی ہندستان میں ہوتے ہیں، جنوبی ہند بالخصوص کیرل اور تامل ناڈو وغیرہ اس سے محفوظ رہتے ہیں۔

آخر کیوں؟

اس لئے کہ جنوبی ہند میں تعلیم زیادہ ہے، جب کہ شمالی ہند میں جہالت زیادہ ہے۔

جہاں جہالت ہے عام طور پر وہیں شر و فساد ہے، اور جس علاقہ میں لوگ تعلیم یافتہ ہیں وہاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شر و فساد بھی نہیں ہے۔

اب ذرا ہم علم سے متعلق اپنے سماج کا جائزہ لیں۔

ہر انسان اللہ کا محتاج ہے اس لیے اسے ہر کام اور ضرورت کے لئے اللہ سے دعا کرنی چاہیے۔

دعا کا مطلب ہے اللہ کو پکارنا، اس سے مرادیں مانگنا اور مصیبتوں سے چھٹکارا پانے کے لئے اس سے التجا کرنا، وغیرہ۔

حدیث پاک میں دعا کو عبادت کا مغز بتایا گیا ہے۔

ترمذی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دعا موجودہ اور آئندہ آنے والی بلاؤں کو دور کرتی ہے، پس اے اللہ کے بندو دعا کو لازم پکڑلو"

ترمذی ہی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی منقول ہے:

"جو اللہ سے دعا نہیں کرتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔"

لیکن اللہ سے مانگنے کے لئے کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ اللہ کی ذات اعلیٰ وارفع ہے، اور اس تک ہماری رسائی نہیں ہوسکتی اس لئے اس سے دعا کرتے وقت ہم اس کے نیک بندوں کا وسیلہ لیتے ہیں۔

اس طرح اس ذات لامحدود کو محدود کر دیا گیا، اور اسے دنیاوی بادشاہوں کی طرح ایک محل میں قید اور لوگوں کی باتوں اور ان کے حالات سے بے خبر قرار دے دیا گیا۔

بادشاہوں کے دربار میں وسیلہ اور سفارش کی ضرورت اس لئے پڑتی ہے کہ نہ وہ کسی کی بات کو دور سے سن سکتے ہیں نہ ہی انھیں ہر کسی کے حال کی خبر ہے۔

لیکن اللہ رب العالمین سب سے قریب ہے، سب کے احوال سے واقف ہے، اور دور و نزدیک سے سب کو دیکھتا اور سب کی آواز کو سنتا ہے۔

اس لئے اس سے مانگنے کے لئے کسی وسیلہ کی کیا ضرورت؟

اسے پکارنے کے لئے اگر کسی بزرگ یا ولی وغیرہ کو وسیلہ بنایا گیا تو گویا اس بات کا عقیدہ رکھ لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نہ تو ہماری آواز سن سکتا ہے، نہ اسے ہمارے احوال کی خبر ہے، اور جس طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیوی بادشاہوں اور راجوں مہاراجوں تک کوئی شخص ان کے مصاحبوں، اور ان کی بارگاہ میں مقرب لوگوں کے توسط کے بغیر ان تک عرض معروض نہیں پہنچا سکتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے قصر شاہی میں ملائکہ، اولیاء، اور دوسرے مقربین کے درمیان گھرا بیٹھا ہے، اور کسی کا کوئی کام ان واسطوں کے بغیر اس کے یہاں سے نہیں بن سکتا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ مومن میں ارشاد فرمایا ہے:

ادعونی استجب لکم ''تم مجھ ہی سے دعا کرو، میں قبول کروں گا''

سورۂ بقرہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب. اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون ''اور اے نبی! میرے بندے اگر میرے بارے میں پوچھیں تو انھیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔ لہذا انھیں چاہئے کہ وہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں''

سورۂ ق میں ارشاد ہوا:

ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ''اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

سورۂ ہود میں یوں فرمایا:

ھو انشاکم من الارض واستعمرکم فیھا فاستغفروہ ثم توبوآالیہ . ان ربی قریب مجیب. ''وہی ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی میں تم کو بسایا ہے، لہٰذا تم اس سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ، یقیناً میرا رب قریب ہے اور وہ دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔''

یہ مشرکین کی ایک بہت بڑی غلط فہمی کی تردید ہے جو عام طور پر ان میں پائی جاتی ہے، اور ان اہم اسباب میں سے ایک ہے جس نے ہر زمانے میں انسان کو شرک میں مبتلا کیا ہے۔

یہ لوگ اللہ کو راجوں، مہاراجوں اور بادشاہوں پر قیاس کرتے ہیں جو رعیت سے دور اپنے محلوں میں داد عیش دیا کرتے ہیں، جن کے دربار میں عام رعایا میں سے کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کے حضور میں کوئی درخواست پہنچانی ہو تو مقربین بارگاہ میں سے کسی کا دامن تھامنا پڑتا ہے، اور پھر اگر خوش قسمتی سے کسی کی درخواست ان کے آستانۂ بلند پر پہنچ بھی جاتی ہے تو ان کی بادشاہت اور حکومت کا غرور یہ گوارا نہیں کرتا کہ خود اس کا جواب دیں، بلکہ جواب دینے کا کام مقربین ہی میں سے کسی کے سپرد کیا جاتا ہے۔

اس غلط گمان کی وجہ سے یہ لوگ ایسا سمجھتے ہیں..... اور چالاک اور ہوشیار لوگوں نے انھیں ایسا سمجھانے کی کوشش بھی کی ہے۔ کہ اللہ رب العالمین کا آستانۂ قدس عام انسانوں کی دسترس سے بہت ہی دور ہے، اس کے دربار تک بھلا کسی عام آدمی کی کیسے پہنچ ہو سکتی ہے؟ وہاں تک دعاؤں کا پہنچنا اور پھر ان کا جواب ملنا کسی طرح ممکن ہو ہی نہیں سکتا، جب تک پاک روحوں کا وسیلہ نہ ڈھونڈھا جائے، اور ان مذہبی منصب داروں کی خدمات نہ حاصل کی جائیں جو اوپر تک نذریں، نیازیں اور عرضیاں پہنچانے میں مہارت رکھتے ہوں۔

یہی وہ غلط فہمی ہے جس نے اللہ اور بندے کے درمیان بہت سے چھوٹے بڑے معبودوں اور سفارشوں کا جم غفیر کھڑا کر دیا، اور اسی نظریہ سے بت پرستی اور قبر پرستی کا رواج ہوا،

وسیلہ کا نظریہ دین میں بدترین قسم کا اضافہ ہے، کیونکہ قرآن میں متعدد جگہ پر انبیاء کرامؑ کی دعاؤں کا ذکر ہے، مگر ان میں کہیں بھی کسی وسیلہ کا ذکر نہیں ہے۔

مثلاً سورۂ اعراف میں حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کی دعا مذکور ہے کہ جب ان سے خطا سرزد ہوئی تو انھوں نے اللہ سے دعا کی؛

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگذر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے''

سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا یوں مذکور ہے:

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ . فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصّٰلِحِينَ ''اے میرے پروردگار! تو نے مجھ کو حکومت عطا کی اور خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے، میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کار مجھے صالحین سے ملا“

حضرت ذکریا علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تھے، ان کے کوئی اولاد نہیں تھی، انھوں نے بڑھاپے میں اولاد کے لئے جو دعا کی تھی وہ سورۂ انبیاء میں یوں آئی ہے:

رب لاتذرنی فرداً وانت خیر الوٰرثین. ”اے میرے پروردگار! تو مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور بہترین وارث تو ہی ہے“

حضرت نوح علیہ السلام ایک مدت دراز تک اپنی قوم کی اصلاح کے لئے کوشش کرتے رہے، جب ان کی کوشش کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا تو تھک ہار کر انھوں نے اللہ سے جو التجا کی تھی، وہ سورۂ قمر میں یوں مذکور ہے:

انی مغلوب فانتصر ”اے میرے پروردگار! میں مغلوب ہو گیا ہوں اب میری مدد کو پہنچ“

اور سورۂ نوح میں ان کی ایک دعا اس طرح آئی ہے:

رب لاتذر علی الارض من الکفرین دیاراً ”اے میرے پروردگار! زمین پر ایک بھی کافر باشندہ نہ چھوڑ“

حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ نے ایک تکلیف دہ بیماری میں مبتلا کر دیا تھا، اس حالت میں انھوں نے اللہ سے جو دعا کی تھی وہ سورۂ انبیاء میں یوں آئی ہے:

انی مسنی الضر وانت ارحم الرٰحمین ”بلاشبہ مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے“

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا تھا، اس حالت میں انھوں نے اللہ سے جو دعا کی تھی وہ سورۂ انبیاء میں یوں آئی ہے:

لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظٰلمین. ”نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا، پاک ہے تیری ذات بیشک میں نے بڑا قصور کیا“

انبیاء کی ان دعاؤں کو سامنے رکھئے اور اپنے دل و دماغ سے پوچھئے کہ کیا ان لوگوں نے اللہ سے دعا کے لئے کسی کا وسیلہ لیا تھا؟

لیکن سوال یہ ہے کہ ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟ احادیث میں دعا کے آداب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتائے گئے ہیں، مثلاً یہ کہ جب تم اللہ سے مانگو تو ایسے مانگو جیسے بچہ اپنی ماں سے دودھ مانگتا ہے۔

بچے کا تعلق اپنی ماں سے عجیب وغریب ہوتا ہے۔

کسی دودھ پیتے بچے کو دس عورتوں میں چھوڑ دیا جائے تو وہ صرف اپنی ہی ماں کے پاس جائے گا کسی دوسری عورت کے پاس نہیں،

ایک بچے نے اپنے باپ سے کہا:

''ابا! مجھے سردی لگتی ہے میرے لئے ایک کوٹ بنوا دیجئے''

باپ کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے اس لئے اس نے ٹال دیا، لڑکا بار بار کہتا رہا اور باپ بار بار انکار کرتا رہا۔ آخر کار ایک روز باپ نے اسے بری طرح سے ڈانٹ دیا اور کہا:

''میں نے کہہ دیا کہ میں کوٹ نہیں دوں گا، اب آئندہ مجھ سے اس کے لئے مطالبہ نہ کرنا''

یہ سن کر بچے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ دیر تک تو خاموش رہا، اس کے بعد روتے ہوئے بولا:

''آپ ہی تو میرے باپ ہیں، پھر آپ سے نہ مانگوں تو کس سے مانگوں''

اپنے بیٹے کی زبان سے یہ جذباتی جملہ سن کر باپ تڑپ اٹھا، اچانک اس کا رویہ بدل گیا اور اس نے کہا:

''اچھا بیٹے تم اطمینان رکھو میں تمھارے لئے کوٹ ضرور بنوا دوں گا اور یہ کام کل ہی ہو جائے گا''

یہ کہتے ہوئے باپ کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے، پھر دوسرے ہی دن اس نے پیسہ کا انتظام کر کے بیٹے کے لئے گرم کوٹ بنوا دیا۔

لڑکے نے بظاہر ایک لفظ کہا تھا، مگر اس لفظ میں اس نے پوری ہستی اپنے باپ کے سامنے رکھ دی تھی۔

بندہ جب اس انداز سے اللہ سے مانگتا ہے تو اللہ کی رحمت جوش میں آ جاتی ہے اور وہ بندے پر ٹوٹ پڑتی ہے۔

علاوہ اس کے دعا کی قبولیت کے لئے حرام روزی اور حرام کمائی سے بالکلیہ طور پر پرہیز کرنا ضروری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم شریف کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایک شخص پراگندہ حال سفر کرتا ہے جس کے بال گرد آلود ہیں، اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر کہتا ہے ''اے میرے مالک! اے میرے مالک! مجھے یہ دے، مجھے یہ دے'' حالانکہ اس کا کھانا پہننا سب حرام کا ہے تو پھر اس کی دعا کیوں کر قبول ہوگی''

ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا:

''حلال روزی کھاؤ تم مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے''

لیکن اگر ہم تمام آداب وشرائط کے ساتھ اللہ سے دعا کریں اور ہماری وہ دعا قبول نہ ہو، یعنی ہم نے جو کچھ اللہ سے مانگا وہ نہیں ملا، تو ہمیں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، اور نہ دل میں یہ وسوسہ پیدا کرنا چاہیے کہ میرے اوپر اللہ کی رحمت وشفقت نہیں ہے۔

کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ سے جو چیز ہم مانگ رہے ہوں وہ ہمارے لئے مفید اور مناسب نہ ہو۔

ہمارے لئے کیا چیز مفید ہے اور کیا چیز مضر؟ کیا مناسب ہے اور کیا مناسب نہیں ہے؟ ان باتوں کو جتنا اللہ تعالےٰ جانتا ہے، ہم نہیں جانتے مثلاً

ایک مثال

خدانخواستہ آپ کا چار سالہ بچہ نمونیہ جیسے موذی مرض میں مبتلا ہے، اسے سخت بخار ہے اور کھانسی بھی آرہی ہے، اس کے علاوہ اس کی دونوں پسلیاں بھی برابر چل رہی ہیں۔

اسی درمیان باہر سے ایک برف فروش آواز لگاتا ہے، جس کی آواز سن کر بچہ برف کے لئے مچلنے لگتا ہے، اور بار بار برف کے لئے ضد کرتا ہے، مگر آپ برف دینے پر راضی نہیں ہوتے، کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ برف کھانے سے بچے کو نقصان ہوگا، لیکن اس بات کو بچہ نہیں جانتا اس لئے وہ یہی سمجھے گا کہ میرا باپ مجھ پر شفقت اور مہربانی نہیں کر رہا ہے۔

ایک واقعہ

کہا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں ایک بہت بڑا بادشاہ تھا۔

ایک بار اس نے اپنی سلطنت کا سالانہ جشن منایا جس میں اس نے لوگوں کو بہت زیادہ انعام واکرام سے نوازا، اس کے شہر میں ایک غریب بڑھیا رہتی تھی، جس کے پاس مکان نہیں تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بس ایک معمولی جھونپڑی میں اس کا گذارا ہوتا تھا، وہ بھی جشن کے دن انعام کے لئے بادشاہ کے دربار میں آئی۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے سو اشرفیاں دیدی جائیں۔

بڑھیا نے کہا حضور! میں سو اشرفیاں نہیں لوں گی میں تو منہ مانگا انعام لے کر جاؤں گی۔

بادشاہ نے پوچھا، بتا تجھے کیا اور کتنا چاہئے؟

بڑھیا نے کہا جناب عالی! آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ میں جو مانگوں گی وہ مجھے ضرور عطا کیا جائے گا، تب میں اپنا مطالبہ آپ کے سامنے رکھوں گی۔

بادشاہ نے وعدہ کیا کہ جو کچھ بھی تو مانگے گی تجھے دیا جائے گا۔

بڑھیا نے کہا، مجھے ایک خچر کے بوجھ کے برابر سونا چاہئے۔

بادشاہ نے بڑھیا کی اس عجیب وغریب فرمائش کو رد کر دیا اور کہا کہ تجھے اتنا سونا نہیں دیا جا سکتا۔

اس نے کہا، حضور آپ اپنے وعدہ سے مکر رہے ہیں، امراء و وزراء نے بھی بادشاہ سے بڑھیا کے حق میں سفارش کی کہ اس کا مطالبہ ضرور پورا کیا جائے، ورنہ بادشاہ سلامت کی توہین ہوگی، اور پھر اتنی بڑی سلطنت کے لئے اتنا سونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا، بادشاہ امراء اور وزراء کے دباؤ میں آ کر سونا دینے پر رضامند ہو گیا۔ بڑھیا اسے ایک خچر پر لاد کر اپنی جھونپڑی میں لائی۔

شام کو شہر میں شور ہو گیا کہ بڑھیا کو بہت زیادہ سونا ملا ہے، رات میں کسی وقت ڈاکو آئے اور انھوں نے بڑھیا کو قتل کر دیا اور سارا سونا اٹھا لے گئے،

دوسرے دن جب بادشاہ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو اس نے امیروں اور وزیروں سے کہا کہ میں جانتا تھا کہ بڑھیا اتنے زیادہ سونے کی حفاظت نہیں کر سکتی، اور یہی سونا اس کے لئے وبالِ جان بن سکتا ہے، اس لئے میں اسے نہیں دے رہا تھا۔

تو جس طرح بڑھیا کی عقل کے مقابلہ میں بادشاہ کی سمجھ زیادہ تھی، اسی طرح ہمارے لئے کیا فائدہ مند ہے اور کیا نقصان دہ؟ اسے جتنا اللہ جانتا ہے ہم نہیں جان سکتے۔

اس لئے اگر کبھی ایسا موقع آجائے کہ ہماری دعا قبول نہ ہو، تو ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ دعا کسی بھی حال میں فائدے سے خالی نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مومن کی دعا فلاح سے خالی نہیں ہوتی، یا تو اللہ تعالیٰ اسے وہی دے گا جو وہ مانگ رہا ہے، یا اس دعا کے بدلے اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھ دے گا، یا اس کی وجہ سے اس پر آنے والی کوئی بہت بڑی بلا ٹل جائے گی''

لیکن موجودہ دور میں عام طور پر دعا کو بمعنی تعویذ سمجھا جاتا ہے۔

کسی کے یہاں کوئی بیمار ہو تو اس کے گھر والے کہتے ہیں کہ ہم دعا اور دوا دونوں کر رہے ہیں،

یعنی ڈاکٹر کے یہاں سے دوا لاتے ہیں اور مریض کے گلے میں تعویذ لٹکاتے ہیں۔ اور حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ قرآنی سورتوں کو نقوش میں تبدیل کر دیا گیا ہے، اور یہ عقیدہ بنا لیا گیا ہے...... یا لوگوں کے دلوں میں جاگزیں کر دیا گیا ہے...... کہ فلاح سورۃ کا نقش گلے میں لٹکا لو حاکم مہربان ہو جائے گا، فلاں سورۃ کا نقش بنا کر گلے میں پہن لو، مقدمہ میں جیت یقینی ہو گی، فلاں سورۃ کا نقش گھول کر حاملہ کو پلا دو اس کے لڑکا ہی ہو گا وغیرہ۔

مسلمان اس طرح کے سطحی اور غیر اسلامی عقیدوں میں اس لئے مبتلا ہو گیا ہے...... یا مبتلا کر دیا گیا ہے...... کہ وہ دینی شعور اور دینی علوم سے ناواقف ہے۔

لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دینی علوم کے ساتھ دنیاوی علوم کا حاصل کرنا اور ان میں مہارت پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔

اس وقت اسلام اور مسلمانوں پر جو نظریاتی حملے ہو رہے ہیں، ان سے کون واقف نہیں ہے۔

اس لئے مسلمانوں کو اپنے مخصوص دائرہ میں رہ کر اپنے دین و ایمان اور تہذیب و تمدن وغیرہ پر ہونے والے حملوں کو رد کرنے اور اپنی حفاظت و مدافعت کی ہی ضرورت نہیں، بلکہ دشمنانِ اسلام کے بظاہر مضبوط و مستحکم مگر اندر سے انتہائی کمزور قلعوں پر کامیاب اور مؤثر یلغار کی ضرورت ہے۔

کون نہیں جانتا کہ جو قوم مدافعتی جنگ لڑتی ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔ فتح یابی ہمیشہ ان ہی قوموں کا حصہ ہوتی ہے جو دشمن کو للکارتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑتی ہیں اور انھیں سنبھلنے کا موقع نہیں دیتیں۔

مثلاً ہاکی یا فٹ بال کے میدان میں جس ٹیم کے کھلاڑی صرف اس چکر میں ہوتے ہیں کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اپنے اوپر ہونے والے گول کو بچائیں، وہ کبھی دوسری ٹیم پر گول نہیں کر سکتے، پھر ان کے کامیاب ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

مسلمانوں کی کمزوری یہی ہے کہ وہ ہر میدان میں مدافعتی جنگ لڑ رہے ہیں، جب تک وہ اپنے اس طرزِ عمل کو نہیں بدلیں گے تب تک وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

اور یہ سب کچھ جبھی ہو سکتا ہے جب ہمارے نوجوان اسلامی علوم کیساتھ عصری علوم سے بھی کماحقہٗ واقف ہوں۔ جدید علوم جن سے مسلمان گھبراتے ہیں، ان کا سیکھنا اور سکھانا ان کیلئے ضروری ہے۔

یہی سائنس جسے مسلمانوں نے اپنے لئے شجرِ ممنوعہ بنا رکھا ہے جابر بن حیان کی ایجاد ہے، یہی الجبرا جس سے مسلمانوں کو کوئی دلچسپی نہیں ہے، اسے بھی جابر بن حیان نے ایجاد کیا ہے، یہی علم الحساب جس سے مسلمان نابلد ہیں، اس کا موجد محمد بن موسےٰ خوارزمی ہے، طبابت اور ڈاکٹری... جو مردہ ہو چکی تھی . اس کا زندہ کرنے والا ابو علی سینا ہے جس نے اپنی نادر روزگار تصنیف ''القانون فی الطب'' کے ذریعہ اس میں روح پھونکی۔

غرضیکہ وہ کون سا علمی میدان تھا، ہمارے آباء و اجداد جس کے امام نہ تھے۔

لیکن ہم نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور دوسروں نے اسے اپنا لیا اور اس کے خاکوں میں نیا رنگ و روغن بھرا جس کی وجہ سے یہ علوم ''جدید'' نظر آنے لگے۔

اگر ان علوم سے نئے رنگوں کو کھرچ دیا جائے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جائے گی کہ یہ سب اسلامی علوم ہیں۔

اس لئے عام مسلمانوں کو عموماً اور مدارس عربیہ کے ذمہ داروں کو خصوصاً اس طرف فوری توجہ دینی چاہئے کہ وہ وقت کی پکار کو سنیں، حالات کی نزاکت کو محسوس کریں، اور رشک و حسد کے جذبوں سے بالاتر ہو کر، منظم پلان کے تحت قدم بڑھائیں، اور اپنے یہاں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کو بھی فروغ دیں۔

ہاں تو میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، جن کی پوجا کی جاتی تھی۔

لیکن جب ایمان والوں نے کتاب وسنت کے مطابق اپنی زندگی شروع کی، اور انھوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے طور پر اور زندگی کے ہر موڑ پر انھیں اپنا رہنما بنایا تو ان کے تمام مسائل حل ہو گئے۔

اور ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے جلو میں مسجد حرام تشریف لائے، آگے بڑھ کر حجر اسود کو چوما اور اس کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا،

اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں کمان تھی، آپؐ اسی کمان سے ان بتوں کو ٹھوکر مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے:

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً ''حق آگیا اور باطل چلا گیا، باطل جانے والی چیز ہے''

جاء الحق ومایبدئ الباطل ومایعید ''حق آگیا اور باطل کی چلت پھرت ختم ہوگئی''

اس طرح خانۂ کعبہ بتوں سے مکمل طور پر پاک ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ حل کتاب وسنت کے بتائے ہوئے فارمولہ میں ہے نہ کہ خود ساختہ فارمولہ میں۔

کتاب وسنت سے بے تعلقی کے جو بھیانک نتائج ہیں، ایک بار پھر میں آپ کی توجہ ان کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

امت مسلمہ کی بہت بڑی بدنصیبی ہے کہ یہ مختلف فرقوں میں بٹی ہوئی ہے، اور فرقہ بندی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ہر فرقہ کا امام الگ ہے، مولوی الگ الگ ہے، شیخ الحدیث الگ الگ ہے، ان کے مدرسے الگ الگ ہیں، حتیٰ کہ ہر فرقے کی عبادت گاہیں بھی الگ الگ ہیں۔

اور کتاب وسنت سے بے تعلقی کے نتیجہ میں تقلید شخصی کا وہ چکر چلا کہ دین کو چار مذہب میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر فرقہ کو الگ الگ دستور تیار ہو گیا۔

ہندستانی آئین کے بانی مسٹر بھیم راؤ امبیڈکر اپنا آبائی مذہب تبدیل کرنا چاہتے تھے، انھوں نے بڑی گہرائی کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کیا، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ اسلام کے ماننے والے مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں تو انھوں نے اپنے چھ لاکھ آدمیوں کے ساتھ بدھ مذہب قبول کر لیا۔

اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کی گمراہی کا بوجھ کس کے سر جائے گا؟

یقیناً ہم مسلمانوں کے سر ہی جائے گا جو بدترین قسم کی فرقہ بندی کا شکار ہیں آخر اس کا حل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے؟

تمام فرقے...... یا ان کے رہنما ...مل بیٹھیں اور طے کرلیں کہ ہماری کتابیں ایک طرف کردی جائیں اور آپ کی کتابیں بھی دور ہٹادی جائیں، نہ ہم آپ کی مانیں نہ آپ ہماری مانیں بلکہ ہم سب صرف کتاب وسنت کو اپنا رہنما تسلیم کرلیں۔

اگر اس پر سب متفق ہوجائیں تو دنیا دیکھ لے گی کہ وہ دین جو مختلف فرقوں میں بٹا ہوا نظر آتا ہے، وہ دین واحد کی شکل میں نظر آنے لگے گا۔

صرف کتاب وسنت کی بنیاد ہی پر اتحاد قائم ہوسکتا ہے۔

اس کے علاوہ موجودہ دور میں دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی مسلک کے ماننے والے لوگ بھی عام طور پر ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اور یہ لڑائی اور گروہ بندی عام طور پر دین کے نام پر اور دین کے پردے میں ہوتی ہے۔

اور دینی اداروں میں عام طور پر عہدوں کے لئے وہ چپقلش ہوتی ہے کہ لوگ اپنی قوت اور مرکزیت کا جنازہ اٹھانے پر تلے رہتے ہیں۔

اور یہ جھگڑے صدارت ونظامت یعنی عہدوں کے لئے ہوتے ہیں، اور عہدوں کے لئے قوم کو دو گروہوں میں بانٹ دیا جاتا ہے۔

اور جب کبھی ان میں مصالحت کے لئے گفتگو ہوتی ہے تو اتنے فارمولے سامنے آتے ہیں کہ ایک موٹی کتاب تیار ہوجائے، پھر بھی مسئلہ جوں کا توں باقی رہتا ہے۔

اور یہ اس لئے حل نہیں ہوتا کہ ہم اصل مرجع یعنی کتاب وسنت سے اس کا حل نہیں ڈھونڈتے۔

فرض کیجئے دو مسلمان کسی مسجد میں بیٹھے ہوئے بحث کررہے ہیں۔

بحث کا موضوع ہے، رفع الیدین۔

ایک کہتا ہے کہ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا چاہئے، دوسرا کہتا ہے کہ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت یعنی تین بار رفع الیدین کرنا چاہئے۔

دونوں اپنے اپنے موقف پر بضد ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب بات نہیں کٹتی تو دونوں یہ طے کرتے ہیں کہ ہم حدیث رسول سے اس کا فیصلہ کرائیں گے۔ کیونکہ حدیث ہم کو بتائے گی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کن کن موقعوں پر رفع الیدین کرتے تھے۔

اب وہ بخاری اور مسلم کا مطالعہ کرتے ہیں۔ان میں صاف طور پر ملتا ہے کہ

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رفع یدیہ حذو منکبیہ اذا فتح الصلوٰۃ واذا کبر للرکوع واذا رفع راسہ من الرکوع رفعھما و کان لایفعل ذالک فی السجود ''بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے تھے نماز شروع کرتے وقت، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور سجدہ میں جاتے ہوئے ایسا نہیں کرتے تھے۔''

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے تین بار رفع الیدین کی دلیل مل جاتی ہے تو فریق ثانی بھی اسے تسلیم کر لیتا ہے اور بحث ختم ہو جاتی ہے۔

جو قوم کتاب وسنت کو اپنا رہنما تسلیم کر لے، اس کے اندر وقتی جھگڑے تو کھڑے ہو سکتے ہیں لیکن وہ مختلف گروہوں میں بٹ جائے اور اپنے مدرسے اور مسجدیں الگ کر لے یہ ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ نساء میں ارشاد فرمایا ہے:

یآیھا الذین اٰمنوا اطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللّٰہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الأخر . ذلک خیر واحسن تاویلا ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی، اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں، پھر اگر تمھارے درمیان کسی معاملے میں نزاع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریقۂ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔''

قرآن کے یہ الفاظ ''ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الأخر'' ''اگر تم واقعی اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہو'' یہ بتاتے ہیں کہ جو ہر معاملے میں کتاب سنت کے فیصلوں کو بے چون وچرا مان لیتے ہیں وہی صاحب ایمان ہیں اور وہ جو ایسا نہیں کرتے وہ مومن نہیں ہیں۔

عہد رسالت میں ایک بار ایک مسلمان اور ایک یہودی کے درمیان زمین کے ایک ٹکڑے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں جھگڑا ہو گیا، دونوں نے اسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، یہودی حق پر تھا کیونکہ زمین اسی کی تھی، اس لئے آپؐ نے اسی کے حق میں فیصلہ دیدیا۔

مسلمان کو یہ بات بہت کھلی، اس نے اس معاملہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں یہودی کے حق میں فیصلہ دیدیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ اس تنازعہ کا فیصلہ کر دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ٹھہرو میں ابھی فیصلہ کر دیتا ہوں۔

پھر آپؓ گھر میں گئے، وہاں سے ننگی تلوار لے کر نکلے اور اس کی گردن اڑا دی، پھر فرمایا:

هذا قضاء من لم يرض بقضاء رسول الله صلى الله عليه وسلم ''یہ اس شخص کا فیصلہ ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہو''

مدینہ میں شور ہو گیا کہ عمرؓ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے، پھر حضرت جبرئیل آئے اور قرآن مجید کی سورۂ نساء کی یہ آیت اتری:

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليماً ''اے نبی! قسم ہے تیرے پروردگار کی، یہ لوگ مومن نہیں ہوں گے جب تک وہ اپنے تمام جھگڑوں کا فیصلہ تم سے نہ کرائیں اور پھر تمہارے فیصلے سے اپنے دل میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں اور خوشی خوشی مان کر اسے تسلیم نہ کر لیں''

گویا قرآن نے بتایا کہ چونکہ اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو ٹھکرا دیا تھا اس لیے یہ مسلمان نہیں بلکہ منافق تھا، اور حضرت عمرؓ نے مسلمان کو نہیں بلکہ منافق کو قتل کیا ہے۔

اب ذرا ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ اختلاف اور جھگڑے کا حل کتاب وسنت کس طرح پیش کرتے ہیں۔

جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو مسلمان مل کر، ایک ہی صف میں اور ایک ہی امام کے پیچھے کھڑے ہو کر فرض نماز ادا کرتے ہیں۔

فرض کیجئے، نماز کا وقت ہو گیا، اب انہی نمازیوں میں سے ایک شخص امام بنے گا۔ سوال یہ ہے کہ امام کس کو بنایا جائے گا؟ کیا اسے جس کا قد دوسروں کے مقابلے میں زیادہ لمبا ہو گا؟ یا اسے جو دوسروں سے زیادہ موٹا تازہ ہو گا؟ یا وہ شخص اس مقام پر فائز کیا جائے گا جس کے کپڑے زیادہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفید ہوں گے؟ یا وہ شخص امام بنایا جائے گا جس کا بینک بیلنس زیادہ ہوگا؟ یا اس شخص کو امامت سونپی جائے گی جو زیادہ خوب صورت اور وجیہہ ہوگا؟ ظاہر بات ہے کہ نہیں، تو کیا امامت کے لئے الیکشن ہوگا، جسے مقتدیوں کی کثرت چاہے گی وہ امام بنے گا؟

نہیں، بلکہ فرمان رسولؐ کے مطابق وہ شخص امام بنے گا جو نیک ہوگا، نماز کے ضروری مسائل کو جانتا ہوگا اور جسے دوسروں کے مقابلے میں قرآن زیادہ یاد ہوگا۔

یعنی امام وہ بنے گا جو امامت کا زیادہ اہل ہوگا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

ایک واقعہ

نماز روز اول سے فرض تھی، لیکن وقت مقررہ کے ساتھ یہ معراج کے موقع پر فرض ہوئی۔

پہلے صحابہؓ کا معمول تھا کہ وہ مسجد میں اکٹھا ہو جاتے تھے اور جماعت سے نماز ادا کر لیتے تھے۔

لیکن نماز کے صحیح وقت کی باقاعدہ اطلاع کس طرح ہو؟ اس کے بارے میں کوئی واضح دستور العمل نہیں تھا۔

ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ ایسی کون سی صورت اختیار کی جائے جس سے لوگوں کو نماز کے وقت اطلاع ہو جایا کرے اور وہ نماز باجماعت ادا کر لیا کریں۔

کسی نے کہا کہ ناقوس بجایا جائے،

کسی کا کہنا تھا کہ نرسنگھا میں پھونک ماری جائے اور لوگ اس کی آواز سن کر جمع ہو جایا کریں۔

کسی کی رائے تھی کہ ایک اونچا جھنڈا بنالیا جائے اور ہر نماز کے وقت اس کو کھڑا کر دیا جائے۔

لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے کوئی رائے پسند نہ آئی۔

ایک صحابی جن کا نام حضرت عبداللہ بن زیدؓ ابن ثعلبہ تھا، اس معاملے میں بڑے فکر مند تھے۔

ایک دن وہ صبح ہوتے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یارسول اللہ! آج میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو سبز لباس پہنے ہوئے تھا، اور اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا میں نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ اسے میرے ہاتھ بیچ سکتے ہیں؟ اس نے کہا، تم اس کو لے کر کیا کرو گے؟ میں نے کہا کہ ہم اس کے ذریعہ نماز کے اوقات کا اعلان کریں گے۔ اس شخص نے کہا کہ اس کام کے لئے میں تم کو اس سے بہتر صورت بتاتا ہوں، اس کے بعد اس نے اذان کے کلمات سکھائے، یعنی اللہ اکبر سے لا الہ الا اللہ تک''

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب کی تفصیل سن کر فرمایا:

''یہ خواب سچا اور حق ہے انشاء اللہ''

اس کے بعد اذان کے یہی کلمات رائج ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ یہ چاہتے تھے کہ چونکہ اذان کی بشارت مجھے ہوئی ہے اس لئے میرا حق ہے کہ میں مؤذن بنوں، لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مؤذن مقرر کر دیا اور فرمایا:

ھو اندی صوتا منک ''وہ تم سے زیادہ اونچی آواز والے ہیں''

قدرتی طور پر حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی یہ تمنا تھی کہ یہ عہدہ مجھے ملے، لیکن چونکہ اذان کا مقصد تھا اعلان، اس لئے اس کام کے لئے وہی شخص موزوں ہو سکتا تھا جو اس کا اہل ہو۔

معلوم یہ ہوا کہ قرآن وحدیث نے عہدوں کیلئے اقلیت اور اکثریت کا نہیں بلکہ اہلیت کو معیار بنایا ہے۔

اور اگر ہم اسی معیار کو اپنا لیں تو دینی اداروں میں اس طرح نا اتفاقی پیدا ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

بہر حال تمام دنیاوی واخروی مسائل کا حل صرف کتاب وسنت کی تعلیمات میں ہے نہ کہ خود ساختہ فارمولے میں۔

اور ہم صرف اس لئے بھٹک رہے ہیں کہ ہم نے قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

ذرا ہم سوچیں، اگر کسی شخص کا لوٹا گاؤں کے اتر والے کنوئیں میں گر جائے اور وہ اسے دکھن والے کنوئیں میں تلاش کرے تو کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا؟ ہرگز نہیں۔

کیونکہ جب آدمی ناممکن کے پیچھے بھاگتا ہے تو ممکن سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء کی پیروی بھی ہمارے لئے موجب فلاح وسعادت نہیں، بلکہ گمراہی وضلالت ہے، تو دنیا کی بھٹکی ہوئی قوموں کے نقش قدم پر چلنا فلاح وسعادت کا سبب کیونکر ہوسکتا ہے؟

آج کے مسلمان جو کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کے بجائے یہود ونصاریٰ کی نقالی میں فخر محسوس کرتے ہیں، کس قدر فلاح وسعادت سے محروم ہیں، اور ان کی گمراہی وضلالت کس قدر لائق ماتم ہے؟

آج امت مسلمہ دردر کی ٹھوکریں کھارہی ہے اس کا راز یہی ہے کہ وہ کتاب وسنت سے کٹ کر اغیار سے وابستہ ہوگئی ہے، وہ کتاب وسنت کی تعلیمات کو چھوڑ کر گمراہ ومغضوب قوموں کے اختراع کردہ نظامہائے زندگی کی تاریکیوں میں بھٹک رہی ہے، اس نے آفتاب مدینہ سے منہ موڑ کر مغرب کی ظلمتوں سے روشنی کی دریوزہ گری شروع کردی ہے۔

اور اس نے اپنے آئین سیاست، اپنے آداب معاشرت، اپنی شکل وصورت اور اپنی عقل وخرد کو یہود ونصاریٰ کے سانچے میں ڈھال لیا ہے۔

اللہ ہمارے حالوں پر رحم فرمائے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

بدعت

الحمد اللّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین......اما بعد

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

ام لهم شرکؤا شرعوا لهم من الدین مالم یاذن به اللّٰه ولولا کلمة الفصل لقضی بینهم وان الظلمین لهم عذاب الیم.

حضرات، اللہ رب العالمین کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا، اسلام کی دولت عطا فرمائی اور اپنے آخری نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی بننے کا شرف بخشا۔

مسلمان بننے کے لئے جس طرح اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اس کے تمام تقاضوں کے ساتھ ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

چنانچہ کوئی شخص کفر کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونا چاہیے تو اسے لاالٰہ الا اللّٰہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا کہنا اور دل سے اس کا یقین کرنا بھی ضروری ہے۔

دوسرے تمام انبیاء کی رسالت کے مقابلے میں رسالت محمدی کو چار امتیازی خصوصیات حاصل ہیں۔

آپ کی رسالت کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عالمگیر ہے، یعنی آپ سے پہلے جتنے انبیاء مبعوث کئے گئے وہ سب کے سب کسی مخصوص قوم کے لئے آتے تھے، تمام انسانوں کے لئے نہیں،۔

وہ کسی مخصوص خطے کے لئے آتے تھے پوری دنیا کے لئے نہیں۔ اور ان کی لائی ہوئی شریعت کسی مخصوص مدت کے لئے ہوتی تھی ہمیشہ کے لئے نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص قوم یا کسی مخصوص خطے کے لئے نہیں، بلکہ پوری دنیا کے انسانوں کے لئے نبی ورسول بنا کر بھیجے گئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ سبا میں ارشاد فرمایا ہے:

وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً ''اے نبی ہم نے تمہیں جو بھیجا ہے تو سارے ہی لوگوں کے لئے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

اور سورۂ اعراف میں ارشاد ہوا ہے:

قل یآیھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا ''اے نبی! کہہ دو کہ لوگو! یقیناً میں تم سب لوگوں کے لئے اللہ کا رسول ہوں''

یہ وہ رتبہ ہے جو آپؐ کے لئے مخصوص ہے، آپ سے پہلے جتنے نبی آئے کسی کی یہ حیثیت نہیں تھی۔ کوئی بھی پوری دنیا اور تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا۔ ہر ایک کا دائرۂ کار محدود تھا، وہ کسی ایک ملک، یا ایک خطے، یا ایک ہی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچانے پر مامور تھے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس منصب کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا:

کان النبی یبعث الیٰ قومہ خاصۃً وبعثت الیٰ الناس عامۃً ''مجھ سے پہلے کا ہر نبی مخصوص طور پر اپنی ہی قوم کے پاس نبی بنا کر بھیجا جاتا تھا لیکن میں تمام لوگوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

رسالت محمدیؐ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جس طرح آپؐ کی نبوت عالمگیر ہے، اسی طرح ہمیشہ کے لئے بھی ہے:

آپؐ سے پہلے جتنے انبیاء دنیا میں آئے، ہر نبی کے بعد کوئی نہ کوئی نبی آتا رہا، لیکن آپؐ کی بعثت کے بعد نبوت ورسالت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ احزاب میں آپؐ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین ''بلکہ وہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔''

خاتم مہر کو کہتے ہیں۔

جب کسی دستاویز پر مہر لگا دی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب اس میں سے نہ کوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز کم کی جا سکتی ہے اور نہ اس میں کوئی چیز بڑھائی جا سکتی ہے۔

اللہ کی طرف سے اپنے آخری رسول کو تمام انبیاء کا خاتم فرمایا جانا اس حقیقت کا نہایت بلیغ انداز میں اعلان ہے کہ اب رسالت کا سلسلہ ختم کیا جاتا ہے، اور آخری رسول قیامت تک کے لئے ہمارا پیغام لے کر بھیجا گیا ہے، اس کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

بخاری کی روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا:

ختم بی البنیان و ختم بی الرسل ''مجھ سے نبوت کی عمارت مکمل ہوگئی اور میرے ذریعہ رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔''

یہ بھی فرمایا:

انہ لانبی بعدی ''بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''

رسالت محمدی کی تیسری امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ آپؐ سے پہلے جتنے انبیاء آئے ان کی لائی ہوئی شریعتوں میں سے کسی کی یہ شان نہیں تھی کہ وہ ہر پہلو سے کامل ہو۔

البتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو شریعت لے کر آئے وہ ہر پہلو سے کامل ہے،

ایک غلط فہمی کا ازالہ

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپؐ سے پہلے مبعوث کئے گئے انبیاء کی شریعتوں کو ناقص کہا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ ان کی لائی ہوئی شریعتوں میں ان کی قوم کے لئے ہدایت کا پورا سامان نہیں ہوتا تھا۔ جس کو ہم ایک مثال کے ذریعہ بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔

ایک مثال

فرض کیجئے ایک کمرہ ہے جس میں سو واٹ کا ایک بلب لگا ہوا ہے، جس سے پورا کمرہ روشن ہے، بجلی کی اس روشنی سے کمرہ کی ہر چھوٹی بڑی چیز دکھائی دیتی ہے۔

اس کمرہ کو روشن رکھنے کے لئے یہ بلب کافی ہے، مگر پورے گھر کو روشن کرنے کے لئے ناکافی ہے۔

گویا بجلی کا یہ بلب مکمل ہوتے ہوئے بھی نامکمل ہے اور نامکمل ہوتے ہوئے بھی مکمل ہے۔

اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنی شریعتیں آئیں وہ اس زمانے، اس قوم، یا اس خطے کی ہدایت کے لئے کافی تھیں، لیکن چونکہ ان میں کی ہر شریعت صرف ایک مخصوص

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوم کے لئے تھی تمام انسانوں کے لئے نہ تھی، صرف ایک محدود علاقے کے لئے تھی پوری دنیا کے لئے نہ تھی، اور صرف کسی خاص زمانہ اور محدود مدت کے لئے تھی ہمیشہ کے لئے نہ تھی۔

اس لئے قدرتی طور پر اس میں نہ عالمی معاملات ومسائل کے بارے میں ہدایتیں ہوتی تھیں اور نہ ان کی تعلیمات کا مزاج بین الانسانی ہوتا تھا۔

غرض جس طرح ان کی مخاطبت کا دائرہ محدود تھا، اسی طرح ان کی تعلیمات کا مجموعہ بھی مختصر اور محدود تھا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت کا یہ فیصلہ ہوا کہ ایک ایسا نبی بھیجا جائے جو سب کے لئے ہو اور جس کی شریعت ہمیشہ کے لئے ہو۔

تو اس فیصلہ کا فطری تقاضہ تھا کہ اس نبی پر نازل ہونے والے دین کا مزاج بھی بین الانسانی ہو، اور اس کی تعلیمات ہر زمانہ، ہر ملک اور ہر طرح کے انسانی مسائل پر حاوی ہوں،

اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اللہ کی طرف سے اعلان ہو گیا:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا "آج میں نے تمھارے لئے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمھارے لئے اسلام کو تمھارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا"

رسالت محمدی کا چوتھا امتیازی وصف یہ ہے کہ آپ پر جو کتاب نازل کی گئی۔

یعنی قرآن مجید وہ جوں کی توں بلا ترمیم وتحریف محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی۔

اس میں ایک لفظ کیا، ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی ہے اور نہ ہو سکے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ قرآن ہم نے نازل کیا ہے اور یقیناً ہم خود اس کے محفوظ رکھنے والے ہیں"

چنانچہ عقیدت ہی نہیں، تاریخ بھی اس حقیقت پر گواہ ہے کہ قرآن اب تک محفوظ چلا آرہا ہے، اور حفظ تلاوت ہی نہیں بلکہ تمدنی حالات بھی یہی کہتے ہیں کہ مستقبل کے آخری لمحہ تک اس میں داغ لگنے کا امکان نہیں ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس زندہ اور نا قابل تردید حقیقت کا اعتراف غیر مسلم مفکرین نے بھی کیا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف برنائیکا میں لکھا ہے:

"وہ قرآن مستند شکل میں محفوظ ہے، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو الفاظ بطور الہام اپنی زبان سے نکالے تھے قرآن عین انہی الفاظ پر مشتمل ہے جو آپؐ کی زندگی ہی میں مرتب کر لئے گئے تھے۔ مقدس کتابوں کی تاریخ میں یہ بات انتہائی عجیب ہے کہ ہرن کی کھال پر لکھا ہوا وہ قرآن عین انہی الفاظ پر مشتمل ہے جو آپؐ کی زندگی ہی میں مرتب کر لیا گیا تھا۔ اور وہ قرآن آج بھی تاشقند کی لائبریری میں محفوظ ہے جو پیغمبر اسلام کے داماد اور خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی کے زیر مطالعہ رہتا تھا، قرآن کے ابتدائی نسخہ اور موجودہ متداول نسخوں میں ایک لفظ کا بھی فرق نہیں ہے"

سر ولیم میور نے لکھا ہے:

"یہی ایک نکتہ کہ مسلمانوں کے تمام فرقے ہر زمانہ میں ایک ہی قرآن کے نسخے کی پیروی کر رہے ہیں، قطعی طور پر یہ ثابت کر دیتا ہے کہ جو قرآن آج ہمارے ہاتھوں میں ہے، وہی قرآن ہے جسے حضرتِ عثمان کے حکم سے جمع کیا گیا تھا۔ میرا گمان ہے کہ قرآن کے سوا دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں جس کا متن بارہ صدیوں تک اتنا محفوظ اور تحریف سے پاک ہو"

رسالتِ محمدیؐ کی ان امتیازی خصوصیات کا تقاضہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپؐ کی سنت کا اتباع زندگی کے ہر گوشہ میں کیا جائے۔ اور یہ تمام دینی و دنیوی معاملات میں اس قدر ضروری اور لازمی ہے کہ اس کے بغیر اللہ کی اطاعت اور عبادت ممکن ہی نہیں ہے۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ حشر میں ارشاد ہوا ہے:

ما آتاکم الرسول فخذوہ. وما نھٰکم عنه فانتھوا ۔ "رسول تمہیں جو کچھ دیں اسے لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ"۔

سورۂ آلعمران میں یوں فرمایا گیا ہے:

قل ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی یحببکم اللّٰه ویغفرلکم ذنوبکم "اے نبی کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (اگر ایسا کرو گے تو) اللہ تمہیں چاہنے لگے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا''

سورۂ احزاب میں بیان ہوا ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ''یقیناً تمھارے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے''

سورۂ نساء میں یوں ارشاد ہوا ہے:

فلاوربک لایؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیماً ''اے نبی! قسم ہے تیرے پروردگار کی، یہ لوگ مومن نہیں ہوں گے جب تک وہ اپنے تمام جھگڑوں کا فیصلہ تم سے نہ کرائیں اور پھر تمھارے فیصلے سے اپنے دل میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں اور خوشی خوشی مان کر اسے قبول نہ کرلیں''

سورۂ نساء ہی کی آیت ہے:

یآیھا الذین امنوآ اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامرمنکم . فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر . ذٰلک خیر و احسن تاویلا ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی، اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع پیدا ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے''

سورۂ احزاب میں ارشاد ہوا ہے:

ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً ''اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے بڑی کامیابی حاصل کی''

سورۂ محمد میں یہ آیت آئی:

یا ایھا الذین امنوا اطیعو اللہ واطیعو الرسول ولاتبطلوٓ اعمالکم ''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی، اور اپنے عملوں کو برباد نہ کرو''

سورۂ نساء میں یہ بھی بتایا گیا:

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والصدیقین والشہداء والصلحین. وحسن اولئک رفیقا ''جواللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء صدیقین اور شہدا اور صالحین، کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں''

سورۂ نور میں حکم دیا گیا:

واقیمو الصلوٰۃ واتو الزکوٰۃ واطیعو الرسول لعلکم ترحمون ''اور نماز ادا کرو اور زکوٰۃ دو اور رسول کے حکم پر چلو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

سورۂ آل عمران میں یہ تنبیہ کی گئی:

قل اطیعو اللّٰہ والرسول. فان تولوا فان اللّٰہ لایحب الکفرین ''اے رسول! ان سے کہو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کرلو، پھر اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں''

سورۂ احزاب میں یوں ارشاد ہوا:

وما کان لمؤمن ولآ مؤمنة اذا قضی اللّٰہ ورسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم. ومن یعص اللّٰہ ورسوله فقد ضل ضللا مبینا. ''کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورت کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول اس کے بارے میں کوئی کام ٹھہرا دیں تو اس بات میں اس کا اختیار باقی رہے، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔''

سورۂ نور کی آیت ہے:

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ ان تصیبهم فتنة اویصیبهم عذاب الیم. ''ان لوگوں کو جو نبی کی سنت کی مخالفت کرتے ہیں ڈرنا چاہئے اس سے کہ انھیں کوئی فتنہ یا دردناک عذاب پہنچ جائے''

ان آیات سے جو باتیں معلوم ہوئی ہیں ان میں سے پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع صرف عبادات یا زندگی کے کسی ایک یا چند پہلوؤں میں نہیں بلکہ پوری زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی کاموں میں فرض اور ضروری ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس سے محبت کا لازمی تقاضہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے نتیجے میں متبع سنت سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور اس کے گناہ بخش دے گا،

تیسری بات یہ ہے کہ اصل پیشوا، ہادی، رہبر، رہنما اور سردار صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ کی زندگی اور تعلیم اسوہ اور نمونہ ہے، لہذا تمام انسانوں کو عموماً اور اہل ایمان کو خصوصاً اپنے عقائد وافکار، اپنے اخلاق وکردار، اپنے اعمال ومعاملات، اپنی معاشرت ومعیشت، اپنی تجارت وصنعت اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی، غرضیکہ مذہبی اور سیاسی زندگی کے تمام پہلوؤں میں آپ کی پیروی کرنی چاہئے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں حلال وحرام، جائز وناجائز، صحیح وغلط، اور حق اور ناحق معلوم کرنے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہدایت کو قانون تسلیم کرنا چاہیے اور آپ کی سیرت اور اسوہ کی عدالت سے جو فیصلہ حاصل ہو اس پر سر تسلیم خم کر دینا چاہئے اور اس سلسلہ میں کوئی تنگی اور کسک نہیں محسوس کرنی چاہئے ورنہ ایمان کی خیر نہیں ہے، کیونکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا تقاضہ ہے کہ آپ کی تعلیم، قانون اور فیصلوں کے آگے تہ دل سے اپنا سر جھکا دیا جائے،

پانچویں بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

اور چھٹی بات یہ ہے کہ اتباع سنت سے منہ پھیرنے والوں، پیروئ رسولؐ سے اعراض کرنے والوں اور آپؐ کے نقش قدم پر چلنے کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہئے کہ وہ کہیں کسی بڑے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں اور دردناک عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ کیونکہ جو شخص سیدھے راستہ کو چھوڑ کر غلط راہوں پر چلے گا وہ گمراہ ہوگا، وہ اپنی دنیا بگاڑے گا اور آخرت بھی۔

سنت اور بدعت

ترمذی کی روایت کے مطابق حضرت عرباض بن ساریہؓ کہتے ہیں:

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ سنایا جس سے دل پگھل گئے اور آنکھیں ڈبڈبا گئیں، تو ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو رخصتی کا وعظ معلوم ہوتا ہے لہٰذا ہمیں وصیت فرمائیے"۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو آپ نے فرمایا:

''میں تم کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور اسلامی حکمرانوں کی سننے اور ان کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ تم پر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ امیر بنا دیا جائے۔ کیونکہ جو زندہ رہے گا وہ بہتیرے اختلافات دیکھے گا تم خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑلو اور نئی نئی باتوں اور کاموں سے بچے رہو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے''۔

بدعت ہر اس نئی بات اور نئے کام کو کہتے ہیں جسے دین شمار کیا جائے اور ثواب سمجھ کر کیا جائے، حالانکہ اس کا کتاب وسنت میں سے کسی سے بھی تعلق نہ ہو۔

عربی زبان میں بدعت ہر نئی چیز اور نئے کام کو کہتے ہیں۔

گویا لفظ بدعت اختراع اور ایجاد کا ہم معنی ہے اور گڑھی ہوئی چیز کا مفہوم دیتا ہے۔

لفظ بدعت کے اس لغوی مفہوم سے بعض لوگوں کو دھوکا ہو گیا اور وہ سمجھنے لگے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

حسنہ اور سیۂ، یعنی ایک اچھی اور دوسری بری۔

حالانکہ لفظ بدعت کے لغوی مفہوم سے نہیں بلکہ شریعت اور دین میں جو بدعت اختیار کی جائے، اس اصطلاحی بدعت سے بحث ہے، اور بدعت سنت کے خلاف ہوتی ہے جسے سنت کی ضد کہنا زیادہ صحیح تعبیر ہوگی۔ کیا یہ بھی حسنہ اور سیۂ ہوتی ہے؟

کیا اس کی بھی اچھی اور بری قسمیں ہوتی ہیں؟

یہ بات موٹی سمجھ والا بھی آسانی سے سمجھ لے گا کہ جو کام، جو بات اور جو چیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپؐ کے طریقہ اور ہدایت کے خلاف اور اس کی ضد ہو وہ بری ہی ہوگی اچھی کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ ناجائز ہی ہوگی جائز کیسے ہو سکتی ہے؟ باطل ہی ہوگی حق کیسے ہو سکتی ہے؟ حرام ہی ہوگی حلال کیسے ہو سکتی ہے؟ ناپاک ہی ہوگی پاک کیسے ہو سکتی ہے؟ گمراہی ہی ہوگی ہدایت کیسے ہو سکتی ہے؟

اور بعض روایات میں جو حسنہ اور سیۂ کا لفظ آ گیا ہے وہاں اصطلاحی بدعت نہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہیں، یعنی اختراع اور ایجاد کا مفہوم ہے۔

لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ جو کام، جو بات اور چیز قرآن اور سنتِ رسولؐ سے ثابت نہ ہو وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدعت ہے،اس سے پرہیز اور گریز ضروری ہے۔

جس طرح پانی کے بغیر مچھلی تڑپ تڑپ کر جان دیدیتی ہے اسی طرح مومن کی زندگی بغیر سنت پر عمل کئے ہوئے مومنانہ زندگی نہیں ہوسکتی۔

بدعتی بدعات کی خشکی میں تڑپ تڑپ کر اپنی مومنانہ زندگی کھو بیٹھتا ہے،اور ایمان کی دولت اور حلاوت سے محروم ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ انعام میں ارشاد فرمایا ہے:

وان هذا صراطي مستقيماً فاتبعوه. ولا تتبعو السبل فتفرق بكم عن سبيله. ''اور بلاشبہ میرا یہ راستہ بالکل سیدھا ہے اس پر چلو اور اس کے علاوہ دوسرے راستوں پر مت چلو کیونکہ وہ تم کو اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیں گے''

جو لوگ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقف ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ دوسرے انبیاء کے مقابلے میں رسالت محمدیؐ کو جو امتیازی خصوصیات حاصل ہیں،ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپؐ پر دین مکمل کر دیا گیا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ مائدہ میں فرمایا ہے:

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً. ''آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا''

دین کے مکمل ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں سے نہ کوئی چیز نکالی جاسکتی ہے اور نہ اس میں کوئی چیز بڑھائی جاسکتی ہے۔

دین سے کچھ باتوں کا نکال دینا جرم ہے تو اس میں کچھ چیزوں اور کچھ کاموں کا اضافہ کر دینا بھی جرم ہے۔

اور یہی جرم بدعت کہلاتا ہے۔

جیسے نماز عصر چار رکعت فرض ہے،اس میں نہ کمی کی جاسکتی ہے نہ بیشی۔

اس لئے جان بوجھ کر چار کے بجائے تین رکعت پڑھنا گناہ ہے اور دانستہ طور پر چار کے بجائے پانچ رکعت پڑھنا بھی گناہ ہے۔کیونکہ یہ شریعت کے مقرر کردہ اصول پر بے اعتمادی کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہار ہے۔

کوئی شخص اگر دین میں نئی باتیں بڑھاتا ہے اور اسے بھی دین کا ایک جزو قرار دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے مکمل ہونے پر یقین ہی نہیں ہے۔

یعنی آپؐ نے کچھ کم بتایا ہے اور یہ اسے پورا کر رہا ہے۔

جیسے کسی مریض کو ڈاکٹر نے دوائیں دیں، اب اس مریض کی ذمہ داری ہے کہ ڈاکٹر کی دی ہوئی دواؤں میں کمی بیشی نہ کرے۔

لیکن اگر وہ اپنی مرضی سے اس میں مزید کچھ دواؤں کا اضافہ کر لیتا ہے تو گویا اسے ڈاکٹر کی تشخیص و تجویز پر کامل اعتماد ہی نہیں ہے۔

ایک نکتہ

ہر فرض نماز کے وقت کے اعلان کے لئے مسجد سے بآواز بلند اذان دی جاتی ہے جس کے کلمات ہر مسلمان کو یاد ہیں۔

اس کے آخر میں اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر کے بعد لا الٰہ الا اللّٰہ کہا جاتا ہے۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اذان کے آخر میں اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ کہوں گا، تو کیا یہ جرم ہوگا یا نیکی؟

ظاہر بات ہے کہ یہ بدترین گناہ ہوگا، کیونکہ اذان کے مقررہ کلمات میں اضافہ کر دیا گیا۔

ذرا ہم سوچیں، اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ اچھا کلمہ ہے کیونکہ اس میں اللہ کی وحدانیت کی شہادت دی جاتی ہے۔

پھر جب یہ نیکی ہے تو اسے کیوں نہیں بڑھا دیا جاتا اور اس کی جگہ پر صرف لا الٰہ الا اللّٰہ ہی کیوں کہا جاتا ہے؟

دراصل نیکی وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے کرنے کا حکم دیا ہے یا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا ہے چاہے وہ بظاہر نیکی نہ معلوم ہوتی ہو۔

اور جسے نہیں بتایا گیا یا اسوۂ رسولؐ سے جس کا ثبوت نہیں ملتا ہے، یا جس کام سے روکا گیا ہے وہ بدی ہے چاہے بظاہر وہ نیکی کیوں نہ معلوم ہوتی ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

حالانکہ روزہ ایک بہترین عبادت اور تقویٰ کی صفات پیدا کرنے کا سب سے زیادہ بہترین، سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ ہے، مگر جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف رکھا جائے تو وہی روزہ گناہ بن جاتا ہے۔

اس حقیقت کو ہم دوسرے نظریے سے دیکھیں۔

نماز کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب دو ہی نمازی ہوں تو ان میں سے ایک امام بن جائے اور دوسرا مقتدی، اور دونوں ہی ایک ساتھ اس طرح کھڑے ہوں کہ امام بائیں ہو اور مقتدی اس کے دائیں ہو۔

اس حالت میں اگر تیسرا شخص نماز میں شامل ہو جائے تو امام آگے چلا جائے۔

امام جب آگے جاتا ہے تو چل کر ہی جاتا ہے، لیکن امام کا یہ چلنا بھی نماز ہی شمار ہوتا ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلے علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تمام کام جو ہم کرتے ہیں وہ اگرچہ دین میں نہیں ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، لیکن یہ تمام کام بہرحال نیکی ہی کے کام ہیں اس لئے انہیں کرنے میں کیا مضائقہ ہے؟

لیکن دنیا جانتی ہے کہ ہر پیلی چیز سونا نہیں ہوتی۔

ریلوے کا ٹکٹ پیلا ہوتا ہے، اگر اسی رنگ اور اسی سائز کا موٹا کاغذ رکھ کر، اور اسے ریل کے ٹکٹ کا نام دے کر سفر کیا جائے تو کیا یہ سفر غیر قانونی نہیں ہوگا؟ اور کیا ایسا شخص سزا کا حق دار نہ ہوگا؟

اسی طرح وہی کام نیکی کا کام ہے جس کے صحیح ہونے پر کتاب وسنت کی مہر لگی ہو۔

ہر ملک میں اس کی حکومت کی طرف سے چھپے ہوئے کاغذ کے نوٹ اور سکے چلائے جاتے ہیں۔

کوئی شخص اگر اسی طرح کے نوٹ خود چھاپ لے تو غدار اور مجرم قرار دیا جاتا ہے اور سخت ترین سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

اسی طرح دین میں بدعات کا ایجاد کرنے والا بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا باغی اور غدار ہوتا ہے۔

ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایقبل اللّٰہ تعالیٰ لصاحب بدعة صوماً و لا صلوةً و لا جهاداً و لا عمرةً و لا حجاً و یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرة من العجین ''اللہ تعالیٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول فرماتا ہے نہ نماز، نہ جہاد، نہ عمرہ اور نہ حج۔ اور وہ اسلام سے ایسے ہی نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹا سے بال نکل جاتا ہے''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ شوریٰ میں ارشاد فرمایا ہے:

ام لهم شرکؤا شرعوا لهم من الدین مالم یاذن به اللّٰه ''کیا ان لوگوں کے بنائے ہوئے شریک (اللہ کی حکومت میں) واقعی شریک ہیں جنہوں نے دین میں ایسے کاموں کی اجازت دیدی ہے جن کی بابت اللہ نے حکم نہیں بھیجا ہے۔''

اس آیت کے تحت وہ تمام بدعات آجاتی ہیں جنھیں آج کے مبتدعین نے ایجاد کر کے اسلام کی شکل وصورت بگاڑ دی ہے۔

سورۂ بقرہ میں یوں ارشاد ہوا ہے:

تلک حدود اللّٰه. فلا تعتدوها. و من یتعد حدود اللّٰه فاولٰئک هم الظّٰلمون. ''یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں خبردار ان سے آگے نہ بڑھنا اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے تجاوز کریں، پس وہی لوگ ظالم ہیں''

اس آیت میں کتنی وضاحت کے ساتھ اس حقیقت کو بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حدود مقرر کر دیئے ہیں ان سے تجاوز کرنا اور ان میں کمی بیشی کر دینا بدترین جرم ہے اور اس طرح کے کام کرنے والے اللہ کے نزدیک ظالم ہیں۔

سورۂ نساء میں فرمایا گیا ہے:

و من یعص اللّٰه و رسوله و یتعد حدوده یدخله ناراً خالداً فیها. و له عذاب مهین. ''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریگا اور حدود خداوندی سے آگے بڑھ جائے گا، اللہ اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا جہاں اس کو ہمیشہ کے لئے رہنا ہوگا اور اسے ذلت کا عذاب ہوگا۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد ''جس نے دین میں ایسی چیز کا اضافہ، کیا جو دین میں نہیں ہے تو وہ چیز مردود ہے''

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپؐ اپنا وعظ شروع کرنے سے پہلے یہ ضرور فرمایا کرتے تھے:

فان خیر الحدیث کتاب اللّٰہ و خیر الھدی ھدی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم و شر الامور محدثا تھا و کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار۔ ''یقیناً تمام باتوں سے بہتر اللہ کی کتاب (قرآن ہے) اور تمام راستوں سے بہتر راستہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے، اور تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہے جو دین میں اپنی طرف سے بڑھائے جائیں، اور دین میں جو نیا کام نکالا جائے وہ بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔''

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آخر زمانے میں جھوٹے اور فریبی لوگ ایسی (جھوٹی) حدیثیں بیان کریں گے کہ ان کو نہ کبھی تم نے سنی ہوگی نہ تمہارے آباء واجداد نے، لہذا تم ایسے لوگوں سے بچنا اور ان کو اپنے قریب بھی نہ آنے دینا کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں''

مسلم میں روایت ہے کہ حوض کوثر کا بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے لوگوں، اور اپنے بعد قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ جو لوگ میرے بعد میرے لائے ہوئے دین میں نئی نئی باتیں...... یعنی بدعات...... ایجاد کریں گے، ان کو حوض کوثر سے ہٹا دیا جائیگا اور انھیں اس پر نہیں آنے دیا جائے گا، میں کہوں گا کہ یہ ''تو میرے ہیں، میری امت کے لوگ ہیں'' تو مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے اور آپ کے دین میں کس کس طرح تبدیلیاں کی ہیں، پھر بھی انہیں دفع کردوں گا اور کہوں گا:

''ہٹاؤ ہٹاؤ ایسے لوگوں کو جنھوں نے میرا دین بدل دیا تھا''

کتاب وسنت کے مطالعہ کے بعد اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ تمام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدعات مردود ہیں۔

بہت بڑی گمراہی ہیں، تمام کاموں سے برے ہیں، اللہ، اس کے رسولؐ، اور اس کے فرشتوں کی لعنت کا سبب ہیں، بدعتی کی تعظیم وتوقیر کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے، بدعتی کا روزہ مقبول نہیں، اس کی نماز مقبول نہیں، اس کا حج مقبول نہیں، اس کا عمرہ مقبول نہیں، اس کا جہاد مقبول نہیں، اور وہ اسلام سے خارج ہے، لیکن افسوس دین میں ایسی ایسی باتیں نکال لی گئی ہیں جو شمار سے باہر ہیں جیسے تیجہ، چہلم، عید میلاد النبیؐ، گیارہویں، عرس، کھانے پر درود فاتحہ، غیر اللہ کی نذر، تعزیہ جھنڈا نشان وغیرہ۔

تیجہ وچہلم

اسلام میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے، اور جب کسی کی وفات ہو تو اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی جائے، میت کے گھر والوں کو تسلی دی جائے اور اس کے گھر کھانا بھجوایا جائے، کیونکہ آج اس کے وارثوں پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے، اور غیر معمولی صدمہ کیوجہ سے ممکن ہے اس کے گھر چولھا نہ جلے اور اس کے بال بچے بھوکے رہ جائیں۔

لیکن ایک طبقہ نے یہ بدترین رسم نکال لی کہ جب کسی شخص کی وفات ہو جائے تو اس کے وارثوں پر یہ لازم ہے کہ موت کے تیسرے دن اور پھر چالیسویں دن اس کا تیجہ وچہلم کریں اور پوری برادری کو کھانا دیں۔

چنانچہ یہ رسم اس طرح جاری ہوگئی کہ جس طرح شادی بیاہ کے موقع پر دعوت اڑائی جاتی ہے اسی طرح تیسرے اور چالیسویں دن برادری والے کھانا وصول کرتے ہیں۔

اکبر الہ آبادی نے اس بیجا رسم پر طنزاً کہا تھا۔

بتائیں آپ کو مرنے کے بعد کیا ہوگا   پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ہوگا

تیجہ اور چالیسواں کے کھانے کو اس قدر ضروری سمجھا جاتا ہے کہ بعض خاندانوں میں قرض لے کر اس کا انتظام کیا جاتا ہے، اور بعض جگہ تو برادری والے مجبور کرتے ہیں اور زبردستی مردے کا کھانا وصول کرتے ہیں۔

اس سے ایک وقت میں دو چار سو آدمیوں کا پیٹ ضرور بھر جاتا ہے مگر اکثر میت کے وارثوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا گھر اجڑ جاتا ہے اور وہ قرض کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں جان ملک الموت قبض کر لے جاتے ہیں اور مال برادری والوں کے پیٹ میں چلا جاتا ہے، میت کے یتیم بچے محروم رہ جاتے ہیں ان کا حق مارا جاتا ہے اور آئندہ بیواؤں اور یتیموں کو زندگی گذارنی مشکل ہو جاتی ہے۔

فاتحہ و نذر و نیاز

مسلم سماج میں جو بدعات رائج ہوگئی ہیں ان ہی میں سے کھانے پر فاتحہ اور درود کا پڑھنا بھی ہے۔

بعض لوگ نذر مانتے ہیں کہ میرا فلاں کام ہو گیا، یا بیماری سے شفا مل گئی، یا مصیبت سے نجات مل گئی، یا مقدمہ جیت گئے، یا اولاد ہو گئی تو محرم کی دسویں تاریخ کو، ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ کو اور شب برات میں شربت، مٹھائیاں اور حلوے پکائیں گے اور بزرگوں کے نام پر فاتحہ کرائیں گے۔

جو شخص دین مبین کی روح سے تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہے تو وہ اس بات کو اچھی طرح سے جانتا ہوگا کہ یہ سب کام حرام اور ناجائز اور بدترین بدعت ہیں، اس لئے ان کے گناہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

سورۂ فاتحہ، تلاوت وترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کی سب سے پہلی سورۃ ہے۔

یہی وہ سورۃ ہے جس کا ہر نماز میں پڑھنا ضروری ہے۔ چاہے وہ جہری نماز ہو یا سری، چاہے وہ فرض ہو یا نفل، چاہے وہ عیدین کی نماز ہو یا جمعہ کی۔ اور ہر نمازی کے لئے پڑھنا ضروری ہے، چاہے وہ امام ہو یا مقتدی، منفرد ہو یا مسبوق۔

کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب "اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے"

درود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر یہ بھی حق ہے کہ آپؐ سے حقیقی اور سچی محبت رکھتے ہوئے کثرت سے آپؐ کا ذکر کیا جائے اور جب بھی اور جہاں بھی آپ کا ذکر خیر ہو تو آپؐ پر درود بھیجنے میں غفلت نہ کی جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ احزاب میں ارشاد فرمایا ہے:

ان اللّٰہ وملئکتہ یصلون علی النبی. یآیھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ''بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو''

جس شخص کو یہ احساس ہوگا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے بعد ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں وہ آپؐ پر ضرور درود بھیجے گا۔

کثرتِ درود دراصل ایک پیمانہ ہے جو ناپ کر بتا دیتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دین کے ساتھ ایک مسلمان کتنا گہرا تعلق رکھتا ہے۔

اسی بنا پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر اس کی فضیلت بیان کی ہے۔

مثلاً تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

من صلی علی صلوۃ لم تزل الملئکۃ تصلی علیہ ماصلیٰ علی ''جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے، ملائکہ اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہے''

مسلم میں روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علی واحدۃ صلی اللّٰہ علیہ عشراً ''جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے''

ترمذی میں فرمانِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم یوں منقول ہے:

اولی الناس بی یوم القیمۃ اکثر ھم علی صلوۃً ''قیامت کے روز میرے ساتھ رہنے کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہوگا''

آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

البخیل الذی ذکرت عندہ فلم یصل علی ''بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے''

بہر حال، درود کی اہمیت وفضیلت اور اس کے موجب ثواب ہونے پر ساری امت متفق ہے۔

سورۂ فاتحہ اس لئے ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے، اسے نماز میں پڑھا جائے اور درود اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے ہے کہ اسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بھیجا جائے، نہ کہ اس لئے کہ انھیں کھانے پر پڑھا جائے۔

یہ تو قرآن مجید کی ایک عظیم سورۃ اور درود کے ساتھ ظلم ہے۔

کیونکہ ظلم کی یہی تعریف بیان کی گئی ہے:

وضع الشي فی غیر محله ''کسی چیز کا اس کی غلط جگہ پر رکھنا ظلم ہے''

کپڑا اس لئے بنایا گیا ہے کہ اسے پہنایا جائے، اس سے ستر پوشی کا کام لیا جائے نہ کہ اس لئے کہ اسے جلا کر کھانا پکایا جائے۔

ایسا کرنا کپڑا جیسی قیمتی چیز کے ساتھ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

اس لئے اس حقیقت سے انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ کھانے کی چیزوں پر درود فاتحہ پڑھنا، دین میں نئی بات کا نکالنا ہے، اسی لئے یہ بدعت ہے اور بدعت کو گمراہی اور دوزخ میں جانے کا سبب بتایا گیا ہے۔

عید میلاد النبیؐ

منجملہ تمام بدعات کے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش پر عید میلاد النبیؐ کے نام پر مجلسیں منعقد کرنا، جلوس نکالنا، گھروں میں چراغاں کرنا اور جشن منانا بھی ہے۔

اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سن پیدائش ہی میں اختلاف ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپؐ کی ولادت یوم الفیل کو ہوئی تھی،

بعضوں کا کہنا ہے کہ آپؐ کی ولادت واقعۂ فیل کے چند دنوں یا چند ماہ یا چند سالوں کے بعد ہوئی تھی،

بعضے اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ آپؐ کی ولادت عام الفیل سے تیس اور بعض کے نزدیک ستر سال بعد ہوئی تھی۔

یہ اختلاف تو سن ولادت کے بارے میں ہے۔

مؤرخین اس امر میں بھی مختلف ہیں کہ آپؐ کی پیدائش کس ماہ میں ہوئی تھی؟

اگرچہ زیادہ لوگ اس طرف گئے ہیں کہ آپؐ ربیع الاول میں پیدا ہوئے، مگر بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ آپؐ کی ولادت محرم میں ہوئی تھی، بعض کے نزدیک صفر میں، بعض کے نزدیک رجب میں، اور بعض کے نزدیک رمضان میں ہوئی تھی۔ سن اور ولادت کے ساتھ آپؐ کی تاریخ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولادت کے بارے میں اختلاف ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپؐ کی تاریخ ولادت ۳/ربیع الاول ہے۔ بعض کے نزدیک ۹/ربیع الاول ہے، اور بعض کے نزدیک ۱۰/ربیع الاول ہے۔

البتہ اکثر مورخین آپ کی ولادت ۱۲/ربیع الاول کو مانتے ہیں انہی میں میں طبری اور ابن خلدون وغیرہ شامل ہیں،

لیکن مصر کے ایک مشہور ہیئت داں عالم محمد پاشا فلکی نے اپنے رسالے میں انتہائی تحقیق کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ کی ولادت ۹/ربیع الاول بروز دوشنبہ ۲۰/اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی تھی۔

اور یہی تاریخ پیدائش درست اور قرین قیاس ہے۔

جب آپؐ کی تاریخ پیدائش ۹/ربیع الاول کو ٹھہری تو ۱۲/ربیع الاول کو جشن عید میلاد النبیؐ منانا کیا معنی رکھتا ہے؟

عید میلاد النبیؐ کا انعقاد، نہ صرف کتاب وسنت کے خلاف ہے، بلکہ یہ کام عقل ودانش سے بھی بعید ہے، کیونکہ یہ تہوار کوئی قدیم تہوار نہیں ہے۔

اس کا ذکر نہ قرون اولیٰ میں پایا جاتا ہے اور نہ تابعینؒ کے دور میں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوی زندگی کی کل مدت تئیس سال ہے یعنی نبوی ہونے کے بعد آپ تئیس سال اس دنیا میں زندہ رہے۔ ۱۳/سال مکہ میں اور ۱۰/سال مدینہ میں۔

مگر آپؐ نے اس تئیس سالہ دور میں نہ تو اپنی تاریخ پیدائش منائی نہ ہی کسی کو یہ جشن منانے کا حکم دیا۔

آپؐ کی وفات ۱۱ھ میں ہوئی، آپؐ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدین میں سے کسی نے اس جشن کا اہتمام نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں کبھی آپ کی تاریخ پیدائش نہیں منائی گئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں مکہ یا مدینہ کی گلیوں میں تاریخ پیدائش کا جلوس نہیں نکلا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے زمانے میں زمین وآسمان نے بارہ ربیع الاول کا جشن نہیں دیکھا۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں بھی کبھی جشن عید میلاد النبیؐ نہیں منایا گیا۔

ان کے بعد ائمہ اربعہ یعنی حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے دور میں بھی اس میلاد کا کہیں ذکر و بیان نہیں ملتا۔

پھر موجودہ دور کا مسلمان عید میلاد النبی کا جشن منا کر کیا یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آج ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہی صحیح اسلام ہے؟ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعین عظام، خلفائے راشدینؓ اور ائمہ اربعہ نے یہ جشن نہ منا کر شدید غلطی کی ہے؟ نعوذ باللہ من ذالک

تاریخ سے اس بات کا پکا ثبوت ملتا ہے کہ یہ بدعت ۶۰۴ ہجری میں شروع ہوئی، اس سے پہلے اسے کوئی جانتا تک نہیں تھا۔

مشہور مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے یہ بدعت ایجاد کی وہ موصل (عراق) کا حاکم مظفر الدین تھا، اس کی وفات ۶۳۰ ہجری میں ہوئی۔

یہ شخص اپنی حکومت کے زیر سرپرستی ان محفلوں پر اندھا دھند رقم خرچ کرتا تھا اور لہو و لعب اور ناچ رنگ کی محفلیں بھی منعقد کیا کرتا تھا۔

فتاویٰ رشیدیہ میں مولانا رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ "مورخین نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ بادشاہ بھانڈوں اور گانے والوں کو جمع کرتا اور گانے کے آلات سے گانا سنتا اور خود ناچتا تھا، ایسے شخص کے گمراہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اس جیسے شخص کے قول اور فعل پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟۔"

امام سیوطیؒ ملک مظفر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے عید میلاد النبی کی بدعت کو ایجاد کیا۔ ایک بار اس نے اس موقع پر ایسا وسیع دستر خوان تیار کرایا جس میں پانچ ہزار بھنے ہوئے بکروں کی سری، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ برتن اور تیس ہزار مٹھائیوں کے خوان تھے۔ پھر ظہر سے نماز عصر تک صوفیاء کے لئے محفل سماع منعقد کی گئی، وہ خود اس میں شریک ہوا، وہ جھومتا تھا اور سب کے ساتھ ناچتا بھی تھا۔ اس طرح وہ ہر سال اس محفل میلاد میں دس لاکھ دینار سے زیادہ خرچ کیا کرتا تھا"

بہر حال تاریخ سے اس بات کا پکا ثبوت ملتا ہے کہ بدعت میلاد کا موجد ملک مظفر ابو سعید ہے اور اس کی ایجاد ساتویں صدی ہجری میں ہوئی یعنی آغاز اسلام سے چھ سو برس تک اس کا نام ونشان تک نہیں تھا۔

مسلمانوں کے ایک طبقہ میں یہ رواج جڑ پکڑ چکا ہے کہ وہ عام طور پر میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش کے من گھڑت واقعات بیان کئے جاتے ہیں اور مجلس کے ختم ہونے پر قیام کر کے آپؐ پر آپؐ کو مخاطب کر کے درود وسلام بھیجا جاتا ہے۔

حالانکہ جب مجلس میلاد کا انعقاد ہی بدعت ہے تو اس میں قیام بھی بدعت اور بدترین گناہ ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے اپنی امت کو قیام تعظیم سے منع فرمایا ہے بلکہ خود اپنی تعظیم کے لئے کھڑا ہونے سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔

مثلاً ابوداؤد کی روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

لاتقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضہ بعضاً ''مجھے دیکھ کر تعظیم کے لئے مت کھڑے ہو جایا کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے ہیں''

ترمذی کی روایت ہے کہ آپؐ نے تاکید فرمائی:

''جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے لئے تعظیماً قیام کریں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

ایک نکتہ

نمازی اپنی نماز کی آخری رکعت میں تشہد کے بعد درود پڑھتا ہے۔ مگر یہ درود حالت قیام میں نہیں بلکہ حالت قعود میں پڑھا جاتا ہے۔

یعنی اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ مسلمانو! جب تم نماز میں کھڑے ہو تو سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد قرآن کی کوئی سورت یا چند آیات پڑھو،

جب رکوع میں جاؤ تو اللہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہو سبحان ربی العظیم

جب رکوع سے سر اٹھاؤ تو کہو سمع اللہ لمن حمدہ

جب سجدہ میں جاؤ تو اللہ کی پاکی بیان کرتے ہوئے کہو سبحان ربی الاعلیٰ

اور جب آخری رکعت میں بیٹھو تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو۔

معلوم ہوا کہ اگر درود سلام کے لئے قیام ضروری ہوتا تو نماز میں بھی حالت قیام میں درود پڑھا جاتا نہ کہ حالت قعود میں۔

حب رسولؐ اور اطاعت رسولؐ

مسلمان اپنے پیغمبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں نذرانۂ عقیدت پیش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے آئے ہیں، لیکن آج مسلمانوں کی توجہ اس طرف کم جاتی ہے کہ ہمیں خراج عقیدت کے ساتھ ہی خراج اطاعت بھی پیش کرنا چاہیے کیونکہ اصل چیز اطاعت وفا داری ہے۔

وہ عقیدت جو اطاعت سے خالی ہو بے روح، بے وزن اور بے فائدہ ہے۔

ان نام لیواؤں اور اظہار محبت واظہار عقیدت کرنے والوں پر حیرت ہے جو اپنے پیغمبر کی تعریفیں کرنے میں بڑی تیزی اور جوش دکھائیں مگر آپ کے حکم وفرمان کی تعمیل میں انتہائی سستی اور غفلت سے کام لیں، جیسے اطاعت وفرماں برداری سے ان کا کوئی سروکار ہی نہیں ہے، ان کا کام اطاعت وفرماں برداری نہیں صرف قصیدہ خوانی اور منقبت نگاری ہے اور بس۔

بلاشبہ اللہ کے بعد اس کائنات میں سب سے بلند ترین ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور آپ کے نام پر جشن میلاد کے نام پر اسراف وتبذیر، فضول خرچی، بدعات وخرافات اور راہِ اعتدال سے متجاوز کام کسی اور نگاہ میں گلہائے عقیدت ہو سکتے ہیں، لیکن اسلام کی نگاہ میں یہ خارزار ہیں۔

جو شخص کتاب وسنت اور صحابہؓ کی پیروی سے منہ موڑ کر غیروں کی نقالی اور غلو اور فراط وتفریط کی فضا میں عقیدت کیشی کے بزم سجاتا ہے وہ دین سے بغاوت کرتا ہے۔

اسلام نے ہر اس عمل کو مسترد کر دیا ہے جو کتاب وسنت اور آثار صحابہؓ کے خلاف ہے۔

مشاہیر کی پیدائش اور موت پر یوم عید یا یوم سوگ منانے کی رسم عجمیوں کی ایجاد ہے۔ پہلے کے مسلمان اس قسم کی تقریبات ورسومات سے بالکل ناواقف تھے۔

تاریخ وسیرت کی کسی ضعیف کیا، موضوع روایت میں بھی یہ نہیں ملتا کہ پیغمبر اسلامؐ کے کسی خلیفہ اور صحابہؓ کی زندگی میں کبھی آپ کی تاریخ پیدائش منائی گئی ہو۔

لیکن غیروں کی تقلید میں بے شمار عجمی رسمیں مسلمانوں میں رائج ہو گئی ہیں اور ان پر عقیدت ومحبت کے لیبل لگا دیئے گئے ہیں۔

پیدائش اور موت کی تاریخ تو لیڈروں کی منائی جاتی ہے تاکہ لوگ انھیں فراموش نہ کر سکیں، لیکن حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ہم مسلمانوں کا تعلق پوری زندگی کا ہے اور زندگی کے ایک ایک لمحہ کا ہے۔

خلوت وجلوت، نشست وبرخواست، اکل وشرب، عبادت وتجارت، معیشت ومعاشرت،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ وصلح، شادی وغمی، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں آپؐ ہی کا اسوہ ہمارے لئے نمونہ اور دلیل ہے۔

مہد مادر سے لے کر لحد گور تک ہر دن اور ہر ساعت میں ہمیں آپؐ کا اسوہ سامنے رکھنا چاہئے۔

یوم وفات اور یوم پیدائش کی تقریب کی ضرورت دنیوی لیڈروں کو ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو عالمی لیڈروں سے کیا مناسبت ہے؟

خوب یاد رکھئے! جس فعل کی کتاب وسنت سے سند نہ ملے وہ بدعت ہے اور بدعت خیر کا سبب ہو ہی نہیں سکتی۔

رہی یہ بات کہ یہ کام فلاں بزرگ نے کیا ہے یا فلاں عالم اسے نیکی کا کام بتاتے ہیں، تو کسی بزرگ اور عالم کا فعل وقول دین میں حجت نہیں اور نہ وہ شریعت میں قابل اعتبار ہے۔ دین کا معاملہ اگر لوگوں کے ذوق وشوق پر چلنے لگے تو اللہ کا دین کھیل اور تماشہ بن کر رہ جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے نفل نماز پڑھنے پر سختی سے روکا اور وہ اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، حالانکہ نماز اللہ کی عبادت ہے مگر عبادت یا کوئی دوسری نیکی دین میں اس وقت تک معتبر نہیں جب تک کتاب وسنت سے اس کا ثبوت نہ ملے۔

اب ہم ذرا سوچیں کہ عید میلاد النبیؐ کا جشن منانا محبت رسولؐ کا ثبوت ہے یا عداوت رسولؐ کا؟

انداز محبت

محبت رسول کو ایمان کا معیار بتایا گیا ہے، لیکن اس میں اس قدر غلو نہیں ہونا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے مقام پر کھڑا کر دیا جائے۔ جیسے یہود ونصاریٰ نے اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ کیا تھا۔

کسی کی محبت میں جذبات کو مطلق العنان چھوڑ دینا اور جواز کے دائرے سے باہر نکل آنا خصوصاً جب کہ وہ محبوب کو بھی ناپسندیدہ اور غیر مرغوب ہو، سراسر باطل ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تم مجھے اتنا نہ بڑھانا جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔''

معلوم ہوا کہ جو محبت منشائے رسولؐ کی پابند نہ ہو وہ محبت نہیں، جہالت ہے، وہ عقیدت نہیں بلکہ دشمنی ہے۔

گویا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کے حدود اربعہ کھینچ کر یہ بتا دیا ہے کہ اس کے خلاف اٹھا ہوا ہر قدم ظلم ہے، ہر چھلانگ تعدی ہے، اور ہر جرأت گستاخی ہے۔

پس مقررہ حدود کے اندر رہو اور کھینچے ہوئے دائرہ کا خیال رکھو، اگر اس حد کو توڑ دو گے اور اس محیط سے آگے بڑھ جاؤ گے تو تمہاری محبت عداوت سے، تمہاری چاہت نفرت سے، تمہاری عقیدت جہالت سے، تمہارا تعلق بے تعلقی سے بدل جائے گا۔ اور تمہاری جذباتی محبت ٹھکرا دی جائے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنے والا غلو کی اس مہلک بیماری میں مبتلا نہیں ہو سکتا جس میں اقوام عالم اور پیروان مذاہب مبتلا ہیں۔

آج فرزندان توحید بھی اس بھیانک اور ایمان دشمن بیماری میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔

یہودیوں نے اسی محبت کے جذبہ کی رو میں بہہ کر حضرت عزیز کو اللہ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں نے اسی بیماری میں مبتلا ہو کر احد اور احمد کو ایک ہی مان لیا اور یا جھجک کہنے لگے۔

وہی جو مستویٔ عرش تھا خدا ہو کر   اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

دیکھئے محبت رسولؐ میں غلو نے کفر کے دروازے پر پہنچا دیا ہے اور آگ کے گڑھے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔

محبت کا یہ انداز کس قدر گمراہ کن ہے، اور یہ کس قدر گستاخانہ ذہنیت اور تباہ کن تخیل ہے۔

محبت کی حد یہ ہے کہ محبوب کے اصول زندگی کی رہنمائی میں خاموشی کے ساتھ جان قربان کر دینی چاہئے، جیسے پروانہ خوشی خوشی شمع سے اس قدر قربت حاصل کر لیتا ہے کہ انتہائی قرب کا آخری سکنڈ پروانے کی مسکراتی ہوئی زندگی کو موت میں تبدیل کر دیتا ہے اور کسی کو خبر تک بھی نہیں ہوتی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً آلِ نبی سے ایک مسلمان بھی محبت کرتا ہے اور ایک رافضی بھی۔

مگر مسلمان کی محبت میں یہی بصیرت افروز نکتہ جھلکتا ہے، اور رافضی کی محبت پر غلو کا غبار پڑا ہوا ہے، اس غبار سے محبوب کا رخ انور اٹا ہوا ہے اور تکدر کے سیاہ اور دبیز کمبل نے حقیقت کو بالکل چھپا دیا ہے۔

شیعہ حضرات کا مذہبی فریضہ سب و شتم ہے، اگر ایک مبصر کی حیثیت سے غور کیا جائے تو اس مقام پر بھی وہی غلو نظر آئے گا جو غلط اور خود ساختہ جذبات محبت کی تخلیق ہے، اور جس کا اثر اس قدر تباہ کن اور آتش فشاں ہے کہ اخلاقی حدوں کو پامال کرنے کے علاوہ انتہائی گراوٹ اور پستی کی طرف بھی لے جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی محبت سے آلِ رسولؐ بھی بیزار ہیں۔

افسوس کہ محبت کا جو حقیقی طریقہ تھا اس پر توجہ نہ کرنے کی وجہ سے یہ خونی دھبے ابھرے اور محبت جذباتی اور حسین روپ میں بدل کر آگ کی چنگاری بن گئی۔

محبت رسولؐ کا یہ انداز کس قدر غلط ہے کہ آپؐ کی عظمت و عزت کے اظہار میں ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جو آپؐ کے مقام و مرتبہ کے خلاف ہیں۔

مثلاً آپؐ کی محبت کا اظہار یہ کہہ کر کیا جائے کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بشر نہیں۔ بھلا ایک بشر میں وہ کمالات اور خوبیاں کہاں جو آپؐ کی ذات والا صفات میں پائی جاتی ہیں"

پھر اس عقیدے کی گمراہی کو منظر عام پر لانے اور اس کی تردید کرنے کے لئے کوئی اللہ کا بندہ کھڑا ہو جائے اور وہ قرآنی آیات اور احادیث رسولؐ سے اسے ثابت کرے تو اسے گستاخ، بے ادب، اور بد عقیدہ کہا جائے اور اس کے دلائل کو یہ کہہ کر ٹال دیا جائے کہ یہ وہابی ہے اور رسولؐ کی محبت کی اس بے چارے کو کیا خبر۔

کتنا بڑا المیہ ہے یہ۔

ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص رسولؐ کی محبت کا اظہار ان کے سامنے سجدہ کر کے کرنا چاہے تو وہ محبِ رسولؐ کے بجائے عدوِ رسولؐ کہلائے گا۔ کیونکہ آپؐ نے اپنی محبت کا یہ طریقہ نہیں بتایا ہے۔

ربیع الاول کی بارھویں تاریخ کو آپؐ کی پیدائش کی خوشی منا کر محبت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

اور اس دن دوسری قوموں کی طرح سیرت کے جلسے، اور میلاد کی مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں۔

یہ محبت کا اندازِ فکر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر لوگ اس انداز محبت میں ڈوب کر اس قدر خود فراموش ہو جاتے ہیں کہ ان کی محبت رحمۃ للعالمین کو ان کے دروازے تک کھینچ لاتی ہے اور وہ آپؐ کے استقبال کے لئے سروقد کھڑے ہو جاتے ہیں۔

حدیث رسولؐ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ روحوں کا مستقر کیا ہے اور ارواحِ طیبہ کہاں سکونت پذیر ہیں؟

ایک معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی اس عقیدے کی گمراہی کو بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس ہم صرف ان کے عقیدت مند بن جائیں، یا ان کی بارگاہ میں الفاظ کے گلدستے پیش کرتے رہیں، یا ان کا نام سن کر فرطِ محبت سے انگوٹھے چومنے لگیں، یا ان کا نام آنے پر جوش میں آ کر نعرۂ رسالت بلند کریں۔ یا ان کی تاریخ پیدائش کو ایک تہوار کی طرح منائیں۔ محبت کا طریقہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة ''جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا''

ظاہر بات ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اسی وقت ہوگی جب اس قسم کی ظاہری چیزوں کو چھوڑ کر سیرتِ مقدسہ کا دامن مضبوطی سے تھام لیا جائے اور اتباعِ رسولؐ کا والہانہ جذبہ دلوں میں کروٹیں لینے لگے۔

پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا ثبوت ہے اتباعِ رسولؐ، اتباع کے بغیر محبت کا دعویٰ خود فریبی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

شاید اس موقع پر کسی کو یہ خیال ہو کہ ہم اپنے دلوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت نہیں رکھتے، اسی لئے تو یومِ ولادت کی خوشیوں سے منع کرتے ہیں، اس لئے یہاں ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہو سکتا۔

وہ شخص مومن ہی نہیں ہے جس کے دل کے اندر محبتِ رسولؐ کا بے پناہ جذبہ موجود نہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس مقام پر یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ محبت رسولؐ کا معیار کیا ہے؟ کس کو محبّ رسولؐ کہا جا سکتا ہے اور کس کو نہیں؟ ذرا ہم ایک بلیغ نکتہ پر غور کریں۔ کیا مسلمان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تعلق اور محبت ہے، اگر آپ کسی عیسائی کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں محبت کا اظہار کریں تو کیا وہ آپ کے اس دعویٰ کی تصدیق کرے گا؟ ہرگز نہیں، حالانکہ آپ کو واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت ہے کیونکہ فرداً فرداً ہر نبی پر ایمان لائے بغیر آپ مومن نہیں ہو سکتے۔

جب مقام محبت میں الجھنیں پیدا ہو جائیں اور کھرے کھوٹے کی تمیز اٹھ جائے تو بغیر کسی معیار کے محبت کا معلوم کرنا مشکل ہے۔

آیئے ہم قرآن پاک کی روشنی میں معیار محبت کو سمجھیں۔

سورۂ آلعمران میں ارشاد ہوا ہے:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم و اللّٰہ غفور رحیم. ''اے نبی لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگذر فرمائے گا، وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''

معلوم ہوا کہ اطاعت رسولؐ ہی محبت رسولؐ کا معیار ہے، اگر آپؐ کی محبت اطاعت کے دائرے کے اندر محدود ہے تو واقعی قابل قدر ہے، اور اگر یہ محبت نقطۂ اطاعت سے تجاوز کر کے محیط اطاعت سے نکل گئی تو وہ محبت نہیں بلکہ عداوت ہے۔

اب ایک بار پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش کے جشن کی طرف چلتے ہیں۔

ربیع الاول کا مہینہ اسلامی سال کے اعتبار سے سال کا تیسرا مہینہ ہے اس مہینے کے دامن میں خصوصی اور امتیازی حوادث سمٹے ہوئے ہیں۔

اس مہینے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں رحمۃ للعالمین کی پیدائش ہوئی، اس لئے یہ مہینہ حقیقتاً حسنِ حیات کی بہار کا مہینہ ہے، کیونکہ اسی مہینے میں دنیا کا سب سے بہترین انسان اور کائنات عالم کا ایک جوہر رونما ہوا جس نے انقلاب عظیم پیدا کر کے رخ انسانیت پر پڑے ہوئے غبار کو صاف کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عظیم پیغمبر کا انسانیت پر احسان عظیم ہے۔

اور اس احسانِ عظیم کے بدلے دنیائے انسانیت اس کا جس قدر شکر ادا کرے کم ہے۔

سسکتی ہوئی انسانیت اور بلبلاتی ہوئی دنیا کو اس نے ڈھارس دلائی، اسے تسکین دی اور اس کا دل بڑھایا۔ پست اقوام کو بلند کیا، گرے ہوئے لوگوں کو اٹھایا، غلاموں کو غلامی سے نجات بخشی، اس کے دور میں غلامی کی لعنت ختم ہوگئی کوئی غلام غلام نہیں رہا بلکہ اس نے حقیقی بیٹے کا مقام حاصل کر لیا، عورتوں کو سوسائٹی کا ایک مفید اور ضروری حصہ قرار دیا، انھیں زندہ رہنے کا حق بخشا، انھیں میراث کے حقوق عطا فرمائے۔

اس نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے مالوں میں سے چالیسواں حصہ ہر سال نکالیں اور غرباء میں تقسیم کر دیں تاکہ قوم میں کوئی ننگا، بھوکا، مفلس، قلاش اور بھکاری نہ رہے، کیا انسداد گداگری کے لئے اس سے بہتر اور کوئی قانون ہو سکتا ہے؟

گویا وہ سارے عالم کے لئے رحمت بن کر آیا تھا، پس اس لحاظ سے یہ مہینہ بڑی برکت والا مہینہ ہے۔

لیکن افسوس جو رحمت عالم سراپا رحمت بن کر اس مہینے میں آیا تھا، وہ ۶۳ سال کی زندگی گذار کر اسی ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو داغ مفارقت دے گیا۔

اس لئے اس مہینے میں جس قدر غم منایا جائے تھوڑا ہے، ان دنوں میں جتنے خون کے آنسو بہائے جائیں کم ہے، اور اس مہینے میں جس قدر غم کیا جائے قلیل ہے۔

ایک طرف ولادت باسعادت کی نوید عظمیٰ اور دوسری طرف وفات حسرت آیات کا سانحہ ہائلہ، ایک طرف خوشیوں کا بے پناہ ہجوم، دوسری طرف حسرتوں کا بے پناہ ازدحام، ایک طرف اگر آسمان سے پھول برس رہے ہیں تو دوسری طرف زمین پر کانٹے بکھرے پڑے ہیں، اس موقع پر رویا جائے یا ہنسا جائے؟ خوشی منائی جائے یا ماتم؟ کیا خوشی سے اچھلا جائے یا غم سے کلیجہ دبا لیا جائے؟ کس کو ترجیح دی جائے؟ کون سا طریقہ اختیار کیا جائے؟ اور کون سی راہ پر چلا جائے؟

رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن خوشی کا دن نہیں، بلکہ آپ کی نبوت کا پہلا دن خوشی کا دن ہے، لیکن اس دن کوئی خوشی نہیں منائی جاتی، کیونکہ اسے عید کا دن نہیں بتایا گیا۔

اسی طرح وہ دن بھی خوشی کا دن ہونا چاہیے جس طرح اسلام کی نعمت تکمیل کو پہنچی اور اللہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے سورۂ مائدہ کی یہ آیت اتری:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ''اے ایمان والو! آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت (اسلام) تم پر پوری کر دی اور اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کیا''

یہ ایک اتفاقی امر تھا کہ جس دن یہ مبارک آیت نازل ہوئی، ذی الحجہ کی نویں تاریخ تھی (عرفہ کا دن) اور جمعہ کا دن تھا۔ مگر اس دن بھی عید جیسی خوشی نہیں منائی گئی۔

پس معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کی نگاہ میں خوشی اور غم کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

خوشی کے موقع پر وہ اتراتا نہیں اور غم کے موقع پر گھبراتا نہیں، نہ اسے یہ اجازت ہے کہ کسی بڑی خوشی پر یادگار کے طور کوئی دن منائے اور نہ یہ اجازت ہے کہ کسی بڑے غم کو تازہ رکھنے کے لئے کسی دن کو مخصوص کر کے اسے بطور یادگار منائے۔

اس لئے جس طرح ہم اس مہینے میں غم کا مظاہرہ نہیں کرتے اسی طرح ہمیں خوشی کا بے جا مظاہرہ بھی نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ اسلاف کا طریقہ نہیں ہے۔

ہر سمجھدار مسلمان کو یہ روشن حقیقت ہمیشہ سامنے رکھنی چاہیئے کہ اسلام ایک طے شدہ ضابطہ حیات کا نام ہے جس کی تکمیل عہد رسالت میں ہو چکی ہے، اس لئے اس میں ردو بدل کے لئے قطعاً گنجائش نہیں رکھی گئی ہے۔

اسلام کوئی پنچایتی دین نہیں ہے کہ جب چاہا اور جس طرح چاہا اس میں ردو بدل کر لیا گیا۔ کچھ گھٹا دیا گیا اور کچھ بڑھا دیا گیا، اسلام میں کمی بیشی کرنے کو پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان نے شر الامور سے تعبیر کیا ہے۔

چونکہ پہلے کے گذرے ہوئے دین اسی طور پر محرف اور مبدل ہو گئے تھے، اسی لئے اس خطرہ کے پیش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اپنے ہر مجلسی خطاب میں فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الہدی ہدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتها و کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار کے الفاظ سے مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ یعنی اے مسلمانو! خوب سمجھ لو کہ تمام باتوں سے بہتر اللہ کی کتاب (قرآن ہے) اور تمام راستوں سے بہتر راستہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے، اور تمام کاموں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدترین کام وہ ہے جو دین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں، اور دین میں جو نیا کام نکالا جائے وہ بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس جامع خطبہ کا ایک حصہ ہے جسے آپؐ ہر وعظ کے شروع میں پڑھا کرتے تھے۔

اس سے صاف واضح ہو گیا کہ مروجہ مجالس میلاد سراسر بدعت اور گمراہی کے اکھاڑے ہیں، اور عید میلاد النبی بھی اسی درجہ میں ہے۔

کیونکہ بدعت سے مراد ہر وہ طریقہ ہے جسے شرعی حیثیت دے کر رائج کیا جائے اور وہ کسی شرعی دلیل پر مبنی نہ ہو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بدعت حرام ہے تو اجتہاد کیوں جائز ہے؟

اس کا جواب یہ کہ بدعت اور اجتہاد میں بہت بڑا فرق ہے۔ وہ یہ کہ اجتہاد پیش آمدہ مسائل میں کیا جاتا ہے، جب کہ بدعت کے لئے کسی مسئلے کا پیش آنا ضروری نہیں ہے اور نہ کسی ضرورت کا متقاضی ہونا۔ اور اس کی حیثیت ذہنی اپج سے زیادہ نہیں ہوتی۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے بجا فرمایا تھا:

''مسلمانو! جب تم اس ماہ میں واقعۂ ولادت کی یاد میں خوشیاں مناتے ہو تو اس کی مسرتوں کے اندر تمہیں کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ہے۔ جس کے بغیر اب تمہاری کوئی خوشی نہیں ہو سکتی؟

کبھی تم نے اس پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کس کی پیدائش ہے۔ جس کی یاد کے لیے تم سروسامانی کرتے ہو؟

یہ کون تھا جس کی ولادت کے تذکرے میں تمہارے لئے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیغام ہے؟

آہ! اگر اس مہینے کی آمد تمہارے لئے جشن و مسرت کا پیام ہے، کیونکہ اسی مہینے میں وہ آیا جسنے ہمیں سب کچھ دیا تھا، تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کسی مہینے میں ماتم نہیں، کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا وہ سب ہم نے کھو دیا۔

اس لئے اگر یہ ماہ ایک طرف دینے والے کی یاد تازہ کرتا ہے تو دوسری طرف کھونے والوں کے زخم کو بھی تازہ ہونا چاہیئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو، مگر تمہیں اپنے دل کی اجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو مگر اپنے دل کی اندھیاری کے لئے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈتے، تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو، مگر آہ، تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے، تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال وآستین کو معطر کرنا چاہتے ہو مگر آہ، تمہاری غفلت کہ تمہاری عظمت اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کے مشام روح یکسر محروم ہیں، کاش تمہارے مجلسیں تاریک ہوتیں، تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب وزینت کا ایک ذرہ بھی نصیب نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، تمہاری زبانوں سے ماہ ربیع الاول کی ولادت کے لئے دنیا کچھ نہ سنتی، مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی، اور تمہاری زبانوں سے نہیں بلکہ تمہارے اعمال کے اندر سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا کے لئے ترانے اٹھتے۔

ماہ ربیع الاول کی یاد میں ہمارے لئے جشن ومسرت کا پیام اس لئے تھا کہ اس مہینے میں اللہ کا وہ فرمان رحمت دنیا میں آیا جس کے ظہور نے دنیا کی شقاوت وحرمان کا موسم بدل دیا، ظلم وعصیان اور فساد وطغیان کی تاریکیاں مٹ گئیں۔ اللہ اور اس کے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جڑ گیا۔ انسانی اخوت ومساوات کی یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کر دیا اور کلمۂ کفر وضلالت کی جگہ کلمۂ حق وعدالت کی بادشاہت کا اعلان ہوا، لیکن دنیا شقاوت وحرمان کے درد سے پھر دکھیا ہوگئی، انسانی شر وفساد اور ظلم وطغیان کی تاریکی خدا کی روشنی پر غالب ہونے کے لئے پھیل گئی سچائی اور راست بازی کی کھیتیوں نے پامالی پائی اور انسانوں کے بے راہ گلے کا کوئی رکھوالا نہ رہا۔

پھر آہ! تم اس کے آنے کی خوشیاں تو مناتے ہو پر اس کے ظہور کے مقصد سے غافل ہو گئے ہو اور وہ جس غرض کے لئے آیا تھا اس کے لئے تمہارے اندر کوئی ٹیس اور چبھن نہیں ہے۔

یہ ماہِ ربیع الاول اگر تمہارے لئے خوشیوں کی بہار ہے تو صرف اس لئے کہ اس مہینے میں دنیا کی خزانِ ضلالت ختم ہوئی اور کلمۂ حق کا موسم ربیع شروع ہوا۔ پھر اگر آج دنیا کی عدالت سمومِ ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی ہے تو اے غفلت پرستو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو مگر خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے؟''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرس و قبر پرستی

موجودہ دور کی بدعات میں سب سے زیادہ بھیانک اور دین وایمان کے لئے تباہ کن بدعت قبروں پر عرس اور ان پر چادر چڑھانا ہے۔

اس بدعت نے بڑھتے بڑھتے شرک کی مکمل صورت اختیار کر لی ہے، اور بزرگان دین (یا خود ساختہ اولیاء وشہداء) کی قبروں کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا ہے جو مشرکین عرب اپنے بتوں سے ساتھ کیا کرتے تھے۔

ایک بندہ کے لئے اس سے بڑی ناشکری کی بات کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو حاجت روا اور مشکل کشا ماننے لگے۔ جب کہ قرآن مجید کی سورہ لقمان میں اس فعل کو ''ظلم عظیم'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

ان الشرک لظلم عظیم ''بلاشبہ شرک ایک بہت بڑا ظلم ہے''

حد یہ ہے کہ کوئی شخص شرک میں مبتلا ہو کر بلا توبہ کئے ہوئے مرجائے اس کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں فرمائے گا اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ جلتا رہے گا۔

چاہے اس نے نمازوں پر نمازیں پڑھی ہوں، روزے پر روزے رکھے ہوں، حج پر حج کئے ہوں، اور اپنی زندگی کا بیشتر وقت تسبیح وتہلیل میں گذارا ہو، قرآن مجید کی متعدد آیات اس حقیقت پر گواہ ہیں۔

مثلاً سورۂ نساء میں ارشاد ہوا ہے۔

ان اللّٰہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء ''بے شک اللہ کے یہاں شرک ہی کی بخشش نہیں ہے۔ اس کے سوا سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جس کو وہ معاف کرنا چاہے۔''

شرک سے اللہ رب العالمین اس قدر بے زار ہے کہ قرآن مجید کی سورۂ انعام میں اٹھارہ برگزیدہ انبیاء کے فضائل کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ اگر ان میں سے کہیں کوئی شرک کر بیٹھتا تو اس کے سارے اعمال غارت ہو جاتے۔

ارشاد ہوتا ہے:

ولو اشرکوا لحبط عنہم ما کانوا یعملون ''اگر کہیں ان انبیاء نے شرک کیا ہوتا تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔"

سورۂ زمر میں اپنے آخری نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اللہ نے فرمایا کہ تم کو اور تم سے پہلے گذرے ہوئے نبیوں کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا ہے کہ:

لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخسرین "اگر (بفرض محال) تم نے شرک کیا تو تمہارا سرمایۂ عمل ضائع ہو جائے گا اور تم دیوالیہ ہو جاؤ گے"

حقیقت یہ ہے کہ پچھلی امتوں کو شرک کی لعنت میں مبتلا کرنے میں قبروں کا بہت بڑا حصہ رہا ہے۔

اسی لئے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے شروع میں لوگوں کو قبروں پر جانے سے منع کر دیا تھا، پھر جب اجازت ملی تو اس شرط کے ساتھ کہ وہاں کچھ مانگنے کے لئے نہیں بلکہ عبرت کے لئے جاؤ۔

مشکوٰۃ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لوگو! میں نے تم کو قبروں پر جانے سے منع کر دیا تھا، لیکن اب اجازت دیتا ہوں کیونکہ قبروں پر پہنچ کر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے۔

اور اس کام کے لئے اولیاء اللہ کی قبریں مخصوص نہیں ہیں بلکہ مشرک تک کی قبر کی زیارت کی اجازت ہے۔

اسی لئے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مجموعۂ احادیث "نسائی" میں بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ماں کے لئے استغفار کی اجازت اللہ سے مانگی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے استغفار کی اجازت نہیں دی مگر قبر کی زیارت کی اجازت دیدی۔ اور قبر پر پہنچ کر آپؐ نے فرمایا:

"قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے"

لیکن ذرا ہم غور کریں کہ بہترین اینٹوں اور سنگ مرمر کی بنی ہوئی قبر سے ہمیں عبرت کیسے حاصل ہوگی جہاں خوشبودار پھولوں کی بارش ہو رہی ہو، جہاں کی ہوائیں اگربتی کی خوشبوؤں سے بوجھل ہوں، جہاں چاروں طرف گلاب اور کیوڑہ کے پانی کا چھڑکاؤ ہو رہا ہو، جہاں جھلملاتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے فانوس ہوں، اور جہاں تیز روشنی والی قندیلیں ہوں، عبرت حاصل کرنے اور اپنی موت یاد کرنے کے لئے تو گورِ غریباں ہی موزوں ہوسکتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح تاکید ہے کہ قبروں کو ہرگز پختہ نہ بنایا جائے۔

مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنیٰ علیہ وان یقعد علیہ ''نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی روکا ہے کہ قبر کے اوپر کوئی عمارت بنائی جائے یا قبر کے اوپر بیٹھا جائے۔''

مسلم ہی میں حضرت ثمامہؒ سے روایت ہے کہ ہم لوگ فضالہ بن عبیدؓ کے ساتھ ارضِ روم کے ایک جزیرہ میں تھے کہ ہمارے ساتھی کا انتقال ہوگیا۔ فضالہؓ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم ان کی قبر کو برابر کریں کیونکہ ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی حکم دیتے ہوئے سنا ہے۔

مسلم ہی میں حضرت ابوالہیاج اسدیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اے ابوالہیاج! کیا میں تم کو اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور وہ کام یہ ہے کہ جاؤ اور جو تصویر تمہیں نظر آئے اس کو مٹا دو اور جو قبر اونچی ملے اسے زمین کے برابر کردو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب قبروں کی زیارت کی اجازت دی تو یہ بھی فرمایا کہ قبروں پر کچھ لینے کی غرض سے نہ جاؤ بلکہ کچھ دینے کے لئے جاؤ۔

اور دینا یہ ہے کہ قبر والوں کے حق میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب قبر سے محفوظ رکھے اور ان کے اور تمہارے گناہ معاف کردے۔

آپؐ نے قبروں کے لئے یہ دعا سکھائی ہے:

السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللّٰہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر ''اے قبروں کے باسیو! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف فرمائے اور تمہیں بھی۔ تم ہم سے پہلے جاچکے ہو اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں''

بالکل یہی معاملہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب ہم اپنے ہر مرنے والے کے ساتھ کرتے ہیں، چاہے وہ ایک عام گنہ گار مسلمان ہو اور چاہے کوئی اللہ کا ولی یا بزرگ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا جنازہ ہمارے سامنے ہوتا ہے اور ہم صف باندھ کر دعا کر رہے ہوتے ہیں:

اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثنا .... ''اے اللہ معاف فرما اور بخش دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مردوں کو، اور ہمارے حاضروں کو اور ہمارے غائبوں کو، ہمارے چھوٹوں کو، اور ہمارے بڑوں کو، ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو......

ذرا ہم اپنے دل و دماغ سے پوچھیں، آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ زمین کے باہر تو ہم اپنے مرنے والوں کے لئے دعا کر رہے ہوں، مگر جب وہ زمین کے اندر اتار دیئے جائیں تو ہمارے حاجت روا اور مشکل کشا بن جائیں؟

لیکن بدعات نے اس قدر ترقی کر لی ہے اور شرک نے ذہن و دماغ کو اس طرح جکڑ لیا ہے کہ اولیاء اللہ کی قبروں اور ان کی درگاہوں کو اللہ کے پاک گھر یعنی خانۂ کعبہ کی طرح مقدس بنا لیا گیا ہے، اور ان کے ساتھ بالکل وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو صرف اللہ کے گھر کے ساتھ کیا جانا چاہیے۔

ہر سال حج کے دن کی طرح عرس کا دن مقرر کیا جاتا ہے، احرام کی جگہ ننگے سر یا ننگے پیر چلنے کی قید لگائی جاتی ہے، لبیک اللھم لبیک کی جگہ پر یا غوث کا نعرہ لگایا جاتا ہے، غلافِ کعبہ کی طرح قبر کی چادر کا انتظام ہوتا ہے، حجر اسود کے بوسہ کی جگہ قبر کے سرہانے یا پائنتی کے پتھر کو چوما جاتا ہے، طواف کعبہ کے بدلے قبر کے پھیرے لگتے ہیں، ملتزم کی طرح ڈیوڑھی اور دروازہ سے چمٹا جاتا ہے، بابا کی بیٹھک سے ان کی قبر تک دوڑ کر سعی صفا و مروہ کا حق ادا کیا جاتا ہے، زمزم کی جگہ قبر کے دھوون کے ''مبارک پانی'' کو جمع کر کے تبرک بنایا جاتا ہے، اور ہدی کے بجائے حضرت کی نذر کا بکرا ساتھ لایا جاتا ہے۔

غرض آج ہر چہار طرف ان ''نقلی کعبوں'' کی دھوم مچی ہوئی ہے اور عوام ہیں کہ اس پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔

ایک طرف ہم مسجدوں میں جھانک کر دیکھتے ہیں اور دوسری طرف قبروں اور آستانوں پر عقیدت مندوں کے ہجوم کا مشاہدہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ عقیدت مندی کے ساتھ دوکانداری اور دنیا پرستی نے ایمان کے ساتھ کیا کیا معاملہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے اور کیا کیا گل کھلائے ہیں؟

بزرگوں اور اولیاء کی قبروں کی قیمت وصول کی جارہی ہے اور من وسلویٰ سمجھ کر کھائی جارہی ہے، یہاں مجاورت اور قلندری ہے، سجدے اور طواف ہیں، رونا اور دھونا ہے، شیرنی اور چادریں ہیں، چرس اور بھنگ ہے، عریانی اور فحاشی ہے، گانا اور بجانا ہے، عرس اور میلے ہیں، منتیں اور مرادیں ہیں، غرض ہر وہ چیز ہے جس سے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور جس میں مبتلا ہونے والوں کو دنیا میں ذلت اور آخرت میں جہنم کی آگ سے ڈرایا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائهم و صالحیهم مساجد الا فلا تتخذ و القبور مساجد انی انهاکم عن ذالک ''لوگو! کان کھول کر سن لو کہ تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں، انھوں نے اپنے انبیاء اور اپنے اولیاء کی قبروں کو عبادت گاہ اور سجدہ گاہ بنالیا تھا، سنو! تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا، میں اس فعل سے تمہیں منع کرتا ہوں''

قرآن مجید کی سورۂ نحل میں اس فعل شنیع سے روکنے کے لئے کس قدر سختی اور بلیغ بیان آیا ہے۔

والذین یدعون من دون اللّٰه لایخلقون شیئا وهم یخلقون . اموات غیر احیاء . ومایشعرون ایان یبعثون ''اللہ کے سوا وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی کے لئے) پکارتے ہیں، وہ کسی بھی چیز کے خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں، مردہ ہیں نہ کہ زندہ، اور ان کو یہ تک نہیں معلوم ہے کہ انہیں کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھایا جائیگا۔''

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

''یہ الفاظ صاف بتارہے ہیں کہ یہاں خاص طور پر جن بناوٹی معبودوں کی تردید کی جارہی ہے وہ نہ تو بت ہو سکتے ہیں اور نہ شیطان اور فرشتے ، بلکہ صاف صاف مراد قبر والوں سے ہے، کیونکہ شیطان اور فرشتے تو زندہ ہیں، ان پر اموات غیر احیاء (مردے ہیں نہ کہ زندہ) کا اطلاق ممکن ہی نہیں۔ رہے لکڑی اور پتھر کے بت تو ان کے لئے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وما یشعرون ایان یبعثون (ان کو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ انہیں کب دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا) سے مراد انبیاء شہداء صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہو سکتے ہیں، جن کو ان کے معتقدین دستگیر، حاجت روا، مشکل کشا، داتا، گنج بخش، فریادرس، غریب نواز اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر حاجت روائی کے لئے پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ ملک عرب میں اس طرح کے معبود نہیں پائے جاتے تھے، تو یہ تاریخ سے ناواقفیت کا کھلا ثبوت ہے۔ کیونکہ ہر تاریخ داں جانتا ہے کہ عرب کے متعدد قبائل، مثلاً ربیعہ، غسان، کلب، تغلب، قضاعہ، کنانہ، حرث، کعب اور کندہ وغیرہ میں کثرت سے یہودی اور عیسائی پائے جاتے تھے اور یہ دونوں مذاہب انبیاء اولیاء اور شہدا کی پرستش سے بری طرح آلودہ تھے، اور اسی طرح مشرکین کے بہت سے معبود گذرے ہوئے انسان ہی تو تھے جنہیں بعد کی نسلوں نے الٰہ بنادیا تھا۔

بخاری میں ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ قوم نوح کے ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر یہ سب اولیاء اللہ تھے، جنہیں بعد کے لوگ الٰہ بنا کر پوجنے لگے، بعض ان کی قبروں سے وابستہ ہوگئے اور بعض نے ان کے مجسمے بنا کر انہیں پوجنا شروع کر دیا۔ عرب میں ان کی خوب پوجا ہو رہی تھی۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ اساف ونائلہ دونوں انسان ہی تھے۔

ایک طرف اسلامی تعلیمات کو دیکھئے اور دوسری طرف مزاروں، درگاہوں اور آستانوں کو دیکھئے یقیناً یہاں وہ سب کچھ ہوتا ہے جو اسلام کے دامن پر ایک کلنک کے سوا کچھ نہیں ہے۔

آج اجمیر اور دوسرے مزاروں کا عرس دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی مسلمان قوم ہے جو کبھی قرآن اور توحید کی علمبردار تھی۔

اودھ کے ہندو راجہ نے اجمیر کا عرس اور خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ پر خلقت کے ازدحام کو دیکھ کر کہا تھا:

''اب تک مجھے شک تھا کہ کیا ہندو اور مسلمان میں اتحاد ہو سکتا ہے؟ مگر آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ہمارے اور مسلمانوں کے مذہب میں کوئی فرق نہیں ہے اگر فرق ہے بھی تو صرف نام کی حد تک، حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے۔ ہندو بتوں کے سامنے جھکتے ہیں تو مسلمان قبروں کے سامنے، ہندو رام کرشن کی پرستش کرتے ہیں تو مسلمان اجمیری اور جیلانی کی''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے بارے میں ایک غیر مسلم کا تاثر ہم سب کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

ایک طرف مسلمان یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس حقیقت پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے، اس کے باوجود قبروں پر جھکنا وہ ضروری سمجھتے ہیں اور مردوں سے مرادیں مانگنا انھوں نے اپنا شیوہ بنالیا ہے،

پتہ نہیں لوگوں نے عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھادی ہے کہ یہ پیرانِ پیر غوث الاعظم کی قبر ہے جو ملک الموت سے قبض کی ہوئی روحوں کا تھیلا چھین سکتے ہیں، یہ خواجہ غریب نواز ہیں جو مرنے کے بعد بھی سائلوں اور مرادیں مانگنے والوں کی جھولیاں بھر دیتے ہیں،

نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کے یہ علمبردار اور توحید کے مدعی جوق در جوق قبروں پر جاتے ہیں، سر جھکاتے ہیں، ماتھے گھستے ہیں، ناک رگڑتے ہیں، صاحب قبر سے اولاد مانگتے ہیں، اور قبروں کا طواف کرتے ہیں، یعنی وہ سب کچھ کیا جاتا ہے جو کوئی شریف النفس اور خوددار انسان کسی مخلوق کے سامنے نہیں کرسکتا، حالانکہ انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ اس کی عزت اور خودداری ہے لیکن وہ اس متاع عزیز کو چونے اور اینٹوں سے بنے ہوئے چبوتروں پر انتہائی بیدردی کے ساتھ قربان کر آتے ہیں۔

مسلمانوں کی اس بدعملی اور بدعقیدگی سے متاثر ہوکر حالی مرحوم نے کہا تھا۔

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر ۔۔۔ جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر ۔۔۔ کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں ۔۔۔ اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں ۔۔۔ شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ ایمان بگڑے نہ اسلام جائے

بات ذرا تلخ ہوجائے گی، مگر یہ تلخی بھری حقیقت ہے کہ پوری دنیا کی قوموں میں مسلمان ہی وہ قوم ہے جو مردوں کی پرستش کرتی ہے اور زندوں سے بے پرواہی برتتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج حالت یہ ہے کہ مسجدیں ویران ہیں، مگر قبریں آباد ہیں، اللہ کے گھروں میں بوسیدہ چٹائیاں پڑی ہیں مگر قبروں پر قیمتی چادریں بچھی ہیں، سماج میں یتیم، بیوائیں، لاچار اور مجبور لوگ فاقے کر رہے ہیں مگر گیارہویں کی ڈیگیں ٹھنک رہی ہیں، قوم پر جہل وافلاس، پسماندگی اور غربت کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں مگر عرسوں پر کروڑوں روپے اڑائے جا رہے ہیں۔

مدرسوں اور یتیم خانوں پر خرچ کرنے کے لئے ہماری جیب میں پیسہ نہیں ہے، مگر شب برأت کے حلوے اور آتش بازی پر بے دریغ خرچ کیا جاتا ہے، کیا یہ گھر پھونک تماشہ نہیں ہے؟ کیا یہ تمام کام اسلام کا رسوا کرنے کا سبب نہیں؟

اگر یورپ یا آسٹریلیا کے کسی ملک میں جا کر یہ حالت لوگوں کے سامنے بیان کی جائے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے زندہ افراد کی خبر تو نہیں لیتے مگر اپنے مردوں کی قبریں بنانے اور ان پر چڑھاوے چڑھانے میں لاکھوں روپے خرچ کر ڈالتے ہیں، تو وہاں کے لوگ اس بات پر ہرگز اعتبار نہیں کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ ناممکن ہے کہ کوئی قوم اپنے زندوں کو چھوڑ دے اور مردوں کا اہتمام کرے۔

اسلام نے زمین کو زندہ انسانوں کا حق قرار دیا ہے۔

اس نے تعلیم دی ہے کہ مردوں کی قبریں کچی بنائیں، یہ اس لئے کہ کچھ زمانہ کے بعد وہ مٹ جائیں اور زمین زندوں کے کام آسکے۔

اسلام نے پختہ قبریں بنانے سے منع کیا ہے کیونکہ پختہ قبریں زندوں کا حق مارتی ہیں اور زمین کو گھیرتی ہیں۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمان پورے طور پر اس تعلیم پر عمل پیرا تھے۔

حضراتِ صحابہؓ کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی، مگر مدینہ کے جنت البقیع اور جنت المعلیٰ کے قبرستان کو جا کر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ صرف چند صحابہؓ کی قبریں موجود ہیں باقی کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔

موجودہ دور کے مسلمان صرف اس جرم کے مرتکب نہیں ہیں کہ یہ قبروں کو پختہ بناتے ہیں بلکہ یہ اس جرم کے مجرم بھی ہیں کہ قبروں کی پرستش بھی کرتے ہیں۔

اس قسم کی بدعقیدگی اور شرک میں مبتلا ہونے والے لوگ ذرا سوچیں کہ وہ سال کے بارہ مہینوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نیازوں اورعرسوں پر کتنا خرچ کرتے ہیں اور اپنی اولاد کی تعلیم کے لئے کتنی رقم نکالتے ہیں؟

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ مسلمان کئی کروڑ روپئے نیازوں اور عرسوں پر ختم کرتے ہیں، صرف ایک اجمیر کے عرس ہی پر کئی لاکھ روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔

بھلا خواجہ صاحب کو ان روپیوں، ان چادروں اور ان چڑھاؤں کی کیا ضرورت ہے؟

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، خدارسیدہ تھے، اللہ کے ولی اور ایک پاکباز انسان تھے، پھر جب کہ وہ اپنے پروردگار کے پاس پہنچ چکے ہیں تو ان کی روح کو اس روپئے، اس پلاؤ، اس شیرینی اور اس چادر سے کیا خوشی ہوسکتی ہے؟

آخر خواجہ صاحب، بڑے پیر صاحب اور دوسرے بزرگوں کے نام پر اس طرح کی فضول خرچی کیوں کی جاتی ہے؟

کیا اس لئے کہ ان کی روحوں کو ثواب پہنچایا جاتا ہے؟

ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ولی اللہ تھے، تو جب وہ ولی اللہ تھے تو پھر ان کی نجات ہوگئی، لوگوں سے ثواب حاصل کرنے کی انھیں کیا ضرورت رہ گئی؟

اگر ثواب ہی پہنچانا ہے تو کیوں نہ ایسی روحوں کو پہنچایا جائے جو گناہوں سے آلودہ ہوکر گئی ہوں، جن پر عذاب ہو رہا ہو، اگر ثواب ہی پہنچانا ہے تو مٹھائیاں بانٹنے، ان کی قبروں پر چادر چڑھانے اور ان کے نام بکرا ذبح کرنے سے بہتر صورت یہ ہے کہ ان رقموں کو یتیم خانوں تعلیمی اور رفاہی اداروں پر خرچ کیا جائے، تاکہ مردوں کو ثواب بھی پہنچے اور ہماری قوم کی ترقی بھی ہو۔

لیکن یہ تمام رقم ثواب پہنچانے کی غرض سے نہیں خرچ کی جاتی، بلکہ اس اسراف کے دو اسباب ہیں۔

ایک جاہلانہ رسوم کی پابندی، اور دوسرا سبب یہ ہے کہ ان بزرگوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا جاتا ہے اور یہ یقین دل میں بٹھالیا گیا ہے کہ ان کے نام پر خرچ کرنے سے وہ خوش ہوکر ہماری مرادیں پوری کریں گے، ہمیں اولاد دیدیں گے، مقدمہ جتادیں گے، کاروبار میں برکت عطا کریں گے، اور ہمارے دشمنوں کو زیر کریں گے۔ یعنی انھیں رشوت دیا جاتا ہے۔

اس طرح ایک طرف ان بزرگوں کی توہین کی جاتی ہے اور دوسری طرف شرک جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرکے اپنی آخرت برباد کی جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا یہ لوگ یہ سوچنے کی زحمت گوارا کریں گے کہ حضرات صحابہؓ، اہل بیتؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور چاروں اماموں سے کسی نے کبھی کسی کا عرس کیا یا نیاز دلائی؟

ظاہر بات ہے کہ نہیں، پھر کیا یہ جرم اس بے باکی کا اعلان نہیں ہے کہ جو کچھ ہم جانتے ہیں حضرات صحابہؓ اور ائمہ کرامؒ کو نہیں معلوم تھا؟ یہ دنیا دار العمل ہے، یہاں کھوکھلی آرزوؤں اور احمقانہ دعاؤں سے کام نہیں چلتا، آدمی جب محنت کرتا ہے تب اس کا پھل پاتا ہے، یہ قدرت کا اٹل قانون ہے۔

قبروں کے سامنے جھکنے، ان پر چڑھاوے چڑھانے، اور عرسوں میں ہاہو، کرنے سے نہ کسی قوم نے ترقی کی ہے اور نہ کسی کی ترقی ہو سکتی ہے، بلکہ یہ تباہی کی چیزیں ہیں جن میں پڑ کر ایمان واسلام کی یقینی بربادی ہے۔

آج مسلمان روتا ہے کہ ہم پر خیر و برکت کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔

لیکن وہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا کہ آخر خیر و برکت کے دروازے کیوں بند ہو گئے ہیں؟

اسی لئے نا کہ ہم دین کے حکم کو ٹھکراتے ہیں اور اسی راہ پر چلتے ہیں جن پر چلنے سے اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔

پھر خیر و برکت کے دروازے کیوں کھلیں؟

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اونچی قبریں بنانے، ان پر چراغاں کرنے، ان پر میلے لگانے، ان سے التجا کرنے، ان سے مرادیں مانگنے اور انھیں عبادت گاہ بنانے سے سختی سے منع فرمایا تھا؟

مگر یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ایک شاعر مدینہ جاتا ہے، مسجد نبوی پہنچتا ہے اور جس رسولؐ نے قبروں کے اہتمام سے منع فرمایا تھا اسی مقدس رسول کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

مدنی صبح کا ہے عجب ظہور — قابل دید ہے یہ بارش نور
وائے برحالِ عاشق مہجور — پاس ہو کر بھی ہے جو آپ سے دور

طعن اغیار پر ہے ناز مجھے
کہ میں حسرت ہوں مستفیض قبور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور دلیری سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ آپ نے ہمیں قبروں سے لو لگانے سے منع فرمایا تھا، مگر دیکھئے ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ ہم مستفیض قبور ہیں، ہم نے آپؐ کے حکم اور آپؐ کی شریعت کو پس پشت ڈال دیا ہے، کیونکہ قبریں ہمیں فیض پہنچا رہی ہیں، اور ان کا فیض، آپؐ کے فرمان کی شریعت سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

یہ طرز عمل ہے خود کو محمدیؐ کہنے والوں کا، اپنے کو مسلمان کہلانے والوں کا، خود کو فرزندان توحید سمجھنے والوں کا، ''شمع رسالت کے پروانوں'' کا ''اسلام کی عظمت پر فدا ہونے والوں'' کا اور ''دین کے لئے تن من کی بازی لگانے والوں'' کا۔

بہر حال اونچی قبر کو برابر کر دینا، پختہ قبروں کو توڑ دینا، قبروں سے بنے ہوئے قبوں کا نام ونشان مٹا دینا عین ایمان ہے تاکہ لوگوں کو غیر اللہ سے استعانت کا موقع مل سکے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ لوگ شجرۂ بیت الرضوان کو متبرک سمجھ کر اس کی زیارت کر رہے ہیں تو اس درخت کو استیصال شرک وفساد کے خیال سے جڑ سے کٹوا دیا تھا؟

حالانکہ یہ وہی درخت ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے، اور جس کے نیچے صحابہ کرامؓ نے بیعت کی تھی۔ جب اس درخت کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا تو دوسرے محدثات کا جن کا ذکر قرآن میں ہے نہ سنت صحیحہ میں ان کو کیسے باقی رکھا جا سکتا ہے؟

تاریخ وسیر سے معمولی واقفیت رکھنے والا انسان اس بات کو اچھی طرح سے جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی میں اسلام کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور دشمنان اسلام کی پناہ گاہ بنانے کیلئے منافقین نے ایک مسجد کی تعمیر کی تھی لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو موجب فساد ہونے کی وجہ سے منہدم کرا دیا۔ تو وہ مسجدیں جو درگاہوں اور آستانوں پر بنائی گئی ہیں اور وہ اونچے اونچے قبے جو قبروں پر بنائے گئے ہیں مسجد ضرار سے زیادہ انہدام کے لائق ہیں۔

ماہ رجب

اسلامی سال محرم الحرام سے شروع ہو کر ذی الحجہ پر ختم ہوتا ہے ان بارہ مہینوں میں چار مہینے حرمت کے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہیں رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔

ویسے تو ہر روز اور ہر گھڑی انسان کو معصیت، نافرمانی کے کاموں، فسق وفجور اور جنگ وجدال سے بچنا چاہئے، بالخصوص ان چار مہینوں میں تو اس کا اور زیادہ خیال کرنا چاہیے۔

لیکن یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ اسلام کے نام لیوا اور خود کو محمدی کہلانے والے خصوصیت سے اس ماہ میں ان گنت بدعات کے مرتکب ہوتے ہیں۔

جیسے رجبی کا تہوار، حالانکہ شریعت مطہرہ میں اس تہوار کا کوئی وجود وثبوت نہیں ملتا۔ پھر اس مہینے میں خصوصی روزے رکھے جاتے ہیں، ان میں سے کچھ ان ناموں سے مشہور ہیں:

لکھی روزہ، مریم روزہ، اور ہزاری روزہ وغیرہ، حالانکہ یہ سب روزے بدعت اور ان کا رکھنے والا بدترین بدعت کا مرتکب ہوتا ہے۔

ان روزوں کے بارے میں من گھڑت باتیں اور روایات بیان کی جاتی ہیں۔

مثلاً یہ مشہور کر دیا گیا ہے کہ چونکہ اسی مہینے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تھی اس لئے اس کی ستائیسویں تاریخ کا روزہ ایک ہزار روزوں کے برابر ثواب رکھتا ہے۔

اور اس روزے کے بارے میں یہ بات بھی مشہور کر دی گئی ہے کہ اس ایک روزے سے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ہندستان میں تو اس من گھڑت روزے کا رواج مردوں میں کم ہے لیکن عورتوں میں بہت زیادہ ہے۔ اور وہ اپنے دقیانوسی خیالات کی وجہ سے اس بدعت میں مردوں کے مقابلے میں زیادہ مبتلا ہیں۔

اسی طرح اس ماہ کی پندرہ تاریخ کے روزے کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے جسے "مریم کا روزہ" کا نام دیا گیا ہے، جب کہ رجب کے اور روزوں کی طرح اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔

یہی نہیں بلکہ اس مہینے کی اول شب کو خصوصیت سے بیس رکعت نمازیں پڑھی جاتی ہیں، حالانکہ اس کے بارے میں جو روایت بیان کی جاتی ہے وہ بالکل موضوع اور ناقابل اعتبار ہے۔

مشہور حنفی عالمِ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی نے الآثار المرفوع میں لکھا ہے کہ ستائیسویں رجب کی نماز اور روزے کے بارے میں جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں وہ سب موضوع ہیں، اور رجب کی اول شب کی بیس رکعت کے بارے میں جو حدیث ہے وہ بھی موضوع ہے"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام نوویؒ کا قول ہے کہ ''یہ تمام کام نہایت مذموم بدعت اور بے حد قبیح اور منکر چیزیں ہیں، اوران میں کئی ایک تشریعی خرابیاں ہیں، اس لئے انہیں ترک کرنا اوران سے بالکلیہ طور پر احتراز کرنا ضروری ہے۔''

لیکن یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان فرض نمازوں کی پرواہ نہیں کرتے مگر ان خودساختہ نمازوں کے پابند ہیں۔

پھر ستائیسویں رجب کی تاریخ کوتو مسلمان عید کی طرح مناتے ہیں، اوریہ مشہور کررکھا ہے کہ اسی رات میں معراج ہوئی تھی۔

حالانکہ معراج کے مہینے اوراس کی قطعی تاریخ کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ بلکہ فتح الباری شرح بخاری میں اس کے بارے میں دس اقوال لکھے ہیں۔

بعضوں کا کہنا ہے کہ معراج ربیع الاول میں ہوئی، بعض ربیع الآخر کے قائل ہیں، کوئی کہتا ہے کہ ذی الحجہ کے مہینے میں ہوئی، اور بعض کے نزدیک معراج کا مہینہ رمضان کا مہینہ ہے۔

یہ اختلاف تو مہینہ کے بارے میں ہے، تاریخ معراج کے بارے میں تو اس سے بھی زیادہ تاریکی ہے۔

شاید اللہ رب العالمین کی حکمت یہی تھی کہ اس راز کو پوشیدہ رکھا جائے کہیں مسلمان اس رات کو بڑی چیز سمجھ کر بدعات میں نہ مبتلا ہو جائیں۔

لیکن حیرت ہے مسلمانوں پر کہ انھوں نے نامعلوم ہونے کے باوجود کچھ نہ کچھ اپنی طرف سے گڑھ ہی لیا۔

حالانکہ انھیں سوچنا چاہئے کہ معراج ہجرت مدینہ سے ایک سال قبل مکی زندگی میں ہوئی تھی اوراس کے بعد آپؐ نے کم از کم دس سال مدینہ میں گذارے اور ہر سال ماہ رجب آیا، اور شبِ معراج بھی آتی رہی۔

مگر کیا آپؐ نے دس سال مدنی دور میں، ماہِ رجب میں کچھ کرنے کا حکم دیا؟

یااس ماہ یااس رات کی کوئی فضیلت بیان کی؟

یا آپؐ کے بعد خلفاء راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ائمہ دینؒ نے اس بارے میں خود کچھ ہدایت دیں؟ ظاہر بات ہے کہ ہرگز نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، اس لئے ہمارا کام کتاب وسنت کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے نہ کہ اپنی طرف سے عبادتیں گڑھ لینا اور دین کو نامکمل سمجھنا۔

جس نبیؐ نے ہمیں زندگی گذارنے، خوردونوش، رہن سہن، سونے جاگنے یہاں تک کہ پاخانہ پیشاب تک کے آداب بتائے کیا وہ اتنی باتیں بتانا بھول گئے؟

پھر جب معراج کے ماہ وتاریخ میں اختلاف ہے تو اس ماہ اور اس تاریخ میں جشن معراج منانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

ماہِ رجب میں خودساختہ نمازیں اور روزے ہی رائج نہیں ہیں بلکہ خصوصیت سے اس کی ستائیسویں رات کو مسجدوں اور گھروں میں چراغاں کیا جاتا ہے اور انھیں جھنڈیوں وغیرہ سے آراستہ کیا جاتا ہے۔

حالانکہ یہ سب ممنوع ہیں۔ اول تو اس میں اسراف ہے، اور اسراف حرام ہے، دوسرے اس سے کفار کی مشابہت لازم آتی ہے اور یہ بھی ممنوع ہے۔

مشہور حنفی عالم مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلیؒ نے الآثار المرفوعہ میں لکھا ہے: ''عام جاہلوں نے اس رات کو اور پندرہویں شعبان کی رات کو گویا دوعیدیں بنارکھی ہیں اور شعار اسلام سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ یہ صریح بدعت ہے، اس میں روشنی کرنا قطعاً خلافِ سنت ہے۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ کس طرح ان بدعتوں سے چمٹے ہوئے ہیں اور سنتوں کی مطلق پرواہ نہیں کرتے''

اس کے علاوہ ملاعلی قاریؒ اور شیخ عبدالحقؒ وغیرہ نے بھی اس سے منع کیا ہے۔

شب برات

ہر مسلمان اس بات کو جانتا ہے کہ اسلامی سال محرم سے شروع ہوکر ذی الحجہ پر ختم ہوتا ہے۔

لیکن ان بارہ مہینوں میں جو فضیلت رمضان کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے مہینے کو حاصل نہیں ہے۔ بقیہ گیارہ مہینوں میں شعبان کا مہینہ کافی عظمت اور فضیلت کا حامل ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب شعبان کا مہینہ آتا تو آپؐ روزہ رکھنا شروع کردیتے تھے اور مسلسل اس طرح روزہ رکھتے تھے کہ لوگوں کو گمان ہونے لگتا کہ آپؐ شعبان کے روزے رمضان کے روزوں سے ملادیں گے۔

ترغیب وترہیب کی روایت ہے کہ کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شعبان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزوں کے بارے میں پوچھا:

''رمضان کے علاوہ روزے رکھنے کے لحاظ سے آپ کو شعبان کا مہینہ کیوں محبوب ہے؟''

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی موت کو اس ماہ میں قلمبند فرماتا ہے جس کا انتقال اس سال ہونے والا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے موت ایسی حالت میں آئے جب کہ میں روزے سے رہوں۔''

یہ حدیث روایت و درایت کے حساب سے کیسی بھی ہو، لیکن ماہ شعبان میں روزہ رکھنے کے فضیلت کا ثبوت کئی دوسری کتب احادیث سے بھی ملتا ہے۔

نسائی میں حضرت اسامہؓ بن زید سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

لم ارک تصوم من شهر من الشهور ماتصوم من شعبان یارسول اللہ! میں جتنے روزے آپ کو شعبان میں رکھتے دیکھتا ہوں اور کسی مہینے میں نہیں دیکھتا؟''

ارشاد ہوا:

ذاک شهر تغفل الناس عنه بين رجب و رمضان وهو شهر ترفع فيه الاعمال الی رب العلمين واحب ان يرفع عملي وانا صائم ''اس ماہ میں لوگ رجب اور رمضان کے درمیان غافل رہتے ہیں۔ حالانکہ اس مہینے میں اعمال اللہ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں، اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزہ دار ہونے کی حالت میں اللہ کی بارگاہ میں پیش کئے جائیں۔''

ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے:

مارأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصوم شهرين متتابعين الا شعبان ورمضان ''میں نے شعبان اور رمضان کے علاوہ سال کے کسی دو مہینوں میں مسلسل روزہ رکھتے ہوئے آپؐ کو نہیں دیکھا''

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس طرح مذکور ہے:

كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصوم حتى نقول لايفطر ويفطر حتىٰ نقول لايصوم وما رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ال اا ستكمل صيام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شهر قط الا رمضان وما رايته في شهر اكثر منه صياماً الا في شعبان ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام دنوں میں جب روزہ رکھتے تو رکھتے ہی چلے جاتے یہاں تک کہ ہم لوگ کہنے لگتے کہ اب روزہ رکھنا بند نہیں کریں گے اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے کسی ماہ میں سب سے زیادہ روزے رکھے ہوں سوائے شعبان کے۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ شعبان کا مہینہ بڑا بابرکت اور صاحب عظمت مہینہ ہے۔ جو لوگ اس ماہ میں کثرت سے روزے رکھتے ہیں وہ یقیناً اجر جزیل کے مستحق ہوں گے اور ان کا یہ عمل اسوۂ رسول کی پیروی اور اتباع میں شمار کیا جائے گا۔

شعبان کی پندرہویں رات کو شب برات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اس رات میں ایک مخصوص طریقے پر لوگ نفلی نمازیں ادا کرتے ہیں اور پوری رات ذکر تلاوت اور نوافل کی ادائیگی میں گذارتے ہیں اور اس رات کو وہی اہمیت دیتے ہیں جو شب قدر کو دینی چاہیے۔

ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو سورج غروب ہوتے ہی آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور ندا فرماتا ہے کہ ہے کوئی معافی مانگنے والا کہ میں اسے معاف کردوں، ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اسے رزق دیدوں، ہے کوئی مصیبت زدہ اپنی مرادیں مانگنے والا کہ میں اس کی مصیبت دور کردوں، ہے کوئی حاجت مند کہ میں اس کی ضرورت پوری کردوں۔ صبح تک اللہ کی طرف سے یہی ندا ہوتی ہے یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس رات میں عبادت کرنی چاہیے اور اگلے دن روزہ رکھنا چاہیے۔''

بیہقی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شعبان کی پندرہویں رات میں اللہ تعالیٰ نبی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، لیکن مشرک، کینہ پرور، رشتہ توڑنے والے، والدین کے نافرمان اور شرابی کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھتا۔''

لیکن پندرہویں شعبان کی رات کی فضیلت سے متعلق جتنی حدیثیں ہیں، محدثین نے انھیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعیف کہا ہے، بلکہ ان میں سے بعض کو موضوع تک بتایا گیا ہے۔

لیکن چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ متعدد طرق سے وارد ہوئی ہیں اس لئے بعض علماء نے اس شب کی عبادت اور اس کے بعد آنے والے دن یعنی پندرہویں شعبان کو روزہ رکھنے کی ترغیب دی ہے۔

واللّٰہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم

آج کا مسلمان جس طرح اور بدعات وخرافات کا عادی بن چکا ہے...... یا علماءِ سو کے ذریعہ بنادیا گیا ہے...... اسی طرح شب برات میں بڑے اہتمام کے ساتھ حلوہ پکانے، اس پر فاتحہ کرنے اور اسے احباب اور رشتہ کنبہ میں تقسیم کرنے کا رواج بھی چل پڑا ہے، اور اس رواج نے باقاعدہ شریعت کا درجہ لے لیا ہے، اور اس کی اس طرح پابندی کی جاتی ہے کہ نماز قضا ہوسکتی ہے لیکن حلوہ قضا نہیں ہوسکتا۔

اس حلوہ خوری کے بارے میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ ہم حلوہ اس لئے پکاتے اور کھاتے ہیں کہ اسی تاریخ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دندانِ مبارک شہید ہوئے تھے اور پھر آپؐ نے اس روز کچھ نہ کھا کر صرف حلوہ تناول فرمایا تھا۔

حالانکہ یہ بات تاریخ کے بالکل خلاف ہے۔

کیونکہ آپؐ کے دندانِ مبارک غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے جو شوال ۳ھ میں پیش آیا تھا نہ کہ شعبان میں۔

دوسرے یہ کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اس موقع پر آپؐ نے حلوہ تناول فرمایا تھا۔

کتنی عجیب بات ہے کہ دانت ٹوٹنے سے حلوہ کھانے کی سنت تو نکال لی گئی مگر کسی کو اس بات پر غور کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی کہ آخر وہ کون سا مشن تھا جس کے لئے آپؐ نے اتنی سرگرمی دکھائی کہ آپؐ کے دندانِ مبارک شہید ہوگئے؟

وہ مشن تھا دعوتِ الی اللہ اور تبلیغ دین کا۔

اس حلوہ خوری وحلوہ سازی کا یہ جواز بھی لیا جاتا ہے کہ اس رات ہمارے مردوں کی روحیں اپنے گھروں میں آتی ہیں اور پسندیدہ اور مرغوب کھانے دیکھ کر خوش ہوتی ہیں اس لئے ہم اس رات بہترین کھانوں کا اہتمام کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے من گھڑت قصے اور کہانیاں بیان کی جاتی ہیں۔

حالانکہ خیر القرون میں اس تہوار کی کوئی اصل نہیں ملتی، قرآن مجید و حدیث رسولؐ شب برات کے حلوہ کے بارے میں خاموش ہیں اور نہ ائمہ دین کا کوئی فتویٰ اس کے جواز میں موجود ہے۔

شعبان کی اس پندرھویں شب کو بڑے زور و شور سے آتشبازیاں کی جاتی ہیں۔ اور چند گھنٹوں میں لاکھوں کروڑوں روپئے برباد کردئے جاتے ہیں۔

مسلم معاشرہ کا یہ انتہائی افسوسناک پہلو ہے۔

اس اسراف اور فضول خرچی کے ثبوت میں کوئی دور دراز کی بات بھی شریعت کی روشنی میں نہیں پیش کی جاسکتی، اور نہ ہی کوئی عقلی وجہ جواز بیان کی جاسکتی ہے۔

اس کے باوجود مسلمان اس رات کو لایعنی لہو و لعب میں گذار دیتے ہیں۔

آتش بازی کا باقاعدہ مقابلہ ہوتا ہے۔ ہر محلّہ کی سڑکوں اور گلیوں پر باقاعدہ اس کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

جس کے نتیجے میں راہ گیروں کو پریشانی ہوتی ہے، ہر سال کچھ نہ کچھ بچے جل کر مر جاتے ہیں، اور اکثر مقامات پر گھروں میں آگ لگ جاتی ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہ غیر مسلموں کی دیوالی کی نقل ہے؟

اس طرح اپنے مالوں کو فضول اور لہو و لعب میں صرف کرنے والوں کو قرآن مجید کی سورۂ بنی اسرائیل میں سخت تنبیہ کی گئی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

ان المبذرین کانوآ اخوان الشیٰطین . و کان الشیطان لربه کفورا ''بیشک بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا نافرمان ہے۔''

مال کا فضول خرچ کرنا اتنا برا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی قرار دیتا ہے۔

آخر کیوں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان دنیا میں بدکاری اور گناہ پھیلاتا ہے اور بے جا خرچ کرنے والا اس کام میں شیطان کی مدد کرتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج کے دور میں ناچ، باجہ، شراب نوشی، تھیٹر، سنیما، ٹیلی ویژن اوراس قسم کے جتنے کام ہیں سب ان ہی بے جا خرچ کرنے والوں کے دم سے قائم ہیں۔

اگر یہ لوگ یہ ارادہ کرلیں کہ فضول خرچی سے بچیں گے تو چند ہی دنوں میں گناہ کی بستیاں اجڑ جائیں گی۔

اس کے علاوہ فضول خرچی کرنے والا عام طور پر مفلس اور محتاج ہوتا ہے۔

اور جب اس کے پاس خرچ کے لئے روپۓ نہیں رہتے تو وہ طرح طرح کی شرارتوں، دغابازیوں، مکروفریب او چوری ڈکیتی سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اوراپنی آخرت ہی نہیں بلکہ اپنی دنیا کو بھی برباد کرلیتا ہے۔

اور یہ افراد ہی پر منحصر نہیں ہے، بلکہ جب کوئی حکومت اپنے اخراجات آمدنی سے زیادہ بڑھا لیتی ہے اوراپنے بجٹ میں کفایت شعاری کو مدنظر نہیں رکھتی تو اس کی تباہی بھی یقینی ہوجاتی ہے۔

اگر دنیا کی کوئی سلطنت اس کا لحاظ نہ کرے تو وہ باقی نہیں رہ سکتی۔

کوئی قوم اسے نظرانداز کردے تو وہ خواہ کتنی ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو، فوراً اس کا زوال شروع ہوجاتا ہے،

کوئی خاندان اس پر عمل پیرا نہ ہوتو اس کی تباہی یقینی ہے،

اور کوئی بھی شخص اگراس کا خیال نہ رکھے تو اس کی زندگی کامیابی اورخوشی کے ساتھ نہیں گذر سکتی۔

لیکن یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں، شادی بیاہ میں، رسم ورواج میں، ریاونمود کے کاموں میں، ٹھاٹ باٹ اور شان وشوکت کی زندگی بسر کرنے میں، اورخودساختہ تہواروں میں جتنی فضول خرچیاں مسلمانوں میں ہیں کسی دوسری قوم میں نہیں ہیں۔

شب برات میں آتش بازیاں ایک دین بیزار قوم کا سماں تو پیش کرتی ہیں لیکن انھیں زندہ قوموں کا شاہکار نہیں کہا جاسکتا۔

گیارھویں

جس طرح محفل وجلوس عید میلادالنبی کا رواج عام ہوگیا ہے اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش پر ۱۱ ربیع الثانی کو ان کی گیارہویں منائی جاتی ہے، اور اس رسم قبیح نے باقاعدہ ایک تہوار کی شکل اختیار کر لی ہے۔

اس روز ان کے نام مرغ اور بکرے ذبح کئے جاتے ہیں۔

ان کی تعریف اور منقبت میں غلو آمیز اور بے سر و پیر کے لمبے لمبے واقعات اور قصیدے بیان کئے جاتے ہیں۔

اور بہت سے شرکیہ کلمات کے ذریعہ انہیں اپنی مدد کے لئے پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ گمان کر لیا گیا ہے کہ شیخ ان کی محفل میں تشریف لاتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے، اٹھارہ سال تک انھوں نے تعلیم حاصل کی پھر ۴۸۸ھ میں وہ بغداد پہنچے اور انھوں نے وہیں رہ کر اپنی پوری زندگی دعوت توحید و تبلیغ دین میں گذار دی۔

انھوں نے ہمیشہ اور ہر حال میں دو ٹوک اور حق بات کہی، وہ نہ کبھی لوگوں کے رعب سے متاثر ہوئے اور نہ کسی دنیاوی غرض نے انہیں حق بات کہنے سے روکا۔

۹۱ سال کی عمر میں انھوں نے ۵۶۱ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور بغداد ہی میں سپرد خاک ہوئے۔

اپنی وفات کے چند روز قبل انہوں نے اپنے بیٹے عبدالوہاب کو جن باتوں کی نصیحت کی تھی وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ انھوں نے کہا تھا:

"بیٹے! اللہ کے علاوہ کسی مخلوق سے کسی طرح کی آس مت لگانا، ہر طرح کی ضروریات پوری کرنے والا صرف اللہ ہی ہے۔ صرف اللہ پر بھروسہ رکھنا، دنیا کے سارے لوگ مل کر اگر تجھے نفع پہنچانا چاہیں تو اللہ کی مرضی کے بغیر ذرہ برابر نفع نہیں پہنچا سکتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تیرے حق میں بھلائی چاہے گا تو دنیا کی کوئی طاقت تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی، بیٹے! توحید پر قائم رہنا اسی میں نجات ہے"

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کا ایک ایک لفظ اللہ کی وحدانیت کے رموز سے پر ہے۔ انھوں نے نہ تو اپنے بیٹوں کو گیارہویں کرنے کا حکم دیا اور نہ اپنی طویل عمر حیات میں کبھی اسے منایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ان کی وفات کے ۴۰۷ سال کے بعد یہ بدعت سب سے پہلے ہندستان میں ایجاد ہوئی اور آہستہ آہستہ دوسرے ملکوں میں بھی پھیل گئی، یہاں تک کہ بغداد...... جہاں حضرت شیخ نے اپنی پوری زندگی گذاردی اور انتقال کے بعد وہیں مدفون بھی ہوئے...... والوں نے کبھی گیارہویں کی محفل منعقد نہیں کی، حالانکہ ہندستان والوں کی بہ نسبت بغداد والے گیارہویں منانے کے زیادہ حقدار تھے۔

لیکن جب دنیائے انسانیت کی عظیم شخصیت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محفل میلاد منانا غلط اور ناجائز ہے تو پھر آپؐ کے بعد شیخ عبدالقادرؒ اور دوسرے اولیاء کی کیا حیثیت ہے جس کی وجہ سے انہیں خوش کرنے کے لئے ان کا عرس کیا جائے اور ان کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کو ایک تہوار کی حیثیت سے منایا جائے؟ یہ لوگ انسان اور اللہ کے بے بس بندے تھے۔ ان کی بے بسی اور لاچاری کے بہت سے واقعات ملتے ہیں یہ اور بات ہے کہ جہالت کی دنیا میں بسنے والوں کی آنکھیں قوتِ بصارت سے محروم ہو چکی ہیں۔

الفتح الربانی میں واقعہ آتا ہے کہ شیخ عبدالقادرؒ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ مجھے لوگوں کو کھانا کھلانے کا کام بہت پسند ہے، لیکن کیا کروں مجبور ہوں میرے پاس اتنی دولت نہیں ہے کہ روزانہ اللہ کے بندوں کو کھانا کھلا سکوں۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ شیخ صاحب بھی اپنی زندگی میں جو چاہتے تھے کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، بلکہ اللہ کی قدرت کے آگے وہ بھی مجبور اور لاچار تھے۔

ذرا ہم غور کرلیں اور عقل سلیم سے کام لیں کہ جب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نہ کسی کی پکار سن سکتے ہیں اور کسی کی مصیبت کو دور کر سکتے ہیں تو پھر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ خواجہ معین الدینؒ اجمیری اور خواجہ نظام الدینؒ وغیرہ کسی کی مدد کہاں سے کر سکتے ہیں؟

بالفرض اگر ان کے اندر مدد کرنے کی صلاحیت ہوتی تو سب سے پہلے اپنے وطن والوں کی مدد کرتے۔

دنیا جانتی ہے کہ بغداد اپنی تاریخ میں متعدد بار اپنے دشمنوں کے حملے کا نشانہ بنا۔ ابھی چند سال پہلے ایران وعراق کی جنگ میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہلاک ہوئے، بے شمار عورتیں بیوہ اور معصوم بچے یتیم ہوئے مگر پورے سات سال کی مدت میں کبھی بھی بغداد والوں نے شیخ صاحب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دہائی نہ دی، نہ ہی انھوں نے بغداد والوں کی مدد کی اور نہ وہ ایرانی حملوں کو روک سکے۔

ابھی دو سال بھی نہیں گذرے کہ امریکہ، برطانیہ اور فرانس وغیرہ نے مل کر چوبیس گھنٹے بغداد پر بمباری کی جس کے نتیجے میں ہزاروں کی تعداد میں مرد و عورتیں، معصوم بچے اور بوڑھے بھون کر رکھ دیئے گئے مگر ان کی مدد کے لئے اب تک کوئی نہیں آیا۔

اگر شیخ صاحب مدد کے لائق ہوتے تو کیا معصوم بچوں اور بے گناہ عورتوں کو مرتے اور تباہ ہوتے دیکھ کر خاموش رہتے؟ نہیں، بلکہ امریکہ اور دوسری دشمن قوتوں کی سرکوبی کے لئے میدان میں آجاتے یا غیب ہی سے بغداد والوں کی مدد کرتے۔

اس طرح کے بیشمار واقعات ہیں جو اس کھلی ہوئی حقیقت کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کے اندر یہ اختیار نہیں ہے کہ ذرہ برابر کسی کی مدد کر سکے یا کسی کی پکار سن سکے۔

یہ گیارہویں جسے لوگ ایک تہوار کی طرح مناتے ہیں اس کی ایجاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۱۲۶۰ سال بعد ہوئی ہے۔ پھر بھی لوگوں نے اسے اپنا کر عین مذہب سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرامؓ اور مسلمانوں کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ اب سے صرف ایک سو پینتیس سال پہلے ایجاد کیا ہوا مذہب ہے، جس کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی قیامت کے روز گیارہویں منانے والوں سے اپنی برآت کا اظہار کریں گے اور کہیں گے کہ اے اللہ! میں نے انھیں گیارہویں منانے کے لئے نہیں کہا تھا، بلکہ انہوں نے حلوہ پوڑی اور مرغا [illegible] لئے اور بھولے بھالے اور ان پڑھ عوام کی مشقت کا پیسہ نکال کر اپنی جیبیں بھرنے کی غرض سے [illegible] یاد کر لیا تھا، اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔

آج اگر شیخ عبدالقادرؒ جیلانی رحمۃ [illegible] علیہ زندہ ہوتے تو گیارہویں جیسی خرافات منانے والوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیتے [illegible] ونکہ ان کی پوری زندگی توحید کی تبلیغ اور شرک و بدعات کی مذمت میں گذری تھی۔

اذان کے بعد [illegible] وسلام

سنت نبویؐ سے غفلہ [illegible] ری کے نتیجے میں مسلم سماج میں بدعات کو فروغ ملتا رہا، اور نئی نئی بدعتیں ایجاد ہو کر پروان چڑھتی رہیں۔

انہی بدعات میں سے ایک بدعت اذان سے پہلے یا اس کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنا بھی ہے۔' ہندستان میں خاص طور پر یہ بدعت کثرت سے پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ اسے اذان کا جزو سمجھ لیا گیا ہے۔ اور جس طرح نماز سے پہلے اذان کہنا ضروری ہے اسی طرح صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔

لاوڈ اسپیکر پر اذان کی طرح درود کے گھڑے ہوئے الفاظ بلند آواز سے دہرائے جاتے ہیں۔

بلاشبہ یہ بھی ایک ایمان لیوا بدعت ہے، اور ان بدعات میں سے ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایجاد کر لئے گئے ہیں۔ مذہب اسلام سے ان بدعات کا ادنیٰ سا تعلق بھی نہیں ہے۔

حضرت بلال حبشیؓ اور حضرت عبداللہؓ بن ام مکتومؓ جیسے صحابی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مؤذن مقرر تھے لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں کبھی بھی اذان کے آگے یا پیچھے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم نہیں دیا، آپؐ کے انتقال کے بعد اسی سال تک صحابۂ کرام زندہ تھے مگر اذان سے پہلے یا اس کے بعد انھوں نے بھی اس کا اہتمام نہیں کیا، نہ ہی تبع تابعینؒ سے اس کا کچھ ثبوت ملتا ہے۔

سب سے پہلے یہ بدعت مصر میں ایجاد ہوئی مگر آج اکثر و بیشتر ان تمام علاقوں اور جگہوں میں پائی جاتی ہے جہاں صرف نام نہاد خاندانی مسلمان رہتے ہیں، جنہیں مذہب اور اس کی روح کے بارے میں ذرا بھی واقفیت نہیں ہے اور یہ صرف اس وجہ سے مسلمان کہلاتے ہیں کہ ان کے باپ دادا مسلمان تھے۔

اس بدعت کے متعلق اسلاف نے نہایت سخت نظریہ اپنایا ہے۔ مثلاً حافظ ابن حجرؒ سے جب نماز کے آگے پیچھے اس نوعیت سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کھلی ہوئی بدعت ہے۔

امام شعرانیؒ نے اپنے استاد سے نقل کیا ہے کہ اس زمانے میں صلوٰۃ وسلام جس ڈھنگ سے رائج ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدینؓ، صحابہؓ اور تابعینؒ کے دور میں اس کا رواج نہیں تھا، بلکہ یہ مصر کے روافض کی ایجاد کردہ بدعت ہے،

مصر کے مفتی شیخ محمد عبدہٗ سے جب اذان سے پہلے اور اس کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اذان صرف پانچ نمازوں کیلئے مشروع ہے جس کے کل پندرہ کلمات ہیں، اس کا آخری کلمہ لا الٰــہ الا الــلّٰــہ ہے۔ البتہ اس سے پہلے یا بعد میں جو بھی پڑھا جاتا ہے یہ ان بدعات میں ہے جنہیں خوش گلوئی اور گانے کے لئے ایجاد کرلیا گیا ہے، جو سنت مطہرہ کے بالکل خلاف ہے۔

بہرحال مذہب کے نام پر رائج یہ بدعات لوگوں کے خودساختہ طریقے ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

یادر ہے کہ اسلام میں صرف دو تہوار ہیں، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ۔

پھر یہ محرم، ربیع الاول، شب برات اور گیارہویں وغیرہ کے تہوار کہاں سے آ گئے؟

دین محمدی میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ وہ حبیبؐ خدا کے حبیب بن گئے اور ان کے دونوں جہاں سنور گئے۔

اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل فرمانبرداری کرنی ہوگی، مامورات کو پورے طور اپنانا ہوگا۔ منہیات، بدعات اور خرافات سے بچنا ہوگا، اور غلط رسم ورواج اور خودساختہ اور غیر شرعی کاموں سے بالکلیہ طور پر احتراز کرنا ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

صبر واستقامت

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم اما بعد

اعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم.........بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

یاایها الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ. ان اللّٰه مع الصٰبرین.

ہر طرح کی تعریف اللہ رب العالمین کیلئے ہے جس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا، جسم وجان اور اعضاء وجوارح عطا فرمائے، قوتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائیں، اور ہم جن جن چیزوں کے ضرورت مند تھے وہ ہمارے چاروں طرف پھیلا دی گئیں۔

ان گنت درود وسلام ہو اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر جنھوں نے اس دنیا میں ہدایت کی روشنی پھیلائی، اور حق کو باطل سے، نور کو تاریکی سے، اور ہدایت کو گمراہی سے چھانٹ کر نمایاں کر دیا۔

اللّٰهم صل وسلم وبارک علیه

حضرات! میری اس تقریر کا عنوان ہے صبر واستقامت، آیئے ہم سب سے پہلے صبر کی حقیقت کو سمجھیں۔

اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم یعنی بہت بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جس طرح اس کی قدرت لامحدود ہے اسی طرح اس کی رحمت بھی لامحدود ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اتنا مہربان ہے جتنی مہربان ایک ماں بھی اپنے بچے پر نہیں ہے۔

یہ حقیقت تھوڑی سی غور وفکر کرنے سے با آسانی اور بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے بچوں کی پرورش کیلئے ماں باپ کے سینے میں بے انتہا اور لافانی محبت پیدا کی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ اس محبت کو نہ پیدا کرتا تو ماں اور باپ سے بڑھ کر بچوں کا کوئی دشمن نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا، کیوں کہ وہ سب سے زیادہ انہی کیلئے تکلیف دہ ہوتے ہیں۔

فرض کیجیے، کسی آدمی کے پاس شیشے کے دو گلاس ہوں جن میں سے ایک اچھا اور کام کے لائق ہو، اور دوسرا ٹوٹا ہوا، بیکار اور نا قابل استعمال ہو۔ تو آدمی اسی گلاس کی حفاظت کرے گا جو کارآمد ہو۔

جو گلاس ٹوٹ کر بیکار ہو جائے، آدمی کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ لیکن اگر کسی عورت کے دو بچے ہوں، ان میں سے ایک خوبصورت، تندرست، توانا، قوی اور ہونہار ہو، اور دوسرا اندھا، اپاہج، بدصورت اور مفلوج ہو۔

تو اس ماں کو جتنی محبت اپنے تندرست اور خوبصورت بچے کے ساتھ ہوگی اتنی محبت اور ویسی ہی محبت اپنے ناکارہ اور مفلوج بچے کے ساتھ بھی ہوگی۔

جب کہ وہ ماں جانتی ہے کہ یہ مجبور بچہ میرے کسی کام نہیں آئے گا بلکہ الٹا مجھ پر بوجھ بنے گا، یہ مجھے کما کر کھلانے کے لائق نہیں بلکہ مجھے خود محنت و مشقت اٹھا کر اس کا پیٹ پالنا ہوگا۔

جاڑوں کی رات میں ایک ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو لے کر سوتی ہے رات میں کسی وقت اس کا بچہ بستر پر پیشاب کر دیتا ہے اور اس کی ٹھنڈک کی وجہ سے جاگ کر رونے لگتا ہے۔

تب وہ ماں گیلی جگہ پر خود لیٹ جاتی ہے اور اپنے بچے کو سوکھی جگہ پر لٹا دیتی ہے۔ کیونکہ اسے اپنے آرام سے زیادہ بچے کے آرام کی فکر ہوتی ہے۔

خدانخواستہ کسی گھر میں آگ لگ جائے،

اور کسی عورت کو یہ پتہ چلے کہ میرا بچہ اسی گھر میں ہے جو جل رہا ہے،

اور اسے یہ یقین بھی ہو کہ اگر میں اپنے بچے کو بچانے کے لئے آگ میں کودوں گی تو جل کر بھسم ہو جاؤں گی، پھر بھی وہ اپنے بچے کو بچانے کے لئے آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں میں کود پڑے گی، کیونکہ اس کی ممتا یہ گوارہ ہی نہیں کر سکتی کہ وہ باہر کھڑی رہے اور اس کا بچہ آگ میں جل کر جان دیدے۔

بیٹے نے اپنے ننھے ہاتھوں سے ماں کو مارا، ماں نے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا، اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک معاملہ جو بظاہر مار کا معاملہ تھا، اس کو ماں نے محبت کا معاملہ بنا دیا، اس نے برائی کو بھلائی کے خانے میں ڈال دیا، اس نے ایک قابل سزا چیز کو قابل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انعام قرار دیدیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی ایک ہلکی سی جھلک ہے جو ماں کے رویہ کی شکل میں دکھائی جاتی ہے۔

یہ ایک نشانی ہے جو بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے کیسے کیسے نمونے اس دنیا میں بکھیر دیئے ہیں۔

لیکن شفقت ومحبت کی یہ انوکھی قسم ماں نے اپنے اندر خود نہیں پیدا کی ہے، بلکہ اس کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

تو جس اللہ نے ماں کے سینے میں یہ بے مثال اور لازوال محبت پیدا کی ہے خود اس کے اندر اپنی مخلوق کے لئے کیسی کچھ محبت ہوگی اور خود وہ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہوگا۔

قرآن مجید کی سورۂ ہود میں آیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو جہاں اور بہت سی باتوں کی نصیحت کی تھی وہیں یہ بھی کہا تھا:

واستغفروا ربکم ثم توبو الیه . ان ربی رحیم ودود. ''اور اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ، بیشک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے''

یعنی وہ کسی کا دشمن نہیں ہے کہ اس کو سزا دینے میں اسے لطف آئے، اگر وہ کسی کو سزا دیتا ہے تو صرف اس وقت جب وہ اپنی سرکشیوں میں حد سے گذر جائے، اور کسی بھی ظلم وفساد سے باز نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ اس نے قرآن مجید میں بیس سے زیادہ مقدمات پر اپنے بندوں کو یا عبادی کہہ کر پکارا ہے اور بڑے سے بڑے گنہ گار کو یا عبادی کہہ کر اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ مثلاً سورۃ زمر میں ارشاد ہوا ہے:

قل یٰعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللّٰہ. ''اے نبی! کہہ دو، اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو''

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تین سو سے زیادہ مقامات پر اپنی رحمت کا ذکر فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ بے شمار مقامات ہیں جہاں لفظ رحمت تو استعمال نہیں ہوا ہے لیکن اس کا تعلق اس کی رحمت ہی سے ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً حلم، عفو، رافت، اور ربوبیت وغیرہ۔

اللہ نے اپنی رحمت کے متعلق قرآن مجید کی سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا ہے: ورحمتی وسعت کل شیء ''اور میری رحمت ہر شی کو گھیرے ہوئے ہے''

اللہ رب العالمین کی شفقت اور محبت کا یہ عالم ہے کہ بندہ خواہ کتنا ہی قصور کر ڈالے، مگر جب وہ اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے، اپنی خطاؤں سے توبہ کرتا ہے اور اللہ کی طرف پلٹتا ہے تو اس کے دامنِ رحمت کو اپنے لئے وسیع پاتا ہے۔

قرآن مجید کی سورۂ انعام میں ارشاد ہوا ہے:

کتب ربکم علی نفسه الرحمة . انه من عمل منکم سوءً بجهالة ثم تاب من بعده واصلح . فانه غفور رحیم. ''تمہارے رب نے رحمت کو اپنے ذمے مقرر کرلیا ہے کہ تم میں سے جو شخص جذبات نفس سے مغلوب ہو کر کوئی برا کام کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی روش درست کرلے تو اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرنے والا مہربان ہے''

اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ہی ناگوار اور ناپسندیدہ ہے کہ اس کی طرف عدم مغفرت کی نسبت کی جائے اور کسی کے گناہوں کو دیکھ کر یہ فیصلہ کردیا جائے کہ اللہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا، جو شخص کسی گنہگار کے بارے میں یہ فیصلہ کردے وہ درحقیقت اللہ کی صفت رحمت ومغفرت کا انکار کرتا ہے اس لئے اگر ایسے شخص کے اعمال برباد ہوجائیں تو کچھ تعجب نہیں ہے۔

مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

''ایک شخص نے کہا، خدا کی قسم اللہ فلاں شخص کو معاف نہیں فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کون شخص میری قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں فلاں کو مُعاف نہیں کروں گا۔ تو میں نے اس گنہ گار کو معاف کردیا اور تیرے عمل کو ضائع کردیا''

بار بار گناہ کرنے کے باوجود جب بندہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے تو وہ بندے کو بخش دیتا ہے، کیونکہ اس کی رحمت بے پایاں، اس کی شفقت لامحدود اور اس کی محبت بے حدوحساب ہے، اور اس کی رحمت کو اس کے غضب پر غلبہ حاصل ہے۔

بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لما قضی اللّٰه الخلق کتب کتابا فهو عنده فوق عرشه ان رحمتی غلبت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیٰ غضبی ”جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو ایک تحریر لکھ دی جو اس کے پاس عرش پر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے“

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ایک خاص واقعہ کے سلسلے میں اس بات کو ذہن نشین کرایا ہے۔

ابوداؤد کی حدیث ہے، عامر ایک صحابیؓ روایت کرتے ہیں کہ:

”میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، اسی اثنا میں ایک شخص آیا، اس کے اوپر چادر تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی لپٹی ہوئی چیز تھی، اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ ایک جھاڑی سے میرا گذر ہوا اس کے اندر میں نے چڑیا کے بچوں کی آواز سنی، تو انھیں پکڑ لیا اور انھیں اپنی چادر میں رکھ لیا۔ اس وقت ان دونوں بچوں کی ماں آئی اور میرے سر پر منڈلانے لگی، پس میں نے اس ماں کیلئے ان بچوں کو کھول دیا۔ تب وہ اپنے بچوں سے چمٹ گئی تو میں نے ان سب کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا اور وہ سب یہ میرے ساتھ ہیں۔“ آپؐ نے فرمایا:

”انہیں رکھو“

اس شخص نے انہیں رکھ دیا، ماں ان بچوں سے چمٹی ہی رہی جدا نہیں ہوئی۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کیا تمہیں چڑیا کی اپنے بچوں کے ساتھ محبت پر تعجب ہے؟ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اپنے بچوں کے ساتھ چڑیا کی محبت سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے، جہاں سے انہیں لائے ہو ان کی ماں کے ساتھ وہیں رکھ آؤ“

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت ہی ہے کہ سرکش، نافرمان، اور منکر بندوں ہی کو سزا دے گا، فرماں بردار بندوں کو اپنی نعمتوں سے نوازے گا۔

جس مالک نے بندوں کو پیدا کیا اور ضرورت کی ہر چیز ان کے لئے بنائی، کیا اسے اپنے بندوں سے محبت نہ ہوگی؟

یقیناً ہے، بہت زیادہ ہے اور ماں کو اپنے بچوں سے جو محبت ہوتی ہے اس سے بڑھ کر ہے، پھر اگر ماں کو کبھی بھی یہ بات پسند نہیں آئے گی کہ اس کے نظروں کے سامنے اس کے بچے آگ میں جلیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو رحیم وشفیق آقا کو کس طرح یہ بات پسند آسکتی ہے کہ اس کے بندے جہنم کا ایندھن بنیں؟

یہ اس کی شفقت ومحبت ہی کا ظہور تھا کہ اس نے بندوں کو صحیح طریقہ اور جنت کا راستہ بنانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا ایک لمبا سلسلہ جاری کردیا، اور یہ ہم پر اس کا بے پایاں فضل وکرم ہی ہے کہ اس نے ہماری رہنمائی کے لئے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

اب اس کے بعد بھی جو لوگ کفر اور شرک کا رویہ اختیار کریں اور سرکش ونافرمان رہیں ان کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟

ورنہ اس کی شفقت ومہربانی تو ایسی ہے کہ نہ تو کوئی عزیز ورشتہ دار اس کی شفقت ومحبت کی برابری کرسکتا ہے اور نہ ہی ماں باپ کی شفقت ومحبت اس کا مقابلہ کرسکتی ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں تھے، تو ایک قوم کے پاس سے گذرے، آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ جواب ملا کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور ایک عورت اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی، اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ جب شعلے اٹھتے تو وہ بچے کو کنارے ہٹادیتی۔ پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور پوچھا کہ کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان؟ کیا اللہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہے تو۔ اس نے کہا ماں کو اپنے بچے سے جو محبت ہوتی ہے کیا اللہ اس سے بڑھ کر اپنے بندوں پر مہربان نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا، اس سے بھی زیادہ، اس نے کہا، ماں اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے روتے ہوئے سر جھکا لیا پھر سر اٹھایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف سرکش، نافرمان اور کافر بندے ہی کو سزا دے گا۔

یہ اس کی شفقت اور محبت ہی تو ہے کہ نافرمان وسرکش بندہ جب اپنے گناہوں اور نافرمانیوں سے آلودہ ہوکر اس کے در پر آتا ہے تو مالک اس سے نفرت نہیں کرتا، اسے اپنے در سے بھگاتا نہیں ہے کہ پہلے کیوں نہیں آئے تھے اب کیوں آئے ہو؟

بلکہ اسے بہت زیادہ خوشی اور مسرت ہوتی ہے کہ بندے نے اپنے آقا کو یاد تو کیا،

اس صحیح مسرت اور خوشی کا اندازہ مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتا ہے جس کے روای حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنا:

''اللہ تعالیٰ کو اپنے مومن بندے کی توبہ سے بہت خوشی ہوتی ہے، اس مسافر سے بھی زیادہ جو ایک چٹیل اور ناموافق زمین میں پہنچا ہو، اس کے ساتھ اس کی سواری ہو جس پر اس کا کھانا پینا بھی ہو، وہ تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے لیٹ جائے اور سو جائے، پھر جب اٹھے تو اس کی سواری مع سروسامان غائب ہو چکی ہو، وہ اسے تلاش کرے یہاں تک کہ جب گرمی اور پیاس سخت ہو جائے تو وہ کہے کہ میں جہاں تھا وہیں چل کر سو جاؤں گا، یہاں تک کہ مر جاؤں گا، پس مرنے کے لئے وہ لیٹ گیا، پھر آنکھ کھلی تو دیکھا اس کی سواری کھانے پینے کے سامان کے ساتھ موجود ہے۔ ایسی صورت میں اس کی خوشی اور مسرت کا کیا ٹھکانہ، تو اس سواری اور توشۂ سفر والے مسافر سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو مومن بندہ کی توبہ سے خوشی ہوتی ہے''

یہی نہیں کہ اسے بندۂ مومن کی توبہ سے مسرت ہوتی ہے، ادر وہ بندے کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

بلکہ اگر کوئی گنہ گار بندہ توبہ کے لئے فکر مند ہو، اور اسے موت آجائے تو اس کی رحمت اسے بھی اپنے دامن میں لے لیتی ہے اور وہ اس کے لئے جنت کا فیصلہ کر دیتا ہے۔

بخاری کی مشہور روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کی پوری زندگی قتل و خونریزی میں گذری تھی، یہاں تک کہ اس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کر ڈالا تھا۔

لیکن اس کے دل میں ندامت کا احساس پیدا ہوا اور اچانک وہ اپنے ان بھیانک گناہوں کو سوچ کر تڑپ اٹھا۔

ایک راہب سے اس کا مسئلہ پوچھا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا: ''ہرگز نہیں'' اب اس نے غصہ میں آ کر اس راہب کو بھی قتل کر دیا، اس طرح اب کل سو خون پورے ہو گئے۔ اب وہ اور زیادہ پچھتایا، اور اس نے پھر ایک راہب سے اپنے گناہوں کے بارے میں پوچھا۔

راہب نے بتایا کہ فلاں بستی میں جا جس کا نام نصرہ ہے، وہاں اللہ کے نیک بندے رہتے ہیں تو انہی کے درمیان رہ کر اللہ کی عبادت کر اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔ تیرے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہولناک اور بدترین جرائم اور ان کے بھیانک انجام سے بچنے کی اس سے سوا کوئی دوسری صورت نہیں ہے۔

اب وہ اس بستی کی طرف چلا۔ لیکن اسے راستے ہی میں موت آ گئی۔ مرنے سے پہلے اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف جھکا دیا اور کوشش کرنے لگا کہ کسی صورت سے بھی وہ اپنے آپ کو گھسیٹ کر وہاں پہنچا دے۔

پھر اس کی روح پرواز کر گئی اور کوشش کرنے کے باوجود وہ اس بستی تک نہیں پہنچ سکا۔

اب رحمت اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے۔ عذاب کے فرشتے کا کہنا تھا کہ یہ بدترین قسم کا مجرم تھا، اس نے سو خون کیے تھے اس لئے دوزخ کا مستحق ہے، اور رحمت کا فرشتہ کہہ رہا تھا کہ یہ اگرچہ بہت بڑا گنہ گار تھا لیکن یہ اللہ سے توبہ کرنے کے لئے اس بستی کی طرف جا رہا تھا اس لئے جنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ لڑو نہیں، جہاں یہ مرا ہے اس جگہ سے نصرہ بستی اور جہاں سے یہ چلا تھا اس زمین کو ناپ لو۔ اگر اس کے مرنے کی جگہ اس بستی سے قریب ہے تو یہ جنتی ہے، اور اگر وہ جگہ قریب ہے جہاں سے یہ چلا تھا تو یہ دوزخی ہے۔ پھر اللہ نے نصرہ بستی کو حکم دیا کہ وہ اس کے مرنے کی جگہ سے قریب ہو جائے۔ جب زمین ناپی گئی تو نصرہ بستی سے وہ ایک بالشت قریب تھا۔ پھر اسے بخش دیا گیا"

گنہ گار بندہ جب اللہ سے رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے تو اللہ کی رحمت اسے اس طرح سہارا دیتی ہے جیسے ایک شیر خوار بچہ پالنے میں لیٹا ہوا ہو، وہ بھوکا ہو، رو رہا ہو اور چیخ رہا ہو، تو اس کی ماں اس کی درد بھری آواز سن کر فوراً اس کی طرف دوڑتی ہے اسے گود میں اٹھاتی ہے، اسے دودھ پلاتی ہے، اسے بہلاتی ہے، اسے اپنے سینے سے لگاتی ہے، اور اسے اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک وہ اپنے لخت جگر کو مسکراتا ہوا نہ دیکھ لے، جس طرح بچے کی درد بھری آواز سن کر ماں کی ممتا بے قرار ہو جاتی ہے،، اسی طرح جب فرش پر گنہ گار روتا ہے تو عرش پر اللہ کی رحمت بے قرار ہو جاتی ہے"

اس لئے گنہ گار بندہ اگر سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہتا ہے تو اسے اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندہ اللہ کے در پر آ کر دیکھے، اس کی رحمت کو آزما کر دیکھے، بندہ کے آنے میں دیر ہے، اس کے راضی ہونے میں دیر نہیں ہے۔ لیکن بندے کا اللہ کے راستے پر آجانا کمال کی بات نہیں ہے، کمال کی بات تو یہ ہے کہ وہ اس بات پر ثابت قدم ہو جائے، چاہے اسے اس راہ میں طرح طرح کی صعوبتوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے یہی صبر ہے، صبر کے لغوی معنیٰ روکنے اور باندھنے کے ہیں، لیکن اسلامی اصطلاح میں صبر کا لفظ اپنے وسیع ترین مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً راہ حق میں آنے والی دشواریوں کو جھیل لینا، حق اور صداقت پر ثابت قدم رہنا، اللہ کی بندگی پر جمے رہنا، اس کی مقررہ حدوں کی پابندی کرنا، اس کے عائد کیے ہوئے فرائض کو بجالانا، اس کی رضا کیلئے اپنا وقت، اپنا مال، اپنی محنتیں، اپنی قوتیں، اور قابلیتیں حتیٰ کہ ضرورت آنے پر اپنی جان تک قربان کر دینا، ہر اس لالچ اور ترغیب کو ٹھکرا دینا جو راہ حق سے ہٹانے کے لئے سامنے آئے، ہر اس خطرے اور تکلیف کو برداشت کرنا جو راہ راست پر چلنے میں پیش آئے، ہر اس فائدے اور لذت کو چھوڑ دینا جو حرام طریقوں سے حاصل ہوا اور ہر اس نقصان، رنج اور اذیت کو بخوشی گوارہ کر لینا جو حق پرستی کی وجہ سے پہنچے، دشمنان حق کے مظالم کو مردانگی کے ساتھ برداشت کرنا، دین کو سر بلند کرنے کی جدوجہد میں ہر قسم کے مصائب اور تکلیف کو سہ لینا، شیطان کی تمام ترغیبات اور نفس کی ساری خواہشات کو ٹھکرا کر فرض کو بجالانا وغیرہ۔

قرآن مجید میں تقریباً ستر مرتبہ صبر کی تلقین کی گئی ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کے فوائد کو اجاگر کیا گیا ہے۔

کیونکہ صبر اسلامی زندگی کی خوراک ہے، جس طرح بغیر خوراک کے کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح صبر کے جذبات پیدا کئے بغیر کوئی شخص راہ حق کا مسافر نہیں بن سکتا۔

دراصل ایمان کے راستے پر قدم رکھتے ہی مومن کے صبر کا امتحان شروع ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی فرض کردہ عبادتوں کے انجام دینے میں صبر درکار ہے۔ اس کے احکام کی اطاعت و پیروی میں صبر کی ضرورت ہے، اس کی حرام چیزوں سے بچنا صبر کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اخلاقی برائیوں کو چھوڑ دینا اور پاکیزہ اخلاق اختیار کرنا صبر چاہتا ہے۔ قدم قدم پر گناہ کی ترغیبات سامنے آتی رہتی ہیں جن کا مقابلہ صبر ہی سے ہو سکتا ہے۔

زندگی میں بارہا اور بے شمار ایسے موقع آتے ہیں، جس میں اللہ کے مقرر کردہ حدود کی پابندی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے میں نقصانات، تکالیف، مصائب اور محرومیوں سے سابقہ پڑتا ہے، اور اس کے برعکس اگر نافرمانی کی راہ اختیار کی جائے تو فائدے اور لذتیں حاصل ہوتی ہیں، صبر کے بغیر مومن ان مواقع سے بخیرت نہیں گذر سکتا۔

قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

یآیها الذین آمنو استعینوا بالصبر والصلوٰة. ان اللّٰه مع الصابرین.

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

یہ آیت کھلے طور پر بتاتی ہے کہ نماز کے ساتھ صبر بھی وہ کامیابی کی کنجی ہے جس کے بغیر کوئی شخص کسی مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو صبر کی تلقین فرمائی ہے۔

مثلاً سورۂ معارج میں ارشاد ہوا:

فاصبر صبراً جمیلاً ''اے نبی صبر کرو، شائستہ صبر''

سورۂ مدثر میں آپ کو حکم دیا گیا:

ولربک فاصبر ''اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو''

سورۂ دہر میں یوں فرمایا گیا:

فاصبر لحکم ربک ولا تطع منهم اٰثماً او کفوراً ''پس اپنے رب کے حکم پر صبر کرو، اور ان میں سے کسی بدعمل یا منکر حق کی بات نہ مانو''

صبر کو صرف دنیوی کامیابی کی کلید ہی نہیں بتایا گیا ہے، بلکہ آخرت میں ایسے لوگوں کے لئے بے انتہا اجر و ثواب کا وعدہ بھی فرمایا گیا ہے۔

قرآن ایسے لوگوں کے متقی ہونے کی گواہی دیتا ہے جو تنگی اور مصیبت کے وقت یا حق و باطل کی جنگ میں صابر و شاکر رہتے ہیں۔

سورۂ بقرہ میں جہاں متقیوں کی اور بہت سی خوبیاں بیان کی گئی ہیں، وہیں یہ بھی ارشاد ہوا ہے:

والصّٰبرین فی الباساء والضراء وحین الباس . اولٰئک الذین صدقوا.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واولٰئک هم المتقون. ''اور تنگی اور مصیبت کے موقعوں پر اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کرنے والے ہی راست باز لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں۔''

سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوا ہے:

واللّٰہ یحب الصّٰبرین ''اور اللہ صابروں کو پسند فرماتا ہے''

سورہ آل عمران میں متاع دنیا کے مقابلے میں بتایا گیا:

قل اونبئکم بخیر من ذٰلکم. للذین اتقوا عند ربھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھار خٰلدین فیھا وازواج مطھرة ورضوان من اللّٰہ . واللّٰہ بصیر بالعباد. الذین یقولون ربنا اننا آمنا فاغفر لنا ذنوبنا وقنا عذاب النار . الصّٰبرین والصّٰدقین والقٰنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار. ''کہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے، جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں، ان کے لئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہاں انھیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کے رویے پر گہری نظر رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مالک ہم ایمان لائے، ہماری خطاؤں سے درگذر فرما اور ہمیں آتش دوزخ سے بچالے۔ یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں، راست باز ہیں فرماں بردار اور فیاض ہیں، اور رات کی آخری گھڑی میں اللہ سے مغفرت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں۔''

سورۂ فرقان میں رحمٰن کے بندوں کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے صابروں کے بارے میں ارشاد ہوا:

اولٰئک یجزون الغرفة بما صبروا ویلقون فیھا تحیة وسلٰما. خٰلدین فیھا حسنت مستقرا ومقاما. ''یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے صبر کا پھل منزل بلند کی شکل میں پائیں گے۔ آداب و تسلیمات سے ان کا استقبال ہوگا۔ وہ ہمیشہ وہاں رہیں گے کیا ہی اچھا ہے وہ مستقر اور مقام''

سورۂ قصص میں اہل ایمان کو یہ خوشخبری سنائی گئی ہے: اولٰئک یوتون اجرھم مرتین بما صبروا ''یہ ہیں وہ لوگ جنہیں ان کا اجر دوبارہ دیا جائے گا اس ثابت قدمی کے بدلے جو انھوں نے دکھائی''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی سورۃ میں ایمان اور عمل صالح والوں کے بارے میں ارشاد ہوا: وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللّٰہ خیر لمن اٰمن وعمل صالحا. ولا یلقٰھا الا الصٰبرون ''مگر جو لوگ علم رکھنے والے تھے وہ کہنے لگے، افسوس تمہارے حال پر، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس شخص کے لئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صبر والوں کو''

سورہ عنکبوت میں ایمان والوں کو خوش خبری سنائی گئی:

والذین اٰمنوا وعملو الصٰلحت لنبوئنھم من الجنۃ غرفا تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا. نعم اجر العٰملین. الذین صبروا وعلی ربھم یتوکلون ''جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان کو ہم جنت کی بلند و بالا عمارتوں میں رکھیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے کیا ہی عمدہ اجر ہے عمل کرنے والوں کے لئے...... ان لوگوں کے لئے جنہوں نے صبر کیا ہے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں''

صبر و استقامت انسان کا وہ جوہر ہے جس کے بغیر نہ اسے دنیا کی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے اور نہ اسے آخرت کی فلاح میسر آ سکتی ہے۔

ایک مثال

فرض کیجئے ایک مدرسہ ہے جس میں بہت سے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

لیکن جو بچے مدرسہ کے اصول وضوابط کی پابندی کرتے ہیں۔ علم حاصل کرنے کے لئے محنت و مشقت اٹھاتے ہیں، اور اپنی نیند اور اپنے آرام کو قربان کرتے ہیں، وہی علم وتفقہ کے میدان میں احمد ابن حنبلؒ، ابن تیمیہ، عبدالقادرؒ جیلانی، شاہ ولی اللہؒ، اور شاہ اسماعیل شہیدؒ بن کر نکلتے ہیں، وہی سیاست کے میدان میں، ابوالکلام آزاد، پنڈت جواہر لال نہرو، اور رفیع احمد قدوائی بن کر چمکتے ہیں۔

لیکن جو بچے اسکول کی مشقتوں کو برداشت کرنے میں آنا کانی کرتے ہیں اور علم کے لئے کسی قسم کی قربانی دینے پر آمادہ نہیں ہوتے، زندگی کے میدان میں انہیں محرومی اور مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

ایک نکتہ

قدرت کا یہ اصول ہے کہ بامقصد چیز کو پانے کے لئے قربانی دینی پڑتی ہے، لیکن بے مقصد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بے فائدہ چیز کو حاصل کرنے کے لئے کوئی قربانی نہیں دینی پڑتی۔

بے فائدہ چیز تو بلا مشقت خود بخود مل جاتی ہے۔

مثلاً اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے کھیت میں گیہوں، دھان اور گنا کی لہلہاتی ہوئی فصل اگے۔

تو اس کے لئے آپ کو کھیت کی جوتائی کرنی ہوگی، اس میں بیج ڈالنا ہوگا، اس میں کھاد دینی ہوگی، اور اس کی سینچائی کا انتظام کرنا ہوگا، تب کہیں آپ کے کھیت میں آپ کی پسندیدہ فصل اگے گی۔

لیکن اگر آپ یہ چاہیں کہ اس میں بے کار قسم کی گھاس اگے تو اس کے لئے آپ کو کچھ نہیں کرنا ہے، بے فائدہ قسم کے جھاڑ جھنکاڑ تو خود بخود اُگ آئیں گے، اگر آپ چاہیں کہ آپ کے گھر میں روشنی ہو جائے تو اس کے لئے آپ کو بتی، تیل، لالٹین اور آگ کا انتظام کرنا ہوگا، تب کہیں آپ کے گھر میں روشنی آئے گی۔

لیکن اگر آپ چاہیں کہ آپ کے گھر میں اندھیرا ہو جائے

تو آپ کچھ نہ کیجئے، بس خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہئے، اندھیرا خود بخود آپ کے گھر میں آجائے گا۔

کوئی شخص اگر پستی سے بلندی پر جانا چاہے تو اسے اوپر چڑھنا ہوگا، اس کے جسم میں تکان پیدا ہو جائے گی، اس کے پاؤں میں ورم ہو جائے گا، تب کہیں وہ پستی سے بلندی پر پہنچ سکے گا۔

لیکن اگر وہ بلندی سے پستی کی طرف آنا چاہے تو بلا محنت اپنے مقصد کو پالے گا، وہ ذرا سا اپنے بدن کو ڈھیلا کر دے، بس اسے بلندی سے پستی تک پہنچنے میں کوئی دیر نہیں لگے گی۔

مومن کے لئے یہ دنیا امتحان و آزمائش کا گھر ہے۔ یہ آزمائش کبھی مال کے ذریعہ، کبھی بیماری کے ذریعہ، کبھی کسی دشمن کے خوف کے ذریعہ، اور کبھی پیداوار میں کمی کے ذریعہ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے:

ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم. مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین اٰمنوا معه متیٰ نصر اللّٰه.

''کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تمہیں یونہی جنت کا داخلہ مل جائیگا حالانکہ ابھی وہ سب نہیں گذرا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گذر چکا ہے۔ ان پر سختیاں گذریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے، حتیٰ کہ وقت کا رسول اور ان کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی"

سورۂ آل عمران میں اہل ایمان کو متنبہ کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتو الکتٰب من قبلکم ومن الذین اشرکو اذیً کثیراً. وان تصبروا وتتقوا فان ذٰلک من عزم الامور.
"مسلمانو! تمہیں مال اور جان دونوں کی آزمائش پیش آکر رہیں گی، اور تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے"

سورۂ بقرہ میں اس حقیقت کی وضاحت یوں کی گئی:

ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصٰبرین. "اور ہم تمہیں دشمنوں کے خوف، تنگیٔ معاش اور مال و جان اور پھلوں کے نقصانات سے آزمائیں گے، اور ایسے صبر کرنیوالوں کو خوش خبری دے دو"

سورۂ عنکبوت میں ارشاد ہوا:

احسب الناس ان یترکوا ان یقولو آمنا وھم لایفتنون. ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللّٰہ الذین صدقو او لیعلمن الکذبین. "کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے، اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو جانچا تھا پھر ہم ان لوگوں کو جدا کر دیں گے جو سچے ہیں اور ان لوگوں کو جو جھوٹے ہیں"

صحیح بخاری میں حضرتِ خبابؓ سے مروی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے کہ ہم نے آپؐ سے کافروں کے ظلم و ستم کا شکوہ کیا اور عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے اللہ سے پناہ کیوں نہیں مانگتے۔

آپؐ نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایمان والوں کے لئے زمین میں گڈھا کھود دیا جاتا تھا، پھر اس میں انہیں ڈال کر ان کے سر پر آرہ چلا دیا جاتا تھا جس سے ان کے جسم کے دو ٹکڑے ہو جاتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، پھر بھی وہ ایمان سے باز نہیں آتے تھے، اور لوہے کی کنگھیاں ان کی ہڈیوں اور پٹھوں میں چلائی جاتی تھیں تاہم وہ دین کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے تھے۔

سورۂ احقاف میں صبر کرنے والوں کو بشارت دی گئی:

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولاھم یحزنون. اولٰئک اصحٰب الجنة خالدین فیھا. جزآء بما کانو یعملون. ''یقیناً جن لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہمارا رب ہے، پھر اس پر جم گئے ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ایسے سب لوگ جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اپنے ان اعمال کے بدلے جو دنیا میں وہ کرتے رہے ہیں''

سورۂ حمٓ سجدہ میں یوں ارشاد ہوا:

ان الذین قالو ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکة الا تخافوا ولاتحزنوا وابشرو بالجنة التی کنتم توعدون. ''جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔''

سورۂ زمر کی آیت ہے:

انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب ''بے شک صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا''

سورۂ احزاب میں مومنین کامل کی صفات بیان کی گئیں ہیں۔

ان المسلمین والمسلمٰت والمومنین والمومنٰت والقٰنتین والقٰنتٰت والصّٰدقین والصّٰدقٰت والصّٰبرین والصّٰبرٰت والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدقین والمتصدّقٰت والصائمین والصّٰئمٰت والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت والذّاکرین اللّٰہ کثیرا والذّاکرٰت اعد اللّٰہ لھم مغفرة واجراً عظیماً.

''یقیناً جو مرد اور عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع وفرماں بردار ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے"

سورۂ حٰم سجدہ میں بڑے پتے کی بات بتائی گئی:

ولاتستوی الحسنة ولا السيئة. ادفع بالتی هی احسن فاذ الذی بينک وبينه عداوة كانه ولی حميم. ومايلقٰها الا الذين صبرو. ومايلقٰهآ الا ذو حظ عظيم.

"اور نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو، تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام نہیں حاصل ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیب والے ہیں"

تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں رہی جو راہِ حق پر ثابت قدم رہے، اور اس راہ میں آنے والی تمام دشواریوں کو ہنسی خوشی جھیل لیا، اور جب جان اور ایمان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کا وقت آیا تو انہوں نے جان دیدینا گوارہ کر لیا لیکن راہ ایمان سے ہٹنا گوارا نہیں کیا۔

ساتھ ہی یہ حقیقت بھی تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے کہ جن لوگوں نے اہل ایمان پر مظالم ڈھائے وہ اللہ کی لعنت اور بدترین عذاب کا شکار ہوئے۔

ایسا ہی واقعہ اصحاب الاخدود کا بھی ہے جسے قرآن مجید کی سورۂ بروج میں بیان کیا گیا ہے:

والسمآء ذات البروج. واليوم الموعود. وشاهد ومشهود. قتل اصحٰب الاخدود. النار ذات الوقود. اذ هم عليها قعود. وهم علىٰ مايفعلون بالمومنين شهود. ومانقموا منهم الاان يومنوا بالله العزيز الحميد. "قسم ہے مضبوط قلعوں والے آسمان کی، اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے، اور دیکھنے والے کی اور دیکھی جانے والی چیز کی، کہ مارے گئے گڑھے والے، جس میں خوب بھڑکتی ہوئی آگ کی ایندھن تھی، جب کہ وہ اس گڑھے کے کنارے پر بیٹھے تھے، اور جو کچھ وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے۔ اور ان اہل ایمان سے ان کی دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ اس خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں محمود ہے"

یہاں گڑھے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے بڑے بڑے گڑھوں میں آگ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعلے بھڑکا کر اہل ایمان کو اس میں ڈال کر جلا دیا، اور اپنی آنکھوں سے ان کے جلنے کا تماشہ دیکھا۔

آخر کار ان پر اللہ کی لعنت پڑی اور وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہوئے۔

تاریخ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آگ کے گڑھوں میں ایمان والوں کو جلانے کے بہت سے واقعات مختلف زمانوں میں پیش آئے ہیں۔

مسلم، نسائی اور ترمذی میں حضرت صہیبؓ رومی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ کسی زمانے میں ایک بادشاہ کے پاس ایک بہت ہی ذہین اور قابل جادوگر تھا، اس کے جادو اور شعبدہ بازی سے بادشاہ کو بہت تقویت ملتی تھی۔

جب جادوگر بوڑھا ہو چلا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ آپ کوئی ایسا لڑکا مامور کر دیجئے جو مجھ سے یہ سحر سیکھ لے، بادشاہ نے ایک لڑکے کو مقرر کر دیا۔

لڑکے کے گھر اور جادوگر کے گھر کے بیچ ایک راہب رہتا تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے تھا۔

ایک بار اس لڑکے کی اس راہب سے ملاقات ہوگئی، لڑکا اس کی باتوں سے بہت متاثر ہوا، اور پھر روزانہ اس کے پاس جا کر اس کی باتیں سننے لگا۔ چند دنوں کے بعد اللہ نے اس کا سینہ حق کے لئے کھول دیا اور وہ ایمان لے آیا۔

یہی نہیں بلکہ راہب کی تربیت سے وہ صاحب کرامت ہو گیا اور اس کے چھو لینے سے اندھوں کو بینائی اور کوڑھیوں کو تندرستی ملنے لگی۔

بادشاہ کو جب پتہ چلا کہ یہ لڑکا ایمان لے آیا ہے تو اس نے سب سے پہلے اس راہب کو قتل کروا دیا، اس کے بعد اس نے اس لڑکے کو بھی قتل کرنا چاہا۔

اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر سمندر میں غرق کر دیں۔

جب سپاہی اسے کشتی سے سمندر میں گرانے لگے تو وہ خود اس میں گر کر غرق ہو گئے اور لڑکا بادشاہ کے پاس زندہ سلامت آ گیا۔

بادشاہ نے دوبارہ اپنے دوسرے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے وہ اونچے پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر نیچے گرا دیں۔

اللہ کی مشیت کہ جب وہ اسے گرانے چلے تو وہ خود ہی نیچے گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا دوبارہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندہ وسلامت واپس آ گیا۔

اس طرح لڑکے کو قتل کرنے کے لئے بادشاہ کا کوئی حربہ اور ہتھیار کام نہیں آیا۔ آخر کار لڑکے نے کہا کہ اگر تو مجھے قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو بہت سے لوگوں کو اکٹھا کرلے اور ان کے سامنے بـاسم رب الـغلام ''اس لڑکے کے رب کے نام پر'' کہہ کر مجھے تیر مار، میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور لڑکا مر گیا۔

اس حیرت انگیز ماجرا کو دیکھ کر لوگ پکار اٹھے:

''ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے''

بادشاہ کے درباریوں، مصاحبوں اور خوشامدیوں نے کہا:

''حضور! یہ تو پانسہ ہی پلٹ گیا اور وہی کچھ ہو گیا جس سے آپ بچنا چاہتے تھے، لوگ آپ کے دین کو چھوڑ کر اس لڑکے کے دین کو مان گئے''

بادشاہ یہ حالت دیکھ کر غصے سے بپھر اٹھا۔

اس نے سڑک کے کنارے گڈھے کھدوائے، ان میں آگ بھروائی اور جس جس نے ایمان سے پھرنا قبول نہیں کیا ان سب کو آگ میں پھنکوا دیا۔

تفسیر موضح القرآن میں ہے کہ جلائے جانے والوں میں ایک ماں بھی تھی جس کی گود میں بچہ تھا۔ جب اس نے ایمان سے پھرنے سے انکار کر دیا تو اس کے بچے کو چھین کر آگ میں ڈال دیا گیا۔ اس بچے نے آگ سے آواز دی: ''ماں! خبردار بت کو ہرگز سجدہ نہ کرنا'' اور آگ میں ڈال دیا گیا۔

پھر اچانک وہ آگ بھڑکی اور چالیس گز اونچی ہو گئی اور اس نے بادشاہ سمیت ان تمام ظالموں کو ہلاک کر دیا۔

چند واقعات

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت ملی، اور آپؐ نے دین حق کی تبلیغ شروع کی تو مکہ کے سرداروں کو ان کی سرداریاں اور مہنتوں کو ان کی جاگیریں خطرے میں نظر آنے لگیں۔

اب انھوں نے آپ کو اس راستے سے ہٹانے کے لئے رشوتیں پیش کیں۔

آپ کو پیشکش کی گئی:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے محمدؐ! اگر تم خوبصورت عورتوں سے شادی کرنا چاہتے ہو تو ہم دنیا کی حسین ترین عورتیں تمہارے قدموں میں ڈال دیں گے، اگر تمہیں مال وزر کی ضرورت ہے تو ہم تمہیں دنیائے عرب کا سب سے مالدار انسان بنادیں گے، اور اگر تم سرداری چاہتے ہو تو آج ہی سے ہمارے سردار بن جاؤ، مگر اس دین کی تبلیغ سے باز آجاؤ''

تو آپؐ نے بزبانِ حالیہ جواب دیا تھا۔

مرے ہاتھوں پہ لاکر چاند و سورج بھی اگر رکھ دیں
مرے قدموں تلے روئے زمین کا مال و زر رکھدیں
خدا کے کام سے میں باز ہرگز آ نہیں سکتا
یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا

جب رشوت کام نہیں آئی اور وہ لوگ آپ کو اپنے جال میں نہیں پھنسا سکے، تو پھر وہ آپؐ پر اسی طرح ٹوٹ پڑے جس طرح کوئی شکاری کسی شکار پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

چنانچہ آپؐ کو غیروں نے مارا تو اپنوں نے بھی مارا، دشمنوں نے مارا تو خاندان والوں نے بھی مارا، مردوں نے مارا تو عورتوں نے بھی آپ کو ستانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جس کا نقشہ حفیظ جالندھری یوں کھینچتے ہیں:

قریشی عورتیں کانٹے بیابانوں سے لاتی تھیں
گذر گاہِ گل گلزار وحدت میں بچھاتی تھیں
نجاست گھر کے دروازے پہ لاکر ڈال جاتی تھیں
جھگڑتی بد زبانی کرتی تھیں فتنے اٹھاتی تھیں
مگر وہ منبع جود و سخا خاموش رہتا تھا
زباں سے کچھ نہ کہتا تھا دعائے خیر کرتا تھا

آپ کا سگا چچا ابولہب آپؐ کو ستانے میں سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔

آپ کی بعثت سے پہلے اس کے دو بیٹوں کی شادی آپ کی دو صاحبزادیوں...... حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ...... سے ہوئی تھی لیکن بعثت کے بعد اس نے انتہائی سختی کے ساتھ آپ کی صاحبزادیوں کو طلاق دلوادی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب آپؐ کے دونوں لڑکوں..... قاسم اور عبداللہ..... کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو گیا تو یہ شخص سگا چچا ہونے کے باوجود، آپؐ سے ہمدردی کرنے کے بجائے قریش کے بڑے بڑے سرداروں کے پاس جاتا تھا اور انہیں خوشخبری سناتا تھا کہ:

''لوگو! خوش ہو جاؤ، آج محمدؐ بے نام ونشان ہو گئے۔''

ترمذی میں حضرت طارق بن عبداللہ محاربی سے روایت ہے کہ ابولہب صرف بدنام ہی نہیں کرتا تھا بلکہ آپؐ پر پتھر بھی مارتا تھا جس سے آپ کی ایڑیاں خون سے تر ہو جاتی تھیں۔

ابولہب، عقبہ بن ابی معیط، عدی بن حمراء ثقفی، ابن الاصداء ہذلی، یہ سب آپؐ کے قریب ترین پڑوسی تھے۔

ان کے ستانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپؐ نماز پڑھتے تو آپؐ پر بکری کی بچہ دانی پھینک دیتے تھے جو آپؐ پر آ کر گرتی تھیں۔

اور کبھی کبھی جب آپؐ کے چولھے پر ہانڈی چڑھائی جاتی تو بچہ دانی اس طرح پھینکتے کہ ہانڈی میں جا گرتی۔

آپؐ ان اذیتوں پر صبر کرتے اور یہ کہہ کر رہ جاتے:

''اے عبد مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟''

عقبہ بن ابی معیط تو خباثت میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا تھا۔

بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، اور ابوجہل اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ وہاں بیٹھا ہوا تھا، کہ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے:

''کون ہے جو اونٹ کی اوجھڑی لے آئے اور جب محمدؐ سجدہ میں جائیں تو ان پر ڈال دے''

اس پر یہی بدبخت عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور اوجھ لا کر انتظار کرنے لگا، آپؐ سجدے میں گئے تو اسے آپؐ کی پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان ڈال دیا، اس کے بعد وہ مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گرنے لگے، اور آپؐ سجدے ہی میں پڑے رہے، یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ آئیں اور انہوں نے آپ کی پیٹھ سے اوجھ اٹھا کر پھینکی، تب آپؐ نے سر اٹھایا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دسواں سال بہت ہی پر آشوب رہا، اسی سال آپؐ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مشفق چچا ابوطالب کا انتقال ہوا، اور ان کے انتقال کے چند روز کے بعد ہی آپ کی وفادار بیوی حضرت خدیجہؓ بھی چل بسیں، جب ان دونوں ہستیوں کی وفات ہوگئی تو کفار کو اور بھی ہر طرح کھلے مہار اسلام سے روکنے، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ پر ایمان لانے والوں کو ستانے کا موقع مل گیا، آپؐ اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی ایک بہت بڑی جماعت ہے، اگر وہ مسلمان ہو جائے تو ایمان والوں کو کفار کی دشمنی سے نجات مل جائے اور دین کے پھیلنے کا راستہ ہموار ہو۔

وہاں پہنچ کر آپؐ طائف کے سرداروں سے ملے، لیکن انہوں نے نہایت ترشروئی سے آپؐ کی باتوں کو ٹھکرا دیا اور انتہائی بداخلاقی کے ساتھ پیش آئے۔

ان میں سے بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ کیا اللہ کو تمہارے سوا کوئی نہیں ملتا تھا جسے وہ رسول بنا کر بھیجتا، ایک نے کہا کہ میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا، اس لئے کہ اگر تم واقعی اللہ کے نبی ہو جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو تمہاری بات سے انکار کر دینا مصیبت سے خالی نہیں ہے اور اگر یہ دعویٰ جھوٹ ہے تو میں ایسے شخص سے گفتگو نہیں کرسکتا۔

یہی نہیں بلکہ انہوں نے آپؐ کے پیچھے اوباشوں اور بدمعاشوں کو لگا دیا، ان سب نے آپؐ پر پتھراؤ کیا، یہاں تک کہ آپؐ کا پورا جسم لہولہان ہوگیا۔

آخر جب آپؐ تھک کر چور ہوگئے تو آپؐ نے اللہ سے دعا مانگی:

''اے اللہ! میں اپنی کمزوری، بے کسی اور لوگوں میں ذلت اور رسوائی کی شکایت تجھی سے کرتا ہوں، اے ارحم الراحمین! تو ہی ضعیفوں کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے، تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے، کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے اور منہ چڑاتا ہے، یا اس دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دیدیا ہے۔ اے اللہ! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے، تیری حفاظت میرے لیے کافی ہے۔ اور جس سے دنیا و آخرت کے سارے کام درست ہوجاتے ہیں، اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو۔ تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک راضی نہ ہو۔ نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت''

اللہ تعالیٰ کی شان قہاری کو اس دعا پر جوش آنا ہی تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر آپؐ کو سلام کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی گفتگو سن لی ہے جو اس نے آپؐ سے کی ہے، اور ایک فرشتہ جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے، آپؐ کے پاس بھیجا ہے آپؐ جو چاہیں اسے حکم دیں۔

اس کے بعد فرشتے نے آ کر آپ کو سلام کیا اور کہا کہ اگر آپؐ ارشاد فرمائیں تو میں دونوں جانب کے پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں جس کے درمیان یہ سب کچل کر ہلاک ہو جائیں۔

آپؐ نے جواب دیا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگ تباہ برباد ہو جائیں، اس لئے اگر یہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو نہ لائیں لیکن مجھے امید ہے کہ ان کی آئندہ آنے والی نسل میرے لائے ہوئے دین پر ضرور ایمان لائے گی۔

صرف یہی نہیں کہ آپؐ ہی پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، بلکہ آپؐ پر ایمان لانے والوں کو بھی بے حد ستایا گیا۔

ان نہتے اور بے بس مسلمانوں پر کس طرح ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے، حفیظ جالندھری رونگٹے کھڑے کر دینے والے ان مظالم کا نقشہ کھینچتے ہیں ۔

کوئی جلاد کیا کرتا جو یہ جلاد کرتے تھے
ستم ایجاد تھے لاکھوں ستم ایجاد کرتے تھے
زمین و آسماں جب دھوپ کی گرمی میں تپتے تھے
غضب کی دل لگی تھی ریت پر مسلم تڑپتے تھے
نشان سجدۂ توحید تھا جن کی جبینوں پر
دھرے رہتے تھے پہروں سخت پتھر انکے سینوں پر
جو ابراہیم کے پوتوں کو پھول اور باغ دیتے تھے
سلاخیں سرخ کر کے لوگ ان کو داغ دیتے تھے

چنانچہ کسی کی ناک میں دھواں دیا جاتا کسی کو چٹائیوں میں باندھ کر بے دردی کے ساتھ پیٹا جاتا۔ کسی کے پاؤں میں رسی باندھ کر اسے سڑکوں اور راہوں پر گھسیٹا جاتا، اور کسی کو ننگی پیٹھ دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جاتا، لیکن ان کے صبر واستقامت کا عالم یہ تھا کہ ان کے جسم سے نکلنے والی چربی سے آگ کے انگارے تو بجھ گئے مگر ان کے ایمانی شعلے کو کوئی نہیں بجھا سکا، اور ان کی جلی ہوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیٹھ بزبان حال یہ کہتی تھی ۔

اسلام کا پرچم نہ جھکا ہے نہ جھکے گا
فانوس یہ پھونکوں سے بجھا ہے نہ بجھے گا
ایمان کی خاموش زبانی پہ نہ جانا
یہ شعلۂ بے باک دبا ہے نہ دبے گا

نبوت کے ساتویں سال مشرکین نے آپس میں طے کیا کہ ہم بنی ہاشم اور بنی مطلب سے نہ تو شادی بیاہ کریں گے، نہ خرید وفروخت کریں گے نہ ان کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں گے، نہ ان سے میل جول رکھیں گے، نہ ان کے گھروں میں جائیں گے اور نہ ان سے بات چیت کریں گے جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے ان کے حوالے نہ کردیں۔

مشرکین نے اس بائیکاٹ کی دستاویز لکھ کر خانہ کعبہ پر لٹکا دیا۔

اس کے نتیجے میں ابولہب کے سوا بنی ہاشم اور بنی مطلب کے تمام افراد...... چاہے وہ مسلمان رہے ہوں یا کافر...... سمٹ کر شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔

اس بائیکاٹ کے نتیجے میں حالات انتہائی سنگین اور جان لیوا ہو گئے، غلہ اور کھانے پینے کے سامان کی آمد بالکل بند ہوگئی، کیونکہ باہر سے جو سامان آتا تھا مشرکین اسے پہلے ہی خرید لیا کرتے تھے۔

اس لئے ان کی حالت بہت ہی خراب ہوگئی، انہیں درختوں کے پتے اور چمڑے کھانے پڑے، ان کی فاقہ کشی کا یہ حال تھا کہ بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کے رونے کی آواز گھاٹی کے باہر سنائی دیتی تھی۔

جب کبھی ان میں کا کوئی شخص کچھ سکے لے کر سامان خریدنے باہر نکلتا تو مشرکین، بیچنے والوں سے کہہ دیتے کہ ان سے زیادہ قیمت مانگو، پھر ان کے لئے کچھ خریدنا مشکل ہو جاتا اور وہ شخص اپنے بھوک سے تڑپتے ہوئے بچوں کے پاس خالی ہاتھ واپس آجاتا تھا۔

بعض صحابہؓ ایسے تھے جو اس ہیبت ناک اور پریشان زندگی پر جنگ کو ترجیح دینا چاہتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے پر وہ اس ارادے سے باز آجاتے تھے۔

حفیظ جالندھری نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبیؐ کے حکم کی تعمیل کرنا اور چپ رہنا غضب کو ضبط کرنا قہر اپنی جان پر سہنا
وہ بھوکی بچیوں کا روٹھ کر فی الفور من جانا خدا کا نام سن کر صبر کی تصویر بن جانا
تڑپنا بھوک سے کچھ روز آخر جان کھو دینا وہ ماؤں کا فلک کو دیکھنا چپ چاپ رو دینا
گذارے تین سال اس رنگ سے ایمان والوں نے
دکھادی شان استقلال اپنی شان والوں نے

ان حالات میں پورے تین سال گذر گئے۔ لیکن اہل ایمان کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوئی۔ اور وہ معجزانہ حد تک ثابت قدم رہے۔ حالانکہ ان بے پایاں مظالم پر انہوں نے جس طرح صبر کیا انہیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل لرز اٹھتا ہے۔

حضرت بلال حبشی مشہور صحابی ہیں، جو مسجد نبوی کے مستقل مؤذن رہے، ان کا آقا امیہ بن خلف انہیں سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر بہت بڑا وزنی پتھر رکھ دیتا تھا تاکہ وہ حرکت نہ کر سکیں۔

اور اس حالت میں کہتا کہ یا تو اسلام چھوڑ دو یا یونہی جلتے جلتے مر جاؤ، مگر اس کے باوجود وہ کہتے تھے احد، احد یعنی معبود ایک ہی ہے۔

رات میں انہیں زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تھا تاکہ بے قرار ہو کر دین سے پھر جائیں یا تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔

انہیں تکلیف پہنچانے میں کبھی ابوجہل کا نمبر آتا، کبھی امیہ بن خلف کا اور کبھی دوسروں کا۔ اور ہر شخص اس بات کی کوشش کرتا کہ انہیں ایذا پہنچانے میں ایک دوسرے سے آگے نکل جائے۔

امیہ ان کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کو دیدیتا تھا اور وہ انہیں مکے کے پہاڑوں میں گھماتے پھرتے تھے یہاں تک کہ گردن پر رسی کا نشان پڑ جاتا تھا،

خود امیہ بھی انہیں باندھ کر مارتا تھا اور چلچلاتی دھوپ میں جبراً بٹھائے رکھتا تھا، کھانا پانی بھی نہ دیتا بلکہ بھوکا پیاسا رکھتا تھا، ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو دو سو درہم میں خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت خبابؓ بن الارت بھی ان مبارک ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے امتحان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے خود کو وقف کر دیا تھا۔

یہ ابتدائے اسلام ہی میں اسلام لے آئے تھے، اس لئے انہوں نے ایک طویل عرصے تک تکلیفیں اٹھائیں۔

لوہے کا زرہ پہنا کر انہیں دھوپ میں ڈال دیا جاتا تھا، گرمی اور تپش کی وجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے رہتے تھے۔

اکثر اوقات انہیں بالکل سیدھا کر کے گرم ریت پر لٹا دیا جاتا جس سے کمر کا گوشت جل گیا تھا۔

یہ ایک عورت کے غلام تھے۔

جب اسے یہ خبر ملی کہ یہ مسلمان ہو چکے ہیں اور حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے ملتے ہیں تو اس کی سزا میں یہ لوہے کو گرم کر کے ان کے سر کو داغ دیتی تھی۔

ایک عرصے کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت خبابؓ سے ان مظالم کی تفصیل پوچھی جوان پر ڈھائے گئے تھے تو انہوں نے کہا:

''میری جلی ہوئی پیٹھ دیکھئے''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی کمر کو دیکھ کر فرمایا:

''ایسی کمر تو کسی کی دیکھی ہی نہیں گئی''

انہوں نے بتایا کہ مجھے انگاروں پر لٹایا گیا یہاں تک کہ میری کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھی۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ ایمان لانے سے پہلے بڑے ناز ونعم میں پلے تھے، جب ان کی ماں کو ان کے اسلام لانے کا علم ہوا تو اس نے ان کا دانہ پانی بالکل بند کر دیا اور انہیں گھر سے نکال دیا۔ یہ حالات کی شدت سے اس طرح دوچار ہوئے کہ ان کی کھال ادھڑ گئی جس طرح سانپ کینچلی چھوڑ دیتا ہے۔

حضرت عمارؓ بن یاسر مشہور صحابی ہیں، ان کو اور ان کے والدین کو بھی سخت اذیتیں پہنچائی گئیں۔

مکہ کی سخت گرم اور ریتیلی زمین پر انہیں عذاب دیا جاتا تھا۔ ان کو اذیت پہنچانے میں ابوجہل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش پیش تھا۔

ایک بار انہیں اسی طرح سزا دی جارہی تھی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا:

''آلِ یاسر! صبر کرنا تمہارا ٹھکانہ جنت ہے''

آخر کار یاسر ظلم وستم کی تاب نہ لاکر وفات پاگئے۔

ان کی والدہ حضرت سمیہؓ کو تو اور بھی بیدردی کے ساتھ شہید کیا گیا،

ابوجہل ملعون نے ان کی اندام نہانی میں برچھا مارا جس سے وہ دم توڑ گئیں۔

یہ اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں۔ حضرت عمارؓ پر سختی کا سلسلہ جاری رہا، انہیں کبھی دھوپ میں تپایا جاتا، تو کبھی ان کے سینے پر سرخ پتھر رکھ دیا جاتا، اور کبھی پانی میں ڈبویا جاتا تھا، ان سے مشرکین کہتے تھے کہ جب تک تم محمد کو گالی نہیں دو گے یالات وعزیٰ کے بارے میں کلمۂ خیر نہ کہو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑ سکتے۔

حضرت عمارؓ نے مجبوراً ان کی بات مان لی، پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے اور معذرت کرتے ہوئے آئے۔ اس پر قرآن مجید کی سورۂ نحل کی یہ آیت نازل ہوئی۔

من کفر باللّٰہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ''جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا (اس پر اللہ کا غضب اور عذاب عظیم ہے) لیکن جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (اس پر کوئی گرفت نہیں)''

حضرت صہیبؓ کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے جو مشرکین مکہ کے رونگٹے کھڑے کردینے والے مظالم کے شکار ہوئے۔

یہ حضرت یاسرؓ کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے تھے۔

آخر کار تنگ آکر انہوں نے ہجرت کا ارادہ فرمایا، مگر کافروں کو یہ بات بھی گوارا نہیں تھی کہ ایمان والے کسی دوسری جگہ جاکر امن وسکون سے رہ سکیں۔

چنانچہ ہجرت کے وقت مشرکین نے انہیں گھیر لیا اور کہا کہ تم نے یہ ساری دولت مکہ میں کمائی ہے، اس لئے دین یا مال، ان دونوں میں سے صرف ایک چیز ہی تمہیں مل سکتی ہے۔ اگر دولت چاہتے ہو تو اسلام چھوڑنا پڑے گا اور اسلام کی دولت چاہتے ہو تو اس دولت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے بڑے اعتماد سے جواب دیا کہ نادانو! مجھے حق مل گیا ہے اور حق کے سامنے چاندی اور سونے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان سب کو لے لو مگر میں دین نہیں چھوڑ سکتا۔

پھر وہ دین کے لئے اپنا سارا مال واسباب چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے جرم میں سولی پر لٹکا دیئے گئے تھے، مشرکین نے انہیں انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کیا،

جب وہ سولی پر لٹکانے کے لئے لائے جا رہے تھے تو کسی کافر نے ان کے جگر پر برچھا مارا اور پوچھا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے اور تمہاری جگہ پر تمہارے نبی کو کھڑا کر دیا جائے، یعنی وہ گرفتار ہو جائیں اور تم ان کے بدلے چھوڑ دیئے جاؤ؟

تو انہوں نے جواب دیا:

''میں یہ بھی نہیں پسند کرتا کہ مجھے چھوڑ دیا جائے اور اس کے بدلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔''

یہ سب کچھ گوارا پر یہ دیکھا جا نہیں سکتا

کہ ان کے پائے اقدس میں کوئی کانٹا بھی چبھ جائے

دین پر ثابت قدمی کا انتہائی حیرت انگیز وہ واقعہ ہے کہ جب عبداللہ بن حذافہ سہمی کو رومیوں نے قید کر لیا۔

ان کے بادشاہ نے کہا کہ اگر تم نصرانی ہو جاؤ تو میں اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دیدوں گا۔

انہوں نے کہا کہ اگر مجھ کو پوری دنیا کے زر و جواہرات دیدیئے جائیں تب بھی میں اپنے دین کو نہیں چھوڑوں گا۔

بادشاہ نے قتل کر دینے کی دھمکی دی، انہوں نے کہا کوئی غم نہیں ہے،، بادشاہ نے انہیں سولی پر چڑھا دیا اور تیر اندازوں کو حکم دیا کہ ان کو تیر مارو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

بادشاہ نے پھر کہا کہ اب بھی خیریت ہے، ہمارا دین قبول کر لو۔

مگر وہ برابر انکار کرتے رہے۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں سولی سے اتار دو اور ایک دیگ میں تیل بھر کر اسے آگ پر گرم کرو، اور ایک قیدی مسلمان کو اس میں ڈال دو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک مومن کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال کر بھون دیا گیا۔

بادشاہ نے ان سے کہا کہ دیکھو تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ لیکن تب بھی وہ دین پر ثابت قدم رہے۔ اب حکم دیا گیا کہ انہیں بھی کھولتے ہوئے دیگ میں ڈال دو۔ یہ سن کر وہ رونے لگے۔ بادشاہ خوش ہوگیا کہ میری دھمکی کارگر ہوئی اور اب یہ میرا دین قبول کرلیں گے، لیکن انہوں نے بڑا استقامت بھرا جواب دیا، انہوں نے کہا:

''میں اس لئے رو رہا ہوں کہ میرے پاس ایک ہی [illegible] ہے، اس لئے ایک ہی بار جل کر ختم ہو جاؤں گا، کاش میری بہت سے جانیں ہوتیں اور میں اللہ کی راہ میں مدت تک تکلیفیں برداشت کرتا رہتا''

ایمان و استقامت کی مثالوں کو اگر تاریخ کی دنیا میں تلاش کیا جائے تو وہ اتنی زیادہ ملیں گی کہ انہیں قلم بند کرنے کے لئے ہزاروں صفحات بھی ناکافی ہوں گے۔

عہد صحابہؓ سے لیکر تابعین، تبع تابعین، محدثین، مفسرین اور سلف صالحین کے پر درد اور پرسوز واقعات سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔

اس دارِ فانی میں ابتلاء و آزمائش کی جن دشوار گذار راہوں سے ان بندگانِ خدا کو گذرنا پڑا، ان کے تصور سے دل دہل جاتا ہے اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

صبر و ثبات کے مجسمہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ ابتلاء و آزمائش سے کون واقف نہیں ہوگا۔ تین تین حکمرانوں کے ظلم وستم کو انہوں نے انتہائی عالی ہمتی کے ساتھ برداشت کیا اور ناقابل برداشت مظالم کے باوجود جسے حق سمجھا اس سے ایک انچ بھی ہٹنے پر تیار نہیں ہوئے۔

ہزاروں کوششیں کی گئیں، بے شمار حیلے اختیار کئے گئے، بادشاہوں نے انہیں اپنی پوری قوت و طاقت کے ذریعہ مرعوب کرنا چاہا، مگر اس مقدس ہستی نے انتہائی جرأت ایمانی کے ساتھ دربارِ شاہی میں جلادوں کے نرغے میں بلا جھجک حق کا اعلان کیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ زندگی بھی صبر و ثبات کی بے نظیر مثال ہے۔

دربار حکومت سے اعلان ہوا کہ مکرہ کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ حالانکہ شریعت کا یہ مسئلہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جب کسی شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کر دیا جائے حالانکہ وہ طلاق دینے پر راضی نہیں ہے، اور اس پر اس قدر جبر کیا جائے، اور اسے اس طرح خوف زدہ کیا جائے کہ وہ مجبور ہو کر بادلِ نخواستہ بیوی کو طلاق دیدے تو ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

مگر اس فرماں روا نے شریعت کے اس بدیہی مسئلے کو چھوڑ کر طلاق ہونے کا اعلان کر دیا۔

اس موقع پر جن جانبازوں نے انتہائی دلیری اور شدت کے ساتھ سینہ سپر ہو کر حکومت وقت کا مقابلہ کیا۔ ان میں سرفہرست امام مالکؒ کا نام نامی ہے۔

آخر وہی ہوا جو حکومت وقت کی مخالفت کا انجام ہونا چاہیے۔ انہیں گرفتار کر کے جلادوں کے حوالے کر دیا گیا، اور بے رحم جلادوں نے ان پر اتنے کوڑے برسائے کہ ان کے شانے اکھڑ گئے اور سارا جسم لہولہان ہو گیا۔

ستم شعار جابروں کا کلیجہ اس پر بھی ٹھنڈا نہیں ہوا، بلکہ اسی زخمی حالت میں ان کے پورے چہرے پر سیاہی لگا کر اور گدھے پر سوار کر کے مدینہ کی گلیوں میں گھمایا گیا۔

مگر حق و صداقت اور عزم و استقلال کے اس پیکر خاکی نے اپنے صحیح موقف سے ذرہ برابر بھی قدم پیچھے نہیں ہٹایا، بلکہ رضائے الٰہی کے لئے ہر طرح کے ظلم و ستم کو برداشت کیا۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ انہیں اس قدر اذیت پہنچائی گئی کہ مرتے دم تک اس کا اثر باقی رہا، اور جب کبھی اپنی زندگی میں ان تکلیفوں کو یاد کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو نکل جاتے۔

حضرت سعید بن جبیرؒ ان اجلۂ تابعین میں سے ہیں جن کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی شہرت ہے، یہ محدثین کی نگاہ میں بڑا اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، امام بخاریؒ اور دوسرے محدثین نے ان کی بہت تعریفیں بیان کی ہیں۔

انہی کے دور میں حجاز پر اموی خاندان کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ چونکہ یہ ایک حق گو عالم اور بے خوف مومن تھے اس لئے حکومتِ وقت ۔ سے بارہا ان کا ٹکراؤ ہوا۔ اس ٹکراؤ کی وجہ سے تقریباً تمام ارکانِ سلطنت ان کے مخالف ہو گئے۔ ان میں حجاج بن یوسف کو ان سے سب سے زیادہ دشمنی تھی کئی بار اس نے انہیں گرفتار کرنا چاہا مگر یہ بچ کر نکل گئے۔ مگر اللہ کی مصلحت یہی تھی کہ یہ مردِ مومن تاریخ اسلام میں عزم و استقلال کی وہ مثال چھوڑ جائے جو آنے والی نسل کے لئے نمونۂ عمل ہو۔

چنانچہ ایوانِ سلطنت سے اعلان ہوتا ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سعید بن جبیر کو گرفتار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لیا جائے، اور جس شخص نے انہیں پناہ دی اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اس اعلان سے ہر شخص کا دل دہل گیا اور ہر شخص انہیں پناہ دینے سے گھبرانے لگا۔

پولس نے دن رات ان کی تلاش میں گھومنے لگی، آخر کار یہ گرفتار ہوئے اور سیدھے حجاج کے پاس بھیج دیئے گئے۔ حجاج پہلے ہی سے ان کا جانی دشمن بنا ہوا تھا اس کو ان سے بدلہ لینے کا بہترین موقع مل گیا، اس نے بھوکے شیر کی طرح ان کو دیکھا اور ان کے ساتھ بدتمیزیاں کیں۔

اس نے حضرت سعید سے مختلف قسم کے سوالات کئے، اور انہوں نے ہر سوال کا جواب ایسی جرأت اور ہمت کے ساتھ دیا کہ حجاج حیران رہ گیا۔

حجت و بحث کے بعد حجاج نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے کیونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ سعید کسی بھی قیمت پر ہمارے آگے جھکنے پر تیار نہیں ہوں گے اور نہ ہماری ہمنوائی کریں گے۔

حجاج نے انتہائی قاہرانہ اور جابرانہ انداز میں پوچھا:

''سعید! بتا میں تجھے کس طرح قتل کروں؟''

حق و صداقت کے علم بردار نے جواب دیا:

''جس طرح تو اپنے لئے قتل پسند کرتا ہے''

اس جواب پر حجاج کے دل و جگر پر جیسے بجلی گر گئی، اس کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہو گیا اور طنز کرتے ہوئے کہنے لگا:

''کیا میں تجھے معاف کر دوں؟''

جواب ملا: ''تیرے معاف کر دینے سے کیا ہوگا معافی دینے کا حق تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔''

اس کے بعد حجاج نے جلادوں کو حکم دیا کہ ان کا سر اڑا دیں۔

جلاد انہیں پکڑ کر دربار سے کھینچ لائے تا کہ مقتل پر لے جا کر ان کی گردن اڑا دیں، مگر حضرت سعید بن جبیرؒ

''کس خوشی سے سوئے مقتل جھومتا جاتا ہوں میں''

کا مصداق بنے ہوئے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ مقتل کی طرف لے جا رہے تھے تو ان کے نورانی چہرے پر آثار غم کے بجائے مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

اس مسکراہٹ کو دیکھ کر جلادوں نے حجاج بن یوسف کو اس کی خبر دی کہ مقتول ہنس رہا ہے۔

حجاج نے انہیں دوبارہ دربار میں بلا کر ہنسنے کی وجہ پوچھی،

انہوں نے بڑی بے باکی سے جواب دیا: ''تمہارے ظلم پر ہنسی آ رہی ہے''

یہ سن کر حجاج اور زیادہ غضب ناک ہو گیا۔ اور جلادوں سے کہا کہ اسے میرے سامنے ہی قتل کر دو۔

جب جلاد انہیں قتل کرنے کے لئے آگے بڑھے تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی جازت طلب کی، حجاج کی طرف سے اس کی اجازت مل گئی۔

پھر انہوں نے انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کی اور اللہ سے دعا کی:

''اے میرے مالک! اس ظالم کو میرے علاوہ کسی اور مسلمان پر طاقت نہ دے کہ پھر یہ قتل کر سکے''

حضرت سعید کی یہ دعا بارگاہ خداوندی میں قبول ہوگئی اور حجاج کے ہاتھوں قتل کئے جانے والے مسلمانوں میں سب سے آخری مسلمان حضرت سعید بن جبیرؒ ہی ثابت ہوئے۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو قبلہ رخ ہو کر قرآن کی یہ آیت پڑھنے لگے:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض حنیفاً وما انا من المشرکین ''میں نے اپنا رخ اس وحدہٗ لاشریک کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں سب سے ہٹ کر اسی کی طرف متوجہ ہوا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں''

حجاج نے جب اس مرد مومن کی زبان سے اس آیت کریمہ کو سنا تو جلادوں کو حکم دیا کہ اس کا چہرہ قبلہ سے پھیر کر دوسری طرف کر دو۔

جلادوں نے حکم پاتے ہی فوراً ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا۔

رخ کے پھرتے ہی ان کی زبان پر آیت کریمہ جاری ہو گئی۔

فاینما تولوا فثم وجه الله ''جس طرف بھی اپنا چہرہ پھر و اسی طرف اللہ ہے''

اس کے بعد حجاج نے حکم دیا کہ اسے اوندھے منہ لٹا کر قتل کرو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تب انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ ''ہم نے زمین ہی سے تم کو پیدا کیا، اور اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ اٹھائیں گے''

یہ آخری ساعت تھی اور آخری تلاوت۔

حجاج نے گرج کر جلادوں سے کہا:

''اب فوراً قتل کردو''

انہوں نے حاضرین سے کہا آپ لوگ اس پر گواہ ہو جایئے اشهد ان لا الـٰه الا اللّٰه واشهد ان محمداً عبده ورسوله

پھر انہوں نے حجاج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''اے حجاج میرے اس کلمہ کو محفوظ کر لے۔ جب حشر کے میدان میں تجھ سے ملاقات ہو گی اور میں اور تم جب محاسبہ کے لئے پیش ہوں گے اس وقت میں تجھ سے لے لوں گا۔'' اس پر بھی اس بے رحم کا دل نہیں پسیجا، اور نہ محاسبۂ آخرت نے اس کو اس سفاکی سے روکا۔

آخر کار قتل کرنے کا حکم دے ہی دیا۔

جلاد جو بھوکے بھیڑیے کی طرح منتظر تھا، آگے بڑھا اور پوری طاقت سے نہایت بے دردی کے ساتھ تلوار کے ایک ہی وار میں اس مظلوم مومن کا کام تمام کر دیا اور یہ کوہِ استقلال جام شہادت پی کر قیامت تک کے لئے آرام کی نیند سو گیا۔

شہادت کے بعد جسم سے اس قدر خون نکلا کہ پوری لاش خون میں ڈوب گئی۔

جلاد، اور خود حجاج بھی حیرت زدہ تھا کہ اس سے پہلے بہت سے لوگ قتل کئے گئے مگر کسی مقتول کی یہ حالت نہیں تھی، آخر کیا بات ہے کہ ان کے جسم سے اتنا خون نکلا؟

کافی غور وخوض ہوا، بہت دماغ لڑایا گیا مگر اصل حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکی۔ بالآخر حکیموں کو طلب کیا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ان کے جسم سے اتنا خون نکلا؟

حکماء نے غور وفکر کے بعد بتایا کہ اصل وجہ یہ ہے کہ اس شخص کو اپنی موت کا ذرہ برابر بھی غم نہیں تھا، اس سے پہلے جتنے لوگ قتل کئے گئے ان پر موت کا خوف طاری تھا اس لئے ان کے جسم سے پورا خون نہیں نکلا، اور اس شخص پر موت کا خوف و ہراس نہیں تھا اس لئے قدرتی طور پر جتنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خون نکل سکتا تھا سب نکل گیا۔

زمین و آسمان دیکھ رہے تھے کہ جور و جفا کی ساری قوت ایک طرف تھی اور حق وصداقت اور ایمان و استقامت کی طاقت ایک طرف۔

حجاج نے اپنی قربانی سے اس مؤحد کو سرنگوں کرنا چاہا اور یہ تمنا کی کہ جو سر صرف وحدہٗ لاشریک کے سامنے جھک سکتا ہے وہ تھوڑی دیر ہی کے لئے سہی، میرے سامنے جھک جائے اور میری ہیبت سے میرے سارے سوالوں کا جواب میری مرضی کے مطابق دیدے اور غیر اسلامی مطالبات کو خندہ پیشانی کے ساتھ تسلیم کرلے،

مگر اسے خبر نہیں تھی کہ جس مؤحد کی شان ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا ہو بھلا وہ دنیا کی کسی بڑی طاقت کے آگے کیسے جھک سکتا ہے؟

مجاہد قوت باطل کے آگے جھک نہیں سکتا
چلی جائے بلا سے جان اس کو غم نہیں ہوتا

دنیا نے سب کچھ دیکھا، ظالم کے ظلم کو بھی دیکھا اور مظلوم کے صبر و تحمل کو بھی۔

اب غور کرنے کا مقام ہے کہ اس دار فانی سے سبھی رخصت ہوئے، نہ ظالم رہا نہ مظلوم، مگر اس دنیا سے کون کامیاب ہو کر گیا اور کون ناکام ہو کر؟ دنیا میں تھوڑی سی زندگی کو لے کر اللہ کے مخلص اور مؤحد بندوں پر ظلم و زیادتی کرکے ظالموں نے کیا کمایا؟ کاش دنیا کا ہر ظالم یہ سوچے کہ ظلم بہرحال ظلم ہے، اور عدل بہر صورت عدل ہے۔

جہاں تک اللہ کی طرف سے ابتلاء اور آزمائش کا سوال ہے، بندہ کی کمال عبدیت یہی ہے کہ خود پر آنے والے مصائب پر صبر کرے اور یہ سوچ کر انہیں انگیز کرے کہ جس خدا نے اسے بے انتہا نعمتوں سے نوازا، اس کے لئے لذیذ و عمدہ میوے پیدا کئے، اس کے آرام و سکون کے لئے نیند جیسی پیاری نعمت پیدا کی، اگر اس مالک کی طرف سے کوئی مصیبت پیش آئے تو میں اسے ہنسی خوشی کیوں نہ برداشت کروں۔

اس سلسلے میں حکیم لقمان کے ایک واقعہ کا تذکرہ کردینا بے محل نہ ہوگا۔

ایک واقعہ

بتایا جاتا ہے کہ حکیم لقمان ایک غلام تھے۔ ان کا آقا ان کو بہت مانتا تھا، ایک روز آقا کے کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوست نے ایک خربوزہ تحفہ میں بھیجا۔ آقا نے لقمان سے چھری منگوائی، اور خربوزہ کاٹ کر ایک قاش لقمان کو دی۔ انہوں نے قاش منہ میں رکھ کر کہا، سبحان اللہ، ایسا عمدہ اور شیریں خربوزہ میں نے اپنی زندگی میں آج پہلی بار کھایا ہے۔ یہ سن کر آقا نے ایک قاش اور دی۔ لقمان نے دوبارہ پہلے سے زیادہ تعریف کی۔

اس طرح ان کا آقا خربوزے کاٹ کاٹ کر دیتا رہا۔ اور وہ برابر تعریفوں کے پل باندھتے رہے۔

آخر جب خربوزے کا صرف ایک ٹکڑا باقی رہ گیا تو آقا نے کہا کہ ذرا میں بھی چکھوں کہ اس کا مزہ کیسا ہے؟

اور اس نے قاش کو منہ میں رکھا تو اس کی تلخی سے اسے ابکائی آنے لگی۔

آقا نے قاش تھوک دیا اور لقمان سے کہنے لگا کہ تم تو کہتے تھے کہ یہ بہت اعلیٰ درجے کا خربوزہ ہے مگر یہ تو نہایت تلخ ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ تم اتنا سارا کھا کر بھی برداشت کر گئے۔

لقمان نے جواب دیا:

''درست فرما رہے ہیں، خربوزہ نہایت بدذائقہ تھا، مگر آقا! آپ کے ہاتھوں میں نے ہزاروں بار شیرینی کھائی ہے تو کیا ایک بار تلخ چیز نہیں کھا سکتا؟''

صابر انسان جہاں ہر طرح کی بھلائیوں کو سمجھنے کا حقدار بن جاتا ہے وہیں ہر طرح کے آلام سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

ایک واقعہ

ایک بار دو مسافر گھومتے گھومتے شہر خراسان پہنچے، ان دونوں میں سے ایک نہایت کمزور تھا اور دو دن میں ایک ہی بار کھاتا تھا۔ اور دوسرا نہایت تندرست اور پہلوان جیسا تھا اور دن میں تین بار خوب سیر ہو کر کھانا کھاتا تھا۔ اتفاق سے دونوں کو پولس نے مشتبہ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور حوالات میں بند کر دیا۔ تین دن کے بعد جب حوالات کا دروازہ کھلا تو سب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ دبلا پتلا آدمی زندہ ہے اور پہلوان مرا پڑا ہے۔

پتہ چلا کہ موٹا تازہ آدمی زیادہ کھانے والا تھا۔ اس لئے بھوک کی مصیبت برداشت نہ کر سکا اور مر گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور لاغر آدمی کو تو صبر کرنے کی عادت تھی، اس لئے اس نے صبر کیا اور وہ زندہ رہا اور سلامتی کے ساتھ اسے قید سے نجات بھی مل گئی۔

صبر کے بارے میں مفکرین و مصلحین نے بڑی عمدہ باتیں کہیں ہیں۔ مثلاً، سیموئل نے کہا ہے:

ہم شکست کے مقابلے میں فتح سے کچھ بھی سبق حاصل نہیں کر سکتے، بڑی بڑی چیزیں، عظیم خیالات، اور معلومات اور ایجادات نے مشکلات کے سائے ہی میں پرورش پائی ہے"

تھامس ہمیلٹن کا کہنا تھا:

"ناساعد حالات انسان کو تباہ نہیں کر سکتے، بلکہ ناساعد حالات سے گھبرانا اور بے صبری سے کام لینا ہی تباہی کا باعث ہوتا ہے"

شیکسپیئر کا قول ہے:

"مشکلات کو دور کرنے، خواہشات کو دبانے اور تکلیف کو برداشت کرنے سے انسان کا کردار مضبوط، بلند اور پاکیزہ ہوتا ہے"

فرینکلن نے کہا تھا:

"اگر ہم محنتی ہیں اور حصول معاش میں تکلیفوں سے نہیں گھبراتے تو کبھی فاقہ کشی کا شکار نہیں ہوں گے۔ فاقہ کشی محنتی کے گھر میں جھانکتی ہے مگر اندر داخل نہیں ہوتی۔"

بقراط نے کہا ہے:

"صبر و تحمل سب سے بڑی نیکی اور سرداری کی علامت ہے۔"

پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا تھا:

"جو شخص مصائب اور ناکامی کے تلخ گھونٹ پینے پر تیار نہیں ہے، اسے کامیابی کا آب شیریں کبھی نہ مل سکے گا۔"

دراصل بے برداشت ہونا عقل مندی اور جوانمردی کے خلاف ہے۔

ایک واقعہ

ایک پہلوان نما آدمی اپنے سر پر ایک بڑا سا لکڑی کا لٹھا لئے ہوئے جا رہا تھا، ساتھ ہی اس کی زبان سے بے تحاشہ گالیاں بھی نکل رہی تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادھر سے ایک بزرگ کا گذر ہوااورانہوں نے پوچھا: بھئی کیسے گالیاں دے رہے ہو؟''
اس نے بتایا: ''ایک شخص مجھے گدھا کہہ کر پکار رہا تھا، اس لئے میں اسے گالیاں دے رہاہوں۔''
بزرگ نے کہا: ''حیرت ہے کہ تو اتنا بڑا بوجھ اٹھا سکتا ہے مگر ذرا سی بات کا وزن برداشت نہیں کرسکتا''

حقیقت یہ ہے کہ مومن کی زندگی بڑی محتاط زندگی ہوتی ہے، جسے صبر کی زندگی کہنا زیادہ مناسب ہے۔

اسے اللہ کی جائز کی ہوئی چیزوں تک اپنے کو محدود رکھنا ہے۔اس کی ناجائز کی ہوئی چیزوں کو اسے ہاتھ نہیں لگانا ہے، حق پرستانہ زندگی کی راہ میں آنے والی مصیبتوں کو برداشت کرنا ہے، دوسروں کی طرف سے پیش آنے والی تکلیفوں کا جواب دینے میں اپنا وقت ضائع کرنے کے بجائے، انہیں سہتے ہوئے اپنی دینی ذمہ داریوں کو پوری کرنے میں لگے رہنا ہے۔

اس کو دنیا کے نقصانات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آخرت کی طرف اپنے سفر کو جاری رکھنا ہے۔جب اسے کوئی اشتعال دلائے تو حددرجہ ضبط سے کام لینا اور خود کو منفی ردعمل سے بچانا ہے۔

یہ تمام چیزیں بے پناہ صبر وبرداشت چاہتی ہیں۔

قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ان اللہ مع الصابرین ''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''

یہی بات حدیث پاک میں ان الفاظ میں بتائی گئی ہے:

اعلم ان النصر مع الصبر ''جان لو کہ اللہ کی مدد صبر کے ساتھ وابستہ ہے''

اللہ کی مدد کامیابی کا یقینی ذریعہ ہے۔مگر اس کی مدد کا دروازہ صرف اس کے لئے کھلتا ہے جو مشکل حالات پیش آنے پر صبر واستقامت کا ثبوت دے۔

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

ایمان و عمل صالح

الحمد للّٰہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سید المرسلین......اما بعد

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم...... بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

یـایھـا الذین اٰمنوا لاتبطلوا صدقٰتکم بالمن و الاذیٰ. کالذی ینفق مالہ رئاء الناس و لایؤمن باللّٰہ و الیوم الاٰخر. فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ و ابل فترکہ صلداً. لایقدرون علی شئی مما کسبوا.

حضرات! تمام تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس نے ہمیں پیدا کیا اور ان گنت اور بے شمار نعمتوں سے نوازا۔

قرآن مجید کی سورۂ ابراہیم میں ارشاد ہوا ہے:

و ان تـعـدو نـعـمۃ اللّٰـہ لاتحصوھـا ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز نہیں گن سکو گے۔''

کیا ہی سچ کہا گیا ہے ؎

یہ سحر کا حسن یہ سیارگاں اور یہ فضا
یہ معطر باغ ، یہ سبزہ، یہ کلیاں دلربا
یہ بیاباں ، یہ کھلے میدان، یہ ٹھنڈی ہوا
سوچ تو کیا کیا، کیا ہے تجھ کو قدرت نے عطا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا؟
پھول میں خوشبو بھری جنگل کی بوٹی میں دوا
بحر سے موتی نکالے صاف، روشن، خوشنما

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگ سے شعلہ نکالا، ابر سے آب صفا
کس سے ہوسکتا ہے اس کی بخششوں کا حق ادا

کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا؟

اللہ کی نعمتوں اوراس کے احسانات کو دیکھئے۔ اس نے زمین اورآسمانوں کو ہمارے فائدے کے لئے بنایا، بادلوں سے مینہ برسایا، بارش کے پانی سے ہمارے لئے طرح طرح کی چیزیں پیدا کیں، جن میں سے کچھ کھانے پینے کے کام آتی ہیں، کوئی پہننے اوڑھنے اور بچھانے کے، اور کوئی دوسری ضروریات ولوازم زندگی کی سرانجام دہی اوراسباب روزی کی فراہمی کے لئے ہے۔

پھر پانی پر سفر کرنے کے لئے کشتی اور جہاز وغیرہ بنانا سکھایا اور ایسی تدبیریں بتائیں اور سکھائیں کہ کشتیاں پانی میں غرق نہ ہوں، پھر نہروں کو ہمارے بس میں کر دیا، جدھر چاہتے ہیں لے جاتے ہیں، ان سے طرح طرح کے کام لیتے ہیں، چکیاں چلاتے ہیں اور ان سے بکثرت سامانِ ضرورت فراہم کرتے ہیں،

پھر چاند وسورج کو ہمارے فائدے کے لئے ایک خاص چال سے چلایا۔ اگر ان کی چال بگڑ جائے تو انتظام عالم بگڑ جائے، نہ پھلوں میں پختگی آئے، نہ فصلیں پکیں، نہ سمندروں میں مدوجزر ہو، نہ دنیا کو گرمی اور خشکی میسر آئے، اور نہ زمین کی رطوبتیں خشک ہوں، کثرت سے بیماریاں پھیل جائیں، بارش بالکل نہ ہو،

پھر رات اوردن کو ہمارے کام میں لگا رکھا ہے، رات اپنے وقت پر آتی ہے، اوردن اپنے وقت پر، رات میں بھی ہمارے لئے سامان زندگی کی فراہمی ہوتی ہے، اوردن میں کاروبار حیات کی تکمیل۔

یہ تو کھلی ہوئی نعمتیں ہیں۔ انہی پر کیا حصر ہے۔

ہم نے جو کچھ اپنی زبان یا حال سے مانگا اور ہماری زندگی کی بقا کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہوئی وہ سب اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائیں اور ہر آڑے وقت پر ہماری مدد کی۔

پھر ان محسوس نعمتوں کے علاوہ غیر محسوس انعامات اور نعمتیں اس قدر زیادہ ہیں جو شمار اور گنتی سے باہر ہیں۔

پڑھے لکھے حضرات اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس دنیا میں تین حصہ پانی ہے اور صرف ایک حصہ خشکی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ دنیا میں جتنا پانی ہے، چاہے وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمندروں کا ہو، دریاؤں کا ہو، نہروں کا ہو، چشموں کا ہو، تالاب کا ہو، گڈھے کا ہو، یا کنوئیں کا، سب کی روشنائی بنالی جائے اور اس سے اللہ کی حمد وثنا لکھی جائے ، اس کے کلمات اور اس کی نعمتیں لکھی جائیں تو یہ تمام پانی ناکافی ہوگا۔

سورۂ کہف میں ارشاد ہوتا ہے:

قل لو کان البحر مدادا لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی

''اے نبی! کہہ دو کہ اگر تمام سمندر روشنائی بن جائیں میرے رب کے کلمات کو لکھنے کے لئے تو سارا پانی سوکھ جائے گا مگر میرے رب کی حمد وثنا مکمل نہیں ہوگی ، اس کے کلمات اور اس کی نعمتوں کا ذکر مکمل نہیں ہوگا''

یہ الکٹرانک دور ہے، مشینوں کا زمانہ ہے، اور ہر مشین کو خوراک کی ضرورت پڑتی ہے، اور بلا خوراک پائے کوئی مشین حرکت کر ہی نہیں سکتی، کسی مشین کی خوراک پٹرول ہے، کسی کی خوراک ڈیزل ہے، کسی کی خوارک مٹی کا تیل ہے، کسی کی خوراک کوئلہ ہے، اور کسی کی خوراک ایٹمی ایندھن۔

اسی طرح ہمارا جسم بھی ایک مشین ہے، جس میں مختلف اعضاء کل پرزوں کی شکل میں اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔

اپنی اس مشین کو زندہ اور متحرک رکھنے کے لئے مختلف قسم کی خوراک کی ضرورت پڑتی ہے۔

اور اس کی سب سے بڑی خوراک وہ آکسیجن ہے جو ہم سانس کے ذریعہ اپنے اندر پہنچاتے ہیں۔

لیکن بدن کی اس قیمتی خوراک کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی، کسی قسم کی جدوجہد نہیں کرنی پڑتی، اپنی قوتیں اور صلاحیتیں نہیں صرف کرنی پڑتیں، اور نہ ہی ہمیں کوئی قیمت دینی پڑتی ہے۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں آکسیجن ہمیں مل رہی ہے، تھوڑی دیر کے لئے ہم یہاں سے اٹھ کر چلے جائیں گے تب بھی آکسیجن ہمیں ملتی رہے گی، سمندروں کے بیچ جب ہم کشتی اور جہاز پر سفر کرتے ہیں، اس وقت بھی آکسیجن پاتے ہیں، ہوائی جہاز میں بیٹھ کر ہزاروں فٹ کی بلندی پر فضاؤں میں اڑتے ہیں تب بھی آکسیجن سے محروم نہیں رہتے،

اور کمال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک بچے کو ماں کے پیٹ میں رحم کی جھلیوں کے اندر بھی آکسیجن پہنچا کر اور اس کی پرورش کا انتظام کر کے گوشت کے اس لوتھڑے کو زندہ رکھتا ہے۔

مولانا مسلمؒ نے سچ کہا ہے ؎

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکم میں ماں کے جو تجھ کو نہ بھولا   تو بھول اس کو گیا اے بے نمازی

آسمان سے اترنے والی یہ بارش، جس سے ہماری کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے؟

اس کا اندازہ ہم ایک مشاہدے سے لگا سکتے ہیں۔

سائنس دانوں نے مصنوعی بارش کا تجربہ کیا تھا۔ سمندر کے ذریعہ بھاپ بنا کر مصنوعی بدلی کے ذریعہ بارش کی جاتی تھی۔

لیکن اس طرح کی مصنوعی بارش اس قدر مہنگی ثابت ہوئی کہ ایک سائنسداں نے لکھا ہے:

''اگر پورے ہندوستان پر صرف دس منٹ کی مصنوعی بارش کی جائے تو اس پر پورے ملک کی پچیس برس کی مال گذاری صرف ہو جائے گی''

لیکن اللہ تعالیٰ اس نعمت کو اتنے وافر مقدار میں لٹاتا ہے کہ سال کے بارہ مہینوں میں چار مہینہ بارش ہی کا موسم ہے۔

اللہ کا بنایا ہوا یہ سورج جس کی حرارت سے بے حد وحساب مقدار میں سمندروں سے بھاپ بن کر اٹھایا جاتا ہے، پھر اس سے کثیف بادل بنتے ہیں، پھر ہوائیں انہیں لے کر دنیا کے مختلف حصوں میں پہنچاتی ہیں، پھر عالم بالا کی ٹھنڈک سے وہ بھاپ از سر نو پانی کی شکل اختیار کرتی ہے، اور ہر خطے میں ایک خاص حساب سے برستی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس طرح کا انتظام نہ کرتا تو کیا انسان اس دنیا میں زندہ رہ سکتا تھا؟

انسان زمین پر کھیتی کرتا ہے۔ اسے جوتتا ہے اور اس کے اندر بیج ڈالتا ہے۔ انسان اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا کہ وہ زمین کو کھودتا ہے یا اس میں ہل چلاتا ہے، اور جو تخم اللہ نے پیدا کر دیئے ہیں انہیں زمین میں اتار دیتا ہے، اس کے سوا سب کچھ اللہ کرتا ہے، اسی نے نباتات کے بیج پیدا کئے ہیں، وہی ہر جنس کی نباتات کے لئے اس کے مناسب حال غذا بہم پہنچا کر اسے نشو ونما دیتا ہے۔

ان کے بیج ان خاصیتوں کے ساتھ اور زمین کی اوپری تہیں ان صلاحیتوں کے ساتھ اللہ نے نہ پیدا کی ہوتیں تو کیا انسان یہاں کوئی غذا پا سکتا تھا؟

ایک انسان جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے...... اور ہم اور آپ بھی کسی دن ماں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیٹ سے پیدا ہوئے تھے.... جب ہم نے شکم مادر سے جنم لیا تھا، تو زندگی گذارنے کیلئے ہمیں جن جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ تمام چیزیں لے کر آئے تھے، یعنی پورے طور پر مسلح ہو کر۔

دیکھنے کے لئے آنکھیں لائے، سننے کے لئے کان، بولنے کے لئے زبان، سوچنے اور سمجھنے کے لئے دماغ، چلنے کے لئے پاؤں، اور کام کرنے کے لئے دو ہاتھ لے کر پیدا ہوئے۔

یہی نہیں، بلکہ جب ہم نے اس زمین پر قدم رکھا تو ہماری ماں کے سینے میں ہماری غذا کے لئے دودھ پہلے سے موجود تھا، ہمارے رہنے بسنے کے لئے یہ زمین پہلے سے موجود تھی، ہمیں روشنی پہنچانے کے لئے سورج پہلے سے چمک رہا تھا، ہمیں آکسیجن پہنچانے کے لئے ہوائیں پہلے ہی سے چل رہی تھیں، اور ہماری پیاس بجھانے کے لئے پانی پہلے سے موجود تھا، اور یہ تمام نعمتیں ہمارے والدین کسی دوکان سے خرید کر نہیں لائے تھے، بلکہ یہ سب اسی ارحم الراحمین کی دی ہوئی ہیں۔

اور اس کی بخشی ہوئی ہر نعمت اپنی جگہ پر اتنی کامل اور اتنی قیمتی ہے کہ اس کا کوئی بدل نہیں۔

مثال کے طور پر ہماری یہ دونوں آنکھیں، اگر ہم میں سے کسی انسان سے یہ کہا جائے کہ تم اپنی دونوں آنکھیں دے دو اور اس کے بدلے تمہیں ایک بہت بڑے ملک کی بادشاہت مل جائے گی، تو دنیا میں کوئی انسان ایسا نہیں ملے گا جو ان دونوں آنکھوں کے مقابلے میں کسی بہت بڑے ملک کی بادشاہت کو ترجیح دے۔

ایک واقعہ

ایک بار ایک فقیر نے آواز لگائی: ''بابا پیسے دے''

سننے والے نے دیکھا کہ وہ ہاتھ اور پاؤں کا تندرست معلوم ہو رہا تھا، اس نے پوچھا:

''تمہیں پیسے کیوں دیئے جائیں؟''

فقیر نے جواب دیا: ''اس لئے کہ میں بہت غریب آدمی ہوں''

اس شخص نے کہا: ''نہیں، تم غریب نہیں ہو، تم تو بہت دولت مند ہو''

فقیر نے کہا: ''مذاق مت کیجئے، میرے پاس دولت کہاں، میں تو بہت ہی غریب اور پریشان حال ہوں، میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے''

اس شخص نے کہا: ''اچھا جو کچھ تمہارے پاس ہے مجھے دیدو، اس کے بدلے میں تمہیں پچاس ہزار روپے دیتا ہوں''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقیر نے اپنی جھولی کندھے سے اتاری اور کہا کہ میرے پاس بس یہی ہے، اسے لے لیجئے۔

آدمی نے کہا: ''نہیں، اس کے علاوہ بھی تمہارے پاس بہت کچھ ہے، تمہارے پاس دو پاؤں ہیں، ان میں سے ایک مجھے دے دو۔ اور مجھ سے دس ہزار روپے لے لو''

فقیر نے دینے سے انکار کر دیا

پھر اس شخص نے کہا: ''تمہارے پاس دو ہاتھ ہیں، ان میں سے ایک مجھے دے دو اور مجھ سے بیس ہزار روپے لے لو''

فقیر نے دوبارہ انکار کر دیا۔

اس آدمی نے کہا: ''اچھا تمہارے پاس دو آنکھیں ہیں ان میں سے ایک مجھے دیدو اور مجھ سے بیس ہزار لے لو''

فقیر نے پھر انکار کر دیا۔

اس شخص نے کہا:

''دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں دو ہاتھ، دو پاؤں اور دو آنکھیں دی ہیں، میں نے صرف ایک ایک کے دام لگائے تو پچاس ہزار روپے ہو گئے۔ اگر دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں اور دونوں آنکھوں کی قیمت لگائی جائے تو ایک لاکھ روپے بنیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جسم جو تمہارے پاس ہے، اس میں بے شمار چیزیں ہیں۔ اس کی صرف تین چیزوں کے دام کم از کم ایک لاکھ روپے ہیں پھر تم غریب کیسے ہو؟ تم تو بہت دولت مند ہو''

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے پاس کچھ بھی نہ ہو، تب بھی اس کے پاس بہت کچھ ہوتا ہے۔

یہ جسم و دماغ جو ہمیں ملا ہے، یہ تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی ہے۔

اگر ہمارے پاس ہاتھ ہے جس سے ہم چیزوں کو پکڑیں اور ٹٹولیں، پاؤں ہے جس سے ہم چلیں، آنکھ ہے جس سے ہم دیکھیں، زبان ہے جس سے ہم بولیں، تو گویا ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔

اور ہمارے اندر و باہر کی تمام صلاحیتیں اللہ تعالیٰ ہی کی بخشی ہوئی ہیں۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے اللہ کا دیا ہوا ہے، آدمی کی زندگی اور اس کا تمام تر اثاثہ سب کچھ اللہ کا عطیہ ہے۔ آدمی جو کچھ دنیا میں کماتا ہے اسی لئے کہ اللہ نے اسے ہاتھ اور پاؤں دیئے ہیں جن سے وہ عمل کرے، آنکھ اور زبان دی ہے جن سے وہ دیکھے اور بولے، اس کو دماغ دیا ہے جس سے وہ سوچے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منصوبے بنائے، اسی کے ساتھ اللہ نے اسے ایک ایسی دنیا میں رکھا ہے جو پوری طرح اس کے تابع ہے۔

دنیا کی ہر چیز اس طرح بنائی گئی ہے کہ انسان جس طرح چاہے اسے اپنے کام میں لائے۔ اگر ایسا نہ ہو تو انسان جسم و دماغ کی تمام طاقتیں رکھتے ہوئے بھی دنیا میں کوئی فائدہ نہ حاصل کر سکے۔

اگر گیہوں کا دانہ فصل کی صورت میں نہ اگے، بلکہ پتھر کے ٹکڑے کی طرح زمین پر پڑا رہے تو انسان کے لئے زمین سے غلہ حاصل کرنا ناممکن ہو جائے۔

فطرت کی طاقتیں اگر اپنا مقررہ عمل نہ ظاہر کریں تو نہ بجلی پیدا ہو اور نہ کوئی سواری حرکت کرے۔

غرضیکہ موجودہ دنیا میں انسان جو کمائی کرتا ہے وہ براہ راست اللہ کا احسان ہوتی ہے۔

تھوڑے سے غور و فکر کے بعد یہ بات پورے طور پر سمجھ میں آجاتی ہے کہ ہم انسانوں کے پاس جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔

اور دنیا میں جتنی چیزیں ہیں ہم انسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے ہی بنائی گئی ہیں۔

ہمارے ہاتھ، پاؤں، جسم، آنکھیں، دماغ، چمکتا ہوا چاند، گرم اور روشن سورج، تیز اور ٹھنڈی ہوائیں، دنیا کو زندگی دینے والی بارش، زمین سے اگنے والے اناج اور سبزیاں اور پیڑ پودے وغیرہ، یہ سب اللہ تعالیٰ کی وہ بہترین نعمتیں ہیں جو بلا کسی اجرت و معاوضہ کے ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہیں۔

اگر انسان کی ایک آنکھ پھوٹ جائے اور وہ اسے حاصل کرنے کے لئے اپنی پوری جائیداد اور اپنی پوری زندگی کی کمائی داؤں پر لگا دے تب بھی وہ آنکھ واپس نہیں لا سکتا۔

ایک نکتہ

اب ذرا ایک نکتے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا عجیب و غریب انداز کی بنائی ہے۔

کسی کو دولت مند بنایا ہے تو کسی کو غریب، کسی کو اتنا ملا ہے کہ اسے اپنی دولت کا حساب معلوم نہیں، اور کسی کو بہت ہی کم دیا گیا ہے۔ اس لئے اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کے سلسلے میں ہمیں اپنے سے اوپر والوں کی طرف نہیں، بلکہ اپنے سے نیچے والوں کی طرف دیکھنا چاہئے۔

یعنی یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ فلاں کو اللہ تعالیٰ نے بے حد و حساب دولت دی ہے اور مجھے کم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا ہے، فلاں شخص شاندار بلڈنگ میں رہتا ہے اور مجھے کھلے آسمان کے نیچے لیٹ کر رات گذار دینی پڑتی ہے، فلاں کے پاس بہت زمین ہے اور میرے پاس اتنی بھی زمین نہیں ہے جس سے میں سال بھر کے اخراجات کے لئے غلہ حاصل کرسکوں، بلکہ یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اگرچہ غریب بنایا ہے، مگر اس دنیا میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو نان شبینہ کے محتاج ہیں، میرا مکان اگرچہ بہت چھوٹا ہے لیکن ایسے بہت سے لوگ ہیں جو مکان ہی سے محروم ہیں اور کھلے آسمان کے نیچے درختوں کے سائے میں اپنی راتیں گذار دیتے ہیں۔

اس طرح اگر آدمی اپنے سے اوپر والے کی طرف دیکھے گا تو اس کے اندر حرص وحسد کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اور اگر وہ اپنے سے نیچے والوں کی طرف دیکھے گا تو اس کے اندر شکر وسپاس کے جذبات پیدا ہوں گے، اور یہی اللہ کو مطلوب ہے۔

ایک واقعہ

شیخ سعدیؒ نے اپنی مشہور کتاب گلستاں میں اپنا ایک انتہائی سبق آموز اور دل کو چھو لینے والا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک بار وہ بغداد جارہے تھے لیکن ان کے پاؤں میں جوتا نہیں تھا، اور جوتا خریدنے کی قیمت بھی ان کے پاس نہیں تھی۔

سوچ رہے تھے کہ مجھ جیسا بدنصیب کوئی نہیں جو جوتا کے بغیر چلنے پر مجبور ہے۔

اچانک انہوں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو دونوں پیروں سے معذور تھا۔ تب ان کے دل میں ندامت کے جذبات پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

''اے اللہ! اگرچہ میرے پاؤں میں جوتے نہیں ہیں لیکن میں اس شخص سے کہیں بہتر حال میں ہوں جو دونوں پاؤں سے محروم ہے۔''

سب سے بڑی نعمت

لیکن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت اسلام ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ہم پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی دولت سے نوازا۔ کیونکہ دنیا کی تمام نعمتیں ہمارے لئے تبھی صحیح معنوں میں نعمتیں بنتی ہیں جب ہم اسلام اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہی ان کا استعمال کریں گے۔ اگر یہ نعمتیں اسلام کے خلاف استعمال کی گئیں تو میدان حشر میں وہ بجائے نعمت، وبال، اور بجائے نجات کے ذلت وعذاب کا سبب ہوں گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کہ حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ ایک نافرمان بندے کا حساب لے گا اور جب اس کے گناہوں اور خطاؤں کی فہرست رکھی جائے گی تو وہ ان سے مکر جائے گا۔ تب اس کی زبان سے قوت گویائی سلب کر لی جائے گی، اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی، وہ بولنے سے معذور ہو جائے گا، پھر اس کے ہاتھ، پاؤں اور جسم کے دوسرے اعضاء اس کے گناہوں کی گواہی دیں گے۔

سورۂ یٰسٓ کی آیت ہے:

الیوم نختم علٰی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون. ''اس دن ہم ان (مجرموں) کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں ان کے کاموں کی گواہی دیں گے''

معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتیں اسلام اور اسلام کے مقرر کردہ اصول کے خلاف استعمال کی گئیں تو وہ انسان کے لئے وبال و زحمت بن جائیں گی۔

غور کرنے کی بات ہے کہ ان تمام چیزوں کو جو چیز نعمت بناتی ہے .وہ خود کتنی بڑی نعمت ہو گی؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ہمارے لئے اپنی سب سے بڑی نعمت قرار دیتے ہوئے قرآن مجید کی سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا. ''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت (اسلام) تم پر پوری کر دی اور اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کیا''

سورۃ آلعمران میں ارشاد ہوا:

ان الدین عند اللہ الاسلام ''بلاشبہ اللہ کے نزدیک (پسندیدہ اور مقبول) دین اسلام ہی ہے۔''

اسی سورۃ میں فرمایا:

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا. فلن یقبل منه. وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین.
''جو کوئی اسلام کے خلاف کسی اور دین کا طالب ہو گا تو اللہ کے یہاں اس کی طرف سے یہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں قطعاً نامراد ہو گا۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

یہی حق ہے، یہ ہر پہلو سے کامل ہے، اور پوری دنیائے انسانیت کی نجات وفلاح اسلام ہی کی پیروی میں ہے۔

اسلام جن تعلیمات پر مشتمل ہے، اصولی حیثیت سے اس کی اہمیت کے درجے الگ الگ ہیں۔

بعض کو بنیاد کی حیثیت حاصل ہے، بعض کو دیواروں کی، بعض کو چھت کی، اور بعض کو ظاہری زیب وزینت کی، اسلام کی بنیاد ایمان وعقائد پر ہے، عقائد کی درستگی پر اسلامی زندگی کی درستگی اور ان کی بقا کا دارومدار ہے۔ اسلامی زندگی کا آغاز ایمان سے ہوتا ہے۔

ایمان کا تعلق اسلام کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسے بنیاد کا تعلق عمارت سے اور بیج کا تعلق درخت اور پودوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

بنیاد ہی پر عمارت کھڑی ہوتی ہے اور بیج ہی سے درخت اور پودے اگتے ہیں، پلتے ہیں، بڑھتے ہیں، اور نشوونما پاتے ہیں۔

جب کسی درخت کی جڑیں سوکھ جاتی ہیں تو وہ درخت اپنی شاخوں اور اپنے پتوں سمیت سوکھ جاتا ہے۔ اور اس طرح کے کسی سوکھے پیڑ کی شاخ پر ہزاروں لیٹر پانی ڈال دیا جائے تب بھی وہ سرسبز اور شاداب نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس کی جڑوں میں اب جان باقی نہیں رہی۔

اسی طرح جس درخت کی جڑیں جتنی مضبوط ہوتی ہیں وہ درخت اسی قدر مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے، اور جس درخت کی جڑیں جتنی کمزور ہوتی ہیں وہ درخت اتنا کمزور ہوتا ہے کہ ہوا کا ایک معمولی جھونکا بھی برداشت نہیں کرسکتا۔

دیکھئے آپ کے سامنے آم کا جو یہ بڑا درخت کھڑا ہے، آج آپ اسے اکھاڑنا چاہیں تو اس کے لئے سیکڑوں آدمیوں کی ضرورت پڑے گی، لیکن جب اسے لگایا گیا تھا اگر اس دن اکھاڑا جاتا تو ایک معمولی آدمی کی طاقت ہی اسے اکھاڑ دینے کے لئے کافی تھی۔

اس فرق کی وجہ سوائے اس کے کوئی نہیں کہ آج اس کا اکھاڑنا اس لئے مشکل ہے کہ اس کی جڑیں مضبوط ہوچکی ہیں۔ اور اس دن اس کا اکھاڑنا اس لئے آسان تھا کہ اس کی جڑیں کمزور تھیں۔

یہی کچھ معاملہ ایمان اور اسلامی زندگی کا ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ایمان کمزور ہوتا ہے تو دنیاوی حوادث کا ایک معمولی جھونکا بھی انسان کے لئے ناقابل برداشت بن جاتا ہے، اور جب ایمان مضبوط ہوتا ہے تو اسے کوئی خوف، کوئی لالچ، کوئی دباؤ اور خواہشات نفسانی کا کوئی بھی تقاضہ راہِ حق سے نہیں ہٹا سکتا۔

جب یہ بات مسلّم ہوگئی کہ اعمال صالحہ کی بنیاد ایمانیات اور عقائد پر ہے اور ایمان ہی اسلام اور شریعت حقہ کی روح ہے،

تو پھر یہ بات بھی مسلّم ہے کہ ایمان نہیں تو کوئی عبادت مقبول اور معتبر نہیں ہے۔

انسان کا کوئی بھی عمل بادی النظر میں کتنا ہی دلکش اور کتنا ہی مستحسن ہو، اگر وہ ایمان کے نور سے خالی ہے تو اللہ کے یہاں بے قیمت ہے۔

جس طرح بیج کے بغیر پودے یا درخت کا وجود میں آنا ممکن نہیں ہے، اسی طرح جب تک ایمانیات اور عقائد وجود میں نہ آئیں اس وقت تک باقی اسلام کے وجود میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللّٰہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتٰب والنبین . ”نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق یا مغرب کی طرف کرلو، بلکہ نیکی اس شخص کی ہے جو ایمان رکھتا ہو اللہ پر، آخری دن پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر اور نبیوں پر“

سورۂ مومن میں یوں فرمایا گیا:

ومن عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فاولئک یدخلون الجنۃ یرزقون فیھا بغیر حساب ”اور جو نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو، ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے جہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا“

قرآن مجید میں ایمان اور عمل صالح کو لازم و ملزوم بتایا گیا ہے۔

کوئی عمل صرف اپنی ظاہری شکل وصورت کی وجہ سے عمل صالح نہیں بن سکتا، جب تک اس کا دارومدار ایمان اور عقیدۂ صالحہ پر نہ ہو، اور کوئی عقیدۂ صالحہ ایسی حالت میں معتبر نہیں ہوسکتا جب تک کہ آدمی کا عمل اس کی تائید وتصدیق نہ کر رہا ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک شخص اگر زبان سے کہتا ہے کہ میں صرف اللہ ہی کو معبود مانتا ہوں، مگر عملی طور پر وہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتا ہے تو اس کا یہ عمل اس کے دعویٰ ایمان کی تردید کرتا ہے،

ایک شخص زبان سے کہتا ہے کہ میں جوئے کو حرام اور شیطانی کام سمجھتا ہوں، لیکن عملاً وہ جوا کھیلتا ہے تو وہ محض اپنے اس دعویٰ سے نہ اللہ کی مخلوق کی نگاہ میں مقبول ہوسکتا ہے نہ اللہ کے یہاں اسے قبولیت مل سکتی ہے۔

جب آدمی کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اس کی افادیت کا یقین کرتا ہے، اس کے بعد اس یقین کے مطابق عمل کرتا ہے تب اس کا کام پورا ہوتا ہے۔

مثلاً ایک کسان کو یقین ہوتا ہے کہ وہ اپنے کھیت میں کھاد ڈالے گا تو اس کی فصلوں کی پیداوار بڑھ جائیگی، اب یہی یقین دل میں بٹھا کر وہ اپنے گھر بیٹھا رہے اور کھیت میں کھاد نہ ڈالے تو کیا اس میں اگنے والی فصل میں اضافہ ہوگا؟

ایک شخص کو کہیں جانا ہے، اسے یقین ہے کہ سڑک پر کھڑی ہوئی بس اسے اس کی منزل تک پہنچادے گی، یہ یقین کر کے وہ اسٹیشن پر کھڑا رہ جائے تو کیا وہ اپنی منزل تک پہنچ سکے گا؟

ایک شخص کو یقین ہے کہ لحاف اوڑھنے سے اس کا جاڑا چلا جائے گا، اور پھر اسی یقین کے سہارے وہ بیٹھا رہے، لحاف نہ اوڑھے تو کیا وہ اس یقین کے سہارے ٹھٹھرنے سے محفوظ رہ سکے گا؟

ایک ہوتا ہے معاہدہ اور اقرار، اور ایک ہوتا ہے اس کا نبھانا۔

اور دنیا کا ہر معاہدہ عمل ہی کے میزان پر جانچا اور پرکھا جاتا ہے، اگر معاہدہ اور عمل میں مطابقت ہے تو معاہدہ باقی رہتا ہے ورنہ توڑ دیا جاتا ہے۔

اسی طرح ایمان ایک معاہدہ کا نام ہے اور اس کا نبھانا عمل صالح ہے۔

جس طرح عمل کے بغیر معاہدہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، اسی طرح اللہ کے نزدیک وہی ایمان ایمان ہے جس کے ساتھ عمل صالح ہو، عمل صالح کے بغیر ایمان کا دعویٰ خود فریبی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ نساء میں ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

یاایها الذین امنوا امنو بالله ورسوله والکتٰب الذی نزل علی رسوله

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والکتٰب الذی انزل من قبل. ''اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر، اور اس کے رسولؐ پر، اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے نازل کی''

اس آیت میں ایمان والوں سے ایمان لانے کے لئے کہا گیا ہے،

اور یہ بات کتنی عجیب وغریب لگتی ہے،

جیسے ایک شخص کیلے کھا رہا ہو اور اس سے یہ کہا جائے کہ اے کیلے کھانے والے کیلے کھاؤ، تو بات عجیب سی لگتی ہے کہ جب کیلے کھانے والا کیلے کھا ہی رہا ہے تو اس سے یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ اے کیلے کھانے والے کیلے کھاؤ؟

کچھ لوگ سڑک پر چل رہے ہوں، اور ان سے یہ کہا جائے کہ اے سڑک پر چلنے والو! سڑک پر چلو، تو یہ بات بڑی حیرت انگیز لگتی ہے کہ سڑک پر چلنے والوں ہی سے سڑک پر چلنے کے لئے کہا جائے۔

تو جب ایمان لانے والا ایمان لا ہی چکا ہے تو اسے دوبارہ ایمان لانے کے لئے کیوں کہا جا رہا ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والو! یہی نہیں کہ تم انکار کا راستہ چھوڑ کر اقرار کا راستہ اختیار کرلو، یا نہ ماننے والوں کی جماعت کو چھوڑ کر ماننے والوں کی جماعت میں شامل ہو جاؤ، بلکہ جو کچھ تم نے مانا ہے اسے دل کی گہرائیوں سے مانو، اور مان کر اپنے فکر وعمل، اپنی پوری زندگی اور اس کی تمام تر مصروفیات اسی ایمان کے تابع کردو، یعنی جب تک زندہ رہو ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا ہے:

ان اللّٰہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ. ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔''

یہاں ایمان کو بیع سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان محض زبان سے بول دینے ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ دراصل وہ ایک معاہدہ ہے جو بندہ اپنے رب سے کرتا ہے، اور اس معاہدے کی رو سے وہ اپنا نفس اور اپنا مال اللہ کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے، اور اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وعدے کو قبول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لیتا ہے کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں وہ اسے جنت عطا فرمائے گا۔

اس آیت کے تحت اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ اسلام کی جو چیزیں اپنے مفاد اور غرض کے مطابق نظر آئیں وہ قبول کر لی جائیں، اور جو چیزیں خواہش نفس کے مطابق نہ ہوں انہیں رد کر دیا جائے۔

اس طرح کا طرز عمل نفس پرستی اور خواہش کی بندگی کا جعلی سکہ ہے جو ایمان کے نام سے رائج ہے۔

یہ جعل سازی اور فریب کاری ہے کہ آدمی اپنے مطلب کے لئے مسلمان ہو اور اسلام کے نام پر اپنے حقوق مانگے، مگر اسلام کی پیروی کے لئے وہ مسلمان نہ ہو۔

مسلمان کبھی اس طرح کی زندگی نہیں بسر کر سکتا کہ وہ جو چاہے کھائے، جو چاہے پہنے، اور جن مشغولیتوں میں چاہے اپنی قوتیں، اپنی صلاحیتیں اور اپنا وقت صرف کرتا رہے اور جدھر خواہشات نفس لے جائیں ادھر آزادی سے بڑھتا چلا جائے،

وہ کوئی چھوٹا ہوا جانور نہیں ہوتا کہ جس کھیت میں چاہے گھس جائے، جہاں ہرا چارہ دیکھے وہیں منہ مار دے، اور جس راستے پر قدم اٹھ جائیں اسی پر چلنے لگے۔

ایمان اور مسلمان کی زندگی کی صحیح، موزوں اور دل کو لبھانے والی مثال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمائی ہے:

''مسلمان اور ایمان کی مثال ایسی ہے، جیسے کھونٹے سے بندھا ہوا گھوڑا ہوتا ہے کہ چاہے وہ کتنی ہی جولانیاں دکھائے، یا کتنا ہی اچھلے کودے، بہر حال اس کے گلے کی رسی اسے مجبور کر دیتی ہے کہ ایک خاص حد تک پہنچنے کے بعد اپنے کھونٹے کی طرف پلٹ آئے''

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ایمان اور عمل صالح کو لازم وملزوم ٹھہرایا گیا ہے۔ مثلاً

سورۂ لقمان میں ارشاد ہوا:

ان الذین امنو وعملو الصلحت لهم جنت النعیم . ''بیشک جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، ان کے لئے نعمت بھری جنتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے،،

سورۂ سبا میں قیامت کے آنے کی وجہ بتائی گئی:

لیجزی الذین امنو وعملو الصلحت. اولئک لهم مغفرة و رزق کریم.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور یہ قیامت اس لئے آئے گی کہ جزا دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے رہے ہیں، ان کے لئے مغفرت ہے اور رزق کریم''

اسی سورۃ میں اللہ کی قربت حاصل کرنے کا ذریعہ بتایا گیا:

وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفیٰ الا من امن وعمل صالحاً. فاولئک لھم جزاء الضعف بما عملوا وھم فی الغرفات آمنون. ''یہ تمہاری دولت اور تمہاری اولاد نہیں ہے جو تمہیں ہم سے قریب کرتی ہو، ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے عمل کی دہری جزا ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں اطمینان سے رہیں گے۔''

سورۂ فاطر میں ارشاد ہوا:

والذین امنو وعملو الصٰلحت لھم مغفرۃ واجر کبیر. ''اور جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔''

یہی خوش خبری حٰم سجدہ میں سنائی گئی:

ان الذین امنو وعملو الصٰلحت لھم اجر غیر ممنون. ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کے لئے یقیناً ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے''

سورۂ شوریٰ میں بتایا گیا:

والذین امنوا عملو الصٰلحت فی روضٰت الجنٰت. لھم مایشاء ون عند ربھم. ذٰلک ھو الفضل الکبیر. ذٰلک الذی یبشر اللّٰہ عبادہ الذین امنوا وعملو الصلحت. ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک نیک عمل کئے وہ جنت کے گلستانوں میں ہوں گے، جو کچھ بھی وہ چاہیں گے اپنے رب کے یہاں پائیں گے، یہی بڑا فضل ہے۔ یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے اچھے عمل کئے ہیں''

اسی سورۃ میں قبولیت دعا کے بارے میں بتایا گیا:

ویستجیب الذین امنوا وعملو الصٰلحت ویزیدھم من فضلہ. ''وہ ایمان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں اور نیک عمل والوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دیتا ہے"

سورۂ جاثیہ میں ارشاد ہوا:

فاما الذین آمنوا وعملوا الصٰلحت فیدخلھم ربھم فی رحمته. ذٰلک ھو الفوز المبین. "پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کریگا اور یہی صریح کامیابی ہے"

سورۂ کہف میں بشارت دی گئی:

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحت کانت لھم جنٰت الفردوس نزلا. خٰلدین فیھا لا یبغون عنھا حولا. "بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے، ان کی میزبانی کے لئے جنت کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس جگہ سے نکل کر کہیں جانے کو ان کا جی نہیں چاہے گا"

سورۂ مریم کی آیت ہے:

الا من تاب واٰمن وعمل صالحاً فاولٰئک یدخلون الجنة ولا یظلمون شیئاً. "البتہ جو لوگ توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل اختیار کریں وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہوگی"

اسی سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ ایمان و عمل والے محبوب خلائق بنا دیئے جاتے ہیں:

ان الذین آمنوا وعملوا الصٰلحت سیجعل لھم الرحمٰن ودا. "یقیناً جو لوگ ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کررہے ہیں عنقریب رحمٰن ان کے لئے دلوں میں محبت پیدا کردے گا"

سورۂ طٰہٰ میں فرمایا گیا:

ومن یاته مومناً قد عمل الصٰلحت فاولٰئک لھم الدرجٰت العلیٰ. "اور جو اس کے حضور مومن کی حیثیت سے حاضر ہوگا اور جس نے نیک عمل کئے ہوں گے، ایسے سب لوگوں کے لئے بلند درجے ہیں"

اسی سورۃ میں ایمان و عمل کو تمام گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بتایا گیا ہے:

وانی لغفار لمن تاب واٰمن وعمل صالحاً ثم اھتدیٰ. "اور جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھی راہ چلتا رہے اس کے لئے میں بہت درگذر کرنے والا ہوں"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی سورۃ کی آیت ہے:

ومن یعمل من الصلحت وھو مؤمن فلا یخٰف ظلماً ولا ھضماً. ''اور جو شخص نیک عمل کرے اور اس کے ساتھ وہ مومن بھی ہو تو اسے کسی ظلم اور حق تلفی کا خطرہ نہیں ہوگا''

سورۃ انبیاء میں یوں ارشاد ہوا:

فمن یعمل من الصلحت وھو مومن فلا کفران لسعیه. وانا له کاتبون. ''پھر جو شخص نیک عمل کرے گا، اس حال میں کہ وہ مومن ہو، تو اس کے کام کی ناقدری نہ ہوگی، اور اسے ہم لکھ رہے ہیں''

سورۂ حج میں یوں وارد ہوا:

ان اللّٰہ یدخل الذین آمنو وعملو الصلحت جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر. ''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔''

اسی سورۃ میں ایمان وعمل والوں کو خوشخبری دی گئی:

ان اللّٰہ یدخل الذین آمنوا وعملو الصلحت جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر یحلون فیھا من اساور من ذھب ولولوءً. ولباسھم فیھاحریر. ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ان کو اللہ ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہاں وہ سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیے جائیں گے اور ان کے لباس ریشم کے ہوں گے''

اسی سورۃ میں پھر بتایا گیا:

فالذین امنو وعملو الصلحت لھم مغفرۃ ورزق کریم. ''پھر جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت کی روزی''

اسی سورۃ میں پھر بتایا گیا:

فالذین آمنوا وعملو الصلحت فی جنٰت النعیم. ''پس جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے وہ نعمت بھری جنتوں میں جائیں گے،

سورۂ نور میں ایسے لوگوں کے لئے دنیوی زندگی میں بادشاہت اور طمانیت قلب کا وعدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا:

وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم وعملو الصّٰلحت لیستخلفنھم فی الارض کمااستخلف الذین من قبلھم. ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً. ''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، کہ وہ ان کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، اور ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا جسے اللہ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی حالت خوف کو امن سے بدل دے گا''

سورۂ فرقان کی آیت ہے:

الامن تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً فاولٰئک یبدل اللہ سیاتھم حسنٰت. وکان اللہ غفوراً رحیماً. ''مگر جو شخص توبہ کر ڈالے اور ایمان لائے اور عمل صالح کرے ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور رحیم ہے''

سورۂ قصص میں ایسے لوگوں کو فلاح کامل کی بشارت دی گئی:

فامامن تاب وامن وعمل صالحاً فعسیٰ ان یکون من المفلحین ''البتہ جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کئے وہی یہ توقع کرسکتا ہے کہ وہاں فلاح پانے والوں میں سے ہوگا''

سورۂ عنکبوت میں یوں بیان ہوا:

والذین آمنوا وعملو الصّٰلحت لنکفرن عنھم سیاتھم ولنجزینھم احسن الذی کانوا یعملون ''اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک اعمال کریں گے ان کی برائیاں ہم ان سے دور کردیں گے اور انہیں ان کے بہترین اعمال کی جزا دیں گے''

اسی سورۃ میں آگے چل کر یہ بھی بتایا گیا:

والذین آمنوا وعملو الصّٰلحت لندخلنھم فی الصّٰلحین. ''اور جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور جنھوں نے نیک اعمال کئے ہوں گے ان کو ہم صالحین میں داخل کریں گے''

یہی بات سورۂ محمد میں یوں بتائی گئی:

والذین آمنوا وعملو الصّٰلحت وامنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربھم. کفر عنھم سیاتھم واصلح بالھم. ''اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور اس چیز کو مان لیا جو محمدؐ پر نازل ہوئی ہے..... اور ہے وہ سراسر حق ان کے رب کی طرف سے..... اللہ نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا''

اسی سورۃ میں آگے چل کر پھر یہ خوشخبری سنائی گئی:

ان اللّٰہ یدخل الذین اٰمنوا وعملو الصّٰلحٰت جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر. ''ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اللہ ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں''

سورۂ فتح میں بھی اسی نعمت عظمیٰ کا وعدہ کیا گیا:

وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا وعملو الصّٰلحٰت منھم مغفرۃ واجراً عظیماً. 'اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے''

سورۂ تغابن میں بھی اسی فوز عظیم کی بشارت دی گئی:

ومن یؤمن باللّٰہ ویعمل صالحاً یکفر عنہ سیاتہ ویدخلہ جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابداً. ذلک الفوز العظیم. ''اور جو اللہ پر ایمان لایا ہے اور نیک عمل کرتا ہے، اللہ اس کے گناہ جھاڑ دے گا اور اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یہ لوگ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے''

سورۂ انشقاق میں آیات الٰہیہ کے جھٹلانے والوں کو دردناک عذاب کے وعدہ کے بعد ارشاد ہوا:

الا الذین آمنوا وعملو الصّٰلحٰت لھم اجر غیر ممنون. ''البتہ جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے''

سورۂ بروج میں ارشاد ہوا:

ان الذین آمنوا وعملو الصّٰلحٰت لھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر. ذٰلک الفوز الکبیر. ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے، یقیناً ان کے لئے جنت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یہ ہے بڑی کامیابی''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۂ تین میں بتایا گیا:

الا الذین امنوا وعملو الصٰلحت فلهم اجر غیر ممنون. ''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے''

ایسے لوگوں کو تمام خلائق میں سب سے بہتر بتاتے ہوئے سورۂ بینہ میں ارشاد ہوا:

ان الذین امنوا وعملو الصٰلحت. اولٰئک هم خیر البریة. ''جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کئے، وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں''

سورۂ عصر میں زمانے کی قسم کھا کر اللہ نے فرمایا:

ان الانسان لفی خسر. الا الذین امنوا وعملو الصٰلحت وتواصو بالحق. وتواصو بالصبر. ''انسان درحقیقت بڑے خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے''

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا:

وبشر الذین امنوا وعملو الصٰلحت ان لهم جنٰت تجری من تحتها الانهٰر ''اے نبی! جو لوگ ایمان لائیں اور اس کے مطابق عمل کریں، تم انہیں خوشخبری دے دو کہ ان کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی''

اسی سورۃ میں آگے چل کر پھر یہی بات دہرائی گئی۔

والذین امنوا وعملو الصٰلحت اولٰئک اصحٰب الجنة. هم فیها خٰلدون. ''اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہی جنتی ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے''۔

یہی نہیں بلکہ ایمان وعمل صالح کو دنیوی کامیابی وعافیت کی ضمانت بتایا گیا ہے۔

سورۂ نحل میں ارشاد ہوا:

من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وهو مومن فلنحیینه حیٰوة طیبة. ''جو شخص نیک عمل کرے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، اور ہو وہ مومن تو ہم اس کی زندگی اچھی بسر کرائیں گے''

اس آیت نے یہ بات واضح کر دی کہ ایمان اور عمل صالح کے نتیجے میں، اس دنیا میں مومن کو جو فلاح ملتی ہے وہ ''حیات طیبہ'' یعنی بہترین زندگی ہے، جس میں آدمی بے راہ نہ ہو اور زحمتوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پریشانیوں سے محفوظ رہے۔

حیات طیبہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اسے مال دار بنائیں گے۔

دوسرے لفظوں میں اس کا حقیقی مفہوم دولت کی تجوریاں، عمدہ کوٹھیاں، زروجواہرات کے انبار، قیمتی کاریں، نوکروں کی فوج، شاہانہ لباس، اور پرتکلف دسترخوان نہیں ہے۔

ایسی دولت جس کے طفیل انسان کو نیند جیسی قیمتی اور فطری ضرورت کے لئے خواب آور گولیاں کھانی پڑیں، ذہن مستقل پریشانیوں کی آماجگاہ بنا رہے، اور سینے میں خوف ووہشت کی بھٹی سلگتی رہے، کسی طرح راحت دینا نہیں بلکہ بدترین عذاب ہے، یہ فلاح نہیں بلکہ قابل رحم بدنصیبی ہے۔

حیات طیبہ کا مطلب ہے، دل کی تونگری اور عزت اور محبوبیت کی زندگی۔

یعنی ایمان اور عمل صالح کے نتیجے میں تمہیں دل کی تونگری حاصل ہوجائے گی اور تم دنیا والوں کی نگاہ میں محبوب اور ہردلعزیز بنادیئے جاؤ گے۔

اور ہرکوئی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ جب کوئی چیز پیاری اور محبوب ہوتی ہو تو ہرآدمی چاہتا ہے کہ اسے نقصان نہ پہنچے، وہ باقی رہے، پھلے پھولے اور سرسبز وشاداب رہے۔

اخلاص

لیکن یاد رہے، وہی عمل، عمل صالح ہے جس کی پشت پر فلاح آخرت کی آرزو اور اللہ کی رضا کی طلب کارفرما ہو۔

جو عمل اس مقصد سے خالی ہو وہ اللہ کے نزدیک کوئی قدروقیمت نہیں رکھتا۔

موجودہ دنیا اور آخرت کی دنیا میں زبردست فرق ہے،

اس دنیا میں تمام فیصلے صرف ظاہر کو دیکھ کر کئے جاتے ہیں، جب کہ آخرت میں نیتوں پر کئے جائیں گے۔

یہ عالم جس میں ہم ہیں اور جس میں ہمیں کام کرنے کا موقع دیا گیا ہے، عالم ظاہر اور عالم شہادت ہے، اور ہمارے حوادث وادراک کا دائرہ بھی یہاں صرف ظاہر تک ہی محدود ہے۔

یعنی یہاں ہم ہر شخص کا صرف ظاہری عمل اور چال چلن دیکھ کر ہی اس کے متعلق اچھی اور بری رائے قائم کرسکتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر اس سے معاملہ کرسکتے ہیں۔

ظاہری اعمال سے پرے، ان کی نیتوں، دل کے بھیدوں اور سینے کے رازوں کو جاننے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھنے اور دریافت کرنے سے ہم بالکل قاصر ہیں۔

لیکن عالم آخرت میں فیصلہ کرنے والا اللہ علام الغیوب ہوگا جو ہر چھوٹی بڑی بات سے واقف ہے اور کسی کے سینے کا راز اس سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس لئے وہاں کا فیصلہ نیتوں اور دل کے ارادوں کے لحاظ سے ہوگا۔

گویا احکام کے بارے میں جس طرح اس دنیا میں ظاہری اعمال اصل ہیں، اور کسی کی نیت پر یہاں کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا، اسی طرح وہاں معاملہ اس کے برعکس ہوگا، اور حق تعالیٰ کا فیصلہ نیتوں پر ہوگا اور ظاہری اعمال کو ان کے تابع رکھا جائے گا۔

اس لئے اللہ کے نزدیک صرف وہی عمل قابل قبول ہے جو اللہ کی رضا کے لئے ہو۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما الاعمال بالنیات وانما لامرء مانویٰ فمن کانت هجرته الی الله رسوله فهجرته الی الله رسوله ومن کانت/هجرته الی دنیا یصیبها او امرءة یتزوجها فهجرته الی ما هاجر الیه ''تمام انسانی اعمال کا دارومدار بس نیتوں پر ہے اور آدمی کو اس کی نیت کے مطابق ہی پھل ملتا ہے، تو جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی تو درحقیقت اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہوئی (اور بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول کا سچا مہاجر ہے اور اس کو ہجرت الی اللہ والرسول کا اجر وثواب ملے گا) اور جو کوئی دنیاوی غرض کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کی خاطر ''مہاجر'' بنا تو (اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے نہ ہوگی، بلکہ) فی الواقع جس دوسری غرض اور نیت سے اس نے ہجرت اختیار کی ہے اللہ کے نزدیک بس اسی کی طرف اس کی ہجرت مانی جائیگی''

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا اصل مقصد امت پر اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ تمام اعمال کے صلاح وفساد اور مقبولیت وعدم مقبولیت کا دارومدار نیت پر ہے،

یعنی عمل صالح وہی ہوگا اور اسی کی اللہ کے یہاں قدروقیمت ہوگی جو صالح نیت سے کیا گیا ہو، اور جو ''عمل صالح'' کسی بری غرض اور فاسد نیت سے کیا گیا ہو وہ صالح اور مقبول نہ ہوگا، بلکہ نیت کے مطابق فاسد اور مردود ہوگا، اگرچہ ظاہری طور پر وہ ''صالح'' ہی معلوم ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص عشاء کی نماز ادا کر کے اپنے بستر پر سونے کے لئے گیا، اور سونے سے پہلے اس نے نیت کی کہ آج میں تہجد کی نماز ضرور پڑھوں گا۔ لیکن اس پر نیند کا ایسا غلبہ طاری ہوا کہ وہ خواہش اور تمنا رکھنے کے باوجود نہیں جاگ سکا۔ اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب فجر کی اذان ہوئی، لیکن چونکہ اس شخص نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے تہجد پڑھنے کی نیت کی تھی اس لئے اگر چہ وہ ادا نہیں کر سکا لیکن اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں تہجد کی ادائیگی کا پورا ثواب لکھ دیتا ہے،

ایک واقعہ

پرانے زمانے کا واقعہ ہے، کسی شہر میں قحط سالی پڑ گئی، لوگ بھوکوں مرنے لگے، بالخصوص غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی حالت فاقہ کشی سے نہایت ابتر ہو گئی، لوگ بہت زیادہ پریشان تھے۔

اس بستی میں ایک بہت ہی نیک شخص تھا جو ہر وقت رو رو کر اللہ تعالےٰ سے اس بھیانک قحط سالی سے نجات کی دعا کیا کرتا تھا، اور غریبوں اور مجبوروں کی حالت زار کو دیکھ کر اسے بڑی بے چینی تھی۔

ایک روز وہ کہیں جا رہا تھا، اس نے دیکھا کہ ایک بہت اونچا مٹی کا تودہ ہے۔

وہ سوچنے لگا کہ کاش یہ مٹی کا تودا آٹا بن جائے اور میں اللہ کی رضا کے لئے اسے غریبوں اور مجبوروں میں تقسیم کر دوں۔

اور پھر اس نے اللہ سے یہی دعا کی۔

یہی حسرت دل میں لے کر وہ تھوڑا آگے بڑھا کہ غیب سے آواز آئی۔

''اے اللہ کے بندے! مٹی کا یہ تودا اگر چہ آٹا نہیں بنا لیکن تیرے حسن نیت کی وجہ سے تیرے نامۂ اعمال میں اتنا ہی آٹا خیرات کرنے کا ثواب لکھ دیا گیا''۔

لیکن بندہ اگر کوئی ایسا عمل کرے جو رضائے الٰہی کے لئے نہ ہو بلکہ ریا ونمود کے لئے ہو تو دنیا والوں کی نظر میں وہ عمل، عمل صالح ہو گا۔ لیکن اللہ کے یہاں ایسے عمل کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہو گی۔

مثلاً نماز ہر شخص پر فرض ہے۔

اور قرآن نے نماز کو ایمان کا لازمہ بتایا ہے۔

جیسے سورج کا لازمہ روشنی اور آگ کا لازمہ حرارت اور گرمی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب سورج نکلے گا تو روشنی ضرور پیدا ہوگی اور جہاں آگ جلائی جائے گی وہاں حرارت اور گرمی ضرور پیدا ہوگی، جس طرح یہ ناممکن ہے کہ سورج نکلے اور روشنی نہ ہو، یا آگ جلے اور وہاں حرارت اور گرمی نہ پیدا ہو، اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ دل میں ایمان ہو اور رکوع وسجود کی تڑپ نہ ہو۔

جس دل میں ایمان ہوگا اس میں نماز کی محبت ضرور ہوگی، لیکن جو دل نماز کی محبت سے خالی ہوگا وہ ایمان کے نور سے بھی خالی ہوگا۔

قرآن نے یہ بھی بتایا کہ نماز کی پابندی کرنا جنتیوں کی علامت ہے، جیسا کہ سورۂ معارج میں ارشاد ہوا:

والذین ھم علیٰ صلاتھم یحافظون. اولٰئک فی جنّٰت مکرمون.

''اور جولوگ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں، یہ لوگ عزت کے ساتھ جنت کے باغوں میں رہیں گے''

دوسری طرف سورۂ مدثر میں دوزخیوں کے حالات بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ جب وہ جہنم میں جلیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا:

ماسلککم فی سقر۔ ''تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟''

جواب میں وہ کہیں گے:

لم نک من المصلین. ولم نک نطعم المسکین . وکنا نخوض مع الخائضین. وکنا نکذب بیوم الدین. ''ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے اور روز جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے''

قرآن نے نماز کو اللہ کی یاد بتایا ہے،

سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوا:

اقم الصلوٰۃ لذکری ''میری یاد کے لئے نماز قائم کرو''

قرآن میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نماز بندے کو اپنے رب سے قریب کردیتی ہے۔ جیسا کہ سورۂ علق میں ارشاد ہوا:

واسجد واقترب ''سجدہ کرو اور قریب ہوجاؤ''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ نماز بندے کو اللہ سے اس قدر قریب کر دیتی ہے کہ اتنی قربت کسی بھی ذریعہ اور کسی بھی دوسری حالت میں اسے نہیں حاصل ہو سکتی۔

مسلم شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اقرب ماکان العبد من ربه وهو ساجد ''بندہ اپنے رب سے اس وقت زیادہ قریب ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہو''

اور یہ قربت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ اس وقت اپنے ماسوا سے کٹ کر مولا کی حضوری میں جا پہنچتا ہے اور اس سے ہم کلامی میں مشغول ہو جاتا ہے۔

بخاری میں فرمان نبویؐ یوں منقول ہے:

ان احدکم اذا صلّٰی یناجی ربه ''بلاشبہ تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے''

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا:

''بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر پانی کی نہر بہتی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ بار نہایا کرے تو اس کا یہ پانچ بار نہانا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رکھے گا؟''

جواب ملا: ''نہیں ذرا بھی میل باقی نہیں رہے گا''

آپؐ نے فرمایا: ''بس پانچوں نمازوں کی مثال یہی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ گناہوں کو صاف کر دے گا''

لیکن کون سی نماز؟

وہ نماز جو صرف اللہ کے لئے ادا کی جائے، اور جو نماز دکھاوے کی ہو اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من صلّٰی یرائی فقد اشرک ''جس نے دکھاوے کی نماز ادا کی اس نے شرک کیا''

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر نماز کے ساتھ ساتھ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرنے کی تلقین اور تاکید کی گئی ہے۔

قرآن نے بتایا کہ اس رشد وہدایت کی کتاب سے کسے ہدایت ملے گی؟

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا: هدی للمتقین ''یہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متقی کون لوگ ہیں؟

بتایا گیا: **الذین یومنون بالغیب** ''جو غیب پر ایمان لاتے ہیں''

ویقیمون الصلوٰۃ ''اور نماز قائم کرتے ہیں''

ومما رزقنٰھم ینفقون ''اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں وہ (میری راہ میں) خرچ کرتے ہیں''

یعنی جو شخص بلا دیکھے ایمان نہ لائے، جو شخص نماز کا پابند نہ ہو، اور جو شخص زر پرست اور ایسا تنگ دل ہو کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر آمادہ نہ ہوتا ہو۔

ایسے لوگ قرآن سے ہدایت نہیں پا سکتے۔

بخاری میں حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایکبار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا:

ایکم ماله احب الیه من مال وارثه ''تم میں سے کون ہے جس کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہو''

تو لوگوں نے عرض کیا:

ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب نہ ہو''

آپؐ نے فرمایا:

اعلموا ما تقولون ''سوچ لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

لوگوں نے کہا:

''یا رسول اللہ! ہمارا حال واقعی یہی ہے''

اس پر آپؐ نے فرمایا:

انما مال احدکم ما تقدم ومال وارثه ما اخر ''تمہارا اپنا مال تو وہ ہے جو تم نے اپنی آخرت کے لئے بھیج دیا، اور جو کچھ تم نے روک رکھا ہے وہ تو وارث کا مال ہے''

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اپنی حلال کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ حلال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمائی ہی قبول فرماتا ہے ...... تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ اور صدقہ دینے والے کے لئے اسے پالتا رہتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کو پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے"

بخاری ہی میں حضرت عدی بنؓ حاتم سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"صدقہ اللہ کے غضب کو کم کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے"

لیکن انفاق فی سبیل اللہ کے لئے ضروری ہے کہ صرف رضائے الٰہی کی طلب ہی اس کا محرک ہو، اور کسی دوسرے جذبے یا خواہش کا اس میں دخل نہ ہو۔

قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں اس نکتہ کو بیان فرمایا گیا ہے:

وما تنفقون الا ابتغاء وجه الله "تم اپنی دولت اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہو"

"صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہو" کا مطلب قطعی طور پر یہ ہے کہ تمہیں ایسا ہی کرنا چاہئے۔

انسان بڑی سے بڑی نیکی کرے۔ لاکھوں روپئے غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں میں لٹادے، یتیموں، بیواؤں کے لئے ماہانہ وظیفے مقرر کردے، بڑے بڑے ادارے قائم کرے، اور عالیشان مسجدیں تعمیر کرائے، لیکن اس قسم کے اعمال خیر سے اگر اس کا مقصد ریاکاری، یا دنیا کے کسی فائدے کا حصول ہو تو اس طرح کے اعمال اللہ کے یہاں نہ صرف ضائع کردیئے جائیں گے، بلکہ یہی اعمال اس کے لئے وبال جان بن جائیں گے۔

اس طرح کے ریاکارانہ صدقہ وزکوٰۃ کو حدیث میں شرک بتایا گیا ہے۔

مشکوٰۃ میں حدیث ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تصدق یرائی فقد اشرک "جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ دیا اس نے شرک کیا"

قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں صدقات وخیرات کرنے والے دو قسم کے آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخلصوں اور غیر مخلصوں کی ایک مثال

ایک وہ لوگ جو دنیا کے دکھاوے کے لئے اپنا مال مصارف خیر میں صرف کرتے ہیں، اور دوسرے وہ جو محض اللہ کی رضا جوئی کی نیت سے غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کی مدد کرتے ہیں۔

ان دونوں گروہوں کے ظاہری عمل میں قطعی یک رنگی ہے، مگر ظاہر بات ہے کہ آنکھ ان کے درمیان کسی قسم کے فرق کا حکم نہیں کر سکتی۔

لیکن قرآن پاک بتلاتا ہے کہ چونکہ ان کی نیتیں مختلف ہیں، اس لئے ان دونوں کے عمل کے نتیجے بھی مختلف ہیں، ایک کا عمل سراسر برکت ہے اور دوسرے کا بالکل اکارت۔

ارشاد ہوتا ہے:

یـآیها الذین آمنوا لاتبطلوا صدقـتکم بالمن والاذیٰ. کالذی ینفق ماله رئاء الناس ولایومن باللّٰه والیوم الاٰخر. فمثله کمثل صفوان علیه تراب فاصابه وابل فتـرکـه صـلـداً. لایـقـدرون عـلـیٰ شیء مماکسبوا. ''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملاؤ جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ یوم آخرت پر، اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک چٹان تھی جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی اس پر جب زور کا مینہہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا''

دوسری آیت اس طرح ہے:

ومثـل الـذین ینفقون اموالهم ابتغاء مرضات اللّٰه وتثبیتاً من انفسهم کمثل جـنـة بـربـوة اصابها وابل فاتت اکلها ضعفین. فان لم یصبها وابل فطل. ''اور ان لوگوں کی مثال جو محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور اپنے نفسوں کو ایثار وانفاق، اور راہ خدا میں قربانی کا خوگر بنانے کے لئے اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس پھولنے اور پھلنے والے باغ کی سی ہے جو کسی بلند سطح پر واقع ہو اس پر جب زوروں کی بارش ہو تو دوگنا پھل لائے، اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ایک ہلکی پھوار ہی اس کے لئے کافی ہو جائے''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اگر چہ ان دونوں نے بظاہر یکساں طور پر اپنا مال غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں پر خرچ کیا، لیکن چونکہ ایک کی نیت محض دکھاوے کی تھی، اس لئے لوگوں کے دیکھ لینے یا زیادہ سے زیادہ وقتی داد تحسین کے سوا اسے کچھ حاصل نہ ہوا، کیوں کہ اس کی غرض اس انفاق سے اس کے سوا کچھ اور تھی ہی نہیں،

لیکن دوسرے نے چونکہ اس ایثار وانفاق سے اللہ کی رضامندی اور اس کا فضل وکرم چاہا تھا اس لئے اللہ نے اس کو اس کی نیت کے مطابق پھل دیا۔

حشر کے میدان میں ہر انسان کا کچا چٹھا کھل جائے گا۔

کتنے لوگ جو آج انصاف کی کرسی پر بیٹھے ہیں، اس دن وہ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوئے نظر آئیں گے،

کتنے لوگ جو آج سماج کی اہم ترین شخصیت بنے ہوئے ہیں اس دن ان کی حیثیت کیڑے مکوڑوں سے زیادہ نہیں ہوگی،

کتنے لوگ جن کے پاس آج ہر سوال کا جواب ہے، اس دن ایسے لاجواب ہو جائیں گے جیسے ان کے منہ میں زبان ہی نہ ہو۔

موجودہ دور جمہوریت کا دور ہے، یہ اور بات ہے کہ جمہوریت کے نام لیوا، اور اس کی دہائی دینے والے ہی اس کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔

ایک شخص کسی عہدے کو حاصل کرنے کے لئے الیکشن میں کھڑا ہوتا ہے، اور لوگوں سے کہتا ہے کہ مجھے نہ تو اقتدار کی ہوس ہے، نہ ہی جاہ ومال کی تمنا ہے، اصل میں، میں الیکشن میں اس لئے کھڑا ہو گیا ہوں کہ اگر میں یہ نہیں کروں گا تو دوسری قوم کے لوگ...... یا قوم دشمن لوگ..... اقتدار میں آجائیں گے، جس سے قوم وملت کا بڑا نقصان ہوگا۔

اس لئے الیکشن جیتنے کی میری یہ کد وکاوش اور مثالی جدوجہد اپنے لئے نہیں بلکہ ملک وقوم کے لئے ہے،

اور لوگ لیڈر کی اس بات پر یقین کر کے اسے قوم کا سچا ہمدرد سمجھ کر ووٹ دیتے ہیں۔

جیسے ایک بادشاہ تھا، اس کا معمول تھا کہ ہر ہفتے وہ اپنے سپاہیوں کو اپنے ملک کے کسی حصہ میں بھیج دیتا تھا اور وہ لوٹ مار کر بہت سا مال واسباب لے آتے تھے، جنہیں دیکھ کر بادشاہ بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش ہوتا تھا۔

ایک روز رعایا کی ایک بڑی جمعیۃ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئی اور انہوں نے بادشاہ سے عرض کیا:

''حضور! یہ بہت بڑا جرم اور ظلم ہے کہ آپ رعایا کے جان و مال کی حفاظت کے بجائے اسے لوٹتے ہیں''

بادشاہ نے جواب دیا:

''میں خوشی سے یہ کام نہیں کرتا، یہ تو میری مجبوری ہے، اس لئے کہ اگر میں نہیں لوٹوں گا تو دوسرے ڈاکو انہیں لوٹ لیں گے۔''

اور پھر سادہ لوح عوام کو بادشاہ کی اس بات پر یقین آ گیا، کیونکہ انسان کسی کے دلوں کے بھید اور ارادوں سے واقف نہیں ہو سکتا۔

لیکن ایک دن دنیا کے تمام انسانوں کو اس ہستی کے سامنے جواب دہی کے لئے کھڑا ہونا ہے جو دلوں کے بھید اور سینوں کے رازوں سے پورے طور پر واقف ہے۔

اس لئے یہاں ریاونمود کا عمل، دوسروں کی نظروں میں عمل نظر آتا ہے، لیکن جزاوسزا کے دن اس طرح کے تمام اعمال اکارت ہو جائیں گے،

مسلم شریف میں حدیث ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حشر کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے تین آدمی بلائے جائیں گے،

ان میں سے ایک شہید ہوگا، دوسرا عالم دین، اور تیسرا مخیر مسلمان، سب سے پہلے اللہ شہید کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور اس سے پوچھے گا کہ تو نے کیا عمل کیا؟

وہ کہے گا: ''یا اللہ! میں نے جہاد کیا یہاں تک کہ تیری راہ میں شہید ہو گیا''

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جہاد محض نامودی، شہرت اور لوگوں کو دکھانے کے لئے کیا تھا جو تجھے دنیا میں مل گیا اب تیرا ٹھکانہ دوزخ ہے''

پھر عالم دین اور عالم قرآن حاضر کیا جائے گا اور اس سے بھی اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تو نے کیا اعمال کیے؟

وہ کہے گا: ''میں نے تیری دین اور تیری کتاب کے علم کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور یہ سب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیری رضا کے لئے کیا"

حق تعالیٰ فرمائے گا: "تو جھوٹا ہے، تو نے عالم قاری اور مولانا کہلانے کے لے یہ سب کچھ کیا تھا"

پھر اللہ تعالیٰ اسے بھی جہنم میں ڈال دینے کا حکم فرمائے گا۔

اس کے بعد ایک ایسے شخص کو پیش کیا جائے گا جسے اللہ نے بہت کچھ مال دولت دیا ہوگا، اس سے بھی سوال کیا جائے گا کہ تو نے کیا کیا؟

وہ عرض کرے گا: "خداوند میں نے خیر کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں تیری رضا جوئی کے لئے اپنا مال خرچ نہ کیا ہو"

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "تو جھوٹ بول رہا ہے، تو نے صرف اس لئے مال خرچ کیا تھا کہ دنیا تجھے سخی کہے، تو دنیا میں اس کا خوب چرچا ہوا"

پھر اسے بھی اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

کس قدر لرزا دینے والی ہے یہ حدیث، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ کے نام پر اپنی جانیں قربان کر دیں، جنہوں نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت میں صرف کر دی، جنہوں نے اللہ کے نام پر بے دریغ خرچ کیا، مگر ریا و نمود کے جذبے کے تحت، اس لئے ان کے سارے کام اکارت ہو جائیں گے اور انہیں جہنم کا راستہ دکھایا جائے گا۔

اس معاملے میں مومن کا کردار کیسا ہوتا ہے؟

ایک واقعہ

ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک کافر کے ساتھ مقابلہ ہوا، انہوں نے اس طاقتور کافر کو پچھاڑ دیا، اسے گرا کر اس کے سینے پر سوار ہو گئے، اور جب اسے قتل کرنے کے لئے انہوں نے اپنا خنجر نکالا تو اس نے لیٹے لیٹے ان کے منہ پر تھوک دیا۔

یہ ہونا تھا کہ انہوں نے اپنے منہ سے تھوک پونچھا، اس کے سینے سے اتر گئے اور اسے آزاد کر دیا۔

یہ سلوک دیکھ کر وہ ہکا بکا رہ گیا اور اس نے حیرت کے عالم میں پوچھا:

"جب آپ مجھ پر قابو پا چکے تھے تو آپ نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’بھئی! بات دراصل یہ ہے کہ جب میں تمہیں قتل کرنے جارہا تھا تو اپنے اللہ کی رضا کے لئے یہ قدم اٹھا رہا تھا، لیکن جب تم نے میرے منہ پر تھوک دیا تو مجھے تمہارے اوپر غصہ آگیا، اب اگر میں تمہیں قتل کرتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ میں اپنا غصہ بجھانے کے لئے تمہیں قتل کر رہا ہوں، حالانکہ اس میدان جنگ میں، میں اپنا غصہ اتارنے کے لئے نہیں، بلکہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے جنگ و جہاد کرنے آیا ہوں‘‘

بندہ جب اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا جوئی کے لئے عمل کرتا ہے تو چاہے وہ عمل کتنا ہی چھوٹا ہو، بندے کی نہ صرف روحانی بلکہ جسمانی تقویت کا سبب بھی بنتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایۂ ناز کتاب احیاء العلوم میں ایک واقعہ لکھا ہے۔

کسی زمانے میں ایک نیک شخص تھا، ایک روز اسے خبر ملی کہ اس کی بستی کے پاس ببول کا ایک درخت ہے جسے لوگ متبرک سمجھ کر ہر ہفتہ وہاں جاتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ آگے چل کر لوگ اس پر چڑھاوے چڑھانے لگیں اور پھر شجر پرستی شروع ہو جائے۔

اس کی دینی حمیت بیدار ہوگئی، اس نے فیصلہ کرلیا کہ میں ابھی اس درخت کو کاٹ دوں گا تاکہ اس طرح کی خرافات کا قلع قمع ہو جائے، اور شرک کی بنیاد ہی مٹ جائے، شاید اللہ تعالیٰ میری اس نیکی کو قبول فرما کر اسے میری نجات کا سبب بنا دے۔

اس نے کندھے پر کلہاڑی رکھی اور درخت کو کاٹنے کے لئے نکل پڑا۔

راستے میں اسے ابلیس مل گیا جو انسانی بھیس میں تھا۔

ابلیس نے پوچھا: ’’کہاں کا ارادہ ہے؟‘‘

اس نے جواب دیا: ’’اس درخت کو کاٹنے جارہا ہوں جو مرجع خلائق بنتا جارہا ہے اور جس سے شرک کی بنیاد پڑنے کی امید ہے‘‘

ابلیس نے کہا کہ میں اس درخت کا محافظ ہوں، پہلے میری اور تمہاری کشتی ہوگی، جب تم مجھے پچھاڑ دو گے تب ہی آگے جا سکو گے اور اگر میں نے تمہیں پچھاڑ دیا اور تم مجھ سے شکست کھا گئے تو پھر میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔

دونوں کی کشتی ہوئی اور حیرت انگیز طور پر اس شخص نے ابلیس کو کشتی میں پچھاڑ دیا اور اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیر کر دیا۔

اب ابلیس نے کہا:

''ذرا سوچو، تم درخت کاٹ کر کیا پاؤ گے، اپنا ارادہ بدل دو، گھر واپس جاؤ، کل صبح جب تم اپنے بستر سے اٹھو گے تو تکیہ کے نیچے سے دو اشرفیاں گریں گی اور ہر روز صبح اٹھنے کے بعد اسی طرح اشرفیاں گرتی رہیں گی اور تم ایک سال کے اندر مالا مال ہو جاؤ گے''

اس شخص کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور اس نے لالچ میں آ کر درخت کاٹنے کا ارادہ بدل دیا۔

دوسرے روز جب وہ صبح سو کر اٹھا تو دو اشرفیاں تکیہ کے نیچے رکھی ہوئی ملیں، تیسرے روز اور پھر چوتھے روز بھی یہی ہوا۔

مگر پانچویں روز کچھ نہیں ملا، اسی طرح چھٹے اور ساتویں دن بھی کچھ نہیں دکھائی دیا۔

اب اسے اس شخص پر بڑا غصہ آیا اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ یقیناً وہ شخص انتہائی دھوکے باز تھا، اس لئے اب میں درخت کو ضرور کاٹ دوں گا۔

پھر وہ کلہاڑا لے کر غیظ و غضب کے عالم میں چلا، آگے پھر ابلیس مل گیا اور اسی بھیس میں۔

پوچھا ''اب کہاں جا رہے ہو؟''

اس نے کہا کہ تم دھوکے باز ہو، صرف چار روز مجھے اشرفیاں ملیں، اس کے بعد کچھ نہیں، اب مجھے تمہاری بات پر بھروسہ نہیں ہے، اب میں درخت کو کاٹ کر ہی دم لوں گا۔

ابلیس نے پھر اسے کشتی لڑنے پر مجبور کر دیا اور کہا کہ یہ جبھی ممکن ہے جب تم مجھے پچھاڑ دو۔

کشتی ہوئی لیکن ایک ہی لمحے میں وہ شخص نیچے تھا اور ابلیس اس کے اوپر۔

وہ شخص درد سے بے تاب ہو گیا اور چلا کر کہا کہ مجھے چھوڑ دو، میری ہڈیاں اور پسلیاں ٹوٹی جا رہی ہیں۔

ابلیس نے اسے چھوڑ دیا،

اب اس نے پوچھا: ''آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ پہلی بار میں نے تمہیں آسانی سے زیر کر دیا تھا اور اب کی بار وہ حالت نہیں رہی اور پلک جھپکتے ہی تم نے مجھے زیر کر دیا؟''

ابلیس نے کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’میں ابلیس ہوں، پہلی بار تمہیں جو مجھ پر قابو مل گیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ تم اللہ کی رضا کے لئے اس درخت کو کاٹنے جا رہے تھے اس لئے اللہ نے تمہارے جسم میں غیر معمولی طاقت پیدا کر دی تھی کہ تم نے مجھے پچھاڑ دیا، اور اب کی بار اس کا محرک رضائے الٰہی نہیں بلکہ نفس کا جذبہ تھا اس لئے وہ طاقت تم سے چھن گئی اور میں نے تمہیں زیر کر دیا‘‘

ریاکاری، شہرت پسندی اور اپنی شخصیت کو چمکانے کی دھن ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑا فتنہ ہے۔

حضرت شداد بن اوس کی موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا: ’’اس امت پر مجھ کو سب سے زیادہ جس چیز کا اندیشہ ہے وہ ریا اور شہوت خفی ہے‘‘

سفیان ثوریؒ کا قول ہے:

’’شہوت خفی یہ ہے کہ نیکی پر تعریف سننا چاہے‘‘

ابن عبدالبر کی روایت کے مطابق یزید بن حبیب کہتے ہیں:

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الشهوة الخفية فقال هو الرجل يتعلم العلم يحب ان يجلس اليه ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ شہوت خفی کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، آدمی علم سیکھے اور یہ چاہے کہ لوگ اس کے پاس بیٹھیں‘‘

جن لوگوں کا یہ مزاج ہوتا ہے کہ وہ نیکی کریں تا کہ لوگ دیکھیں، ان کی نیکیوں کا شہرہ ہو، اور انہیں ان کے ذریعہ سماج میں اعلیٰ مقام ملے، ایسے لوگوں کے لئے انتہائی سخت وعید آئی ہے۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تعوذوا بالله من جب الحزن ’’تم لوگ جب الحزن سے پناہ مانگو‘‘

لوگوں نے پوچھا: وما جب الحزن ’’جب الحزن کیا ہے؟‘‘

ارشاد ہوا: واد فى جهنم يتعوذ منه جهنم كل يوم مائة مرة ’’وہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے خود جہنم روزانہ سو بار پناہ مانگتی ہے‘‘

لوگوں نے پوچھا: ومن يدخلها ’’اس میں کون داخل ہوگا؟‘‘

آپؐ نے فرمایا: القراء المراؤون باعمالهم ’’وہ علماء جو دکھاوے کے لئے عمل کرتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں''

حضرت ابی ابن کعبؓ نے فرمایا:

''علم کو سیکھو اور اس پر عمل کرو، کیونکہ وہ زمانہ آنے والا ہے جب کہ علم سے زیبائش کا کام لیا جائیگا، جس طرح آدمی کپڑے سے اپنی زیبائش کرتا ہے''

نیک لوگ ریاکارانہ جذبات سے بالکل پاک ہوتے ہیں، وہ اس بات کو گوارا نہیں کرتے کہ لوگ انہیں زیادہ مالدار، بڑا سخی، اعلیٰ مقام والا اور باعزت سمجھیں۔

تاریخ طبری میں حضرت عروہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایلہ (فلسطین) آئے اور ان کے ساتھ انصار و مہاجرین کی ایک جماعت تھی۔

انہوں نے اسقف کو اپنا کرتہ دیا جس پر کھدر کے کئی پیوند لگے ہوئے تھے لمبے راستہ پر سواری پر بیٹھنے کی وجہ سے کرتہ پیچھے کی طرف پھٹ گیا تھا۔ آپؓ نے اسے اسقف کو دیا کہ وہ اس کو دھو دے اور اس پر پیوند لگا دے۔

اسقف قمیص کو لے گئے، اس کو درست کیا، اور اس کے ساتھ باریک کپڑے کا سلا ہوا ایک اور جوڑا سی لائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

اسقف نے کہا کہ یہ تو آپ کی قمیص ہے اس کو میں نے دھو دیا ہے اور اس میں پیوند لگا دیا ہے اور یہ دوسرا میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا، ہاتھ سے چھوا پھر اپنا کرتہ پہن لیا اور دوسرا کرتہ اسقف کو واپس کر دیا اور فرمایا:

''دونوں میں سے یہ کرتہ پسینہ جذب کرنے کے لئے اچھا ہے''

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بعد کے زمانہ میں بکریاں چرانے لگے تھے، ایک بار وہ مدینہ سے دور اپنی بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک روز ان کے لڑکے عمرو بن سعد ان کے پاس آئے اور کہا کہ کیا آپ نے اس کو پسند کیا ہے کہ بھیڑ اور بکریوں میں بدو بنے رہیں۔ حالانکہ لوگ مدینہ میں حکومت و سیاست کے معاملات پر بحثیں کر رہے ہیں۔

حضرت سعدؓ نے اپنے بیٹے کے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسکت انی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ان اللّٰہ یحب العبد التقی الخفی ''چپ رہو، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو پسند کرتا ہے جو ڈرنیوالا ہو، بے نیاز ہو اور لوگوں سے چھپا ہوا ہو''

اللہ کے نیک بندے تعریف سے خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کے اندر تعریف سے خود پسندی کے بجائے تواضع پیدا ہوتا ہے۔

حلیۃ الاولیا میں ابونعیم نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی تعریف کرنے لگا اور کہا:

یاخیر الناس یابن خیر الناس ''اے لوگوں میں بہتر، اے لوگوں میں بہتر کے بیٹے''

یہ سن کر انہوں نے فرمایا:

ما انا بخیر الناس ولابن خیر الناس ولکنی عبداً من عباد اللّٰہ ارجو اللّٰہ تعالیٰ واخافہ واللّٰہ لن تزالو بالرجل حتی تہلکوہ ''میں لوگوں میں بہتر نہیں ہوں نہ لوگوں میں بہتر کا بیٹا ہوں، میں تو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں، اللہ سے امید لگائے ہوئے ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں۔ اللہ کی قسم تم آدمی کی تعریف کر کر کے اسے ہلاک کر دو گے''

کنز العمال میں حضرت ضبہ بن محض غنوی تابعی سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا:

انت خیر من ابی بکر ''آپ ابوبکر سے بہتر ہیں''

یہ سن کر وہ رو دیئے اور فرمایا:

''خدا کی قسم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور ان کا ایک دن عمر کی پوری زندگی سے بہتر ہے، کیا تم کو بتاؤں کہ وہ دن اور رات کون سے ہیں؟''

میں نے کہا: ''ہاں اے امیر المومنین''

انہوں نے کہا:

''ان کی رات تو وہ ہے جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کے لئے رات کو نکلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تھے۔

ان کا دن وہ ہے جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور عرب کے کچھ لوگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتد ہو گئے، انہوں نے کہا کہ ہم نماز پڑھیں گے مگر زکوۃ نہ دیں گے۔ میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اے خلیفہ رسول! ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیجئے۔ انہوں نے جواب دیا۔

''تم زمانہ جاہلیت میں بہادر تھے، اب تم زمانۂ اسلام میں بزدل ہو گئے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک ان سے جہاد کروں گا جب تک میرے ہاتھ میں تلوار پکڑنے کی طاقت ہے، اگر انھوں نے ایک رسی دینے سے بھی انکار کیا''

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا، خدا کی قسم ہم نے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ انصاف کرنے والا ہو اور منافقین پر سخت ہو۔ اے امیر المومنین! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین انسان ہیں،

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بھی مجلس میں موجود تھے، انھوں نے یہ سن کر کہا:

''خدا کی قسم تم لوگوں نے جھوٹ کہا۔ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے زیادہ بہتر کو دیکھا ہے''

لوگوں نے پوچھا: ''اے عوف! وہ کون ہے؟''

عوف بن مالک نے کہا: ''ابو بکر''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''عوف نے سچ کہا اور تم لوگ جھوٹ بولے خدا کی قسم ابو بکر مشک سے بھی زیادہ خوشبودار تھے اور میں اپنے گھر کے اونٹوں سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا ہوں''

موجودہ دور میں ملت اسلامیہ کی حالت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

آج مسلمانوں کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ دین کے نام پر اور دین کی آڑ میں آپس میں ایک دوسرے سے جنگ وجدال میں الجھے ہوئے ہیں۔

وہ دین جس نے اتحاد کو عظیم نعمت قرار دیا، وہ دین جس نے مل جل کر رہنے کی تاکید کی، وہ دین جو دلوں کو توڑنے کیلئے نہیں بلکہ دلوں کو جوڑنے کیلئے آیا تھا۔

آج ہم اسی دین کا نام لے کر ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچ رہے ہیں۔

موجودہ دور میں لوگ یہ دعویٰ کرتے ہوئے نہیں تھکتے کہ وہ فرقہ پرستی کی لعنت میں گرفتار نہیں ہے اور ان میں شیعہ، سنی، وہابی اور حنفی کے جھگڑے نہیں ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر یہ درست ہے کہ لوگ وہابی اور سنی کے جھگڑوں میں الجھنا فعل عبث سمجھتے ہیں، تو کیا ان کے اندر دوسری قسم کی فرقہ بندی نہیں ہے؟

یقیناً ہے، اور جگہ جگہ پارٹی بازی اس کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

مذہب والوں نے تو کسی مقدس جذبے کے تحت یا کسی مقدس انسان کے نام پر فرقے بنائے تھے، مگر آج حالت یہ ہے کہ ادنیٰ جذبات کے تحت اور معمولی معمولی باتوں کیلئے پارٹی بازی شروع ہو جاتی ہے۔

اور یہ سب کچھ ملت کی خیر خواہی، مذہب کی خدمت، مسلمانوں سے ہمدردی اور قوم وملت کی فلاح کے نام پر ہوتا ہے۔

دین کے لئے اگر سیاست کو استعمال کیا جائے اور دین کی خاطر عہدے اور مناصب کو قربان کر دیا جائے تو بلاشبہ یہ دین کی خدمت ہے

لیکن سیاسی فائدوں کے لئے، سماج میں نمایاں بننے کے لئے، اپنی شخصیت کو چمکانے اور عہدے اور اعزازات حاصل کرنے کے لئے اگر دین کو استعمال کیا جائے تو یہ دین کی خدمت نہیں بلکہ اس کا استحصال ہے،

آج دوسری قومیں مسلمانوں کو ایک جھگڑالو قوم کی حیثیت سے دیکھ رہی ہیں، اور ان کا کہنا ہے کہ اسلام اللہ کا دین کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ اسی اسلام کے نام پر مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں اور ان کی لڑائی ختم ہونے میں نہیں آتی۔

ایک لطیفہ

کہا جاتا ہے کہ ایک نابینا شخص کو کسی نے کھانے کی دعوت دی۔

نابینا نے پوچھا: ''آپ کیا کھلائیں گے؟''

اس نے کہا: ''کھیر کھلاؤں گا''

نابینا نے دوبارہ سوال کیا: ''کھیر کیا چیز ہوتی ہے؟''

اس نے کہا: ''کھیر سفید ہوتی ہے''

نابینا نے کہا: ''کیسی سفید؟''

اس نے کہا: ''جیسے بگلا''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نابینا نے کہا: ''بگلا کیسا ہوتا ہے؟ میں نے تو اسے بھی نہیں دیکھا''

اب دعوت دینے والے نے اپنے ہاتھ کو بگلا کی شکل بنا کر نابینا کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ بگلا ایسا ہوتا ہے۔

نابینا نے ٹٹول کر دیکھا تو وہ اس کو ٹیڑھی چیز معلوم ہوئی۔ اس نے سمجھا کہ کہیں وہ میرے گلے میں نہ پھنس جائے۔

اس نے کہا:

''بھائی مجھے ایسی ٹیڑھی کھیر سے معاف رکھو میں تمہاری دعوت نہیں کھاؤں گا''

ہم مسلمانوں نے بھی اسلام کو ایسا ہی ٹیڑھا دین بنا رکھا ہے۔ اسلام کے نام پر طرح طرح کے مذہبی اور سیاسی جھگڑے ہیں۔ اسلام دین رحمت تھا، ہم نے اسے دین منازعت بنا کر رکھ دیا ہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مسلمانوں کے عروج کا اصلی دور وہی تھا جب وہ باہم متحد، ایک دوسرے کے لئے ہمدرد اور آپس میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح تھے،

اور ان کے زوال اور بربادی کا دور اسی دن سے شروع ہوا جب وہ آپس کی پارٹی بازی، گروہ بندی اور سر پھٹول میں مبتلا ہو گئے۔

کیا ہم نے کبھی سوچا کہ، بغداد، قرطبہ، ہرات اور نیساپور کی تباہی کیوں ہوئی؟

تاتاریوں کے لئے بغداد کے دروازے کیوں کھول دیئے گئے اور پھر یہ تاتاری مسلم ممالک پر کیوں ٹوٹ پڑے اور انہیں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا قبرستان کیوں بنا دیا؟

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر امام کو اضـر مـن الابـلیــس ''ابلیس سے زیادہ خطرناک'' کیوں کہا گیا؟''

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شانے کیوں اکھاڑ دیئے گئے؟،

حضرت امام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم کو جیل کی ہوا کیوں کھانی پڑی؟

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کرنے کی سازش کیوں کی گئی؟

یہ سب کچھ باہمی نزاع اور نااتفاقی کیوجہ سے ہوا۔

لیکن اس زندہ حقیقت کو اچھی طرح جاننے کے باوجود ہم ہر جگہ، ہر محاذ اور ہر معاملے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے سے دست بگر بیان نظر آتے ہیں۔

رفاہی اداروں میں دیکھئے تو لوگ آپس میں لڑلڑ کر اپنی قوت و مرکزیت کا جنازہ اٹھانے پر تلے رہتے ہیں۔

کہیں بھی کوئی مکتب، کوئی مدرسہ، کوئی ادارہ، کوئی جمعیۃ اور کوئی تنظیم ہو تو اسکی صدارت، نظامت اور امارت کے لئے آپس میں رسہ کشی ہوتی رہتی ہے۔ اور ہر شخص چاہتا ہے کہ عہدہ اسی کو ملے۔

آخر ایسا کیوں ہے؟

محض اس لئے کہ اخلاص کی دولت سے ہم محروم ہو گئے ہیں۔

اگر دین کے لئے دلوں میں اخلاص ہو تو عہدوں کے لئے کوئی جنگ یا رسہ کشی ہو ہی نہیں سکتی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی لشکر کے کمانڈر انچیف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ معزول کر دیئے گئے۔

ایک بار ایک جنگ کے موقع پر لوگوں نے دیکھا کہ وہ ایک معمولی سپاہی کی طرح لڑ رہے ہیں۔

ایک شخص نے پوچھا کہ آپ فوج کے سربراہ تھے، اب ایک سپاہی کی طرح آپ دوسرے کے زیر قیادت لڑ رہے ہیں، اب آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے؟

انہوں نے جواب دیا:

انی لا اقاتل فی سبیل عمر ولکن اقاتل فی سبیل رب عمر ''میں عمر کے راستے میں نہیں بلکہ رب عمر یعنی اللہ کی راہ میں لڑ رہا ہوں''

تو جب اللہ کے لئے لڑ رہا ہوں تو چاہے آگے رہ کر لڑوں چاہے پیچھے رہ کر۔

اس لئے اگر قوم مسلم کے دلوں میں اخلاص پیدا ہو جائے تو نا اتفاقی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کسب معاش

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین...... امابعد

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

الھٰکم التکاثر. حتی زرتم المقابر.

ہر طرح کی تعریف وتوصیف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو کائنات کے ہر ذرہ، ہر مخلوق اور ہر چھوٹی بڑی چیز کا پیدا کرنے والا، پالنے والا اور روزی دینے والا ہے، جس کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، جس کے سوا ہر شخص، ہر چیز، ہر مخلوق اور ہر متنفس فانی ہے ؂

فنا ہے سب کو بس اک ذاتِ لازوال وہی ۔۔۔ تمام خلق کو دیتا ہے بے سوال وہی
مصیبتوں میں، پریشانیوں میں، ہر غم میں ۔۔۔ ہے لاشریک مگر ہے شریک حال وہی

درود وسلام ہو اللہ کے ان بندوں پر جنہیں نبوت ورسالت کے لئے چنا گیا۔ آج کی دنیا میں جہاں ہر طرف برائیاں نظر آتی ہے، اور کرپشن ہی کرپشن دکھائی دیتا ہے، وہیں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جس بازار میں دس کم تولنے والے ہوتے ہیں وہیں ایماندار تاجر بھی ملتے ہیں۔

جس محفل میں دس جھوٹے ہوتے ہیں اسی میں ایک سچا شخص بھی ہوتا ہے، جس سماج میں لوگ ظلم کرنا اپنا شیوہ بنائے ہوئے ہوتے ہیں اسی سماج میں چند ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو ظلم کے خلاف سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔

ابھی چند سال پہلے بہار کے مشہور قصبہ بھاگل پور میں بڑا بھیانک فرقہ وارانہ فساد ہوا تھا جس میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد کئی ہزار تک پہنچ گئی تھی

لیکن بعد میں پتہ چلا کہ جہاں لوگوں نے اجتماعی طور پر حملہ کر کے مسلمانوں کو مارا انہیں لوٹا اور ان کے مکانوں کو آگ لگائی، وہیں کچھ غیر مسلم حضرات ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی جانوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر کھیل کر مسلمانوں کی جانیں بچائیں، انہیں پناہ دی اور ان کی حفاظت کے لئے انہوں نے اپنے جان و مال تک کی پرواہ نہیں کی۔

یعنی جہاں ایک طرف درندگی اور حیوانیت رقص کر رہی تھی، وہیں دوسری طرف انسانیت بھی اپنی شمع روشن کیے ہوئے تھی۔

اور آج کی دنیا میں نیکیوں کی یہ جھلک جو ہمیں نظر آتی ہے، اللہ تعالیٰ کے ان ہی نیک بندوں کی تعلیم کا نتیجہ ہے جنہیں ہم نبی، رسول اور پیغمبر کے نام سے جانتے ہیں۔

اور ان گنت درود وسلام ہو دنیائے انسانیت کی عظیم ترین شخصیت، انبیاء و رسل کی آخری کڑی، شافع محشر، صاحبِ حوض کوثر، سید البشر، فخر انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر، جن پر نبوت کی عمارت مکمل ہوئی، جنہیں سارے جہان کے لئے نبی و رسول بنا کر بھیجا گیا، جنہیں رحمۃ للعالمین کے خطاب سے نوازا گیا، جنہیں تمام مخلوقات میں سب سے برتر مقام عطا کیا گیا، اس کے باوجود جنہوں نے دکھ جھیل کر دوسروں کے دکھ بانٹے، اور خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلایا۔

سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے　　سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے

سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی　　سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی

سلام اس پر کہ جس کے گھر نہ چاندی تھی نہ سونا تھا

سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

اللّٰهم صل وسلم وبارک علیه

حضرات! جیسا کہ آپ سب اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ تبلیغ دین ہر مسلمان پر فرض ہے، اور اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو خیر امت کے لقب سے نوازا ہے۔

قرآن مجید کی سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر ”تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے، تم بھلائیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو“

حضرت نوح علیہ السلام وہ مشہور نبی ہیں جنہیں نو سو پچاس برس کی عمر ملی تھی، گویا کہ انہوں نے نو سو برس سے بھی زیادہ کی عمر تبلیغ دین میں صرف کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مقدس مشن میں انہیں نہ صرف غیروں بلکہ اپنی بھی قوم کے ظلم کا نشانہ بننا پڑا۔

اکثر ایسا ہوتا کہ جب وہ دین کی دعوت دیتے، لوگوں کو توحید کی طرف رغبت دلاتے اور شرک سے منع فرماتے تو لوگ ہزاروں کی تعداد میں اکٹھا ہو کر ان پر پتھراؤ کرتے، اور ان پر اتنے پتھر مارے جاتے کہ ان کا پورا جسم پتھروں سے ڈھک جاتا تھا، یعنی پتھر دکھائی دیتے تھے لیکن ان کا جسم نہیں دکھائی دیتا تھا۔

شام کو حضرت جبرئیل آتے، ان پتھروں کو ہٹاتے اور ان کے زخموں پر اپنا پر مل دیا کرتے تھے جس سے زخم ٹھیک ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام ان سے پوچھتے: ''کل مجھے کیا کرنا ہے؟''

حضرت جبرئیل جواب دیتے: ''کل بھی آپ کو وہی کرنا ہے جو آج آپ نے کیا ہے''

اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور زندگی کا ہر لمحہ توحید کی تبلیغ میں گذرا۔

جب آپ تبلیغ کے لئے نکلتے تو آپ کا حلیہ کچھ اور ہوتا اور جب گھر واپس لوٹتے تو ہر چیز بدلی ہوئی ہوتی تھی، کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوتے تھے۔ جسم کے بعض حصوں سے خون جاری ہوتا، چہرہ خون آلود ہوتا، اور پورا بدن زخموں سے چور چور ہوتا۔

اور یہ تمام پریشانیاں اور مصیبتیں آپ کو تبلیغ ہی کے نتیجے میں جھیلنی پڑتی تھیں ترمذی میں روایت آئی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تبلیغ کے لئے ذوالمجاز کے بازار میں تشریف لے گئے۔

روای کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آگے آگے چل رہے ہیں اور لوگوں سے کہہ رہے ہیں:

یـایها الناس قولوا لا الله الا اللّٰه تفلحوا ''اے لوگو! کہو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کامیاب ہو جاؤ گے''

اور پیچھے سے آپ پر پتھر مارے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ آپ کی ایڑیاں خون سے تر ہو گئی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ پتھر مارنے والا شخص کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ آپ کا سگا چچا ابولہب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن تبلیغ دین کی دھن میں آپ کو اپنی ایڑیوں سے بہنے والے خون تک کی پرواہ نہیں ہے۔

آج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان نہیں ہیں۔اور دین حق کی تبلیغ کے لئے اب کسی نبی کی بعثت نہیں ہوگی، کیوں کہ بعثت محمدی کے بعد نبوت ورسالت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے، اس لئے اس دین کو دوسروں تک پہنچانے کی ذمہ داری ہم مسلمانوں کے سر ہے۔

یہ جمعہ کے خطبے، یہ وعظ وتقریر کی مجلسیں بھی دعوت وتبلیغ کی ایک اہم کڑی ہیں، اس لئے ان سے غفلت برتنا، بے توجہی کے ساتھ انہیں ٹال دینا، انہیں بادلِ نخواستہ گوارہ کرنا، دوران تقریر اونگھنا، یا فضول باتیں کرنا ایک بہت بڑی محرومی ہے۔احادیث میں آتا ہے کہ وعظ ونصیحت کی مجلسوں میں صحابہ کرامؓ اس طرح بیٹھے رہتے تھے جیسے ان کے سروں پر چڑیا بیٹھی ہو۔

یعنی ذرا سا سر ہلایا تو چڑیا پھر سے اڑ گئی۔

میری تقریر کا عنوان ہے ''کسب معاش''

یہ موجودہ زمانے کا ایک انتہائی اہم موضوع ہے، اور اس عنوان کے تحت میں اس بات کی پوری کوشش کروں گا کہ وضاحت کے ساتھ یہ حقیقت آپ کے سامنے آجائے کہ سرمایہ کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کیا ہے؟

سرمایہ پیدا کرنا چاہیے یا نہیں؟ سرمایہ کس لئے پیدا کرنا چاہیئے؟ سرمایہ کس طرح پیدا کرنا چاہیئے؟ سرمایہ کس طرح صرف کرنا چاہیئے؟ اور کیا سرمایہ کی محبت اسلامی اصولوں کے خلاف ہے؟

دنیا کے سب سے بڑے معلم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

حب الدنیا رأس کل خطیئة ''دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے''

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان زندگی کی ایک انتہائی خطرناک حقیقت کی طرف ایک بلیغ اشارہ ہے کہ جب انسان دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس کے لئے ہر طرح کی برائیوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، جیسے چوری، ڈکیتی، رشوت خوری، سود، دوسروں کا استحصال، فرائض منصبی سے غفلت، حرص وطمع اور کبر وحسد وغیرہ۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان دنیا سے سرے سے کوئی لگاؤ اور تعلق ہی نہ رکھے، ایسا کرنا شریعت کے بالکل خلاف ہے۔

اگر کوئی شخص دنیا کے مسائل ولوازمات سے پیچھا چھڑا کر، اور گھر بار اور بال بچوں کو خیر باد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہہ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں نکل جائے یعنی رہبانیت اختیار کر لے تو یہ بدترین جرم ہے۔

قدیم زمانے میں بعض لوگوں کا یہ تصور تھا...... اور آج بھی بہت سے مذہبی لوگ اس نظریہ کی وکالت کرتے ہیں کہ "یہ دنیا دراصل انسانیت کے لئے ایک قید خانہ ہے، اس کا جسم اس کی روح کے حق میں ایک پنجرے کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے اندر جو مادی خواہشات ہیں وہ اس پنجرے کی تیلیاں ہیں۔ انسان اسی وقت نجات پا سکتا ہے جب وہ اس قید خانے کی دیواروں کو خود اپنے ہاتھوں توڑ ڈالے، اور اس پنجرے سے اپنی روح کو آزاد کرالے"

یعنی وہ دنیا کو چھوڑ دے، بستیوں سے دور نکل جائے اور کسی گوشے میں اپنے خدا سے لو لگا کر بیٹھ جائے۔ اپنی خواہشات کو دبا دبا کر کچل ڈالے اور انہیں فنا کر کے رکھ دے۔

صرف اسی شکل میں اس کی روح کے اوپر سے وہ پردہ ہٹ سکتا ہے جو اسے اللہ کے جلووں کے دیکھ پانے اور اس کی جناب تک رسائی حاصل کر لینے سے روکے ہوئے ہے، اس لئے انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ محنت اور مشقت برداشت کر کے مایا کے اس جال سے نکل آئے۔

یہ نظریہ نہ صرف اسلام کے بلکہ فطرت کے قوانین کے بھی خلاف ہے۔

اسلام کی تعلیم ہے...... اور یہی قرین قیاس اور فطرت کے عین مطابق ہے ..... کہ ترک دنیا اور نفس کو کچل ڈالنا غلط ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ انسان کا گھر ہو یا اس کی مجلس، اس کے کھیت ہوں یا اس کے بازار، اس کے معاشی ادارے ہوں یا اس کے سیاسی دائرے، یہ ساری کی ساری جگہیں دین کے فرائض اور بندگی کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی جگہیں ہیں۔

ان میں سے کسی بھی جگہ سے انسان نہ تو بھاگ سکتا ہے نہ اس میں اپنی من مانی کر سکتا ہے۔

اسے جتنی قوتیں اور صلاحیتیں عطا کی گئی ہیں صرف اس لئے ہیں کہ وہ اپنے رب کی بندگی کرے۔ اس لئے اسے نہ تو اختیار ہے کہ ان قوتوں کو کچل ڈالے، اور نہ یہ حق ہے کہ انہیں آزاد چھوڑ دے۔

طبرانی کی روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

ان اللّٰہ ابدلنا بالرھبانیۃ الحنفیۃ السمحۃ "ہمیں اللہ تعالیٰ نے رہبانیت کے بجائے آسان اور خالص ابراہیمی دین عطا فرمایا ہے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں پر جنہوں نے رہبانیت اور ترک دنیا کو دین اور خدا پرستی کا کمال سمجھ کر اپنا رکھا تھا، تنقید کرتے ہوئے قرآن مجید کی سورۂ حدید میں ارشاد فرمایا:

ورھبانیۃ ِابتدعوھا ماکتبنٰھا علیھم ''انہوں نے رہبانیت کی خودساختہ راہ اختیار کرلی ہے، ہم نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا تھا''

معلوم ہوا کہ نہ صرف اسلام میں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی کسی بھی شریعت میں بھی رہبانیت کی تعلیم نہیں دی گئی تھی، جنہوں نے خدا پرستی کے لئے یہ طریقہ ایجاد واختیار کیا، کلیتہً اپنی طرف سے گڑھ کر ایجاد کیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا ہے:

یآیھا الذین امنوا لاتحرموا طیبات ما احل اللّٰہ لکم ولاتعتدو . ان اللّٰہ لایحب المعتدین. ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرلو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ تعالیٰ کو حد سے زیادہ تجاوز کرنے والے سخت ناپسند ہیں''

حد سے زیادہ تجاوز کرنے کا مطلب ہے، حلال کو حرام کرنا، اور اللہ تعالیٰ کی حلال ٹھہرائی ہوئی چیزوں سے اس طرح پرہیز کرنا کہ گویا وہ ناپاک اور حرام ہیں۔

اور حلال کی سرحد سے باہر قدم نکال کر حرام کی حدود میں داخل ہونا بھی حد سے زیادہ تجاوز کرنا ہے۔

اس آیت میں جہاں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ خود حلال وحرام کے مختار نہ بن جاؤ، حلال وہی ہے جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور حرام وہی ہے جسے اس نے حرام بتایا ہے، اپنے اختیار سے کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرلو گے تو خواہش نفس کے پیروکار اور حد سے زیادہ تجاوز کرنے والے قرار پاؤ گے، وہیں یہ بات بھی بتائی گئی کہ عیسائی راہبوں، ہندو جوگیوں اور بدھ بھکشوؤں کی طرح رہبانیت اور لذتوں کو چھوڑ دینے کا طریقہ اختیار نہ کرو۔

بہت سے مذہبی ذہنیت رکھنے والوں میں ہمیشہ سے یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ انسان اگر اپنے نفس اور جسم کے حقوق ادا کرے گا تو اس کی روحانی ترقی نہیں ہوسکتی۔

اپنے نفس کو دنیوی لذتوں سے پورے طور پر محروم کرلینا، اسے کچل ڈالنا، اور دنیا اور اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سازوسامان سے بے تعلق ہو جانا، بجائے خود نیکی ہے اور اس کے بغیر اللہ کی قربت اور اس کی رضا حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔

بعض صحابہ بھی ایسے تھے جن کے اندر اس طرح کی ذہنیت پائی جاتی تھی، چنانچہ ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی کہ بعض صحابہ نے یہ عہد کر لیا ہے کہ پوری رات جاگ جاگ کر عبادت کریں گے، بستروں پر نہ سوئیں گے، عورتوں سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے، اور گوشت اور چکنائی وغیرہ قطعاً استعمال نہ کریں گے، اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا: ''مجھے ایسی باتوں کا حکم نہیں دیا گیا ہے، تم پر تمہارے نفس کے بھی حقوق ہیں۔ روزہ بھی رکھو اور کھاؤ بھی، راتوں کو قیام کرو اور سوؤ بھی، مجھے دیکھو میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، گوشت بھی کھاتا ہوں اور گھی بھی، پس جو میرے طریقے کو پسند نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں ہے،،

پھر فرمایا:

''یہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو، اچھے کھانوں کو، اور خوشبو، نیند اور دنیا کی لذتوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے، میں نے تمہیں یہ تعلیم نہیں دی ہے کہ تم راہب اور پادری بن جاؤ۔

میرے دین میں نہ عورتوں سے پرہیز ہے نہ گوشہ نشینی، ضبط نفس کے لئے میرے یہاں روزہ ہے، رہبانیت کے سارے فائدے جہاد سے حاصل ہوتے ہیں، اللہ کی بندگی کرو، حج اور عمرہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور رمضان کے روزے رکھو، تم میں سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے وہ اس لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے اوپر بے جا سختی کی، اور جب انہوں نے خود اپنے اوپر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی''

اس سلسلے میں بعض روایات سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ ایک صحابیؓ کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ وہ ایک مدت سے بیوی کے پاس نہیں گئے ہیں، اور دن و رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں، تو آپؐ نے انہیں بلا کر حکم دیا کہ ابھی اپنی بیوی کے پاس جاؤ،

انہوں نے عرض کیا: ''میں روزے سے ہوں''

آپؐ نے فرمایا ''روزہ توڑ دو اور جاؤ''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک عورت نے ان سے شکایت کی کہ میرے شوہر دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر عبادت کرتے ہیں، اور مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشہور تابعی حضرت کعب کو اس معاملے کی چھان بین کے لئے بھیجا، اس کے بعد انہوں نے فیصلہ دیا کہ

''اس خاتون کے شوہر کو تین راتوں کے لئے اختیار ہے کہ جتنی چاہیں عبادت کریں، مگر چوتھی رات لازماً ان کی بیوی کا حق ہے''

اسی طرح اسلام نے زندگی سے محبت کرنا بھی سکھایا ہے، اور ہر انسان پر جو حقوق فرض ہیں انہی میں جان اور جسم کے حقوق بھی رکھے گئے ہیں۔

مثلاً کوئی شخص حالات سے مجبور ہو کر اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاک کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کرلے تو ایسا شخص بدترین قسم کا گنہ گار ہوگا۔

آخر کیوں؟

اس نے کسی دوسری جان کو تو ہلاک نہیں کیا، خود اپنی ہی زندگی تو ختم کی، تو پھر وہ مجرم کیوں ہے؟

اسی لئے نا کہ وہ خودکشی کا مرتکب ہوا ہے، اس لئے اس کی موت حرام موت ہوگی اور وہ مرتے ہی جہنم میں جائے گا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں سے کسی غزوہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص دشمن سے لڑتے لڑتے بری طرح زخمی ہوگیا، آپؐ نے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے۔

صحابہ کرام حیرت زدہ تھے کہ کوئی شخص مسلمانوں کی فوج میں رہ کر دشمن سے جنگ کرتے کرتے اس طرح زخمی ہو جائے تو وہ جہنمی کیسے ہوسکتا ہے؟

مگر رات میں جب اس کی تکلیف بہت زیادہ بڑھ گئی تو وہ برداشت نہیں کر سکا اور اس نے اپنا ہی خنجر اپنے پیٹ میں بھونک لیا اور مر گیا۔

غور کیجئے، جہاد جیسی بڑی نیکی اسے عذاب جہنم سے نہیں بچا سکی، اس لئے کہ اس نے اللہ کی دی ہوئی زندگی کی قدر نہیں کی اور خود کو اپنے ہی ہاتھوں ہلاک کر ڈالا۔

اللہ تعالٰی نے قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر اللّٰه. فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه. ''بے شک اللہ نے تم پر حرام کردیا مردار، اور سور کا گوشت اور وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو، ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھالے، بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو، یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں''

اس آیت کریمہ میں حرام چیزوں سے بچنے کی تاکید کے ساتھ ساتھ مخصوص حالات میں ان کے استعمال کی اجازت بھی دی گئی ہے۔

مگر تین شرطوں کے ساتھ، ایک یہ کہ واقعی مجبوری کی حالت ہو، مثلاً بھوک یا پیاس سے جان جارہی ہو، یا بیماری کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ ہو اور اس حالت میں حرام کے سوا کوئی چیز میسر نہ ہو، دوسرے یہ کہ اللہ کے قانون کو توڑنے کی دل میں خواہش نہ ہو، تیسرے یہ کہ ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کیا جائے، جیسے حرام چیز کے چند لقمے یا چند قطرے یا چند گھونٹ سے اگر جان بچ سکتی ہو تو اس سے زیادہ اس چیز کا استعمال نہ کیا جائے۔

کتنا بلیغ نکتہ ہے یہ، انسان کو جو زندگی ملی ہے وہ اتنی قیمتی ہے کہ اس کی حفاظت کے لئے حرام چیز کا استعمال بھی جائز قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح اسلام نے مال کی محبت سے بھی منع نہیں کیا ہے۔

اور یہ بات عین قرین قیاس ہے۔

آخر جب انسان کے دل میں مال کی محبت نہیں ہوگی تو وہ مال کیسے کمائیگا؟

اور جب وہ کمائی نہیں کرے گا تو اس کا اور اس کے بال بچوں کا گذارا کیسے ہوگا؟

تب یتیموں، بیواؤں، مسکینوں، محتاجوں اور غریبوں کی پرورش کیسے ہوگی؟ تب آدمی حج کیسے کرے گا؟ تب مکاتب اور مدارس کیسے چلیں گے؟ تب دین کی اشاعت کا کام کیسے ہوگا؟

قرآن مجید میں ایک دعا سکھائی گئی ہے:

ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار ''اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے بچالے''

گویا قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ تم آخرت کی بھلائی کے ساتھ دنیا کی بھلائی کے لئے بھی دعا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا کرو۔

ایک واقعہ

ایک بار ایک غریب صحابیؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! میری لڑکی شادی کے قابل ہوگئی ہے اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے کہ میں اس کا نکاح کر کے اسے رخصت کرسکوں''

آپؐ نے فرمایا: ''عثمانؓ کے پاس جاؤ وہ ضرور تمہاری مدد کریں گے''

صحابیؓ حضرت عثمان غنیؓ کے دروازے پر پہنچے تو انہیں محسوس ہوا کہ ان کا اپنی بیوی کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہورہا ہے۔

جب انہوں نے آواز سنی تو پتہ چلا کہ وہ اپنی بیوی کو ڈانٹ رہے ہیں کہ آج کی رات تم نے دیا کی بتی اتنی موٹی کیوں کردی کہ دو دن کا تیل ایک ہی دن میں جل گیا۔

صحابیؓ حیرت زدہ رہ گئے، اور انہوں نے سوچا کہ یہ شخص جب اپنی بیوی کے ہاتھوں دو پیسے کا تیل بلاوجہ جل جانا گوارا نہیں کرتا تو یہ میری بیٹی کی شادی کے لئے میری مدد کیا کرے گا۔

وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ گئے اور سارا ماجرا بیان کرتے ہوئے کہا، یا رسول اللہ! وہ شخص انتہائی بخیل معلوم ہوتا ہے اس لئے میں نے اس سے کچھ نہیں کہا، کیونکہ میرا کہنا بالکل بے فائدہ ہوتا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوبارہ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس بھیج دیا کہ ضرور جاؤ اور ان سے اپنی ضرورت بیان کرو۔

جب وہ دوبارہ حضرت عثمان غنی کے پاس گئے اور اپنی ضرورت بیان کی تو انہوں نے ان کی بیٹی کی شادی کے لئے اتنا سامان دیدیا کہ وہ دو اونٹوں پر نہیں لادا جارہا تھا۔

ایک طرف مال کی محبت بھی ہے، دوسری طرف جب اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کرنے کا وقت آتا ہے تو اسے بے دریغ خرچ کیا جاتا ہے۔

یقیناً مومن کی یہی شان ہوتی ہے، اور صحابہ کرام اسی طرح کی صفات سے متصف تھے۔

حالی مرحوم نے ان کے بارے میں کیا خوب کہا ہے ؎

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفایت جہاں چاہئے واں کفایت ۔ سخاوت جہاں چاہئے واں سخاوت
چجی اور تلی دشمنی اور محبت نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت

جو شخص اسلامی تعلیمات اوران کی روح سے واقف ہے، یقیناً وہ اس حقیقت کو بھی جانتا ہے کہ اسلام کی نظر میں انسان کا اصل مفاد، آخرت کا مفاد ہے، اس لئے اسے اپنی تمام تر توجہات کا مرکز مفادِ آخرت کو بنانا چاہئے۔

اور ایمان والے کا یہی مزاج ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے فائدوں پر آخرت کے فائدوں کو ترجیح دیتا ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان کو زندگی گذارنے کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے، اسلام انہیں سرے سے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

یہ خیال کرنا کہ اسلام میں انسان کی مادی ضروریات کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اسلام سے ناواقفیت کی کھلی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اس دنیا میں بندہ کو اپنا فرض بجالانے اور رب کی رضا جوئی کے لئے جو کچھ کرنا ہے اس کے لئے جسم اور جسمانی قوتیں بھی ضروری ہیں۔

ایسی صورت میں ان تمام سامانوں اور چیزوں کی ضرورت کیوں نہ ہوگی جن پر جسم اور جسمانی قوتوں کی بقا موقوف ہے؟

اور یہی وہ چیزیں ہیں جنہیں انسان کی معاشی ضرورت کہا جاتا ہے۔

اور قرآن نے جگہ جگہ اس سامانِ زیست کو مال اللّٰہ ''اللہ کا مال''

طیبات ''پاکیزہ چیزیں''

نعمۃ اللّٰہ ''اللہ کی نعمت''

اور فضل اللّٰہ ''اللہ کا فضل'' کہا ہے،

اور مشکوٰۃ میں روایت ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ ''فرض عبادتوں کے بعد حلال روزی کمانا فرض ہے''

احادیث رسولؐ میں اس حقیقت کی پوری تشریح وتوضیح ملتی ہے کہ جائز مال ودولت بندۂ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مومن کے لئے اللہ کی نعمت ہے۔

احمد کی روایت ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرا ارادہ ہے کہ تم کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجوں، پھر تم اللہ کے فضل سے صحیح سالم لوٹو، یعنی وہ مہم تمہارے ہاتھ پر فتح ہو، اور تم کو مال غنیمت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں مال و دولت کا اچھا عطیہ ملے''

حضرت عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! میں نے اسلام مال و دولت کے لئے نہیں قبول کیا ہے، بلکہ میں نے اسلام کی رغبت و محبت کی وجہ سے اسے قبول کیا ہے اور اس لئے کہ آپ کی معیت و رفاقت مجھے نصیب ہو''

آپؐ نے فرمایا:

''اے عمرو! اللہ کے صالح بندہ کے لئے جائز پاکیزہ مال و دولت اچھی چیز اور قابل قدر نعمت ہے''

البتہ اسلام نے دولت کی اندھی محبت سے منع فرمایا ہے، یعنی ایسی محبت کہ دولت کمانے کے لئے آدمی حلال حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز نہ کرے اور حق و صداقت کا دامن چھوڑ دے،

جب انسان کے اندر مال کی اندھی محبت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ کسی غریب و مسکین، بیوہ و یتیم، یا کسی مجبور و لاچار کی دولت ہڑپ کرنے سے گریز نہیں کرتا، تب وہ اپنی بہو یا منکوحہ کو اس لالچ میں زندہ جلا دیتا ہے کہ میرے بیٹے یا خود میری شادی دوسری جگہ ہو جائے گی اور دوبارہ زیادہ سے زیادہ سامان جہیز ملے گا، تب وہ جس ملک کو اپنا ملک کہتا ہے، جس کی دھرتی کو پرنام کرتا ہے اور جس کے بارے میں کہتا ہے ''چندن ہے اس دیس کی ماٹی'' اسی دیس کے رازوں کو چند سکوں کے عوض دشمن کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے، تب اس کے سینے میں حرص و لالچ کی بھٹی سلگنے لگتی ہے، تب وہ ہر چیز کو مادی مفاد کی نگاہوں سے دیکھتا ہے، یہاں تک کہ وہ پیسے ہی کو اپنا معبود بنا لیتا ہے۔

مال کی اندھی محبت انسان کو جانور بنا دیتی ہے۔

چند سال پہلے کی بات ہے کہ ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے شمالی مشرقی خطے میں زبردست سیلاب آیا تھا جس میں سیکڑوں گاؤں زیر آب ہو گئے ہزاروں مویشی بہہ گئے، اور بہت سے انسانوں کی جانیں چلی گئیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سیلاب کی ہولناکی کا یہ عالم تھا کہ لوگوں نے دیکھا کہ سیلاب کے پانی میں ڈوبے ہوئے ایک درخت کی شاخ پر ایک انسان بیٹھا ہے اور دوسری شاخ پر ایک سانپ نے پناہ لے رکھی ہے۔

انسان سانپ کا دشمن ہے اور سانپ انسان کا دشمن، مگر دونوں اس بھیانک صورت حال سے اس قدر مبہوت ہیں کہ نہ سانپ انسان کو ڈس رہا ہے اور نہ انسان سانپ کو مارنے کی فکر کر رہا ہے۔

مگر اسی دوران یہ واقعہ بھی ہوا کہ کچھ لوگ سیلاب زدہ علاقوں میں پہنچے اور وہاں پھنسے ہوئے لوگوں سے کہا کہ ہم تمہاری حفاظت کے لئے آئے ہیں، اپنا مال واسباب ہمیں دیدو، ہم اسے حفاظت کے ساتھ باہر پہنچا دیں گے۔ پھر اسی بہانے ان کے مال واسباب کو لوٹ لیا اور چمپت ہو گئے۔

سیلاب کی طغیانی اور خوفناکی کا عالم یہ تھا کہ سانپ نے انسان کو ڈسنا چھوڑ دیا، مگر مال کی محبت سے مغلوب انسان سانپ اور موذی جانوروں سے بھی بدتر بن گیا۔

آج مال کی اندھی محبت کی وجہ سے انسان کا مزاج جانوروں جیسا بن گیا ہے۔

کسی گاؤں میں ایک بیل مر جاتا ہے۔ اسے کھانے کے لئے ایک کتا پہنچتا ہے اور مردہ گوشت کو کاٹ کاٹ کر کھانا شروع کرتا ہے۔' دوسرے کتے بھی وہاں پہنچ جاتے ہیں۔' مگر پہلا کتا بھونک بھونک کر دوسرے کتوں کو قریب نہیں آنے دینا چاہتا۔ آخر کیوں؟ وہ کتنا گوشت کھا لے گا؟ دو کلو، چار کلو، زیادہ سے زیادہ پانچ کلو، مگر یہاں تو تین کنٹل سے زیادہ گوشت پڑا ہوا ہے۔'

اصل میں اس کی فطرت یہ گوارا ہی نہیں کرتی کہ اس کے سوا کوئی دوسرا بھی اس میں شریک ہو۔

یہی حال ہم انسانوں کا بھی ہو گیا ہے۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ جو کچھ ملے صرف اسی کو ملے بقیہ تمام لوگ اس سے محروم رہیں۔

بعض لوگوں کے پاس اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ خود انہیں اپنی دولت کا حساب معلوم نہیں ہوتا پھر بھی وہ یہ گوارہ نہیں کرتے کہ دوسروں کو بھی مل جائے۔

یہ دنیا اور اسباب دنیا کی اندھی محبت ہی کا نتیجہ ہے کہ ہر شخص صرف اپنا ہی بھلا چاہتا ہے، ہر شخص کو صرف اپنی، اور اپنے مفاد ہی کی فکر ہوتی ہے۔

واقعات میں آتا ہے کہ اکبر بادشاہ ایک روز انتہائی سنجیدہ انداز میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیربل نے پوچھا: ''کیا بات ہے حضور! کہیں عالیجاہ کو کوئی غم تو لاحق نہیں ہے؟''

اکبر نے کہا: ''بیربل میں سوچ رہا ہوں کہ اگر ایک ہی شخص کی بادشاہت ہمیشہ رہتی تو کتنا اچھا ہوتا''

بیربل نے کہا: ''حضور! اگر قدرت کا یہی قانون ہوتا کہ ایک ہی شخص کی بادشاہت ہمیشہ رہے تو آپ کبھی بادشاہ نہ بن پاتے، اس لئے کہ آپ سے پہلے جو بادشاہ تھا جب اس کی بادشاہت ختم ہی نہ ہوتی تو آپ کو بادشاہ بننے کا موقع ہی کیسے ملتا؟''

آج دنیا پرستی کے نتیجے میں ہر شخص دولت بٹورنے میں مصروف ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ تکاثر میں ارشاد فرمایا ہے:

الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر ''زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس نے تمہیں اللہ سے غافل کر رکھا ہے، یہاں تک تم قبروں میں پہنچ جاتے ہو''

سورۂ ہمزہ میں ارشاد ہوا:

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ . الذی جمع مالا وعددہ. یحسب ان مالہ اخلدہ.

''تباہی ہے ہر اس شخص کے لئے جو لوگوں پر طعن اور پیٹھ پیچھے برائی کرنے کا خوگر ہے، جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا''

یعنی وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے حیات جاوداں دیدے گا۔

دولت گن گن کر رکھنے میں وہ ایسا منہمک ہے کہ اسے اپنی موت یاد نہیں رہی، اسے کبھی خیال نہیں آتا کہ ایک دن اسے سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ دنیا سے رخصت ہونا پڑے گا۔

انسان دولت جمع کرنے کی دھن میں اس لئے غرق رہتا ہے تاکہ اسے سکون ملے۔ حالانکہ اسی فکر میں اس کا سکون غارت ہو جاتا ہے۔ پھر اسے نیند جیسی قیمتی چیز کے لئے خواب آور گولیاں استعمال کرنی پڑتی ہیں، اس کا ذہن مستقل پریشانیوں کی آماجگاہ بنا رہتا ہے، اور اس کے سینے میں خوف و دہشت کی بھٹی سلگتی رہتی ہے۔

آدمی دولت کو راحت دنیا کے لئے حاصل کرنا چاہتا ہے مگر یہی دولت اس کے لئے عذاب دنیا ثابت ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ انسانی تاریخ بے رحمانہ خونریزیوں اور سفاکیوں سے بھری ہوئی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان حالات کا جائزہ لیا جائے، اور ان کے اسباب وعلل کی جستجو کی جائے تو یہ حقیقت آئینہ کی طرح ہمارے سامنے آجائے گی کہ ان میں کافی حد تک سرمایہ داری یا مال کی اندھی محبت کا دخل ہوگا۔

سرمایہ حاصل کرنے کے لئے حرص وطمع اور اس کے حاصل ہوجانے کے بعد اس کے لازمی اور ہولناک اثرات مثلاً اپنے سے کم سرمایہ والے کو ذلیل وحقیر جاننا، غریبوں اور مجبوروں پر بے جا تسلط اور حکمرانی کرنا، اور اپنے آرام، اپنے اقتدار اور اپنی آسائش کی خاطر معذوروں اور مفلسوں کی تباہی وبربادی کا ذرا بھی خیال نہ کرنا،

یہ وہ چند چیزیں ہیں جنہوں نے انسان کے شریفانہ اخلاق وعادات پر بسا اوقات ظلم وسفا کی، اور بے رحمی اور انسان کشی کے بدنما داغ لگائے ہیں، اور انسان کو انسانیت کے اعلیٰ مرتبہ سے اتار کر جانوروں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔

اسلام اور کمیونزم

فطرت کا یہ انوکھا قانون ہے کہ جب کوئی چیز کمال وعروج کی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اس میں ردعمل شروع ہوجاتا ہے، اور بڑی سختی کے ساتھ اس کے خلاف عمل ہونے لگتا ہے۔

چنانچہ جب سرمایہ داری اور اس کی سفاکیاں بڑھیں تو اس کے ردعمل کے طور پر اشتراکیت وجود میں آئی، اور اس کے بانیوں نے اسے دنیا کے تمام مصائب وآلام کے ختم کردینے کا واحد اور سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ بتایا۔

سرمایہ داری کچھ آج ہی پیدا نہیں ہوئی، یہ اسلام کے آنے سے پہلے بھی دنیا میں موجود تھی البتہ ایسی ہولناک شکل میں نہیں تھی جیسی کہ اب ہے۔

اسلام بھی سرمایہ داری کا ایسا ہی دشمن ہے جیسا کہ کمیونزم، فرق صرف اتنا ہے کہ اسلام نے اس فتنہ کو اس وقت دبانے کی کوشش کی جب وہ ابتدائی حالت میں تھا، اور کمیونزم نے اس کے خلاف اس وقت بغاوت کی آگ بھڑکائی جب پانی سر سے گذر چکا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر دنیا اسلام کے پیغام کو سمجھتی اور اسے اپناتی تو کمیونزم کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، سوشلزم، کمیونزم اور لینن ازم وغیرہ تحریکیں ...... جن کا مقصد غریب مزدور طبقہ کو سرمایہ داروں کے آہنی پنجہ سے نجات دلانا ہے ...... اسی لئے وجود میں آئیں کہ مغرب نے اسلام کے پیغام کو نہ سنا، جو دنیا کے تمام انسانوں ...... بالخصوص غریبوں ...... کے لئے رحمت بن کر آیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر دنیا اللہ کے آخری پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرتی تو سرمایہ داری اس عروج پر پہنچ ہی نہیں سکتی تھی کہ اس کے مقابلے کے لئے اتنی تحریکیں پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

یہ تحریکیں صرف اس لئے پروان چڑھیں کہ سرمایہ داری کا ظلم حد سے زیادہ بڑھ رہا تھا۔ اور ضروری تھا کہ "ہر فرعونے راموسیٰ" کے اصول کے مطابق اس کا سر توڑنے کے لئے بھی کوئی گروہ میدان عمل میں آتا۔

اگر سرمایہ داری اپنی ابتدائی حالت سے آگے نہ بڑھتی ...... جیسا کہ اسلام کا منشا تھا تو ان جدید تحریکات کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔

اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے مزید تفصیل میں چلیں۔

سرمایہ انسان کے پاس دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو بذریعہ وراثت حاصل ہوتا ہے. دوسرا وہ جسے انسان اپنی کوشش و محنت سے حاصل کرتا ہے۔

جو سرمایہ انسان کو ورثہ میں ملتا ہے اسے توڑنے اور پھوڑنے کے لئے اسلام نے ایسا قانونِ وراثت جاری کیا ہے جس کے باعث ہر مرنے والے کی جائداد چاہے منقولہ ہو یا غیر منقولہ ... اس کی موت کے بعد بہت سے حصوں میں منقسم ہو کر اس کے ورثاء کو مل جاتی ہے، اور اس طرح اس جائداد میں سرمایہ دارانہ اصول پر مستفید ہونے کے لئے وہ قوت باقی نہیں رہتی جو اس کے یکجا رہنے، یعنی کسی فرد واحد کی ملکیت میں آنے سے اسے حاصل ہوتی ہے۔

بعض قوموں میں یہ رواج ہے کہ مرنے والے کی جائداد منقولہ صرف اس کے بڑے بیٹے کو ملتی ہے۔ اور بعض ممالک میں یہ دستور ہے کہ جائداد متوفی کی صرف اولاد نرینہ کو ملتی ہے، دیگر خویش و اقارب کو اس میں سے حصہ نہیں ملتا۔

یہ اور اس قسم کی تمام صورتوں میں جائداد اکٹھا رہتی ہے، اور بلاشبہ اس سے سرمایہ داری کو تقویت ملتی ہے۔

مثلاً اگر بہت بڑا زمیندار ...... جو ایک قسم کا سرمایہ دار ہے ...... مر جائے اور اس کی جائداد کا واحد مالک اس کا بڑا بیٹا یا اکلوتا بیٹا ہو تو ظاہر ہے کہ گو مرنے والا سرمایہ دار مر گیا، مگر اس کی سرمایہ داری یعنی زمینداری بدستور باقی رہی، صرف مالک بدل گیا۔ پہلے وہ خود مالک تھا، اب اس کا بڑا لڑکا مالک ہو گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے بڑے زمیندار کس طرح غریبوں کا استحصال کرتے ہیں۔ مزارعین اور مزدوروں کو قرض وسود کے دام میں پھانس کر ان کی محنت کا پھل خود کھا جانا، لگان کی بڑی بڑی رقمیں غریبوں سے جبر وتشدد کے ذریعہ وصول کر لینا، مزدوروں کو بہت کم مزدوری دینا، ان کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھانا، اوران کو افلاس کی اس حد تک پہنچا دینا کہ وہ کبھی پنپ نہ سکیں۔

یہ جفا پیشہ زمینداروں کے معمولی ہتھکنڈے ہیں۔

زمیندار کے بیٹے کو جہاں ورثہ میں زمینداری ملتی ہے، وہیں باپ کے سرمایہ دارانہ اصول بھی ملتے ہیں۔

گویا جب تک زمینداری رہے گی اس کی قباحتیں بھی اس کے شامل حال رہیں گی۔ اگر یہ زمینداری متوفی کی تمام اولاد...... چاہے وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں...... اور دیگر خویش واقارب میں تقسیم ہو جاتی تو اس کی قوت ٹوٹ جاتی۔ اس زمینداری کو ورثہ میں پانے والے یا تو معمولی کسان رہ جاتے، یا اتنے چھوٹے زمیندار ہوتے کہ زمینداری کو سرمایہ داری کے اصول پر قائم ہی نہ رکھ سکتے تھے، ایک معمولی مزدور سے زیادہ ان کی حیثیت نہ ہوتی، زمین جوتتے، بوتے، اور کما کر روٹی کھاتے، ان میں اتنی سکت ہی نہ ہوتی کہ دوسرے غریبوں کا خون چوسیں۔

ایسا نظام وجود میں لانا جو سرمایہ داری کی جڑ اکھاڑ کر رکھدے، صرف اسلام کی خصوصیت ہے۔

اسلام نے دنیا کے سامنے وہ قانون وراثت پیش کیا، جس سے بڑھ کر سرمایہ داری کے حق میں کوئی دوسرا قانون مہلک نہیں۔

وہ بڑے سے بڑے سرمایہ کے اس طرح حصے بخرے کر کے رکھ دیتا ہے، اس سے ایک ہی وقت میں بہت سے افراد مستفید ہوتے ہیں، اور اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا، وہ طاقت اس سے یکسر سلب ہو جاتی ہے جو غریبوں کو نقصان پہنچاتی ہے،

صرف یہی نہیں کہ اسلام نے قانون وراثت بھی ایسا پیش کیا ہے جو بڑی سے بڑی جائداد کو چھوٹے چھوٹے متعدد حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے، بلکہ سرمایہ داری کو کمزور کرنے کے لئے اسلام نے یہ بھی ہدایت کی کہ ہر شخص کو چاہئے کہ مرنے سے پہلے اپنی جائداد کا ایک حصہ جو کل جائداد کی ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو، رفاہِ عام کے کاموں یا ایسے رشتہ داروں کیلئے وصیت کرے جنہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

از روئے قانون وراثت اس کی جائداد سے حصہ نہ مل سکتا ہو۔

یہ جائداد کو اور زیادہ حصوں میں تقسیم کرنے کی ایک نہایت مناسب ترکیب ہے۔ کمیونزم کو ناز ہے کہ اس نے ایک ایسا طریقہ دریافت کیا ہے جس سے سرمایہ داروں کی قوت سلب ہو جاتی ہے، یقیناً یہ دعویٰ کسی حد تک درست ہے،

مگر کمیونزم کا ایک تاریک پہلو بھی ہے، وہ یہ کہ سرمایہ داری کی قوت اگرچہ افراد کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے، لیکن دوسری طرف جماعت کو بے انتہا قوت حاصل ہو جاتی ہے، جس کے ہولناک نتائج انفرادی سرمایہ داری سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔

روس میں کمیونزم کو بالکلیہ اقتدار حاصل ہے، اسے اس قدر قوت حاصل ہوگئی ہے کہ زراعت، تجارت، صنعت وحرفت، غرض کہ ہر شعبہ پر اس کا قبضہ ہو گیا ہے،

حالانکہ لاانتہا قوت کا انجام اچھا نہیں ہوتا، خواہ وہ افراد کو حاصل ہو یا کسی جماعت کو، کیونکہ جماعت بھی قوت کا غلط استعمال اسی طرح کر سکتی ہے جس طرح افراد کر سکتے ہیں۔

اعتدال اور میانہ روی ہر جگہ اور ہر حال میں مستحسن ہے۔

قوت اور طاقت کے معاملے میں افراد اور جماعتوں میں باہمی توازن قائم ہو جائے تو بہتر نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

روس میں یہ کمیونزم کی دین ہے کہ تمام قوت افراد کے ہاتھ سے چھن کر جماعت کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے اور افراد اس جماعت کے غلام ہو کر رہ گئے ہیں۔

اس بھیانک ظلم کے خلاف اتنا زبردست ردعمل شروع ہو چکا ہے کہ روس اب تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔

قربان جایئے اسلام کے کہ اس نے جو اصول پیش کیا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ باہمی توازن قائم رہے اور بے انتہا قوت کسی کو حاصل نہ ہو، نہ افراد کو نہ جماعت کو،

اول تو اس قدر سرمایہ ایک شخص یا جماعت کے پاس جمع ہی نہ ہو کہ وہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھا سکے، اور اگر کسی طرح جمع ہو بھی جائے تو وہ تقسیم در تقسیم ہوتا چلا جائے۔

اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ایک بار پھر اشتراکیت کی طرف چلا جائے۔

اشتراکیت کے بانیوں نے اس کی ترکیب منفیات ثلاثہ سے کی ہے اور وہ ہیں، سرمایہ،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب، اور حکومت، ان کے نزدیک دنیا کی مصیبتوں سے جبھی چھٹکارا مل سکتا ہے، جب ان تینوں کو خارج از عمل کر دیا جائے۔

حالانکہ در حقیقت یہ ان کی زبردست خام خیالی ہے۔

ہر سمجھدار انسان اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ دنیا میں کوئی بھی چیز اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے مضر یا مفید نہیں ہے۔

ہر چیز کا حسن و قبح اس کے صحیح اور غلط استعمال پر موقوف ہے۔

ایک چیز تبھی مفید ہو سکتی ہے جب اسے ٹھیک اور صحیح استعمال کیا جائے،

اور وہی چیز مضرت رساں ہو سکتی ہے جب اسے غلط طریقے سے کام میں لایا جائے۔

مثلاً پانی اور آگ سے اسٹیم تیار ہوتی ہے، جس کے ذریعہ ہم دنیا کے دور دراز حصوں میں بڑی سہولت و آسانی کے ساتھ، اور انتہائی تھوڑی مدت میں اپنی منزل پر پہنچ سکتے ہیں، مغرب سے مشرق، اور شمال سے جنوب کا تعلق پیدا کر سکتے ہیں، اور ایک ملک کا سامانِ تجارت دوسرے ملکوں میں منتقل کر سکتے ہیں۔

جہاں اسٹیم کے اتنے بڑے بڑے فوائد ہیں، وہیں اسی اسٹیم کا اگر غلط استعمال کیا جائے تو یہ بہت سی تباہیوں کا باعث بن جاتا ہے،

سنکھیا اگر مناسب مقدار میں اور خاص آداب و شرائط کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بدن میں بے پایاں قوت پیدا ہوتی ہے، اور اگر ان شرائط دلحاظ کے بغیر اسے کھالیا جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

نور و ظلمت، گرمی و سردی، شیرینی و ترشی، خیر و شر، یہ تمام چیزیں دنیا کے نظام کو باقی رکھنے کے لئے انتہائی ضروری ہیں مگر ان میں سے کسی کے لئے حکم لگانا کہ وہ خیر محض ہے، یا سراسر شر ہے بالکل غلط ہے، یہی کچھ معاملہ سرمایہ کا بھی ہے۔

اس سے جہاں تعمیر دنیا، ترقی تمدن، عروج اور صنعت و حرفت کا کام لیا گیا ہے، ٹھیک اسی طرح یہ دنیا کے تمام مصائب و آلام کا بھی سبب رہا ہے۔

اس کا صحیح استعمال کیا جائے تو مفید چیز ہے، اور غلط استعمال کیا جائے، تو اپنے لئے بھی مضر ہے اور دوسروں کے لئے بھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے سرمایہ کے متعلق جو نظریہ اپنایا ہے وہ اس کی دونوں حیثیتوں کو ملحوظ رکھ کر بنایا ہے۔ اس نے یہ بتایا ہے کہ سرمایہ انسان کا بالذات مطلوب نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اسے انسانی ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ سمجھنا چاہئے۔

یہ تو ہے سرمایہ کے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر، اب آیئے ہم دیکھیں کہ سرمایہ پیدا کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اس کے بارے میں اسلام نے کیا ہدایات دی ہیں؟

اسلام بتاتا ہے کہ جائز مال و دولت بندۂ مومن کے لئے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

مسند احمد میں حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''میرا ارادہ ہے کہ میں تم کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجوں، پھر تم اللہ کے فضل سے صحیح سالم لوٹو...... اور وہ مہم تمہارے ہاتھ پر فتح ہو...... اور تم کو مال غنیمت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں مال و دولت کا اچھا عطیہ ملے''

میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! میں نے اسلام مال و دولت کے لئے قبول نہیں کیا ہے، بلکہ اسلام کی رغبت و محبت کی وجہ سے اس کو قبول کیا ہے اور اس لئے کہ آپ کی معیت و رفاقت مجھے نصیب ہو''

تو آپؐ نے فرمایا: ''اے عمرو! اللہ کے صالح بندہ کے لئے جائز و پاکیزہ مال و دولت اچھی چیز اور قابل قدر نعمت ہے''

دین برحق نے اشتراکیت والوں کی طرح سے یہ نہیں کہا کہ سرمایہ قطعاً کوئی چیز نہیں ہے، اور اس کے حصول کی کوشش سراسر لغو اور باطل ہے۔' بلکہ دولت کو ضروریات زندگی کی تکمیل کا ایک ذریعہ بتا کر اسے حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''محتاجی قریب ہے کہ لوگوں کو کفر کی طرف مائل کر دے''

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''گنہ گار ہونے کے لئے بس یہی کافی ہے کہ آدمی بے توجہی سے ان لوگوں کو ضائع کر دے جن کا خرچ اس پر واجب ہے''

یعنی اہل وعیال کی ضروریات کے لئے کمائی نہ کرے اور انہیں فقرہ فاقہ کی مصیبت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برداشت کرنے کے لئے چھوڑ دے۔

دولت کس لئے کمائی چاہئے؟

قرآن مجید میں نیک اور متقی لوگوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں،

ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

الذین ینفقون فی السراء والضراء ''یہ وہ لوگ ہیں کہ جو تنگی اور فراخی میں خرچ کرتے رہتے ہیں،،

سورۂ بقرہ میں متقیوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے ایک صفت یہ بھی ہے:

ومما رزقنٰھم ینفقون ''اور جو روزی ہم نے انہیں دی ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے رہتے ہیں،،

سورۂ آل عمران میں یوں ارشاد ہوا ہے:

لن تنالو البر حتٰی تنفقوا مما تحبون. وماتنفقوا من شیء فان اللہ بہ علیم.

''تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اپنی وہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جنہیں تم محبوب رکھتے ہو، اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہوگا''

سورۂ لیل میں اس طرح بیان ہوا ہے:

وسیجنبھا الاتقی. الذی یؤتی مالہ یتزکّٰی. ''اور اس جہنم سے دور رکھا جائے گا وہ شخص جو اللہ سے ڈرنے والا ہے اور جو اپنا مال دوسروں کو دیتا ہے محض پاک ہونے کے لئے''

سورۂ ذاریات میں متقیوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم. ''اور ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کے لئے،،

ان آیات کے علاوہ بھی قرآن میں مختلف جگہوں پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ دولت اس لئے پیدا کرنی چاہئے کہ اس سے اپنے بال بچوں کی اپنے اعزہ واقارب کی، اور ان سے بچے تو عام مسلمانوں کی...... بلکہ عام انسانوں کی ......ضروریات کی تکمیل ہو سکے، ایک مومن دولت کے حصول کے لئے جب محنت کرتا ہے، یا تجارت کا شغل اختیار کرتا ہے، یا صنعت وحرفت کا کوئی ذریعہ اپناتا ہے، یا ملازمت کرتا ہے، تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس کی کمائی میں جہاں خود اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کے بال بچوں کا حق ہے، وہیں اس کے اعزہ و اقرباء، اس کے پڑوسیوں، اس کے دوستوں اور سماج کے غریبوں محتاجوں، بیواؤں اور یتیموں کا بھی حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کی حیثیت یہ بتائی ہے کہ وہ پوری کی پوری اللہ کی عیال ہے جیسا کہ اللہ کے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

الخلق عیال اللہ ''تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے''

کیا ہم اپنے اہل و عیال کو بھوکا دیکھنا پسند کریں گے؟

اگر نہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی عیال کے کسی فرد کو ننگا اور بھوکا رہنا کس طرح پسند کرے گا؟

انہی وجوہ کی بنا پر اسلام نے تاکید کی ہے کہ معاشی جدوجہد میں ناکام رہنے والے لوگوں ...... جیسے محتاج، مسکین، معذور، یتیم اور بیوہ ...... کی ضروریات وہ لوگ پوری کریں جو دولت مند اور صاحب استطاعت ہوں۔

مالداری ایک کڑی آزمائش بلکہ ایک خطرناک فتنہ ہے، اور یہ عام آدمی پر بدترین تباہی کا سبب بنتی ہے۔ اس برے انجام سے صرف وہی لوگ بچ سکتے ہیں جو اپنی دولت کو اللہ کے محتاج بندوں پر، بے دریغ خرچ کریں۔

ایک بار رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''رب کعبہ کی قسم یہی لوگ سب سے زیادہ گھاٹے میں رہیں گے''

پوچھا گیا: ''یہ کون لوگ ہیں؟''

فرمایا:

''یہ دولت کا انبار رکھنے والے ہیں، ان سے صرف وہی لوگ اس وبال سے محفوظ رہیں گے جو اپنی دولت اللہ کی راہ میں برابر اور بے تکان خرچ کرتے رہتے ہیں''

اگر کسب و کمائی کے وقت انسان کے اندر یہ مقصد کارفرما ہو تو یہ ممکن نہیں ہے کہ اس سے وہ ظلم و ستم ہو سکے جو عموماً سرمایہ داروں سے سرمایہ داری کے گھمنڈ میں ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ نساء میں بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے:

واعبدوا اللہ ولاتشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتمٰی والمسٰکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی سے اور مسافر سے،،

اس آیت میں کس ترتیب اور خوبی کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ رشتہ دار، یتیم، مسکین، قریب کے پڑوسی، دور کے پڑوسی، اجنبی پڑوسی، مسافر، باندی اور غلام ان سب کے ساتھ احسان کرنا چاہئے کیونکہ یہ انسان کے کمائے ہوئے مال میں برابر کا حصہ رکھتے ہیں۔

اور پھر اس آیت کے آخر میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے جو سرمایہ داری کے غرور میں اپنے سے کم قیمت والوں کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتے۔

ارشاد ہوتا ہے:

ان اللّٰہ لایحب من کان مختالاً فخوراً. ''بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا اور تکبر کرنیوالا۔

مال کس طرح کمانا چاہئے؟

اب میں اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام نے دولت کمانے کے کیا کیا حدود مقرر کئے ہیں اور اس کے لئے کیا کیا اصول وضوابط بتائے ہیں۔

ترمذی کی روایت ہے، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لاتزول قدما ابن آدم حتی یسئل عن خمس عن عمره فیما افناه وعن شبابه فیما ابلاه ومن ماله من این اکتسبه وفیما انفقه وما ذا عمل فیما علم ''قیامت کے دن حساب وکتاب کے لئے بارگاہ خداوندی میں پیشی ہوگی تو آدمی کے پاؤں اپنی جگہ سے سرک نہ سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کرلیجائے۔

ایک اس کی پوری زندگی کے بارے میں کہ کن کاموں اور مشغلوں میں اس کو ختم کیا؟'

دوسرے خصوصیت سے اس کی جوانی کے بارے میں کہ کن مشغلوں میں اس کو بوسیدہ اور پرانا کیا؟'

اور تیسرے اور چوتھے مال و دولت کے بارے میں کہ کہاں سے اور کن طریقوں اور راستوں سے اسے حاصل کیا اور کن کاموں اور کن راہوں میں اسے صرف کیا؟'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پانچواں سوال یہ ہوگا کہ جو کچھ معلوم تھا اس پر کتنا عمل کیا؟''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے روز ہر آدمی کو اپنے پورے آمد وخرچ کا بھی حساب دینا ہوگا کہ کتنا کمایا؟

حلال طریقے سے کمایا یا خدانخواستہ حرام طریقہ سے؟

اور کمائی کو کن کن مدوں میں خرچ کیا، جائز میں یا ناجائز میں؟

الغرض اس دنیا اور اس کی زندگی میں ہم جو کچھ کماتے اور خرچ کرتے ہیں آخرت میں اس کا پورا حساب دینا ہوگا۔

وہ بندے بڑے خوش نصیب ہیں جو قیامت کے دن کے اس حساب کو پیش نظر رکھتے ہوئے کمانے اور خرچ کرنے میں اور تمام مالی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے احکام کی پابندی کرتے ہیں۔

اور ان کا انجام بہت خطرناک ہے جو اس کی طرف سے بےفکر اور بے پروا ہیں۔

مسند احمد اور شرح السنہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ کسی ناجائز طریقہ سے حرام مال کمائے اور اس میں سے اللہ کے لئے صدقہ کرے تو اس کا صدقہ قبول ہو، اور اس میں اللہ کی طرف سے برکت ہو۔ اور جو شخص اپنے مرنے کے بعد حرام مال چھوڑ جائے گا تو وہ اس کے لئے جہنم کا توشہ ہی ہوگا ..... یقیناً اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ گندگی کو گندگی نہیں دھوسکتی۔''

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک ایسا آدمی جو طویل سفر کرکے..... کسی مقدس مقام پر اسے حال میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم اور کپڑوں پر گرد وغبار ہے، اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتا ہے۔ اے میرے رب! اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام کا ہے، اور حرام غذا سے اس کی پرورش ہوئی ہے، تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔''

معلوم ہوا کہ حرام کمائی کا مال اتنا خبیث اور ایسا منحوس ہے کہ اگر کوئی آدمی سر سے پاؤں تک درویش اور قابلِ رحم فقیر بن کر کسی مقدس مقام پر جا کر دعا کرے، لیکن اس کا کھانا پینا اور لباس حرام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مال سے ہو تو اس کی کوئی بھی دعا قبول نہیں ہوگی۔

بیہقی اور احمد کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور ان میں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اس کی کوئی بھی نماز اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہ ہوگی،،

مسند احمد میں ارشاد نبوی یوں منقول ہے:

''وہ گوشت اور جسم جنت میں نہ جاسکے گا جس کی نشو ونما حرام مال سے ہوئی ہو۔ ہر ایسا گوشت اور جسم جو حرام مال سے پلا بڑھا ہے دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہے،،

صحیح بخاری کی روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی کو اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ جو لے رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام، جائز ہے یا ناجائز،،

اس حدیث پاک کا مطلب بالکل ظاہر ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ کی اس حدیث میں خبر دی ہے بلاشبہ وہ آچکا ہے۔

آج امت میں، ان لوگوں میں بھی جو دیندار سمجھے جاتے ہیں، کتنے ہیں جو اپنے پاس آنے والے روپیہ پیسہ کھانے پہننے کی چیزوں کے بارے میں یہ سوچنا اور تحقیق کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟

ہو سکتا ہے کہ آگے اس سے بھی زیادہ خراب حالات آنے والے ہوں۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ حلال وحرام اور جائز و ناجائز میں تمیز نہ کرنا روحِ ایمانی کی موت ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس سلسلہ کی تعلیمات وہدایات نے صحابہ کرام کی زندگیوں اور ان کے دلوں پر کیا اثر ڈالا تھا، اس کا اندازہ ان دو واقعات سے کیا جاسکتا ہے۔

دو واقعات

صحیح بخاری میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مروی ہے کہ ایک بار ان کے ایک غلام نے ان کے سامنے کھانے کی کوئی چیز پیش کی، انہوں نے اس میں سے کچھ کھالیا، اس کے بعد اس غلام نے بتایا کہ یہ چیز مجھے اس طرح حاصل ہوئی کہ اسلام کے دور سے پہلے جاہلیت میں ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی کو میں نے اپنے کو کاہن ظاہر کر کے دھوکہ دیا تھا اور اس کو کچھ بتلا دیا تھا، جیسے کہ کاہن لوگ بتلا دیا کرتے ہیں، تو آج وہ آدمی ملا، اور اس نے مجھے اس کے حساب میں کھانے کی یہ چیز دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے حلق میں انگلی ڈال کر قے کی اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب نکال دیا۔

اسی طرح امام بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے ان کی خدمت میں دودھ پیش کیا، انہوں نے اسے قبول کیا اور پی لیا۔ پھر اس شخص سے پوچھا کہ دودھ تم کہاں سے لائے؟

اس نے بتلایا کہ فلاں گھاٹ کے پاس میں گذر رہا تھا، وہاں زکوٰۃ کی بکریاں اور اونٹنیاں تھیں، لوگ ان کا دودھ دوہ رہے تھے، انہوں نے مجھے بھی دیا، میں نے لے لیا، یہ وہی دودھ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح انہوں نے بھی حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی اور اس دودھ کو اسی طرح نکال دیا۔

حلال کمائی کے سلسلے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا:

طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة ''حلال روزی حاصل کرنے کی فکر د کوشش فرض کے بعد فریضہ ہے۔''

یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور نماز، زکوٰۃ، روزہ و حج جو اسلام کے اولین اور بنیادی ارکان و فرائض ہیں، درجہ و مرتبہ میں ان کے بعد حلال روزی حاصل کرنے کی فکر اور کوشش بھی ایک اسلامی فریضہ ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے کسی فریضہ کا ادا کرنا اس کی بندگی اور عبادت ہے اور بندہ اس پر اس اجر و ثواب کا مستحق ہے جو اس فریضہ کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ملنا چاہئے۔

پس کسب حلال کی فکر و کوشش اور اس میں مشغول ہونا عین دین و عبادت اور موجب اجر و ثواب ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک بتایا ہے کہ سچائی اور ایمانداری کے ساتھ کاروبار کرنے والے قیامت کے دن انبیاء صدیقین، اور شہداء کے ساتھ ہوں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ابی شیبہ حضرت اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن ارقمؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا:

"اے امیرالمومنین! بیت المال میں جلولا کے آئے ہوئے کچھ زیور اور چاندی کے برتن ہیں، آپ ان کو دیکھ لیجئے اور ان کے سلسلے میں ہم کو ہدایات دیجئے"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب مجھ کو فارغ دیکھنا تو مجھ کو بتلانا، حضرت عبداللہ بن ارقمؓ ایک روز آئے اور کہا کہ آج میں آپ کو فارغ دیکھ رہا ہوں، انہوں نے فرمایا، ہاں، پھر آپؓ بیت المال گئے اور زیوروں اور برتنوں کو نکلوایا، پھر ان کو دیکھ کر سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت کی۔

زین للناس حب الشھوٰت من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث. ذٰلک متاع الحیوۃ الدنیا. واللّٰہ عندہ حسن الماب. "لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کر رکھا ہے جیسے عورتیں، بیٹے، سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے، نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی، یہ فائدہ اٹھانا ہے دنیا کی زندگی میں اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ٹھکانہ"۔

اس کے بعد فرمایا:

"یہ چیزیں جو ہمارے لئے مزین کی گئی ہیں، ہمارے بس میں نہیں ہے کہ ہم انہیں دیکھ کر خوش نہ ہوں۔ اے اللہ! تو ہمیں ایسا بنادے کہ ہم ان کو حق میں خرچ کریں اور میں پناہ مانگتا ہوں ان کے شر سے"۔

راوی کہتے ہیں کہ اسی درمیان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بچہ آگیا اور اس نے ضد کی کہ ابا اس میں سے مجھے ایک انگوٹھی دیدیجئے۔

آپؓ نے فرمایا.

"اپنی ماں کے پاس جاؤ وہ تمہیں ستو پلائے گی"

راوی کہتے ہیں:

"پس خدا کی قسم انہوں نے بچہ کو کچھ نہیں دیا۔"

غور کیجئے اللہ والے کمائی میں حلال وحرام کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پوری سچائی اور ایمانداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر، نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا''

حصول معاش کے سلسلے میں اسلام نے تجارت کو بہت اہمیت دی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا ہے کہ روزی کے دس حصوں میں سے نو حصے تجارت میں ہیں۔

تجارت کی اہمیت وفضیلت جاننے کے لئے یہی جاننا کافی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود تجارت کی ہے۔ نبوت سے قبل آپ حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر شام گئے اور وہاں سے بہت سا منافع لے کر لوٹے۔

تاریخ ابن جریر میں ہے کہ ایک بار بحرین سے ایک وفد آنحضرت صلی الہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میرا مال تمہارے یہاں بکنے جایا کرتا تھا۔

صحابہؓ کرام کا ذریعہ معاش بھی تجارت ہی تھا۔

جب انہوں نے کفار کے ظلم وستم سے تنگ آکر مدینہ کی طرف ہجرت کی تو وہاں اکثر صحابہؓ تجارت ہی میں مشغول تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے جب ایک انصاری بھائی نے اپنا آدھا مال پیش کیا تو انہوں نے کہا:

''مجھے بازار کا راستہ دکھادو میں تجارت کروں گا''

چنانچہ آپؓ نے بڑی کامیابی سے تجارت کی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ بصرہ تک مال لے کر جاتے تھے، حضرت عمر فاروقؓ کی تجارت شام تک پھیلی ہوئی تھی، اور حضرت عثمان غنیؓ کی وسیع تجارت کا حال دنیا پر روشن ہے۔

تجارت مسلمانوں کے لئے صرف دنیوی خوشحالی کا ذریعہ نہیں تھی، بلکہ اسی سلسلے میں دین کی اشاعت ہوتی تھی، اور اسی کے ذریعہ دین، دنیا کے اطراف وجوانب میں پھیلا۔

چین میں آج کئی کروڑ مسلمان ہیں، جب کہ وہاں کبھی اسلامی حکومت نہیں تھی۔

وہاں اسلام کے پھیلنے کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ مسلمان تجارت کرتے ہوئے وہاں پہنچے، اور چین والے ان کی دیانت، امانت، سچائی، خلوص، ہمدردی اور خدا پرستی دیکھ کر جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں اسلام نے کسبِ معاش کے معاملے میں تجارت یعنی دولت سے مزید دولت پیدا کرنے کی ترغیب دی ہے، وہیں اس پر چند پابندیاں بھی عائد کی ہیں۔

مثلاً معاملہ کرنے میں بے لاگ صداقت اور دیانت کو ضروری قرار دیا ہے۔

گاہک کو دھوکہ دینا، اپنی بکری کو بڑھانے کے لئے جھوٹی قسمیں کھانا سخت ممنوع ہے۔ اس نے ایسے کاروبار سے بھی روکا ہے جس میں ایک فریق کا نفع تو یقینی ہو لیکن دوسرے کا غیر یقینی اور مشتبہ ہو، جن چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے.... جیسے شراب، خون، سور اور مردار وغیرہ...... ان سب کی تجارت بھی حرام ہے۔

کاروبار میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کیا جا سکتا جس سے دوسرے افراد یا پورے سماج کو نقصان پہنچ سکتا ہو، اسی طرح منڈی میں آنے والے سامان تجارت کو آگے بڑھ کر راستے ہی میں خرید لینا بھی جائز نہیں ہے۔

کوئی ایسا لین دین نہیں کیا جا سکتا جس میں بیچی جانے والی چیز بیچنے والے کے اپنے قبضے میں نہ ہو، کیونکہ اس سے نزاع پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور پھر یہی چیز آگے بڑھ کر سٹے کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس سے ضرورت کی چیزوں کا بھاؤ دیکھتے ہی دیکھتے کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔

جس طرح روزی روزگار کے وہ طریقے ممنوع ہیں جو دوسروں کے مادی نقصان کا سبب بنتے ہوں، اسی طرح وہ ذرائع بھی ممنوع ہیں جن سے لوگوں کو اخلاقی یا دینی نقصان پہنچتا ہو، یعنی نشیلی چیزوں کو، تصویروں کو، رقص وسرود کو، فحش لٹریچر کی تیاری اور نشر واشاعت کو، موجودہ قسم کے سینما اور ٹیلی ویژن کو۔

اور اسی قماش کی دوسری چیزوں کو روزی کمانے کا ذریعہ نہیں بنایا جا سکتا۔

تحصیل معاش کی صورتوں میں ایک بہت اچھی صورت دستکاری، صنعت اور محنت ومزدوری کو بتایا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کسی نے کبھی کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں کھایا کہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کما کر کھائے، اور اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھاتے تھے۔"

مسند احمد میں روایت ہے کہ آپؐ سے جب دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کون سی کمائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ پاک اور اچھی ہے؟

تو آپؐ نے فرمایا:

''آدمی کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہر تجارت جو پاکبازی کے ساتھ ہو''

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے ترکہ کی امید پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے اور روزی کمانے کے لئے خود کوئی جدوجہد نہ کرے، بلکہ اس کے برعکس جگہ جگہ ہاتھ پاؤں مار کر محنت و مزدوری کرکے، اور مشقت اٹھا کر خود روزی حاصل کرنے کی تلقین فرمائی۔

ابوداؤد میں واقعہ آتا ہے کہ ایک بار ایک انصاری نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر آپؐ سے کچھ سوال کیا۔

آپؐ نے پوچھا: ''کیا تمہارے گھر میں کوئی چیز ہے؟''

انہوں نے عرض کیا: ایک ٹاٹ کا ٹکڑا ہے جس کا کچھ حصہ ہم بچھا لیا کرتے ہیں اور کچھ اوڑھ لیا کرتے ہیں، اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔''

آپؐ نے فرمایا: ''دونوں کو لے آؤ''

جب وہ لے آئے تو آپؐ نے ان دونوں کو دو درہم میں نیلام کر دیا پھر انصاری سے فرمایا: ''ایک درہم کا اپنے بچوں کے لئے غلہ لے آؤ اور دوسرے کا ایک کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آؤ''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جب وہ کلہاڑا خرید کر لے آئے تو آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اس میں دستہ لگا دیا اور فرمایا کہ ''اس سے لکڑیاں کاٹ کر لاؤ اور بازار میں لے جا کر بیچو اور پندرہ روز تک میرے پاس مت آنا''

انہوں نے آپؐ کے حکم کی تکمیل کی اور پندرہ روز تک لکڑیاں کاٹ کر بیچتے رہے۔

پندرہ روز کے بعد حاضر ہوئے، اس عرصے میں انہوں نے دس درھم کما لئے تھے جن میں سے کچھ کپڑے بنانے میں صرف کئے اور کچھ غلہ وغیرہ لانے پر۔

آپؐ نے فرمایا: ''یہ صورت تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ دوسروں سے بھیک مانگو''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اکثر موقعوں پر آپ ایک مزدور کی طرح اپنے ہاتھوں کام کیا کرتے تھے۔

مکہ سے ہجرت کر کے جب آپ مدینہ پہنچے تو سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر کا تھا۔ اس کی تعمیر میں آپ دوسرے صحابہؓ کے ساتھ بہ نفس نفیس کام کرتے تھے اور اپنے دستِ مبارک سے سامان اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔

صحابہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ کیوں زحمت فرمارہے ہیں، ہم اس کے لئے کافی ہیں'' پھر بھی آپ اپنے فرض سے باز نہ آئے۔

غزوۂ احزاب کے موقع پر تمام صحابہؓ مدینہ کے چاروں طرف خندق کھود رہے تھے، تو آپ بھی ایک مزدور کی طرح کام کر رہے تھے، یہاں تک کہ شکم مبارک پر مٹی اور خاک کی تہہ جم گئی تھی۔

دولت کس طرح صرف کرنی چاہئیے؟

آدمی جو کچھ کمائے اس کے ذریعہ وہ مناسب انداز کی ایک آرام دہ اور خوشحال زندگی ضرور گذار سکتا ہے، لیکن اس کمائی ہوئی دولت سے عیش پرستی، بدمستی، فخر وغرور اور ریا ونمائش کی زندگی نہیں گذاری جاسکتی۔

قرآن مجید کی سورۂ نساء میں ان لوگوں کے لئے بڑی زبردست وعید آئی ہے جو سرمایہ داری کے غرور میں اپنے سے کم قیمت والوں کو حقیر وذلیل سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتے۔

ارشاد ہوتا ہے:

ان اللّٰہ لایحب من کان مختالاً فخوراً ''بیشک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا اور تکبر کرنے والا''

آدمی کو یہ حق بھی نہیں ہے کہ وہ اپنی کمائی ہوئی دولت کو فضول کاموں، کھیل تماشوں، اور لہو لعب میں صرف کرے۔

ایسے لوگوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے۔

قرآن مجید کی سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے:

ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین ۔ وکان الشیطن لربہ کفوراً ''بیشک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیجا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔‘‘

مال کا فضول خرچ کرنا اتنا برا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی قرار دیتا ہے۔

آخر کیوں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان دنیا میں بدکاری اور گناہ پھیلاتا ہے، اور بے جا خرچ کرنے والا اس کام میں شیطان کی مدد کرتا ہے۔

آج کے دور میں ناچ، باجہ، شراب، تھیٹر، سنیما، ٹیلی ویژن اور اس قسم کے جتنے کام ہیں، سب ان ہی بے جا خرچ کرنے والوں کے دم سے قائم ہیں۔

اگر یہ لوگ یہ ارادہ کرلیں کہ فضول خرچی سے بچیں گے تو چند ہی دنوں میں گناہ کی بستیاں اجڑ جائیں گی۔

اس کے علاوہ فضول خرچی کرنے والا عام طور پر مفلس اور قلاش ہوتا ہے۔

اور جب اس کے پاس خرچ کے لئے روپے نہیں ہوتے تو وہ طرح طرح کی شرارتوں، دغابازیوں، مکروفریب اور چوری ڈکیتی سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور پھر اپنی آخرت ہی کو نہیں بلکہ اپنی دنیا کو بھی برباد کرلیتا ہے۔ اور یہ افراد ہی پر منحصر نہیں ہے۔

بلکہ جب کوئی حکومت اپنے اخراجات اپنی آمدنی سے زیادہ بڑھا لیتی ہے، اور اپنے بجٹ میں کفایت شعاری کو مدنظر نہیں رکھتی تو اس کی تباہی بھی یقینی ہوجاتی ہے۔

اگر کوئی سلطنت اس کا لحاظ نہ کرے تو وہ باقی نہیں رہ سکتی۔

کوئی قوم اسے نظر انداز کردے تو وہ خواہ کتنی ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو، فوراً اس کا زوال شروع ہوجاتا ہے۔

کوئی خاندان اس پر عمل پیرا نہ ہو تو اس کی تباہی یقینی ہے،

اور کوئی شخص اگر اس کا خیال نہ رکھے تو اس کی زندگی کامیابی اور خوشی کے ساتھ نہیں گذر سکتی۔

سرمایہ انسانی ضروریات کی تکمیل کیلئے ہے اس لئے فرمایا گیا۔

کلوا واشربوا...... ’’کھاؤ اور پیو‘‘

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر وہیں اسراف وتبذیر سے بھی منع کیا گیا، اور ارشاد ہوا:

ولا تسرفوا..... "اور فضول خرچی مت کرو"

قرآن مجید کی سورۂ فرقان میں اللہ کے بندوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں انہی میں سے ایک یہ بھی ہے:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذٰلک قواماً "اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگیں تو نہ بے جا اڑائیں نہ تنگی کریں، بلکہ ان دونوں کی درمیانی راہ کو اختیار کریں"

سورۂ بنی اسرائیل میں اس میانہ روی کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے: **ولا تجعل یدک مغلولة الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوماً محسوراً.** "اور اپنا ہاتھ اپنی گردن تک بندھا ہوا مت رکھو اور نہ اسے بالکل کھول دو، پھر ہارے ہوئے اور الزام کھائے ہوئے انسان کی طرح بیٹھ جاؤ"

یعنی تمہارے سر لوگوں کا یہ الزام لگے کہ یہ کنجوس اور مکھی چوس ہے، یا یہ الزام لگے کہ اتنا کیوں دیا کہ خود محتاج ہو گیا۔

غرض ہر معاملہ میں توسط اور اعتدال کو ملحوظ رکھنا چاہیے، نہ ہاتھ اس قدر کھینچ لے کہ گردن سے لگ جائے، اور نہ طاقت سے بڑھ کر خرچ کرنے میں ایسی کشادہ دستی دکھلائے کہ پھر بھیک مانگنی پڑے اور ہاتھ کھلے کا کھلا رہ جائے۔

حدیث میں ہے:

ماعال من اقتصد "جس نے میانہ روی اختیار کی وہ محتاج نہیں ہوگا"

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ و گے تو اس سے بہتر ہوگا کہ انہیں مفلس اور کنگال چھوڑ و کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں"

اس حدیث کا منشا یہی ہے کہ سرمایہ کو صرف کرنے میں ہمیں کفایت شعاری اور عاقبت اندیشی کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔

یہ ہے سرمایہ کے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر جس سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ سرمایہ داری کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باعث آج دنیا پر اضطراب و بے چینی کے جو ہولناک بادل چھائے ہوئے ہیں ان سے چھٹکارہ پانے کی تدبیر یہ نہیں ہے کہ سرمایہ کی بالکلیہ مخالفت کیجائے اور لوگوں کی انفرادی ملکیت کو باطل قرار دیا جائے،

بلکہ اس کا واحد علاج یہ ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے سرمایہ کے جمع وخرچ اور اسکے متعلقات کی نسبت جو احکام صادر فرمائے ہیں ان کی زور وشور سے تبلیغ کی جائے اور اپنے اندر اور تمام لوگوں میں ان پر کاربند ہونے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

سرمایہ داری کی مصیبتوں کا خاتمہ صرف اسی طرح نہیں ہوسکتا کہ اسے انفرادی ملکیت سے نکال لیا جائے۔

بلکہ اس کے خاتمہ کے صرف یہی صورت ہے کہ کسب وکمائی اور خرچ وغیرہ میں اسلامی اصولوں کو ملحوظ رکھا جائے،

قرض

کسب وکمائی سے متعلق ایک اہم حقیقت کا سمجھ لینا بہت ضروری ہے، وہ یہ کہ اگر آدمی کے پاس مال ہو اور کوئی ضرورت منداس سے قرض مانگے تو ضرور دینا چاہیئے، کیونکہ حاجت مند کو قرض دینا اس کی مدد کرنا ہے۔

طبرانی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دخل رجل الجنة فرای علٰی بابها مکتوبا الصدقة بعشر امثالها والقرض بثمانية عشر ''ایک آدمی جنت میں داخل ہوا تو اس نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا اجروثواب دس گنا ہے، اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا ہے''

ابن ماجہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ قرض میں کیا بات ہے کہ وہ صدقہ سے افضل ہے؟''

تو انہوں نے بتایا:

سائل...... جس کو صدقہ دیا جاتا ہے...... اس حالت میں بھی سوال کرتا اور صدقہ لے لیتا ہے جب کہ اس کے پاس کچھ ہوتا ہے، اور قرض مانگنے والا قرض جب ہی مانگتا ہے جب وہ محتاج

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ضرورت مند ہوتا ہے۔''

بہت سے موقعوں پر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کا ایک غریب مگر شریف وعفیف بندہ انتہائی حاجت مند اور گویا اضطرار کی حالت میں ہوتا ہے لیکن نہ وہ کسی سے سوال کرنا چاہتا ہے اور نہ صدقہ خیرات لینے کے لئے اس کا دل چاہتا ہے، ہاں وہ اپنی ضرورت پوری کرنے اور اپنے بچوں کا فاقہ توڑنے کے لئے قرض چاہتا ہے، ظاہر بات ہے کہ اس کو قرض دینا صدقہ سے افضل ہوگا۔

لیکن افسوس ہے کہ بہت سے صاحب استطاعت لوگ کسی ضرورت مند کی زکوٰۃ وخیرات کی مد سے مدد کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں، لیکن اس کو قرض دینے کے لئے ان کا دل آمادہ نہیں ہوتا۔

ان کے لئے اس حدیث رسولؐ میں خاص سبق ہے، لیکن یاد رہے کہ قرض کا معاملہ بڑا سنگین ہے اور اس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو اصحاب وسعت کو یہ ترغیب دی ہے کہ وہ ضرورت مند بھائیوں کو قرض دیں اور اس کی ادائیگی کے لئے مقروض کو مہلت دیں، اور اگر وہ نادار و مفلس ہو اور قرضہ ادا کرنے کی سکت نہ رکھتا ہو تو قرضہ کی کل رقم یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیں،

تو دوسری طرف قرض لینے والوں کو آگاہی دی ہے کہ وہ جلد سے جلد قرض کے ادا کرنے اور اس کے بوجھ سے سبکدوش ہونے کی کوشش اور فکر کریں۔

اگر خدانخواستہ قرض ادا کئے بغیر اس دنیا سے چلے گئے تو آخرت میں اس کا انجام ان کے حق میں بہت برا ہوگا۔

کبھی کبھی آپؐ نے اسے سنگین ترین اور نا قابل معافی گناہ بتلایا ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ کسی میت کے بارے میں آپؐ کو معلوم ہوا کہ اس پر کسی کا قرضہ ہے جس کو اس نے ادا نہیں کیا ہے، تو آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

ابوداؤد کی روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''ان کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ تعالیٰ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا،...... جیسے شرک اور زنا وغیرہ...... سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اس حال میں مرے کہ اس پر قرض ہو اور وہ اس کی ادائیگی کا سامان نہ چھوڑ گیا ہو۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم کی روایت ہے کہ آپؐ نے تنبیہ فرمائی:

''شہید ہونے والے مردمومن کے سارے گناہ .... اللہ کی راہ میں قربانی دینے کی وجہ سے ...... بخش دیئے جاتے ہیں، سوائے قرض کے،،

مطلب یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں شہید ہو جانا ایسا مقبول عمل ہے کہ وہ آدمی کے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے، اور اس کی برکت سے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، لیکن اگر اس پر کسی بندے کا قرضہ تھا تو اس کے حساب میں وہ گرفتار بلا رہے گا کیونکہ وہ حق العبد ہے۔

اس سے نجات اور رہائی کی صرف یہی صورت ہے کہ وہ قرضہ ادا کر دیا جائے، یا جس کا قرضہ ہے وہ لوجہ اللہ معاف کر دے۔

مسلم میں روایت ہے کہ ایک بار ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''یارسول اللہ! مجھے بتلایئے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ اور اللہ کی رضا اور ثوابِ آخرت کی طلب ہی میں جہاد کروں اور مجھے اس حالت میں شہید کر دیا جائے کہ میں پیچھے نہ ہٹوں بلکہ پیش قدمی کر رہا ہوں، تو کیا میری اس شہادت اور قربانی کی وجہ سے اللہ تعالےٰ میرے سارے گناہ معاف کر دے گا؟''

آپؐ نے جواب میں فرمایا: ''ہاں، اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہ معاف کر دے گا''

آپؐ سے یہ جواب پا کر جب وہ شخص لوٹنے لگا تو آپؐ نے اسے پکارا اور فرمایا: ''ہاں تمہارے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، سوائے قرضہ کے، یہ بات اللہ کے فرشتہ جبرئیلؑ نے مجھے ابھی بتائی ہے،،

احمد کی روایت ہے، حضرت محمد بن عبداللہ بن جحشؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن مسجد کے باہر میدان میں جہاں جنازے رکھے جاتے ہیں، بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔

اچانک آپؐ نے اپنی نگاہ مبارک آسمان کی طرف اٹھائی، اور کچھ دیکھ کر پھر نگاہ نیچے فرمالی، اور ایک خاص فکرمندانہ انداز میں اپنا ہاتھ پیشانی مبارک پر رکھ کر بیٹھ گئے اور اسی حالت میں فرمایا:

''سبحان اللہ، سبحان اللہ، کس قدر سخت وعید اور سنگین فرمان نازل ہوا ہے،،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ''اس دن اور اس رات ہم سب خاموش رہے اور منتظر رہے کہ کیا ظہور میں آتا ہے''

مگر صبح تک سب کچھ ٹھیک ٹھاک رہا۔

اگلے دن صبح کو میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا سخت اور بھاری چیز تھی جو کل نازل ہوئی تھی؟

آپؐ نے فرمایا کہ وہ نہایت سخت وعید اور بھاری فرمان قرضہ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں جان ہے، اگر کوئی آدمی راہِ خدا میں...... یعنی جہاد میں...... شہید ہو اور پھر زندہ ہو جائے اور پھر شہید ہو اور پھر زندہ ہو جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو تو وہ جنت میں اس وقت تک نہیں جا سکے گا جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے''

البتہ یاد رہے کہ ان سب حدیثوں اور وعیدوں کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ قرضہ نہ ادا کرنے میں بدنیتی یا غفلت ولاپرواہی کا دخل ہو۔

لیکن اگر ادا کرنے کی نیت تھی اور اس کے لئے وہ فکرمند بھی تھا، لیکن اپنی مجبوری سے ادا کرنے پر قادر نہ ہو سکا اور اسی حال میں دنیا سے چلا گیا تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک معذور ہو گا۔

صحیح بخاری میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

''ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک میت کا جنازہ لایا گیا، اور عرض کیا گیا کہ حضرت! اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے!

آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس آدمی پر کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ قرض نہیں ہے، تو آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی، پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا۔

اس کے بارے میں آپؐ نے پوچھا کہ اس میت پر کسی کا قرضہ ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہاں اس پر قرضہ ہے، آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے، جس سے قرض ادا ہو جائے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس نے تین دینار چھوڑے ہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی، پھر تیسرا جنازہ لایا گیا،
آپؐ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کیا اس مرنے والے پر کچھ قرض ہے؟
لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں اس پر تین دینار کا قرض ہے۔
آپؐ نے دریافت کیا کہ اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے جس سے قرضہ ادا ہو سکے؟
لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ نہیں چھوڑا ہے، تو آپؐ نے حاضرین صحابہؓ سے فرمایا کہ اپنے اس ساتھی کی نماز جنازہ تم پڑھ لو،
حضرت ابوقتادہؓ انصاری نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھادیں اور اس پر جو قرضہ ہے وہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، تو اس کے بعد آپؐ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھادی،،

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز عمل بظاہر زندوں کو تنبیہ کے لئے تھا کہ وہ قرضوں کے ادا کرنے میں سستی اور غفلت اور کوتاہی نہ کریں، اور ہر شخص کی یہ کوشش ہو کہ اگر اس پر کسی کا قرضہ ہے تو وہ اس سے سبکدوش ہونے کی فکر اور کوشش کرے اور دنیا سے اس حال میں جائے کہ اس کے ذمہ کسی کا کچھ مطالبہ نہ ہو۔

بہرحال قرض نہ ادا کرنا اور اس حال میں دنیا سے چلا جانا بڑا سنگین گناہ ہے اور اس کا انجام بہت خطرناک ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی قرض لینے کی ضرورت پڑتی تھی، اور آپ قرض لیتے تھے، یہاں تک کہ آپؐ نے غیر مسلموں اور یہودیوں سے بھی قرض لیا ہے۔ لیکن قرض کی ادائیگی میں آپ کا طرز عمل کیا تھا۔

ابوداؤد کی روایت ہے، حضرت جابر کہتے ہیں کہ میرا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کچھ قرض تھا، تو جب آپؐ نے ادا فرمایا تو میری واجبی رقم سے زیادہ عطا فرمایا۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قرضدار کا ادائیگی کے وقت اپنی طرف سے کچھ زیادہ ادا کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔

چونکہ یہ کسی شرط اور معاہدہ کی بناء پر نہیں ہوتا اس لئے یہ سود نہیں بلکہ تبرع اور احسان ہے۔
مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے قرضے کا تقاضا کیا اور سخت کلامی کی تو آپؐ کے صحابہؓ نے جو وہاں موجود تھے، اس کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا ارادہ کیا،

آپؐ نے فرمایا:

''اس کو چھوڑ دو اور کچھ نہ کہو کیونکہ صاحب حق کو کہنے کا حق ہے، اور اس کا قرض ادا کرنے کے لئے ایک اونٹ خرید لاؤ اور اس کو دیدو۔''

انہوں نے واپس آ کر کہا:

''اس شخص کا اونٹ جس حیثیت کا تھا اس طرح کا اونٹ نہیں مل رہا ہے، صرف ایسا اونٹ ملتا ہے جو اس کے اونٹ سے زیادہ عمر کا اور اس سے بہت بہتر ہے''

آپؐ نے فرمایا:

''وہی خرید لاؤ اور اس کو وہی دیدو، کیونکہ وہ آدمی زیادہ اچھا ہے جو بہتر اور برتر ادا کرے''

نسائی میں حضرت عبداللہ بنؓ ربیعہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیس ہزار قرض لیا، پھر آپؐ کے پاس سرمایہ آ گیا تو آپؐ نے مجھے عطا فرما دیا، اور ساتھ ہی مجھے دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہارے اہل وعیال اور مال میں برکت دے ۔ قرض کا بدلہ یہ ہے کہ اسے ادا کیا جائے اور قرض دینے والے کی تعریف اور شکریہ ادا کیا جائے،،

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات آپ بڑی بڑی رقمیں بھی قرض لیتے تھے، لیکن ظاہر ہے کہ ایسے قرضے آپؐ جہاد وغیرہ دینی مہمات ہی کے لئے لیتے ہوں گے،

ورنہ آپؐ کے اور آپؐ کے اہل وعیال کی معیشت کا حال تو یہ تھا کہ بقول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہ انہوں نے کبھی دو دن متواتر پیٹ بھر کے جو کی روٹی بھی نہیں کھائی اور بسا اوقات فاقوں کی نوبت آتی تھی، اور مہینوں گھر میں چولھا گرم نہیں ہوتا تھا، صرف پانی اور کھجور پر گذارہ ہوتا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

معراج نبویؐ

الحمدللّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلٰی آلہ

واصحابہ اجمعین ......امابعد

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بٰرکنا حولہ لنریہ من اٰیتنا.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اس کائنات کا اور کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا پیدا کرنے والا، پرورش کرنیوالا، نگہبانی کرنے والا اور روزی دینے والا ہے، جس کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

فنا ہے سب کو بس اک ذات لازوال وہی — تمام خلق کو دیتا ہے بے سوال وہی
مصیبتوں میں، پریشانیوں میں، ہر غم میں — ہے لاشریک مگر ہے شریک حال وہی

درود سلام ہو ان مقدس اور برگزیدہ ہستیوں پر جنہیں اللہ نے نبوت اور رسالت کے لئے چنا،

اوران گنت درود وسلام ہو انہی انبیاء کے امام، فخر بنی آدم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جنہیں سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا، جن کا نام نامی آئے بغیر اذان مکمل نہیں ہوتی، جن کی لگام جبرئیل امین نے تھامی، جن کی امامت میں نماز ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو بیت المقدس میں اکٹھا کر دیا، جن کی بعثت کے بعد نبوت اور رسالت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا، جن کے اس کائنات میں جلوہ گر ہونے کے بعد کسی نبی کسی رسول، کسی وحی، کسی الہام، کسی کتاب اور کسی دستور حیات کی ضرورت باقی نہیں رہی، جن کے حسن خلق کی گواہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن نے دی،اور جن پر ایک بار درود بھیجنے والا اللہ تعالیٰ کی دس رحمتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔

محمد مصطفےٰ مہر سپہر اوج عرفانی ملی جس کے سبب تاریک ذروں کو درخشانی
وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمین و آسمانوں میں فرشتوں کی دعاؤں میں مؤذن کی اذانوں میں
ثنا خواں جس کا قرآں ہے ثنا ہے جس کی قرآن میں
اسی پر میرا ایماں ہے وہی ہے میرے ایماں میں

اللهم صل وسلم وبارک علیه.

حضرات!

اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا زبردست احسان ہے کہ اس نے ہمیں پیدا کیا،اور بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں۔

ایک بچہ جب عالم وجود میں آتا ہے تو وہ اپنے ساتھ وہ تمام چیزیں لاتا ہے جو اس کے لئے زندگی گذارنے کے واسطے ضروری ہیں۔

مثلاً آنکھ،کان،ناک،زبان،دل ودماغ،ہاتھ اور پاؤں وغیرہ۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی زمین جس پر انسان رہتا بستا ہے،آسمان میں چمکتا ہوا سورج جس سے وہ روشنی حاصل کرتا ہے،فضا میں چلنے والی ہوائیں جن سے وہ آکسیجن حاصل کرتا ہے،پانی جس سے وہ اپنی پیاس بجھاتا ہے،اناج جسے وہ کھاتا ہے،وغیرہ،بھی اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جنہیں پائے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔

لیکن جہاں انسان کے لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ اسے دیکھنے کے لئے آنکھیں،سننے کے لئے کان،بولنے کے لئے زبان،کام کرنے کے لئے ہاتھ،چلنے پھرنے کے لئے پاؤں،اور سوچنے اور غور وفکر کرنے کے لئے دماغ عطا کیا جائے،وہیں انسان کی سب سے بڑی ضرورت یہ بھی تھی کہ اس کی ہدایت ورہنمائی کا بھی انتظام کیا جائے۔

اس لئے کہ اگر کسی انسان کو کوئی بہت بڑی نعمت مل جائے اور اسے اس کے استعمال کا صحیح طریقہ نہ معلوم ہو تو قیمتی چیز اس کے لئے نہ صرف بیکار بلکہ بعض اوقات اس کے لئے مضر اور جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔

مثلاً بجلی،......جو اس کے لئے سائنس کی ایک بہت بڑی دین ہے......جب آدمی اس کا صحیح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال کرتا ہے تو اس سے مشینیں، کارخانے، ٹرینیں، کولر اور پنکھے وغیرہ چلاتا ہے اور روشنی حاصل کرتا ہے۔

لیکن جب اس کا غلط استعمال کرتا ہے تو صرف یہی نہیں کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاپاتا بلکہ اپنی جان جیسی قیمتی چیز بھی گنوا بیٹھتا ہے۔

ایک مثال

کسی آدمی کو رائفل دیدی جائے لیکن اسے اس کے پرزوں کے بارے میں اور اس کے استعمال کے صحیح طریقہ سے واقف نہ کرایا جائے تو عین ممکن ہے کہ رائفل کا وہ حصہ جسے اپنے سینے کے پاس رکھا جاتا ہے اسے وہ شکار کی طرف کردے، اور جو حصہ شکار کی طرف کیا جاتا ہے اسے وہ اپنے سینے پر رکھ لے، اس طرح وہ اپنے شکار کو شکار کرنے کے بجائے خود پر فائرنگ کر کے اپنی جان گنوا بیٹھے گا۔

اس لئے جہاں اس بات کی ضرورت تھی کہ وہ احکم الحاکمین اور رب دو جہاں انسان کو ہر طرح کی نعمتوں اور وسائل سے مسلح کردے، وہیں اس بات کی بھی شدید ترین ضرورت تھی کہ وہ اس کی ہدایت ورہنمائی کا بھی انتظام کرے۔

اس حقیقت کو ذرا اہم دوسری حیثیت سے سمجھیں، جیسا کہ قرآن نے بتایا ہے کہ انسان اللہ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، لیکن اللہ کی عبادت اور اطاعت کا نام آتے ہی یہ سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ اس کے احکام اور فرامین کیا ہیں؟

وہ کن کن کاموں سے خوش ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناخوش؟ وہ کن کن باتوں کو پسند فرماتا ہے اور کن کن باتوں کو ناپسند؟

کون سا کام کیا جائے جو اس سے وفاداری کا ثبوت ہو اور کیا کرنے سے بچا جائے جو اس کی نافرمانی اور اس کے برے نتائج سے محفوظ رکھے؟

بندہ کو تین چیزوں کے بارے میں مکمل معلومات ہونی ضروری ہے۔

اول عبادات اور ان کے طریقے، دوسرے عذاب وثواب، جس کی وجہ سے وہ نیک کاموں میں کوشاں رہے اور برے کاموں سے بچ سکے، تیسرے دنیاوی تعلقات کے طریقے، جس سے وہ آپس میں ایک دوسرے سے خوشگوار تعلق استوار کرسکے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن بندہ خود سے یہ تمام باتیں نہیں معلوم کرسکتا، کیونکہ ان معاملات میں انسانی عقل کی بے بسی ایک مانی ہوئی حقیقت ہے۔

اس مجبوری کے پیش نظر یہ ضروری تھا کہ اللہ رب العالمین کی طرف سے انسان کی مکمل رہنمائی کا خارجی انتظام بھی کیا جائے۔

ایک طرف انسان کی یہ بنیادی اور سب سے اہم ضرورت تھی، دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی، اس کی ربوبیت تھی، اس کی حکمت تھی، اور اس کا عدل تھا،

اور جس اللہ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی تھیں، اس کی رحمت و ربوبیت یہ کیسے گوارہ کرسکتی تھی کہ ایک جاندار ہونے کی حیثیت سے وہ اس کی پرورش اور نشو ونما کا ایک مکمل اور مفصل انتظام کرے، مگر انسان ہونے کی حیثیت سے اسے تاریکیوں میں بھٹکنے اور ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دے۔

جس پروردگار نے انسان کی مادی ضرورتوں کا سامان مہیا کرنے کے لئے اتنا بڑا انتظام کر رکھا تھا، اس کی شان ربوبیت سے یہ بالکل بعید تھا کہ وہ اس کی اخلاقی اور دینی ضروریات سے چشم پوشی کرے اور ان کی طرف توجہ نہ فرمائے۔

جس مالک نے انسان کو اپنی مرضی کی راہ پر چلنے کے لئے پیدا کیا تھا اس کی رحمت اور اس کا انصاف یہ کیسے گوارا کرتا کہ وہ اسے اس راہ سے باخبر کرنے کے لئے ضروری انتظام نہ کرے۔

چنانچہ اس نے یہ انتظام کیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے جو سلسلہ قائم کیا اسی کو رسالت کہتے ہیں، اس کا دوسرا نام نبوت بھی ہے، اور جن مقدس ہستیوں کو اس مقام پر فائز کیا گیا انہیں نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔

آج ہم دنیا کے کسی بھی ملک کسی بھی خطے، یا کسی بھی انسانی آبادی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ہر جگہ برائیاں ہی برائیاں نظر آتی ہیں۔

اور ہر ہر قدم پر کرپشن ہی کرپشن دکھائی دیتا ہے۔ اخلاقی گراوٹ، کم تولنا، کاروبار میں دھوکہ وفریب، اشیاء میں ملاوٹ، رشوت خوری، ظلم وجور، غریبوں کا استحصال، شراب خوری، جوا، اور خود غرضی عام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اسی طرح کے ماحول میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جس بازار میں دس کم تولنے والے ہوتے ہیں اسی بازار میں ایک صحیح تولنے والا بھی مل جاتا ہے، جس محفل میں دس جھوٹے ہوتے ہیں اسی میں ایک سچ بولنے والا بھی ہوتا ہے، جس دفتر میں تمام اہلکار رشوت خور ہوتے ہیں اسی میں ایسے ایمان دار لوگ بھی ہوتے ہیں جو رشوت کو زہر کے برابر سمجھتے ہیں، جس آبادی میں خودغرضوں کی کثرت ہوتی ہے اسی میں ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو ذاتی مفاد پر قومی ملکی اور ملی مفاد کو ترجیح دیتے ہیں۔' جس سماج میں لوگ ظلم وتشدد کرنے کے عادی ہوتے ہیں اسی میں کچھ عدل وانصاف کے خوگر بھی ہوتے ہیں۔' جس گاؤں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو غریبوں کا استحصال کرتے ہیں، وہیں ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو غریبوں کے حقوق کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردینے پر ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔' ہندستان میں ...... آئے دن ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات...... بلکہ ایک طرفہ قتل عام ...... ہندستانی مسلمانوں کی زندگی کا جزو بن چکے ہیں۔

لیکن بعض جگہوں کی فساد میں ایسا بھی ہوا کہ جہاں لوگوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور ان کی دوکانوں اور مکانوں میں آگ لگائی وہیں کچھ غیر مسلم حضرات ایسے بھی تھے جنھوں نے مسلمانوں کو اپنے گھروں میں پناہ دی، ان کی جانیں بچائیں اور ان کی حفاظت کے لئے اپنی جانوں پر کھیل گئے۔

یعنی ایک طرف جہاں درندگی اور حیوانیت تھی، وہیں دوسری طرف انسانیت بھی اپنا دیپ جلائے ہوئے تھی، اور یہ تمام نیکیاں اور بھلائیاں اللہ تعالیٰ کے انہی نیک بندوں کی تعلیمات کا نتیجہ ہیں، جنہیں نبی، رسول اور پیغمبر کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اس دنیا میں جہاں بھی نیکی کی روشنی اور اچھائی کا اجالا ہے، جہاں کہیں بھی خلوص اور دل کی صفائی کا نور ہے، انہی لوگوں کی تعلیم وہدایت کی وجہ سے ہے۔

پہاڑوں کے غار، جنگلوں کے جھنڈ، شہری آبادیاں، غرض جہاں کہیں بھی انصاف، غریبوں کی مدد، یتیموں کی پرورش اور سچائی ونیکیوں کا سراغ ملتا ہے وہ اسی برگزیدہ جماعت کے کسی نہ کسی فرد کی دعوت وپکار کا دائمی اثر ہے۔

آج ہر قوم اور ہر ملک میں انہی کی برکتوں کا اجالا نظر آتا ہے اور ہر طرف انہی کی پکاروں کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ ہر ابتدا کی ایک انتہا ہوتی ہے۔

جب نسل انسانی اپنے بچپن کے دور سے گذر کر اپنی جوانی کو پہنچ گئی، جب مختلف قوموں میں ایک دوسرے سے روابط قائم ہوگئے تو سب کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی شخصیت کو نبی ورسول بنا کر بھیجا اور اسی پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔

اس عظیم منصب پر فائز ہونے کے لئے جس شخصیت کا انتخاب ہوا، وہ تھے عبدالمطلب کے یتیم پوتے، آمنہ کے لال، یعنی سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، اکرم الاولین والآخرین، نازش انسانیت، نگہبانِ آدمیت، پیکر جودوسخا، مصدر صبر ورضا، ماہِ عرب، مہر عجم، شمع حقیقت، فخر بنی آدم، روح دو عالم، آقائے نامدار،

احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ؎

محمدؐ حبیب خدا بن کے آئے   شہ دین خیرالوریٰ بن کے آئے
مرادِ نگاہ و نظر بن کے آئے   تمنائے قلب و جگر بن کے آئے
ہر اک درد کا چارہ گر بن کے آئے
محمدؐ سراپا اثر بن کے آئے

جب انساں کو شیطان نے آکے گھیرا   جما بت پرستی کا ہر سمت ڈیرا
جہالت کا ہر سمت چھایا اندھیرا   تو لائے نبی نورِ حق کا سویرا
ہر اک شام کی وہ سحر بن کے آئے
محمد سراپا اثر بن کے آئے

وہ ہیں حضرت نوح وموسیٰ سے اکرم   وہ فخر مسیحائے عیسیٰ بن مریم
وہ حسنِ سراپا وہ خلق مجسم   وہ ختم نبوت وہ ہادیٔ اعظم
رسولوں کے وہ تاج سر بن کے آئے
محمدؐ سراپا اثر بن کے آئے

اس دنیا میں پورب سے لے کر پچھم، اور اتر سے لے کر دکھن تک بسنے والوں میں کون ایسا انسان ہے جس نے فضائے کائنات میں گونجنے والی اذان کی آواز نہ سنی ہو اور جس نے رات کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاموشی میں...... جب ساری دنیا سورہی ہو...... اشهد ان محمدا رسول الله کی سریلی آواز کو جاں بخش نہ پایا ہو۔

آج تک کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو اپنی بادشاہت میں اور کسی مصلح یا ریفارمر کو اپنے حلقۂ اثر میں یہ شرف وسعادت حاصل نہیں ہے کہ اس کے نام کا اعلان اور اس کے مقام ومرتبہ کا بیان ہر روز وشب اس طرح کیا جاتا ہو، یہ سعادت صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ جہاں اللہ کی وحدانیت کا اظہار ہوتا ہے وہیں آپ کی رسالت کا بھی اقرار واعلان ہوتا ہے۔

طامس کارلائل ایک پکا عیسائی تھا، جو پورے انگلستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے علمی حلقوں میں اشہر المشاہیر تھا، اور کیمبرج جیسی یونیورسٹی کا استاد تھا، انگلستان کو اس پر بجا طور پر فخر ہے۔

اس نے اپنی کتاب ''ہیرو آف ہیروز'' میں تمام گروہ انبیاء میں صرف حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کیا ہے۔ حالانکہ وہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی سوانح عمری سے پورے طور پر واقف تھا، مگر جب اس نے اپنی مورخانہ تحقیقات کی نگاہ سے آفتاب نبوت محمدؐیہ کو دیکھا، تب اسے ہزاروں سال کے وسیع عہد میں آسمان نبوت پر کوئی ایسا ستارہ نظر نہیں آیا جسے اس آفتاب کے دوش بدوش وہ اپنی کتاب کے صفحات پر جلوہ گر کر سکتا۔

امریکہ سے ایک کتاب چھپی ہے، جس کا مصنف ایک عیسائی مائیکل ہارٹ ہے یہ امریکہ کا بہت بڑا عالم فلکیات ہے۔

اس نے اور اس کی تعلیم یافتہ بیوی نے دنیا کی مشہور شخصیتوں کا مطالعہ کیا، اور ان لوگوں کی شخصیات کا جائزہ لیا جنہوں نے تاریخ پر اپنے اثرات چھوڑے ہیں، اور سالہا سال کے مطالعہ کے بعد انہوں نے ۵۷۵ صفحات کی یہ کتاب لکھی جس کا نام ہے ''ایک سو''

اس کتاب میں سو ایسی شخصیتوں کے حالات درج ہیں جنہوں نے تاریخ پر سب سے زیادہ نمایاں اثرات چھوڑے ہیں۔

اس کتاب میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام سرفہرست ہے۔

مصنف حالانکہ مذہبا عیسائی ہے، مگر اس نے نمبر ایک پر اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو نہیں رکھا۔

گویا کہ اس کے نزدیک وہ شخصیت جسے اپنے غیر معمولی کارناموں کی وجہ سے نمبر ایک پر رکھا جائے وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

کارلائل نے آپ کو تمام نبیوں کا ہیرو قرار دیا تھا، اور مائیکل ہارٹ نے آپ کو تاریخ انسانی کا سب سے بڑا انسان قرار دیا ہے۔

کوئی شخص اپنے اوپر نگاہ اٹھائے تو اسے ہر طرف آسمان چھایا ہوا نظر آئیگا، اسی طرح انسانی زندگی میں جس طرف بھی دیکھا جائے اور جہاں بھی نظر دوڑائی جائے پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے اثرات نمایاں طور پر نظر آئیں گے۔

وہ تمام اعلےٰ کامیابیاں اور ساری بہترین قدریں جنہیں آج بہت اہمیت دی جارہی ہے، وہ سب آپؐ کے لائے ہوئے انقلاب کا براہ راست یا بالواسطہ نتیجہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تاریخ کا سب سے بڑا انسان بنایا، گویا آپؐ کو ایسے بلند ترین مینار کی حیثیت سے کھڑا کر دیا گیا ہے کہ آدمی جس طرف بھی نظر دوڑائے، آپؐ کو دیکھ لے، جب وہ اپنے رہنما کی تلاش میں نکلے تو اس کی نظر سب سے پہلے آپؐ پر پڑے، جب وہ حق وصداقت کا راستہ جاننا چاہے تو آپؐ کا بلند و بالا وجود اس کو سب سے پہلے اپنی طرف متوجہ کر لے۔

آپؐ کو اسی لئے بلند تاریخی مقام پر کھڑا کر دیا گیا ہے کہ کوئی آنکھ اٹھانے والا جب آنکھ اٹھائے تو آپؐ کو دیکھے بغیر نہ رہ سکے۔

یہ نمونہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتِ ذکر کا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ الم نشرح میں آپؐ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے:

ورفعنا لک ذکرک ''اور ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا''

یعنی پیغمبروں اور فرشتوں میں آپؐ کا نام بلند ہے۔ دنیا میں تمام سمجھدار انسان نہایت عزت ووقعت کے ساتھ آپؐ کا ذکر و بیان کرتے ہیں، اذان، اقامت، کلمہ طیبہ، التحیات وغیرہ میں اللہ کے نام کے بعد آپؐ کا نام لیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں ساتھ ساتھ آپؐ کی فرمانبرداری کی تاکید کی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو اس سے ایک سال قبل آپ کو معراج کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔

اور وہ یہ اعزاز ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں ملا جو اللہ کا حکم پا کر اپنے اکلوتے بیٹے کے گلے پر چھری چلا دینے کے لئے تیار ہو گئے تھے، نہ موسیٰ کلیم اللہ کو ملا جنہیں براہِ راست اللہ تعالیٰ سے گفتگو کرنے کی سعادت حاصل تھی۔ نہ اسماعیل ذبیح اللہ کو ملا جو اللہ کی رضا کے لئے ..... اپنا گلہ کٹوانے پر تیار ہو گئے تھے، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملا جن کو چھو لینے سے مردے زندہ ہو جایا کرتے تھے۔ نہ نوح علیہ السلام کو ملا جنہوں نے ساڑھے نو سو برس تک دینِ حق کی تبلیغ کی تھی۔ نہ آدم علیہ السلام کو ملا جو دنیا کے تمام انسانوں کے جد امجد اور سلسلۂ نبوت کی سب سے پہلی کڑی ہیں۔ نہ یعقوب علیہ السلام کو ملا جو اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں روتے روتے اپنی آنکھوں کی بصارت کھو بیٹھے تھے، نہ یوسف علیہ السلام کو ملا جو بھائیوں کے حسد کا شکار ہو کر کنعان کے کنویں میں ڈال دیئے گئے، نہ ایوب علیہ السلام کو ملا جو شدید ترین تکلیف میں مبتلا کر دیئے گئے تھے، نہ یونس علیہ السلام کو ملا جنہیں مچھلی نے نگل لیا تھا۔ نہ لوط علیہ السلام کو ملا جن کی مساعیٔ تبلیغ بے مثال تھی، نہ اسحاق علیہ السلام کو ملا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کے بیٹے تھے، نہ داؤد علیہ السلام کو ملا جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ فی الارض کے لقب سے نوازا تھا، اور نہ ان کے وارث حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملا جنہیں ایسا تخت ملا تھا جس پر بیٹھ کر وہ جہاں چاہتے اڑ کر پہنچ جایا کرتے تھے، الغرض معراج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ان خصوصیات میں سے ہے، جن میں اور کوئی نبی و رسول آپ کا سہیم نہیں ہے۔

معراج کا واقعہ کب پیش آیا؟ اس کے بارے میں اصحاب سیر کے مختلف اقوال ہیں۔

مثلاً طبری کا قول ہے جس سال آپ کو نبوت ملی اسی سال معراج ہوئی،

امام نووی اور امام قرطبی نے نبوت کے پانچویں سال معراج ہونے کو راجح قرار دیا ہے

علامہ منصور پوری نے نبوت کے دسویں سال کو سال معراج قرار دیا ہے، بعضوں کا کہنا ہے کہ ہجرت سے سولہ مہینے پہلے یعنی نبوت کے بارہویں سال رمضان کے مہینہ میں معراج ہوئی، بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال پہلے یعنی نبوت کے تیرہویں سال ماہِ محرم میں معراج ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی سرور المقدسی نے ستائیسویں رجب ۵۲ھ ولادت نبوی کو ترجیح دی ہے۔ یعنی ہجرت سے ایک سال قبل، اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا ہے:

سبحن الذی اسریٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بٰرکنا حوله لنریه من آیتنا ۔ ''پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کے اردگرد ہم نے برکت دی ہے، تاکہ اسے ہم اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں''

معراج کا واقعہ عالم خواب میں پیش آیا تھا یا عالم بیداری میں؟ اس سفر کی کیفیت کیا تھی؟ اور آیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بذات خود تشریف لے گئے تھے یا اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے محض روحانی طور پر آپؐ کو یہ مشاہدہ کرایا گیا تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ آپ کو جسمانی معراج ہوئی تھی، اس بات کو سمجھنے کے لئے آیئے ہم اپنے دل ودماغ کو ٹٹولیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''اپنے عبد کو لے گیا''

عبد کے معنی بندہ کے ہیں، اور بندہ کہتے ہیں جسم اور روح کے مرکب کو۔

بغیر روح کا جسم بندہ نہیں، اور بلا جسم کی روح بندہ نہیں۔

فرض کیجئے ایک شخص کا انتقال ہوگیا یعنی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، کیا اس کے مردہ جسم سے کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ''عصر کی نماز کا وقت ہوگیا تم نماز کیوں نہیں ادا کرتے'' نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اب اس کے اندر روح نہیں اس لئے وہ ''عبد'' نہیں ہے۔ اب ایک اور مثال لیجئے، ایک شخص کا برسوں پہلے انتقال ہو چکا ہے، اس کے جسم کو کیڑوں نے اس طرح کھالیا ہے کہ اس کی صرف چند بوسیدہ ہڈیاں بچی ہیں۔

کیا آپ اس کی روح کو آواز دے کر کہیں گے کہ ''تمہاری نماز قضا ہوگئی ہے آؤ نماز ادا کرلو'' ہرگز نہیں کہیں گے، اسی لئے تاکہ اب اس کا جسم باقی نہیں ہے اس لئے وہ ''عبد'' نہیں ہے۔ قرآن ہی میں بتایا گیا لفظ عبد ہی اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ آپؐ بذات خود اپنے جسم مبارک کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں اس واقعہ اسراء ومعراج کو لفظ سبحان کے ساتھ بیان کیا ہے، اور یہ لفظ تعجب پر بولا جاتا ہے۔

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ معراج صرف روحانی ہوتی تو تعجب کی کیا بات تھی؟

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کفار نے میرے بیت المقدس تک جانے کو جھٹلایا اور نشان پوچھنے لگے، تب میں حطیم میں کھڑا ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کردیا، میں عمارت کو دیکھتا جاتا تھا اور جو جو نشان وہ پوچھتے تھے، ان کو بتاتا جاتا تھا''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعات معراج کو خواب کے رنگ میں بیان کیا ہوتا تو کفار آپؐ سے بیت المقدس کے نشانات اور پتے کیوں پوچھتے؟ اور اللہ تعالیٰ کو بھی کیا ضرورت تھی کہ بیت المقدس کو آپؐ کے سامنے جلوہ گر کردے اور آپ کو دیکھ کر کفار کے سوالوں کا جواب دیں؟

اگر یہ خواب ہوتا تو آپ صرف یہ فرماتے کہ میں اپنا خواب بیان کررہا ہوں۔

لہٰذا ہمارے لئے یہ ماننے بغیر چارہ نہیں کہ یہ محض ایک روحانی تجربہ نہ تھا بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کرایا۔

مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور میرے سینہ چاک کیا اور اس میں ایمان وحکمت بھر دی گئی''

کتب احادیث میں اس واقعہ کی جو تفصیلات ملتی ہیں، وہ اس طرح ہیں۔

آپ کو آپؐ کے جسم مبارک سمیت براق پر سوار کرکے حضرت جبرئیل بیت المقدس لے گئے اور براق کو مسجد کے دروازے کے حلقے میں باندھ دیا،

پھر آپؐ نے بیت المقدس میں نزول فرمایا اور تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''میرے پہنچ جانے کے بعد بیت المقدس میں بہت سے لوگ جمع ہوگئے، اذان دی گئی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقامت کہی گئی، اور صفیں درست کی گئیں۔ میں انتظار میں تھا کہ نماز کون پڑھائے گا؟ جبرئیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا۔ نماز پوری ہو جانے کے بعد جبرئیلؑ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کس نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا، نہیں، جبرئیلؑ نے کہا، یہ سب وہ انبیاء ہیں جو آپؐ سے پہلے مبعوث ہو چکے ہیں،،

پھر آپ کو حضرت جبرئیلؑ آسمان دنیا تک لے گئے، انہوں نے آسمان کا دروازہ کھلوایا، دربان نے پوچھا: ''کون''؟ کہا ''جبرئیل'' پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا ''حضرت محمدؐ'' دربان نے مرحبا کہتے ہوئے دروازہ کھولا، وہاں آپؐ نے تمام انسانوں کے باپ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا، حضرت جبرئیلؑ نے آپ سے کہا کہ آپؐ کے باپ آدم ہیں، انہیں سلام کیجئے،

آپؐ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

''اے سعادت مند بیٹے اور صالح پیغمبر خوب آئے''

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں جانب سعادت مندوں کی روحیں اور بائیں جانب بدبختوں کی روحیں دکھلائیں۔

پھر آپ کو دوسرے آسمان پر لے جایا گیا اور دروازہ کھلوایا گیا، وہاں آپؐ نے حضرت یحیٰ بن ذکریا علیہما السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو دیکھا، ان سے ملاقات کی اور سلام کیا، دونوں نے سلام کا جواب دیا، مبارک باد دی اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر تیسرے آسمان پر لے جایا گیا، وہاں آپؐ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، مرحبا کہا اور آپؐ کی رسالت کا اقرار کیا۔ پھر چوتھے آسمان پر لے جایا گیا، وہاں آپؐ کی ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی، آپؐ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور آپؐ کی نبوت کا اقرار کیا۔ پھر آپ پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے، وہاں آپؐ نے حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا، سلام کا جواب دینے کے بعد انہوں نے آپ کو مبارکباد دی اور آپ کی رسالت کا اقرار کیا۔

پھر چھٹے آسمان پر پہنچے، وہاں آپ کی ملاقات حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ہوئی، آپؐ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے جواب دیا، مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب آپ چھٹے آسمان سے آگے کی طرف بڑھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔

ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟

انہوں نے کہا:

''میں اس لئے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث کیا گیا، اس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے بہت زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوں گے''

اس کے بعد آپ کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا، وہاں آپ کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، آپؐ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، مبارکباد دی اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا، پھر آپؐ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے، آپؐ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ اس کے بیر کے پھل مٹکا کے برابر اور اس کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچنے کے بعد بیتِ معمور دکھایا گیا، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیت معمور میں ستر ہزار فرشتے روزانہ آتے ہیں اور جب وہ لوٹ جاتے ہیں تو وہ دوبارہ ان کی باری کبھی نہیں آتی''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پھر میرے سامنے شراب، دودھ اور شہد کے برتن پیش کئے گئے، میں نے دودھ پی لیا، جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہی وہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے، جب آپؐ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آگے جانے سے معذرت کی، اور کہا کہ اس کے آگے میری رسائی نہیں ہے، اگر میں ایک بال کے برابر بھی آگے بڑھنے کی کوشش کروں گا تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات سے میرے سارے پر جل کر راکھ ہو جائیں گے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور کتاب بوستاں میں اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

چناں گرم در تیہ قربت براند   کہ در سدرہ جبریل ازو باز ماند

''اللہ تعالیٰ کے پاس جاتے ہوئے آپ کی سواری اتنی تیزی سے چلی کہ سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر جبرئیلؑ پیچھے رہ گئے''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدو گفت سالار بیت الحرام — کہ اے حامل وحی برتر خرام

''تو ان سے رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے وحی کے لانے والے تیز رفتار''

چوں در دوستی مخلصم یافتی — عنانم ز صحبت چرا تافتی

''جب تم نے مجھے دوستی میں مخلص پایا، تو اب میری صحبت سے اپنی عنان کیوں پھیر رہے ہو؟''

بگفتا فروتر مجالم نہ ماند — بہ ماندم کہ نیروئے بالم نہ ماند

''انہوں نے کہا اوپر چلنے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے، میں عاجز ہوں کیونکہ میرے بازو کی طاقت ختم ہو چکی ہے''

اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

''اگر ایک بال کے برابر بھی میں اوپر کی طرف اڑتا ہوں تو تجلیات الٰہی سے میرے بال و پر جل جائیں گے۔''

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے آپ کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچایا گیا، وہاں رب العالمین سے کلام ہوا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی جو کچھ کہ وحی فرمائی۔

سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دربارِ الٰہی میں یہ ثنا اور تعریف کی:

التحیات للّٰہ والصلوٰۃ والطیبات ''ادب و تعظیم اور اظہار نیاز کے سارے کلمے اور تمام روحانی و جسمانی عبادات و صدقات صرف اللہ کے لئے ہیں''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا:

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ ''تم پر سلامتی ہو اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں''

پھر آپؐ نے اپنی امت کو ملا کر کہا:

السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصٰلحین ''تم پر سلامتی ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی''

اس کے بعد مزید عرض کیا:

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ''میں گواہی دیتا ہوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں"

پھر اللہ تعالیٰ نے پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں،

جب آپؐ واپس لوٹے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرے تو انہوں نے پوچھا:

آپؐ نے بتایا: "روزانہ پچاس نمازیں"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "آپ کی امت اتنے بڑے بوجھ کے اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھتی، اور اس سے پہلے میں اپنی امت کے لوگوں کا امتحان لے چکا ہوں، آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف واپس جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کا سوال کیجئے"

آپؐ واپس گئے، اللہ سے التجا کی تو دس نمازیں کم ہو گئیں۔

آپؐ نیچے آئے تو پھر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، آپؐ نے انہیں دس نمازوں کے کم ہونے کی خبر دی۔

انہوں نے کہا کہ اپنے رب کے پاس پھر جایئے اور تخفیف کا سوال کیجئے، اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ عز وجل کے درمیان آپؐ کی آمد و رفت جاری رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ نمازیں باقی رکھیں۔

اس کے بعد بھی موسیٰ علیہ السلام نے آپؐ کو واپسی اور تخفیف کا مشورہ دیا۔

مگر آپؐ نے فرمایا:

"اب مجھے اپنے رب سے شرم محسوس ہو رہی ہے، میں اسی پر راضی ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں"

پھر جب آپؐ مزید کچھ دور تشریف لے گئے تو ندا آئی:

"میں نے اپنا فریضہ نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی"

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"محمد! اب صرف پانچ نمازیں رہ گئیں، لیکن ہر نماز دس کے برابر ہے لہذا پانچ نمازیں پچاس نمازوں کا حکم رکھتی ہیں"

اس سفر میں آپؐ نے جنت و جہنم کو بھی دیکھا۔ اور جہنم کے داروغہ مالک کو بھی دیکھا، وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہنستا نہ تھا اور نہ اس کے چہرے پر خوشی اور بشاشت تھی۔

آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح ہیں اور وہ اپنے منہ میں پتھر کے ٹکڑوں جیسے انگارے ٹھونس رہے ہیں، جو دوسری جانب ان کے پاخانے کے راستے سے نکل رہے ہیں،

آپؐ نے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں''

بتایا گیا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھا جاتے ہیں''

آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے پیٹ اتنے بڑے بڑے ہیں کہ وہ اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتے، اور جب آل فرعون کو آگ پر پیش کرنے کے لئے لے جایا جاتا تو ان کے پاس سے گذرتے وقت انہیں روندتے ہوئے جاتے تھے۔

آپؐ نے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟''

بتایا گیا: ''یہ سود خوار ہیں''

آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے سامنے تازہ اور فربہ گوشت ہے اور اسی کے پہلو بہ پہلو سڑا ہوا چھچھڑا بھی ہے مگر یہ لوگ تازہ اور فربہ گوشت چھوڑ کر سڑا ہو چھچھڑا کھا رہے ہیں،

آپؐ نے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟''

بتایا گیا: ''یہ زنا کار مرد ہیں''

آپؐ کو ایسی عورتیں دکھائی گئیں، جن کے سینوں میں بڑے بڑے ٹیڑھے کانٹے چبھا کر انہیں آسمان اور زمین کے درمیان لٹکا دیا گیا ہے۔

آپؐ نے جب ان کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا:

''یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے شوہروں پر دوسروں کی اولاد داخل کر دیتی ہیں، یعنی دوسروں سے زنا کے ذریعے حاملہ ہوتی ہیں، لیکن لاعلمی کی وجہ سے بچہ ان کے شوہر کا سمجھا جاتا ہے''

آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے ہیں، آپؐ نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟''

بتایا گیا کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر کی گرانی انہیں نماز کے لئے اٹھنے نہیں دیتی تھی''

آپؐ نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے کپڑوں میں بہت سے پیوند لگے ہوئے تھے اور وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانوروں کی طرح گھاس چر رہے تھے،

آپؐ نے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟''

بتایا گیا کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں''

آپؐ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ لکڑیوں کا گٹھا جمع کر کے اٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ گٹھا اس سے نہیں اٹھتا تو وہ اس میں کچھ اور لکڑیاں بڑھا لیتا ہے۔

آپؐ نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟''

بتایا گیا کہ ''یہ وہ شخص ہے جس پر ذمہ داریوں اور امانتوں کا اتنا بڑا بوجھ تھا کہ وہ اٹھا نہ سکتا تھا مگر وہ ان کو کم کرنے کے بجائے اور زیادہ ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے اوپر ڈال لیتا تھا،،

پھر آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کی زبانیں اور ہونٹ قینچی سے کاٹے جا رہے ہیں۔

آپؐ نے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟''

بتایا گیا: ''یہ وہ تقریر کرنے والے ہیں جو بے روک ٹوک زبان چلاتے تھے اور غیر ذمہ دارانہ باتیں کہہ کر فتنہ برپا کرتے تھے''

ایک جگہ آپؐ نے دیکھا کہ ایک پتھر میں چھوٹا سا سوراخ ہوا اور اس میں سے ایک بڑا سا بیل نکل آیا، اس کے بعد وہ بیل دوبارہ اس سوراخ میں جانے کی کوشش کرنے لگا، مگر کوشش کے باوجود دوبارہ اس میں نہیں جا سکا۔

آپؐ نے پوچھا: ''یہ کیا معاملہ ہے؟''

بتایا گیا: ''یہ اس آدمی کی مثال ہے جو بے پرواہی کے ساتھ ایک فتنہ کی بات کہہ دیتا ہے اس کے بعد اس کے برے نتائج دیکھ کر اسے واپس لینا چاہتا ہے مگر واپس نہیں لے سکتا''

اسی طرح ایک جگہ آپؐ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جو خود اپنے جسم کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے ہیں۔

آپؐ نے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟''

بتایا گیا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دوسرے بھائیوں پر طعن و طنز کرتے تھے''

کچھ اور لوگوں کو آپؐ نے دیکھا کہ ان کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اس سے اپنے منہ اور سینے نوچ رہے تھے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ نے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟''

بتایا گیا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے پیچھے ان کی برائیاں کرتے تھے اور ان کی عزت و آبرو پر حملے کرتے تھے''

کچھ لوگوں کو آپؐ نے دیکھا کہ وہ کھیتی کاٹ رہے ہیں، وہ جتنی کھیتی کاٹتے ہیں اتنی ہی ان کی فصل بڑھتی جاتی ہے،

آپؐ نے ان کے بارے میں پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟''

بتایا گیا: ''یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں''

شب معراج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا کی گئیں، نماز پنجگانہ، سورۂ بقرہ کی آخری آیات، اور امت میں ہر شخص کے گناہوں کی بخشش بشرطیکہ اس نے شرک نہ کیا ہو،

جب آپؐ معراج سے لوٹے اور دوسرے دن اس کی پوری تفصیل سے لوگوں کو آگاہ کیا تو کفار و مشرکین نے آپؐ کا مذاق اڑایا۔

انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے بحالتِ بیداری مکہ سے بیت المقدس لے جایا گیا، پھر وہاں سے میں ساتوں آسمانوں سے گذرا، میں نے جنت و جہنم کو دیکھا، میں سدرۃ المنتہٰی سے آگے گیا اور اللہ تعالیٰ سے میری بات چیت بھی ہوئی،

بتائیے آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا کہیں گے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اس کی اس طرح کی ناقابل یقین باتوں پر یقین نہیں کریں گے، کفار خوش ہو گئے کہ ہمیں ابوبکر کے دل و دماغ کو پھیر دینے کا اچھا موقع مل گیا، لیکن جب انہوں نے کہا کہ اس طرح کی باتیں تمہارے نبی محمد کہہ رہے ہیں،

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

''خدا کی قسم اگر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح کی باتیں کہہ رہے ہیں تو یہ بالکل سچ ہے، میں دل سے اس کی تصدیق کرتا ہوں''

اسی بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا خطاب ملا۔

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

معجزات نبویؐ

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم......امابعد

حضرات! ہر مسلمان اس حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے کہ مومن و مسلم بننے کے لئے جن باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے انہی میں عقیدۂ رسالت بھی ہے۔

جہاں یہ زندہ حقیقت ہے کہ انسان، انبیاء اور رسولوں کے بغیر اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین سے واقف نہیں ہوسکتا۔

وہیں یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ رسالت پر ایمان لانا مومن اور مسلم بننے کے لئے ضروری ہے، ٹھیک اسی طرح، جس طرح دیکھنے کے لئے آنکھ کی پتلیوں میں بینائی کا ہونا ضروری ہے، ظاہر ہے کہ جو چیز منزل تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہو اسے اپنائے بغیر منزل تک پہنچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

چنانچہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں بن سکتا جب تک وہ اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں اور پہلی آسمانی کتابوں پر یقین نہ رکھے، جن جن انبیاء کے نام قرآن میں آئے ہیں، ان کو نام بنام اور جن کے نام نہیں معلوم ہیں......یعنی قرآن نے نہیں بتائے ہیں، وہ کہیں بھی گذرے ہوں اور ان کے جو بھی نام ہوں، ان سب کو سچا ماننا ضروری ہے۔

مسلمان کون ہیں؟ اس کے بارے میں قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک. ''اور جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو اے محمدؐ تم پر اتارا گیا اور اس پر جو تم سے پہلے اتارا گیا''

اسی سورۃ میں ایک جگہ یوں آیا ہے۔

ولٰکن البر من اٰمن باللّٰہ والیوم الآخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبین. ''نیکی اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہے جو اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لایا"

اسی سورۃ میں رسول اور ان کے ماننے والوں کے متعلق بتایا گیا ہے: کل آمن باللّٰہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ. لانفرق بین احدٍ من رسلہ. "سب ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر، ہم اس کے رسولوں میں باہم فرق نہیں کرتے"

سورۂ نساء میں تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے:

یایھا الذین آمنو آمنو باللّٰہ ورسولہ والکتٰب الذی نزل علٰی رسولہ والکتٰب الذی انزل من قبل. "اے ایمان والے لوگو! ایمان لاؤ اللہ پر، اور اس کے رسول پر، اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری، اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری گئی،

قرآن مجید کے نزدیک وہ لوگ مومن نہیں ہیں جو کچھ انبیاء کو تو اللہ کا نبی مانتے ہوں اور کچھ کو نہ مانتے ہوں۔

بشریت انبیاء

قرآن مجید یہ بات بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بتاتا ہے کہ دنیا میں جتنے بھی انبیاء ورسل آئے وہ سب بشر اور انسان تھے۔

یعنی انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے اللہ تعالٰی نے انسان ہی کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا۔

قرآن مجید کی سورۂ نحل میں ارشاد ہوا ہے:

وما ارسلنا من قبلک الا رجالًا نوحی الیھم "اے محمد! ہم نے تم سے پہلے...... رسول بنا کر...... صرف انسانوں کو بھیجا تھا"

یہ اس لئے کہا گیا کہ جب اللہ کا داعی آتا وہ انسان کی صورت میں ہوتا، اس کے گرد ظاہری بڑائیاں اور رونقیں نہ ہوتیں، اس لئے وقت کے بڑے بڑے لوگ اسے حقیر سمجھ کر نظر انداز کر دیتے، ان کو یقین ہی نہیں آتا تھا کہ ایسا شخص ان سے زیادہ حق وصداقت والا ہو سکتا ہے جو انسان ہو اور دنیوی شان وشوکت میں ان سے کم ہو۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ کفار کے اس طرح کے اعتراضات کو بیان کیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً سورۂ مومنون میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے متعلق آیا ہے کہ ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا:

ماھذا الابشر مثلکم . یرید ان یتفضل علیکم . ولوشاء اللّٰہ لانزل ملئکة . ماسمعنا بھذا فی آبائنا الاولین. ''یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر تم جیسا ایک بشر، اس کی غرض یہ ہے کہ تم پر برتری حاصل کرے، اللہ کو بھیجنا ہوتا تو فرشتے بھیجتا، یہ بات تو ہم نے اپنے باپ داداؤں سے سنی نہیں کہ بشر رسول بن کر آئے،،

اسی سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان کی قوم کے جن سرداروں نے انہیں ماننے سے انکار کر دیا تھا، اور آخرت کی پیشی کو جھٹلایا تھا، وہ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں کہتے تھے:

ما ھٰذا الابشر مثلکم . یاکل مما تاکلون منه ویشرب مماتشربون. ولئن اطعتم بشراً مثلکم انکم اذالخسرون. ''یہ شخص تم جیسا ایک بشر کے سوا کچھ نہیں ہے، جو تم کھاتے ہو وہی کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے ہو یہ بھی پیتا ہے، اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے بشر کی اطاعت قبول کر لی تو تم گھاٹے میں رہو گے،،

سورۂ ابراہیم میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ اللہ کے رسولوں کو لوگوں نے جھٹلایا اور یہ کہہ کر ٹھکرا دیا:

ان انتم الابشر مثلنا. ''تم تو ہماری طرح بشر ہو'' (پھر تمہیں پیغمبری کا عہدہ کیسے مل سکتا ہے؟

تو اس اعتراض کے جواب میں انبیاء نے کبھی یہ نہیں کہا کہ نہیں، ہم تمہاری طرح بشر نہیں ہیں، بلکہ انہوں نے اس حقیقت کا اعتراف کیا اور کہا: **ان نحن الابشر مثلکم ولکن اللّٰہ یمن علی من یشاء من عبادہ.** ''واقعی ہم کچھ نہیں ہیں مگر تم ہی جیسے انسان، لیکن اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے،،

چنانچہ وہ تمام انبیاء و رسل نبوت کے امتیازی اوصاف کو چھوڑ کر دوسری تمام صفات میں ویسے ہی انسان ہوتے تھے جیسے دنیا کے انسان ہوا کرتے ہیں۔

وہ انسانوں کی طرح جسم و جان رکھتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوتیں اور خواہشیں رکھتے تھے، کھانا کھاتے تھے، پانی پیتے تھے، وہ بیوی بچے رکھتے تھے، انہیں پاخانہ پیشاب کی حاجت ہوتی تھی، وہ انسانوں کی طرح پیدا ہوتے تھے، بیمار پڑتے تھے، سوتے اور جاگتے تھے، خوشی اور غمی کا احساس کرتے تھے، ہنستے اور روتے تھے، تندرست رہتے اور بیمار پڑتے تھے، اور سب کی طرح انہیں بھی موت آتی تھی،

قرآن مجید کی سورۂ فرقان میں ان کے متعلق بتایا گیا ہے:

انهم ليا كلون الطعام ويمشون في الاسواق. ''بلاشبہ یہ رسول کھانا کھاتے تھے اور (خرید و فروخت کے لئے) بازاروں میں چلتے پھرتے تھے،،

سورۂ رعد میں یوں ارشاد ہوا ہے:

جعلنالهم ازواجا وذرية ''ہم نے ان کے لئے بیوی اور بچے بنائے تھے،،

یہ خیال کہ ''نبی بشر نہیں ہو سکتا اور بشر نبی ہو سکتا'' کفار و مشرکین کی گمراہیوں میں سے ایک ہے۔

اسی لئے قرآن نے بار بار اس جاہلانہ تصور کا ذکر کر کے اس کی پرزور تردید کی ہے اور حتمی انداز میں بیان کیا ہے کہ تمام انبیاء انسان تھے اور انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان ہی کو نبی ہونا چاہئے۔

ایک مثال

انسانوں کو ہدایت کے لئے انسان ہی کو نبی اور رسول بنا کر بھیجنا عین انصاف کی بات ہے، جسے ہم ایک مثال کے ذریعہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

فرض کیجیے، آپ میں سے کسی شخص کے پاس ایک چھوٹی یا بڑی مشین ہو، اور وہ بگڑ کر بند ہو جائے یا ٹھیک کام نہ دے، تو اسے بنانے کے لئے اور اس کی مرمت کے لئے کسی بڑھئی، کسی مولوی، یا کسی کسان یا کسی سبزی فروش کو نہیں بلایا جائے گا، بلکہ اس انجینئر یا مستری کی تلاش کی جائے گی جو پرزوں کے بارے میں پوری واقفیت رکھتا ہو۔

اسی طرح چونکہ بشر کے جذبات واحساسات سے، اس کی قوتوں اور خواہشوں سے، اس کی خوشی اور غمی سے اور اس کے دکھ درد سے ایک بشر ہی واقف ہو سکتا ہے،

اس لئے انسان کی ہدایت کے لئے بشر کے سوا دوسری مخلوق مفید اور مناسب ہو ہی نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتی۔

اس بدیہی حقیقت کو سمجھانے کے لئے اللہ نے قرآن مجید کی سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا ہے:

قل لو کان فی الارض ملئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکاً رسولاً. ''اے نبی! کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور آباد ہوتے تو ہم ان پر ضرور آسمان سے کسی فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجتے،،

دراصل نبی صرف ایک پیغام رسا ہی نہیں ہوتا کہ بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دے اور بس، بلکہ اللہ کے احکام کی تشریح اور توضیح بھی اس کے ذمے ہوتی ہے، وہ ان احکام کی پیروی کر کے اور سب سے پہلے ان پر عمل کر کے معیاری نمونہ پیش کرتا ہے، اور ظاہر بات ہے کہ کوئی دوسری مخلوق...... چاہے وہ فرشتہ ہو یا جن...... ان کاموں کو انجام دے ہی نہیں سکتی۔

جن یا فرشتہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا تھا کہ اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دے، مگر وہ ان قوانین پر کیسے خود عمل کر پاتا جن کا تعلق خاص بشری جذبات و مطالبات اور مخصوص انسانی مسائل سے ہے؟

اللہ کی تمام مخلوقات میں انسان ہی کا رتبہ سب سے زیادہ بلند ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرنے کے بعد فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ انہیں سجدہ کریں، چنانچہ ابلیس کے سوا تمام فرشتوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی تھی۔

یعنی وہ مخلوق جو نور سے بنائی گئی تھی اس نے اس مخلوق کو سجدہ کیا جو خاک سے بنائی گئی تھی، معلوم ہوا کہ نبی کو بشر کہنا نبی کی توہین نہیں ہے بلکہ نبی کی بشریت سے انکار کرنا نبی کی توہین ہے، کیونکہ یہ نہ صرف قرآنی آیات بلکہ ایک زندہ حقیقت کا بھی انکار ہے۔

موجودہ دور میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے انکاری ہیں، اور بشریت رسولؐ کے قائل کو گمراہ اور بدعقیدہ کہتے ہیں۔

حالانکہ آپ کی بشریت کا انکار کرنا، آپ کی نبوت و رسالت کا انکار ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات تین ہیں۔

نوری، جیسے فرشتے، ناری، جیسے جن و شیاطین، اور خاکی جیسے انسان،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر بات ہے کہ نوریوں میں سے کوئی نبی اور رسول نہیں بنایا گیا، اور ناریوں میں سے بھی کسی کو نبوت ورسالت نہیں ملی،

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی آئے وہ سب خاکی تھے، جو لوگ بشریت رسول کے قائل کو کافر اور بدعقیدہ کہتے ہیں، وہ ذرا غور کریں،

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بشر نہیں تھے تو کیا تھے؟

فرشتہ تھے یا جن؟

اگر فرشتہ مانا جائے تو اس کی تردید تو خود قرآن نے کردی ہے، جیسا کہ سورۂ انعام میں آپؐ کو یہ کہنے کا حکم دیا گیا:

ولا اقول لکم انی ملک ''میں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں''

اگر آپؐ جن تھے تو جنوں کی پیدائش تو آگ سے ہوئی ہے، جیسا کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا تھا:

خلقنی من نار و خلقته من طین ''تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے''

اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بشر بھی نہیں تھے، فرشتہ بھی نہیں تھے اور جن بھی نہیں تھے، تو کیا تھے؟

آپ کی ازدواج مطہرات بشریت میں داخل تھیں یا نہیں؟

اگر وہ بشر تھیں اور آپؐ بشر نہیں تھے تو ان کے درمیان ازدواجی تعلقات کس طرح قائم ہو گئے؟

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہاں اولاد ہوئی یا نہیں؟

اگر ہوئی تو وہ اولاد بشر تھی یا غیر بشر؟

ان کا رشتۂ مناکحت حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہوا یا نہیں؟

اگر رشتہ ہوا تو ان سے ہونے والی مخلوط در مخلوط اولاد کو کس جنس میں شمار کیا جائے؟

جب ہم حضرت خدیجہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے شوہر تھے، طیب و طاہر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپؐ ان کے باپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، ابوطالب کی بات کرتے ہیں کہ وہ آپؐ کے چچا تھے، عبدالمطلب کا ذکر کرتے ہیں کہ آپؐ کے دادا تھے، جب آمنہ کی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپؐ کی والدہ ماجدہ تھیں جو آپ کو چھ سال ہی کی عمر میں یتیم چھوڑ گئیں،

اور پھر آپؐ نے یتیمی ہی کی حالت میں پرورش پائی اور پروان چڑھے، یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بشریت رسولؐ سے انکار سمجھ میں آنے والی چیز نہیں ہے۔

آپؐ باپ بھی ہیں،...... کس کے؟ طیب وطاہر کے، بیٹے بھی ہیں،...... کس کے؟ عبداللہ اور آمنہ کے، پوتے بھی ہیں،...... کس کے؟ عبدالمطلب کے، بھتیجے بھی ہیں،...... کس کے؟ ابوطالب کے، سسر بھی ہیں، ...... کس کے؟ حضرت علی اور حضرت عثمانؓ کے. داماد بھی ہیں،...... کس کے؟ فاروق اعظمؓ اور صدیق اکبرؓ کے، شوہر بھی ہیں،...... کس کے؟ خدیجہؓ وعائشہؓ کے پھر آپ بشر نہیں ہیں تو کیا ہیں؟

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جو شخص بشریت رسول کا انکاری ہے وہ رسالت کا بھی انکاری ہے کیونکہ کوئی غیر بشر نبی اور رسول بنایا ہی نہیں گیا۔

جتنے انبیاء اس دنیا میں مبعوث ہوئے وہ کوئی مافوق الفطرت انسانی ہستی نہیں ہے، کہ ان کے اشارے پر پہاڑ سونا بن جائے، یا یہ حکم دیدیں تو زمین سے پانی کا چشمہ ابلنے لگے، یا ان کے کہنے پر بارش نازل ہو جائے، یا یہ اولاد دینے یا بیماروں کو شفا دینے اور مردوں کو زندہ کر دینے کے اختیارات رکھتے ہوں۔

بلاشبہ ان سے معجزات صادر ہوئے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کر دینا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عصا کی ضرب سے پتھر سے پانی کے چشمے جاری ہو جانا، یا عصا کا سانپ بن جانا وغیرہ۔

لیکن اس طرح کے معجزات اور نشانیاں صرف اللہ کی مرضی اور اس کے حکم ہی سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

اس حقیقت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ رعد میں ارشاد فرمایا ہے:

ما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللّٰہ. ''کسی رسول کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی نشانی لے آئے سوائے اللہ کی اجازت سے''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرکین مکہ نے جب آپؐ سے نشانی طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قل انما الآیات عند اللّٰہ ''اے نبی! کہہ دو کہ نشانیاں اللہ ہی کے پاس ہیں۔''

اس طرح اللہ رب العالمین کی مرضی اور حکم سے بہت سے انبیاء سے معجزات صادر ہوئے، اور چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ خوبیاں اکٹھا عطا فرمائی ہیں، جو تمام انبیاء کو الگ الگ ملی ہیں، اس لئے ظاہر بات ہے کہ آپؐ سے بہت زیادہ معجزات بھی ظہور میں آئے ہیں۔

سب سے بڑا معجزہ

آپؐ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے۔

جب آپؐ کی بعثت ہوئی اور پھر چالیس سال کو پہنچنے کے بعد آپؐ نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہوئے اور آپؐ پر قرآن کا نزول شروع ہوا تو اس وقت عرب میں بہت سے فصیح و بلیغ ادیب اور شاعر تھے اور بعض ایسے بھی تھے کہ پورا عرب جن کی زبان دانی اور فصاحت کا لوہا مانتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود قرآن نے اپنے متعلق یہ دعویٰ کیا:

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فآتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللّٰہ ان کنتم صٰدقین. فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقو النار التی وقودھا الناس والحجارۃ. ''یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے اگر تمہیں اس پر شک ہے تو تم پورا قرآن تو ایک طرف، تم اس جیسی ایک سورت ہی بنالاؤ، اور اپنے ساتھ اور لوگوں کو بھی اپنی حمایت و اعانت کے لئے ساتھ لے لو، لیکن تم ایسا ہرگز نہ کر سکو گے پس ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں''

یہ دعویٰ ان عربوں کے مقابلے میں کیا گیا جو اپنے سوا تمام دنیا کو گونگ سمجھتے تھے اور جنہیں اپنی زبان دانی پر اتنا ناز تھا کہ علانیہ دوسری قوموں کو عجمی کہا کرتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ عرب میں علم نہیں تھا نہ تعلیم کا رواج تھا لیکن زبان کی صحت اور فصاحت و بلاغت میں انہیں وہ ملکہ تھا جس کی نظیر پوری دنیا کی قوموں میں نہیں ملتی۔

جس وقت قرآن نازل ہوا تو عربوں نے اپنی ضد اور عداوت کی بنا پر اسے کلام الٰہی ماننے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے انکار کر دیا، اور اعلانیہ طور پر کہنے لگے کہ اسے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے خود بنالیا ہے، اگر یہ آسمانی کتاب ہوتی تو طائف اور مکہ کے رؤسا پر نازل ہوتی۔

یہ آیت دراصل عربوں کے اسی اعتراض کے جواب میں نازل ہوئی، اور اس کے نازل ہونے کے بعد قدرتی طور پر عربوں میں کھلبلی مچ گئی۔

وہ بھلا اس چیلنج کو کب ٹھنڈے دل سے گوارہ کر سکتے تھے۔

انہوں نے بہت کوششیں کیں مگر کچھ نہ کر سکے، کیونکہ قرآنی فصاحت و بلاغت نے انہیں مسحور کر لیا تھا۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قرآنی آیات اور سورتیں اور ان کی فصاحت و بلاغت کس پائے کی تھی۔

عربوں کو جس چیز، جس خوبی اور جس ہنرمندی پر ناز تھا اسی پر اللہ تعالےٰ نے زور دیا اور جتادیا کہ یقیناً تم دوسری قوموں کے مقابلے میں اپنی زباں دانی کے معاملے میں اپنی فوقیت کا دعویٰ کر سکتے ہو، مگر اللہ پھر اللہ ہے، اسکے مقابلے میں تمہارا کوئی دعویٰ ہرگز نہیں چل سکتا۔ تم اپنے تمام دعوائے زباں دانی کے باوجود اس جیسی ایک بھی آیت نہیں بنا سکتے نہ تنہا نہ سب مل کر۔

گویا کہ قرآن اس معجزہ کو اپنی صحت کی دلیل بتا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اگر تمہیں شک ہے تو اس کی مثل ایک ہی سورۃ پیش کر کے اپنا شک وتردد دور کر لو۔ تم واقعی انسانوں میں بہترین زباں داں ہو، لیکن اگر تم سے بہتر کوئی زبان پیش کی جارہی ہے اور وہ تمہارے سامنے ہے تو تم اسے اللہ کی زبان تسلیم کر کے اس پر ایمان لاؤ اور کفر و شرک سے توبہ کر لو۔

اللہ تعالیٰ تو حاضر و ناظر ہے، وہ ان معترضین کے عجز و بے چارگی کو سمجھ گیا، اس لئے انہیں دوسرا چیلنج دیا:

قل لئن اجتمعت الانس والجن علٰی ان یاتوا بمثل ھذا القران لایاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ ''اے پیغمبر! ان مشرکین سے کہو کہ تم تو تم، اگر دنیا کے تمام انسان و جنات بھی مل کر قرآن جیسی کتاب پیش کرنے کی کوششیں کریں تو بھی نہ کر سکیں گے،،

اور کیسے کر سکتے تھے، اللہ، اللہ ہے اور بندہ، بندہ، جو اللہ کر سکتا ہے وہ بندہ کیونکر کر سکتا ہے؟

اس چیلنج کے جواب میں کفار کے پاس ایذا رسانی، ضد، دشمنی اور مخالفت کے سوا اور کیا تھا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان پر قرآنی فصاحت و بلاغت نقش ہو گئی تھی، وہ اپنا عجز تسلیم کر چکے تھے، اور اب اس پہلو پر اعتراض کرنے کا یارا ان کے اندر باقی نہ رہا تھا۔

جنہیں اللہ رب العالمین کی توفیق ملی وہ ایمان لے آئے اور باقی اپنے کفر پر قائم رہے۔

پھر اس زمانہ ہی پر منحصر نہیں، چودہ سو برس سے یہ چیلنج دنیا کے سامنے موجود ہے۔' یہود، ہنود، نصاریٰ اور تمام مشرکین میں سے آج تک کوئی انسان ایسا نہیں پیدا ہوا جو اس چیلنج کو قبول کرتا۔'

اگر قرآن انسانی کلام ہوتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے مصنف ہوتے، تو اول تو خود ہی ایسی حالت میں کہ اس وقت ملک عرب بڑے بڑے مایۂ ناز ادیبوں، شاعروں اور مشاہیر زبان دانوں سے بھرا ہوا تھا، اس بات پر اتنے وثوق سے دعویٰ کی جرأت نہیں کر سکتے تھے، اور اگر کرتے تو ظاہر ہے کہ عرب قوم فوراً اس کا جواب دے دیتی۔

اور قرآن اگر کوئی انسانی تصنیف ہوتا تو اس کے اس چیلنج کا جواب دینے والے اس زمانہ میں بالخصوص اور زمانہ مابعد میں بالعموم ضرور پیدا ہو جاتے۔

یقیناً قرآن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔

معجزہ شق قمر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور معجزات میں سے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ بھی ہے۔

مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کی بنا پر علمائے یہود سے پوچھا تھا کہ ہمیں ان سے ان کی صداقت کی کیا نشانیاں طلب کرنی چاہئے؟

یہودیوں نے کہا کہ وہ ساحر ہیں اور سحر کا اثر صرف زمین کی حد تک رہتا ہے تم کہو کہ وہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلا دیں۔

شاید یہودیوں کے اندر یہ خیال اس لئے پیدا ہوا تھا کہ ان کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پتھر سے پانی کا چشمہ جاری ہونے کا معجزہ صادر ہوا تھا، وہ جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا معجزہ لانا ہی دشوار ہے، چہ جائیکہ ایسا معجزہ جو پہلے کے معجزہ کے مقابلے میں زمین و آسمان کا فرق رکھتا ہو۔

چنانچہ کفار نے آپؐ سے کہا کہ کوئی بڑی نشانی دکھاؤ، پھر اللہ کے حکم سے چاند دو ٹکڑے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا۔ اور اس طرح نہیں کہ چاند میں کوئی لکیر یا دراڑ پیدا ہو جائے، بلکہ اس طرح دو ٹکڑے ہوا کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

بیچ میں کوہِ صفا آیا نظر   چاند تھا آدھا ادھر آدھا ادھر

بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فرقتين فرقة فوق الجبل وفرقة دونه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشهدوا ''رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے ادھر اور دوسرا اس کے نیچے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھو گواہ رہنا،،

صحیحین ہی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان اهل مكة سالوا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يريهم اية فاراهم انشقاق القمر شقتين حتى رأو وحرا بينهما ''اہل مکہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ ان کو کوئی بڑی نشانی دکھایا جائے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں چاند کا پھٹنا دکھایا، اس کے دو ٹکڑے تھے، کوہِ حرا ان دونوں کے درمیان تھا،،

صحیحین ہی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ صریح روایت بھی ہے:

انفلق القمر ونحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ''جب چاند پھٹا تو ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے''

اس معجزہ کی توثیق قرآن مجید کی سورۂ قمر کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

اقتربت الساعة وانشق القمر ''قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا''

معجزہ شق القمر کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی، جبیر بن مطعم نوفلی، انس بن مالک، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

اور یہ واقعہ ۹ نبوت کا ہے۔

جانوروں پر اثر

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میرا اونٹ پیچھے رہ گیا، وہ چل نہ سکتا تھا، آپؐ نے اس کی وجہ پوچھی، تو میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بتایا کہ بیمار ہے، آپؐ نے اونٹ کو ڈانٹا اور دعا فرمائی، پھر وہ سب سے آگے چلنے لگا۔

مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بلایا، لیکن اس نے آنے میں تاخیر کر دی، اور آنے کے بعد آپؐ سے کہا کہ میری اونٹنی سست رفتار ہو گئی تھی جس کی وجہ سے مجھے آنے میں دیر ہو گئی، آپؐ نے اونٹنی کے ایڑ لگائی اور وہ سب سے آگے نکلنے لگی۔

بیہقی نے حضرت جعیلؓ سے روایت ہے کہ میں ایک غزوہ میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میرے پاس ایک کمزور اور دبلی سی گھوڑی تھی اور میں سب سے پیچھے رہا کرتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آملے، اور فرمایا، گھوڑی والے چلو، میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو دبلی بھی ہے اور کمزور بھی، آپؐ نے اپنا چابک اسے لگایا اور یہ الفاظ بھی زبان سے ادا فرمائے۔

اللھم بارک له فیھا

پھر وہ ایسی تیز ہو گئی کہ مجھے اس کی لگام تھامنا اور سب سے آگے نکل جانے سے روکنا مشکل ہو گیا۔

بیہقی اور حاکم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بحری سفر کیا، کشتی ٹوٹ گئی، اور ہم ایک تختہ پر بہتے ہوئے ایک ساحل پر پہنچ گئے جس کے پاس جنگل بھی تھا اور اس میں شیر تھے۔

ایک شیر میری طرف بڑھا، میں نے کہا! او شیر! میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

شیر دم ہلانے لگا اور میرے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ مجھے راستہ پر ڈال دیا، جب میں اس سے رخصت ہوا تو وہ دھاڑنے لگا گویا کہ مجھے رخصت کر رہا ہے۔

پانی کا معجزہ

قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

واذ استسقیٰ موسیٰ لقومه فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منه اثنتا عشرة عینا ”جب موسیٰ نے اپنی قوم کی میرابی کے لئے دعا کی تو ہم نے کہا کہ پتھر پر اپنا عصا مارو تو پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے،،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ ہے کہ پتھر سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا، لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا فوارہ نکلا۔

اور آپ کی انگلیوں سے پانی نکلنے کا معجزہ مختلف موقعوں پر پیش آ چکا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ میں لوگوں نے آپؐ سے کہا کہ نہ وضو کے لئے پانی ہے نہ پینے کے لئے، بس یہی پانی کا پیالہ ہے جو آپؐ کے سامنے رکھا ہوا ہے، آپؐ نے اسی کوزہ میں ہاتھ رکھ دیا، تب ہی سب نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، اسی پانی سے تمام لشکر سیراب ہوا، اور سب نے وضو بھی کیا۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس وقت ہم چودہ سو کی تعداد میں تھے اگر ایک لاکھ ہوتے تب بھی وہ پانی سب کے لئے کافی تھا۔

مقام حدیبیہ ہی کا دوسرا واقعہ اس طرح ہے کہ وہاں آپ کا کئی روز تک قیام رہا اور پھر ایک دن پانی کی قلت ہوگئی تب آپؐ چاہ حدیبیہ پر تشریف لے گئے جس کا پانی خشک ہو چکا تھا، آپ کنوئیں کی منڈیر پر آ بیٹھے، پانی منگایا، کلی کی اور کنوئیں میں ڈال دی، پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگوں نے کنوئیں سے پانی نکالنا شروع کیا اور سب کے سب سیراب ہو گئے۔

یہ دونوں واقعات ذی قعدہ ۶ھ ہجری میں پیش آئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ہم غزوۂ ذات الرقاع میں تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا۔

تلاشِ بسیار کے باوجود پانی لشکر والوں میں کسی کے پاس نہیں تھا۔ لیکن ایک انصاری کے پاس مشک کے ایک دہانہ پر ذرا سا پانی نظر آیا، آپؐ نے اسے لانے کا حکم دیا، پھر آپؐ نے کاٹھ کا کٹھرہ منگوایا، اس کے بعد اپنی انگلیوں کو پھیلا کر اپنا ہاتھ اس میں رکھ دیا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بسم اللہ کہہ کر وہ پانی میرے ہاتھ پر ڈالو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی عینی شہادت ہے کہ آپ کی انگلیوں میں سے پانی کا فوارہ نکلا، پانی نے لکڑی کے کٹھرے کو بھی چکر دیدیا۔

پھر سب کو بلایا گیا اور سب نے سیرابی حاصل کی، تب آپؐ نے ہاتھ اٹھالیا تب بھی وہ کٹھرہ پانی سے بھرا ہوا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس غزوہ میں چار سو صحابہؓ شریک تھے۔ اور یہ واقعہ محرم ۷ ہجری میں پیش آیا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار نماز کا وقت آ گیا، جن لوگوں کے گھر قریب تھے وہ گھر سے وضو کر آئے، باقی لوگ رہ گئے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے پتھر کے پیالہ میں پانی لایا گیا، وہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں آپ کا پورا ہاتھ نہیں پھیل سکتا تھا، آپؐ نے اس پیالے کو اپنے دستِ مبارک میں لے لیا، پھر اس میں اتنا پانی بھر گیا کہ اس سے اسی سے زیادہ لوگوں نے وضو کر لیا۔

صحیحین انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت مقام زوراء کی بابت بھی ہے کہ آپؐ نے پیالہ میں ہاتھ رکھ دیا اور پنجۂ مبارک سے پانی بہ نکلا، اس وقت آپؐ کے ساتھ تین سو صحابہؓ کی جمعیۃ تھی۔ اور اتنے آدمیوں کے لئے یہ پانی کافی ہو گیا۔

بخاری میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ سفر میں تھے... غالبًا یہ سفر تبوک تھا...... ایک روز فجر کی نماز سورج چڑھ جانے کے بعد پڑھی گئی، کیونکہ سب سوتے رہ گئے تھے، مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آگے آگے چلنے کا حکم دیا، ہم کو سخت پیاس لگی، راہ چلتے چلتے ہمیں ایک عورت ملی جس کے ساتھ پانی کے دو مشکیزے تھے، اس عورت سے یہ معلوم ہوا کہ پانی اس جگہ سے ایک دن ایک رات کی مسافت پر ہے صحابہؓ اس عورت کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، اس نے بتایا کہ وہ بیوہ ہے اس کے یتیم بچے بھی ہیں، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے دونوں مشکیزوں کو ہاتھ سے چھو دیا، جس کی وجہ سے پانی بہ نکلا، چالیس صحابہؓ نے جو سخت پیاسے تھے، سیر ہو کر پانی پیا، اور ان کے ساتھ جتنے مشک اور مشکیزے تھے وہ بھی بھر لئے گئے۔

حضرت عمرانؓ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت وہ مشکیزے پانی سے ایسے بھرے ہوئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اب پھوٹ پڑیں گے۔

اس عورت نے اپنے گھر جا کر لوگوں سے کہا کہ میں سب سے بڑے جادوگر سے مل آئی ہوں، یا تو وہ جادوگر ہے یا نبی، جیسا کہ اس کے ساتھیوں کا خیال ہے۔

کھانے کے سامان کا معجزہ

یہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زبردست معجزہ ہے کہ مختلف موقعوں پر ایسا ہوا کہ تھوڑا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سا کھانا اتنا زیادہ بڑھ گیا کہ بہت سے لوگوں کے لئے کافی ہو گیا۔

چنانچہ غزوۂ احزاب کے موقع پر آپ کی دعا کی برکت سے ایک صاع آٹا اور ایک بکری کے بچے سے ایک ہزار بھوکے مسلمان آسودہ ہو گئے۔

بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ غزوۂ احزاب میں خندق کھود رہے تھے اسی اثناء میں، میں نے اپنی بیوی کے پاس جا کر کہا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہت بھوکے ہیں،

بیوی نے ایک تھیلا دیا، اس میں ایک صاع جو تھا، اور گھر کا پلا ہوا بکری کا ایک بچہ تھا، میں نے اس کو ذبح کیا، پھر بیوی نے جو پیسے، میں نے گوشت ہانڈی میں چڑھا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر چپکے سے کہا کہ میرے گھر اس قدر کھانا موجود ہے، آپ چند حضرات کے ساتھ تشریف لے چلیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ سے کہا:

''خندق والو! جابر نے مہمانی تیار کر لی ہے جلدی چلو''

پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آجاؤں ہانڈی مت اتارنا، جب آپ تشریف لائے تو میں نے گوندھا ہوا آٹا ان کے سامنے پیش کر دیا، آپؐ نے اس میں اپنا لعاب ڈال کر برکت کی دعا کی، پھر ہانڈی کے پاس آ کر ایسا ہی کیا، پھر میری بیوی سے فرمایا کہ کسی اور پکانے والی بلا لے کہ تیرے ساتھ وہ بھی پکائے، اور ہانڈی سے گوشت نکال مگر اسے چولھے سے نہ ہٹانا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ خندق والے ایک ہزار لوگ تین دن سے بھوکے تھے، خدا کی قسم سب نے آسودہ ہو کر خوب کھایا اور میری ہانڈی اسی طرح جوش مار رہی تھی، اور آٹا بھی اسی طرح پکایا جا رہا تھا۔

بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ان کے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے، اور بھاری قرض چھوڑ گئے تھے، جب کھجور کی فصل آئی تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ چلیں تا کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ کر میرے ساتھ رعایت کریں۔

آپؐ نے فرمایا کہ تم چلو اور ہر قسم کے کھجوروں کی ڈھیریاں الگ الگ لگا دو، میں نے اسی طرح کیا، اتنے میں آپ تشریف لے آئے، اور بڑے ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے، اور فرمایا کہ قرض

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہوں کو بلاؤ، جب وہ آ گئے تو آپؐ نے ہر ایک کو ناپ ناپ کر کھجوریں دینی شروع کیں، حتیٰ کہ سب قرض دار نپٹ گئے اور وہ ڈھیر جوں کا توں رہ گیا، گویا کہ اس میں سے ایک دانہ بھی کم نہیں ہوا۔

صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سو تیس نفر تھے، جب منزل پر پہنچے تو آپؐ نے پوچھا کہ کسی کے پاس کچھ کھانے کو ہے؟

ایک صحابی کے پاس تقریباً دو سیر آٹا تھا، وہ گوندھ لیا گیا۔

پھر ایک شخص ریوڑ لئے ہوئے وہاں آ پہنچا، اس سے ایک بکری خرید لی گئی، اسے ذبح کیا گیا اور اس کی کلیجی آگ پر بھون لی گئی اور سب حاضرین کو تقسیم کر دی گئی، سب نے اسے سیر ہو کر کھایا، پھر بھی وہ ختم نہیں ہوئی اور ہم نے اسے اونٹ پر رکھ دیا۔

نباتات پر اثر

صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو شروع شروع میں کوئی منبر نہیں تھا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت کھجور کی ایک خشک ٹہنی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے،

کچھ عرصہ بعد حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے منبر تیار کرایا جو تین زینوں کا تھا،

جب پہلی بار آپؐ نے منبر سے خطبہ دینا شروع کیا، اور کھجور کا ستون آپ کو ٹیک لگانے کی عزت سے محروم رہ گیا، تب اس سے رونے اور چلانے کی آواز آنے لگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں:

صاحت النخلة کصاح الصبی 'وہ ستون بچوں کی طرح چلانے لگا''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سمعنا لذالک الجذع صوتا کصوت العشار

''ہم نے اس سے آواز سنی کہ جو دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی آواز ہوتی ہے''

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر پڑے، اس پر دستِ شفقت رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔

پھر آپؐ نے اسے منبر سے متصل دفن کرا دیا'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، جب ہم ایک کشادہ میدان میں اترے تو آپؐ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے،

وہاں آڑ اور پردہ کے لئے کوئی چیز نہیں تھی، البتہ میدان کے کنارے دو درخت تھے، آپؐ ایک درخت کے قریب تشریف لے گئے اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر فرمایا:

''اللہ کے حکم سے میرے پیچھے پیچھے چلا آ''

پس وہ درخت اسی طرح آپؐ کے پیچھے ہولیا جیسے نکیل والا اونٹ کہ کھینچنے والا جہاں چاہتا ہے لئے لئے پھرتا ہے، پھر آپؐ دوسرے درخت کے پاس آئے اور وہ درخت بھی پہلے کی طرح آپؐ کے پیچھے ہولیا۔

تب آپؐ نے دونوں سے فرمایا: ''تم دونوں خدا کے حکم سے آپس میں مل جاؤ''

چنانچہ وہ دونوں درخت مل گئے، اور آپؐ نے ان کی آڑ میں رفعِ حاجت کی، پھر وہ دونوں پیڑ اپنی اپنی جگہوں پر جا کھڑے ہوئے۔

ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے آس پاس کے بعض مقامات میں نکلا تو میں نے دیکھا کہ راستہ میں جو پہاڑ اور درخت سامنے آئے سب نے آپؐ کو السلام علیکم یا رسول اللہ کہا۔

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا:

''میں مکہ کے اس پتھر کو خوب پہچانتا ہوں جو نبی ہونے سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا''

دودھ کی برکت

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ بھوک کے مارے کبھی ایسا ہوتا کہ میں جگر تھام کر زمین پر گر جاتا، اور کبھی ایسا ہوتا کہ پیٹ پر پتھر باندھ لیتا،

ایک روز مارے بے چینی کے میں سرِ راہ آ بیٹھا، جہاں سے لوگوں کا گذر ہوا کرتا تھا، تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور میں نے قرآن مجید کی ایک آیت کے بارے میں دریافت کیا، میرا مطلب صرف یہ تھا کہ شاید ان سے کھانے کو کوئی چیز مل جائے گی، لیکن وہ یونہی چلے گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ نکلے، ان سے بھی ایک آیت کا مطلب پوچھا، مقصد وہی تھا کہ کچھ کھانے کو دیدیں گے، وہ بھی یونہی چلے گئے،

اتنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میرے دل کی بات سمجھ گئے، اور میرے چہرے کو تاڑ لیا کہ میں بھوک سے بے تاب ہوں۔

ارشاد ہوا: ''ابو ہریرہ میرے ساتھ ساتھ چلے آؤ''

میں پیچھے پیچھے ہو لیا، آپ گھر میں تشریف لے گئے اور وہاں پیالہ میں دودھ دیکھا،

گھر والوں نے بتایا کہ فلاں شخص نے یہ دودھ تحفہ میں بھیجا ہے،

پھر آپؐ نے فرمایا:

''ابو ہریرہ جاؤ، تمام اہل صفہ کو بلا لاؤ''

اصحاب صفہ کے پاس نہ تو گھر بار ہوتے تھے، نہ ان کے خورد و نوش کا کوئی مستقل انتظام ہوتا تھا، نہ ہی ان کو کسی شخص کا سہارا ہوتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں یہ سوچ کر مایوس ہو گیا کہ اصحاب صفہ کی اتنی بڑی تعداد کیلئے اتنے تھوڑے سے دودھ کی کیا حقیقت ہوگی؟ اگر یہ سارا دودھ مجھے مل جاتا تو شاید میرا پیٹ بھر جاتا اور مجھ میں کچھ سکت آجاتی، اب دیکھئے اس میں سے میرے حصے میں کچھ آتا ہے یا نہیں؟

میں انہی خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ اچانک آپ کی آواز کانوں سے ٹکرائی:

''ابو ہریرہ یہ پیالہ لو اور سب کو پلاؤ''

میں نے پیالہ لے لیا، پھر ہر شخص کو دیتا جاتا، جب ایک شخص دودھ پی کر پورے طور پر سیراب ہو جاتا، تب میں دوسرے کو ہی پیالہ دے دیتا،

اسی طرح سب سیر ہو گئے، تو آخر میں میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیالہ پیش کر دیا،

آپؐ نے اسے اپنے دستِ مبارک پر رکھ لیا، پھر مجھے دیکھا، مسکرائے اور فرمایا:

''ابو ہریرہ! اب تو میں رہ گیا یا تو رہ گیا''

میں نے کہا: ''یا رسول اللہ! سچ ہے''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: ''اچھا اب تم پی لو''

میں بیٹھ گیا اور میں نے دودھ پی لیا'

آپؐ نے فرمایا: ''اور پیو''

میں نے اور پیا، آپؐ بار بار دودھ پینے کا حکم دیتے رہے۔

آخر میں نے عرض کیا:

''قسم ہے اس ذات کی جس نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب تو بالکل گنجائش نہیں ہے۔''

آپؐ نے پیالہ مجھ سے لے لیا، اللہ کا شکر ادا کیا اور بسم اللہ کہہ کر پورا پیالہ ختم کر دیا۔

حاکم اور بیہقی کی روایت ہے کہ ہجرت کے سفر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر امِ معبد بنتِ خالد کے خیمہ پر ہوا۔

یہ عورت عمر رسیدہ تھی، اس کا معمول تھا کہ یہ خیمہ کے سامنے بیٹھی رہتی اور آنے جانے والوں کو پانی پلاتی تھی، اسی دوران وہ کھجور بھی فروخت کیا کرتی تھی۔

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے، جو آپؐ کے ساتھ پچھلی نشست پر سوار تھے۔

دوسری سواری پر عامر بن فہیرہ تھے یا ابن اریقط تھا، جو اس راستہ سے پورے طور پر واقف تھا اور اسے اجرت پر ساتھ لیا گیا تھا۔

یہ لوگ ام معبد کے خیمہ کے پاس ستانے اور آرام لینے کے لئے ٹھہر گئے۔

اس معمر عورت سے پوچھا گیا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے پینے کو بھی ہے؟

اس نے جواب دیا کہ کچھ بھی نہیں ہے، اگر ہوتا تو میں خود ہی پیش کر دیتی۔

امِ معبد کے بھائی کا بیان ہے کہ خیمہ میں ایک دبلی پتلی کمزور بکری کھڑی ہوئی تھی، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا تو امِ معبد نے جواب دیا:

''یہ اس قدر کمزور ہے کہ ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی اس لئے یہاں رہ گئی''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اجازت دو تو ہم اسے دوھ لیں۔' وہ بولی کہ اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہے تو دوھ لیں، آپؐ نے ایک بڑا برتن منگوایا اور بسم اللہ کہہ کر دودھ نکالنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع کیا، برتن بھر گیا تو سب کو پلایا، دوبارہ پھر دودھ نکالا، برتن بھر گیا تو پھر سب کو پلایا گیا، آخر میں آپؐ نے پیا، پھر تیسری بار دودھ نکالا اور گھر والوں کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک زبردست معجزہ آئندہ زمانوں میں ہونے والے واقعات سے متعلق آپ کی پیشینگوئیاں ہیں۔ جو حرف بہ صرف سچ ثابت ہوئیں، یقیناً یہ آپ کی نبوت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

علم غیب

جہاں تک آئندہ زمانے کے حالات کا سوال ہے، تو یہ حقیقت دو اور دو چار کی طرح کھلا ہوا سچ ہے کہ غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، اس کے لئے حاضر بھی حاضر ہے اور غائب بھی حاضر ہے، وہ ہر مخلوق کی تمام حرکات اور ارادوں سے پورے طور پر باخبر ہے، اس سے کسی کی کوئی حرکت، کسی کی نیت اور کسی کے دل کا بھید چھپا نہیں رہ سکتا۔

اس کے لئے یکساں ہے خواہ چپکے سے بات کہی جائے یا زور سے، وہی جانتا ہے کہ قیامت کب برپا ہوگی، اس کے سوا کسی جن، کسی فرشتہ کسی نبی، کسی ولی یا کسی شہید کو اس کا علم نہیں، آسمان اور زمین میں جو بھی مخلوقات ہیں خواہ وہ فرشتے ہوں، یا جن یا انبیاء اور اولیاء یا دوسرے انسان... سب کا علم محدود ہے، سب سے کچھ نہ کچھ پوشیدہ ہے، سب کچھ جاننے والا اور تمام حقائق کا علم رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، جس سے کائنات کی کوئی چیز اور کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے، جو ماضی و حال و مستقبل سب کو جانتا ہے، اس دھرتی کے سینے سے اگنے والا کوئی دانہ ایسا نہیں ہے جس کا علم اسے نہ ہو۔

درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کی پوری خبر اسے نہ ہو۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ اس حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مثلاً سورۂ ہود میں ارشاد ہوا ہے:

وللّٰہ غیب السمٰوٰت والارض ''آسمانوں اور زمین میں جو غیب کی باتیں ہیں ان کا جاننے والا اللہ ہی ہے''

سورۂ یونس کی آیت ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویقولون لولا انزل علیه اٰیة من ربه. فقل انما الغیب للّٰہ ''اور یہ جو کہتے ہیں کہ اس نبی پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی، تو ان سے کہو کہ غیب کا مالک ومختار تو اللہ ہی ہے''

سورۂ انعام میں فرمایا گیا ہے:

وعنده مفاتح الغیب لایعلمها الاهو. ویعلم مافی البر والبحر. وماتسقط من ورقة الایعلمها ولا حبة فی ظلمت الارض ''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، برو بحر میں جو کچھ ہے سب سے وہ واقف ہے، درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا علم اسے نہ ہو، اور زمین کے تاریک پردوں میں سے کوئی دانہ ایسا نہیں ہے جس سے وہ باخبر نہ ہو۔''

سورۂ کہف میں یوں آیا ہے:

له غیب السمٰوت والارض. ابصر به واسمع. ''آسمانوں اور زمین کا غیب اسی کو ہے، وہ کیا ہی دیکھنے اور سننے والا ہے''

سورۂ نمل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللّٰہ. ومایشعرون ایان یبعثون. ''اے نبی! ان سے کہو، اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا اور وہ نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے''

سورۂ بقرہ کی آیت ہے:

یعلم مابین ایدیهم وماخلفهم. ولایحیطون بشیء من علمه الابماشاء. ''وہ جانتا ہے جو کچھ مخلوقات کے سامنے ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے، اور اس کے علم میں سے کسی چیز پر وہ احاطہ نہیں کر سکتے الا یہ کہ وہ جس چیز کا چاہے انہیں علم دیدے''

سورۂ جن میں ارشاد ہوا ہے:

عٰلم الغیب فلایظهر علیٰ غیبه احداً. الامن ارتضیٰ من رسول فانه یسلک من بین یدیه ومن خلفه رصدا. لیعلم ان قد ابلغو رسٰلٰت ربهم ''وہ عالم الغیب ہے پس وہ اپنے غیب پر مطلع نہیں کرتا سوائے اس رسول کے جس کو اس نے پسند کیا ہے، پھر وہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول کے آگے پیچھے نگرانی کرنے والا لگا دیتا ہے تا کہ وہ جانے کہ ان رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے“

سورۂ لقمان کی آیت ہے ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ. وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام. وماتدری نفس ماذا تکسب غداً. وماتدری نفس بای ارض تموت. ”اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم، اور وہی بارش نازل فرمانے والا ہے، اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے رحم میں کیا پرورش پا رہا ہے، اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا اور کسی متنفس کو خبر نہیں ہے کہ کس سرزمین میں اس کو موت آئے گی“

سورۂ احزاب میں قیامت کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

یسئلک الناس عن الساعۃ. قل انما علمها عنداللہ. ومایدریک لعل الساعۃ تکون قریبا. ”اے نبی! لوگ تم سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں، کہو اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے، اور اے نبی! تمہیں کیا خبر شاید کہ قیامت قریب ہو“

فرشتے اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق ہیں جن کی تخلیق نور سے ہوئی ہے، وہ معصوم عن الخطا ہوتے ہیں یعنی ان سے گناہ کے کام نہیں ہوتے، انہیں بھی غیب کا علم نہیں ہوتا۔

قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں بتایا گیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے اشیاء کے نام پوچھے، اس پر انہوں نے جواب دیا:

سبحٰنک لاعلم لنا الاماعلمتنا. انک انت العلیم الحکیم. ”اے اللہ! تو پاک ذات ہے جو کچھ تو نے ہمیں بتایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں“

انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث فرمائے ہیں۔

جو نبی جس قوم میں آتا تھا وہ اس قوم کا برگزیدہ، سب سے زیادہ اہل اور باصلاحیت ہوتا تھا، لیکن ان میں سے کسی کو علم غیب حاصل نہیں تھا کہ وہ کسی کے دل کا حال یا آئندہ پیش آنے والی جس حالت کو جب چاہے معلوم کر لے۔

قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں میدان حشر کے متعلق آیا ہے:

یوم یجمع اللّٰہ الرسل فیقول ماذا اجبتم. قالوا لاعلم لنا انک انت علام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الـغـيـوب ”جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا کہ تم کو کیا جواب دیا گیا تو وہ کہیں گے کہ ہم کو علم نہیں تو ہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے“

سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

ولا اقول لكم عندی خزائن الله ولا اعلم الغيب ولا اقول انی ملک ولا اقول للذين تزدری اعينكم لن يؤتيهم الله خيراً. الله اعلم بما فی انفسهم. ”اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، اور نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں، اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ جن لوگوں کو تمہاری نگاہیں حقارت سے دیکھتی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے کوئی بھلائی نہیں دی، ان کے نفس کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے“

انسان اشرف المخلوقات ہے، اور انبیاء اشرف الانسان ہوتے ہیں اور اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اشرف الانبیاء ہیں۔

آپؐ کے علم غیب کی نفی میں قرآن مجید کی مختلف آیات نازل ہوئی ہیں مثلاً سورۂ انعام میں آپ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

قل لااقول لكمُ عندی خزائن الله ولا اعلم الغبب ولا اقول لكم انی ملک. ان اتبع الامايوحیٰ الی. ”اے نبی! کہو کہ میں اپنے لئے کسی نفع یا ضرر کا اختیار نہیں رکھتا مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے چاہا، اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی“

سورۂ انبیاء میں ہے:

فان تولوا فقل آذنتكم علیٰ سواء. وان ادری اقريب ام بعيد ما توعدون.
”پس اگر یہ لوگ سرتابی کریں تو اے نبی تم کہو کہ میں تم کو صاف بتا چکا ہوں، اور میں نہیں جانتا کہ جس سزا کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا دور؟“

سورۂ توبہ میں یوں آیا ہے:

ومن اهل المدينة مردوا علی النفاق. لاتعلمهم نحن نعلمهم. ”اور مدینہ میں کچھ ایسے منافق ہیں جو نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں، اے نبی تم ان کو نہیں جانتے ہم ہی جانتے ہیں“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۂ احقاف کی آیت ہے:

قل ماکنت بدعا من الرسل وما ادری مایفعل بی ولابکم. ان اتبع الایوحی الی. ''اے نبی! کہو کہ میں پیغمبروں میں انوکھا تو ہوں نہیں، اور میں نہیں جانتا کہ آئندہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، میں تو اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو بذریعہ وحی مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔

سورۂ اعراف میں قیامت کے متعلق آیا ہے:

یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا. قل علمھا عند ربی. ''اے نبی! یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ آخر وہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی؟ کہو کہ اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے''

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بھی مختلف موقعوں پر بتایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے، اور مجھے بھی غیب کا علم نہیں ہے، سوائے ان باتوں کے جنہیں اللہ نے بذریعہ وحی مجھے مطلع کیا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپؐ نے ایک بار فرمایا:

انی لاادری مابقائی فیکم ''میں نہیں جانتا کہ تمہارے درمیان میری کتنی عمر ہے؟''

بخاری ہی میں یہ واقعہ آتا ہے کہ ایک شادی کے موقع پر چند لڑکیاں دف بجا بجا کر ان بزرگوں کا ذکر کر رہی تھیں جو بدر میں شہید ہوئے تھے۔

ایک لڑکی نے یہ مصرعہ پڑھا:

وفینا نبی یعلم مافی غد ''ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کی باتیں جانتے ہیں''

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا:

دعی ھذا وقولی ماتقولین ''یہ مت کہو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں''

گویا آپؐ نے اس بات کی سختی سے تردید کی کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا۔

صحیح بخاری میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کی طرف سے زبردست بہتان پر ایک طویل واقعہ کا ذکر ہے جو غزوۂ بنی مصطلق سے متعلق ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ غزوہ ۶ ہجری میں پیش آیا تھا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں۔

وہ بیان کرتی ہیں کہ جنگ سے واپسی پر مدینہ کے قریب۔ رات میں ایک جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا،

ابھی پوری رات گذرنے نہ پائی تھی کہ چلنے کی تیاریاں شروع ہوگئیں، میں اٹھ کر رفع حاجت کے لئے چلی گئی'

واپس آئی تو محسوس ہوا کہ میرے گلے کا ہار کہیں گم ہوگیا ہے'

میں اس کی تلاش میں لگ گئی، ادھر قافلہ روانہ ہوگیا،

میں جس ہودج میں بیٹھی تھی اسے لوگوں نے یہ سمجھ کر اونٹ پر لاد دیا کہ میں اس میں موجود ہوں، کیونکہ اس زمانے میں عورتیں غذا کی کمی کیوجہ سے بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔

وہ بے خبری میں خالی ہودج لے کر روانہ ہوگئے۔

آخر کار ہار مجھے مل گیا، جب میں واپس لوٹی تو میں نے دیکھا کہ سب لوگ جا چکے تھے وہاں کوئی نہیں تھا۔

پھر یہ سوچ کر میں لیٹ گئی کہ جب لوگ مجھے نہیں پائیں گے تو ڈھونڈ ھتے ڈھونڈ ھتے یہاں ضرور آئیں گے۔

پھر مجھے نیند آگئی، ایک صحابی حضرت صفوان بن معطل سلمیؓ جو پیچھے رہ گئے تھے...... نے مجھے دیکھا تو ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا:

''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی یہیں رہ گئیں''

ان کی آواز سن کر میری آنکھیں کھل گئیں، پھر میں نے اپنے منہ پر چادر ڈال لی۔

انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی، اپنا اونٹ میرے پاس لاکر بٹھا دیا، اور خود الگ کھڑے ہوگئے ہیں میں اونٹ پر بیٹھ گئی اور وہ نکیل پکڑ کر روانہ ہوگئے،

اس طرح ہم دوپہر تک لشکر والوں کے پاس پہنچ گئے، جب کہ لشکر والوں کو ابھی تک پتہ نہیں تھا کہ میں پیچھے رہ گئی ہوں۔

اس پر بہتان اٹھانے والوں نے بہتان اٹھادیئے، اس میں عبداللہ بن ابی منافق پیش پیش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔

مدینہ پہنچ کر میں بیمار ہوگئی، اور ایک مہینہ بستر پر پڑی رہی۔

مدینہ میں اس بہتان کی خبریں اڑ رہی تھیں، مگر مجھے اس کی کوئی خبر نہیں تھی، لیکن مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ بیماری کے دوران میرے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ توجہ نہیں تھی جو عام طور پر ان حالات میں رہا کرتی تھی، آپ گھر میں تشریف لاتے تو مجھ سے کلام نہ کرتے صرف دوسروں سے میری خیریت کے بارے میں پوچھ لیتے، اس سے مجھے شبہ ہوگیا کہ کوئی بات ضرور ہے، آخر آپ سے اجازت لیکر میں اپنی ماں کے گھر چلی گئی تاکہ وہ میری تیمارداری اچھی طرح کرسکیں۔

ایک روز حاجت کے لئے میں مدینہ سے باہر گئی، اس وقت ہمارے گھروں میں بیت الخلا نہ تھے اور ہم لوگ جنگل ہی میں جایا کرتے تھے۔ میرے ساتھ مسطح بن اثاثہ کی ماں بھی تھیں جو میرے والد کی خالہ زاد بہن تھیں۔

دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے خاندان کی کفالت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی مگر اس کے باوجود مسطحؓ بھی ان لوگوں میں شریک ہوگئے تھے جو ام المومنین کے خلاف اس طرح کے بہتان کو پھیلا رہے تھے...... راستہ میں مسطحؓ کی والدہ کو ٹھوکر لگی اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا ''غارت ہو مسطحؓ''

میں نے کہا کہ اچھی ماں ہو جو بیٹے کو کوستی ہو، اور بیٹا بھی وہ جو جنگ بدر میں حصہ لے چکا ہے۔

انہوں نے کہا بیٹا! کیا تجھے ان باتوں کی خبر نہیں ہے؟

پھر انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا کہ افترا پرداز لوگ میرے متعلق کیا کیا باتیں اڑا رہے ہیں، یہ داستان سن کر میرا خون خشک ہوگیا اور وہ حاجت بھی بھول گئی جس کے لئے آئی تھی۔

آگے چل کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں حضرت اسامہ بن زید اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت اسامہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! میں نے آپ کی بیوی میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں پایا، یہ جھوٹا بہتان ہے جوان پر لگایا جارہا ہے، حضرت علیؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! آپ کے لئے عورتوں کی کمی نہیں ہے آپ ان کی جگہ دوسری بیوی کر سکتے ہیں اور تحقیق کرنا چاہیں تو خدمت گار لونڈی بلا کر دریافت کرلیں۔

چنانچہ لونڈی بریرہؓ کو بلایا گیا، اس نے کہا، خدا کی قسم میں نے ان کے اندر کوئی برائی نہیں دیکھی جس پر حرف رکھا جاسکے۔ سوائے اس کے کہ میں آٹا گوندھ کر کسی دوسرے کام کو چلی جاتی ہوں اوران سے کہہ دیتی ہوں کہ اس کا خیال رکھنا مگر وہ سوجاتی ہیں اور پڑوس کی بکریاں آٹا کھاجاتی ہیں۔

اس بہتان کی افواہیں کم وبیش ایک ماہ تک شہر میں اڑتی رہیں، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سخت اذیت میں مبتلا رہے۔

میں روتی رہی اور میرے گھر والے انتہائی رنج و پریشانی کا شکار رہے۔

آخر کار ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا، عائشہ! مجھے تمہاری متعلق اس طرح کی خبریں پہنچی ہیں، اگر تم بے گناہ ہوتو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری برأت کی آیت نازل فرمائے گا اور اگر تم واقعی کسی گناہ میں مبتلا ہوتو اللہ سے توبہ کرو اور معافی مانگو، بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کردیتا ہے۔

اس پر میں نے کہا کہ آپ لوگوں نے ادھر ادھر کی باتیں سنی ہیں، میری بات کا کیسے یقین ہوگا؟ میں صبر کرتی ہوں، جو کچھ اللہ کو منظور ہوگا وہی ہوگا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے میری برأت میں سورۂ نور کی آیات نازل فرمائیں،،

اس واقعہ سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب داں نہیں تھے، جو کچھ اللہ تعالیٰ بتاتا تھا وہی جانتے تھے، اس کے ماسوا آپ کا علم اتنا ہی تھا جتنا ایک بشر کا ہوسکتا تھا۔

اگر آپؐ غیب داں ہوتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں قافلہ والوں کو بتادیتے کہ وہ ہودج میں نہیں ہیں ابھی ٹھہر جاؤ،

دوسرے یہ کہ آپؐ ایک ماہ تک اس معاملہ میں پریشان رہے، کبھی خادمہ سے پوچھتے، کبھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازواجِ مطہرات سے، کبھی حضرت علیؓ سے تو کبھی اسامہؓ بن زید سے، آخرکار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم نے گناہ کیا ہو تو توبہ کرو اور نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہاری بیگناہی ثابت کردے گا۔

اگر آپؐ عالم الغیب ہوتے تو یہ پریشانی، یہ پوچھ گچھ اور یہ تلقین توبہ کیوں ہوتی؟ البتہ وحی الٰہی نے ساری حقیقت بتادی تو آپ کو وہ علم حاصل ہو گیا جو مہینہ بھر حاصل نہ تھا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب معراج سے لوٹے اور بیت المقدس میں نماز پڑھنے اور تمام انبیاء کی امامت کرنے کی بات آپؐ نے لوگوں سے بتائی تو قریش نے آپ کی ان باتوں کو جھٹلا دیا۔ اور ان کی صداقت پرکھنے کے لئے بیت المقدس کا نقشہ پوچھا کہ اس میں کتنی صفیں ہیں؟ اور کتنے دروازے ہیں؟ وغیرہ

اس وقت آپؐ ان سوالات کا جوابات نہیں دے سکے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا نقشہ آپؐ کے سامنے پیش کردیا۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے، آپؐ نے فرمایا:

حتی جلی اللہ لی بیت المقدس ''یہاں تک کہ بیت المقدس کا نقشہ اللہ نے میرے لئے کھول دیا''

پھر آپؐ ان کے سوالوں کا صحیح صحیح جواب دیتے رہے اور وہ لوگ خاموش ہو گئے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ آپؐ غیب داں ہوتے تو قریش کے سوالوں پر آپ کو گھبرانے کی کیا ضرورت تھی؟

پھر آپؐ کے سامنے بیت المقدس کا نقشہ کھولنے کا کیا سوال تھا؟

بخاری میں روایت ہے کہ خیبر میں ایک یہودیہ نے آپ کو گوشت میں زہر ملا کر کھلا دیا تھا، ایک صحابیؓ بھی اس کھانے میں آپؐ کے ساتھ شریک تھے، اس زہر آلود گوشت کے کھانے سے انہیں اس قدر تکلیف ہوئی کہ اسی وجہ سے ان کی وفات ہوگئی، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اس زہر کا اتنا اثر ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آپؐ اپنی وفات کے وقت فرما رہے تھے کہ میرے تالو میں سخت تکلیف ہے اور یہ اسی زہریلے گوشت کے کھانے کی وجہ سے ہے جسے یہودیہ نے کھلایا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر آپؐ عالم الغیب ہوتے تو آپ کو کھانے سے پہلے معلوم ہو جاتا کہ کھانا زہر آلود ہے، اس طرح آپؐ اسے نہ کھاتے اور نہ صحابیؓ کو کھانے دیتے۔

ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نماز پڑھا رہے تھے، یکا یک آپؐ نے اپنے نعلین کو نکال کر اپنے بائیں رکھ لیا، آپ کو دیکھ کر صحابہؓ نے بھی اپنے اپنے نعلین نکال لئے۔

نماز ختم ہونے کے بعد آپؐ نے صحابہؓ سے نعلین نکالنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کو نکالتے دیکھ کر ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔'

آپؐ نے فرمایا کہ نماز کی حالت میں حضرت جبرئیل نے مجھے اس بات کی خبر دی کہ میرے نعلین میں گندگی لگی ہے اس لئے میں نے اسے نکال دیا۔

اگر آپ غیب داں ہوتے تو نجس آلود نعلین پہن کر نماز پڑھتے بلکہ یا تو اسے صاف کر دیتے یا اسے نکال دیتے۔

ابوداؤد ہی میں یہ واقعہ بھی آیا ہے کہ ایک بار آپ کو غسل کی حاجت تھی، لیکن غسل کرنا بھول گئے، جب مصلےٰ پر نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تب آپ کو یاد آیا۔ آپؐ نے مقتدیوں سے فرمایا کہ تم سب اپنی اپنی جگہوں پر رہو، میں جنبی ہوں، غسل کرنا بھول گیا تھا، ابھی غسل کر کے آتا ہوں۔

اگر آپ کو غیب کی باتوں کا علم ہوتا تو کم از کم اپنے حال کی خبر آپ کو ضرور ہوتی اور حالت جنابت میں بغیر غسل فرمائے ہوئے آپؐ مصلے پر نہ جاتے۔

مسلم میں حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک بار خچر پر سوار ہو کر بنونجار کے محلے میں پہنچے اور ہم بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔

اچانک آپ کی سواری بدکی، دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ آگے پانچ یا چھ قبریں ہیں، آپؐ نے پوچھا:

من یعرف اصحاب قبر ھذا ''ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟''

ایک شخص نے کہا: ''میں جانتا ہوں''

آپؐ نے پوچھا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فمتیٰ ماتوا ''یہ کب مرے ہیں؟''

اس نے کہا کہ ایام جہالت میں مرے ہیں،

آپؐ نے فرمایا:

''اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو قبروں میں دفن نہ کرو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تم کو بھی قبر کا عذاب سنادے''

اگر آپؐ غیب کی باتیں جانتے تو آپ کو یہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ یہ قبر والے کون ہیں، اور یہ کب مرے ہیں؟

بخاری و مسلم میں حضرت مروان بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہزار اصحاب کے ساتھ عمرہ کی نیت سے، مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے، مقام ذوالحلیفہ پر پہنچ کر آپؐ نے قربانی کے جانور کو قلادہ پہنایا اور یہیں احرام باندھا،

پھر قبیلۂ بنی خزاعہ میں سے ایک شخص کو جاسوسی کے لئے آگے بھیج دیا،

جب آپؐ نے اپنے صحابہؓ کے ہمراہ آگے پہنچے تو جاسوس نے آکر خبر دی کہ قریش نے آپؐ کے لئے بہت بڑی تیاری کی ہے، یقیناً وہ آپ کو بیت اللہ کی زیارت سے روکیں گے۔

یہ سن کر آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ کیا ہم کافروں کے بال بچوں پر جھک پڑیں جو ہمیں خانۂ خدا سے روکنے آئے ہیں؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ بیت اللہ کی زیارت کا عزم کر کے نکلے ہیں نہ کہ کسی کو مارنے اور کسی سے لڑنے کے لئے، چلئے کوئی ہمیں بیت اللہ کی زیارت سے روکے گا تو ہم اس سے لڑیں گے۔

آپؐ نے فرمایا، چلو، بسم اللہ۔

پھر آپؐ صحابہؓ کے ساتھ چلے اور مقام حدیبیہ پر پہنچے۔ یہیں کفار سے صلح کا معاہدہ ہوا، اور مقررہ شرائط کے مطابق واپس لوٹ آئے اور آئندہ سال عمرہ کیا۔

اگر آپ غیب داں ہوتے تو آپ کو جاسوس بھیج کر خبر لینے کی کیا ضرورت تھی؟ آنے والے واقعات کو خود بخود جان لیتے اور صحابہؓ کو بھی بتادیتے،

اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ آئندہ ایسے ایسے واقعات پیش آنے والے ہیں تو آپؐ اس سفر کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصد ہی نہ فرماتے جس میں آپ کو بہت سی پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

''اے محمد! قیامت کب آئے گی؟'' ہمارے علاقہ میں قحط برپا ہے بارش کب ہوگی؟ میری بیوی حاملہ ہے وہ لڑکا جنے گی یا لڑکی؟ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ میں نے آج کیا کمایا ہے، لیکن کل کیا کماؤں گا؟ اور یہ تو میں جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا لیکن یہ جاننا چاہتا ہوں کہ مروں گا کہاں؟''

اس کے ان سوالوں کے جواب میں آپؐ نے قرآن مجید کی سورۂ لقمان کی آخرت آیت سنائی:

ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ. وینزل الغیث. ویعلم مافی الارحام. وماتدری نفس ماذا تکسب غداً. وماتدری نفس بای ارض تموت. ''بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، اور وہی بارش نازل فرماتا ہے، اور وہی جانتا ہے کہ ماں کے رحموں میں کیا ہے؟ اور کوئی متنفس نہیں جانتا ہے کہ وہ کل کیا کمائے گا؟ اور کسی متنفس کو خبر نہیں کہ وہ کہاں مرے گا؟''

گویا آپؐ نے سوال کرنے والے کو بتایا کہ تم مجھ سے غیب کی باتیں معلوم کرنا چاہتے ہو، دیکھو اللہ تعالٰی نے قرآن میں بتایا ہے کہ غیب کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

مسلم میں روایت ہے کہ میدان حشر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر تشریف فرما ہوں گے کچھ لوگ وہاں آئیں گے، لیکن ان کے اور آپؐ کے درمیان آڑ ہو جائے گی،

آپؐ فرمائیں گے یہ تو میرے اصحاب ہیں، تب آپ کو جواب ملے گا، اے نبی! آپ کو معلوم نہیں کہ آپؐ کے بعد انہوں نے دین میں کیا کیا باتیں نکالی تھیں،

تب آپؐ فرمائیں گے:

''دور ہو، دور ہو، اسلام کے بگاڑنے والو دور ہو''

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مرض الموت میں علم غیب عطا کیا گیا تھا، حالانکہ یہ مفروضہ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ واقعہ میدان آخرت میں پیش آنے والا ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو مرتے دم تک غیب کا علم نہیں تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری کی روایت ہے کہ ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے جو سوالات کیے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ "قیامت کب آئے گی"

اس کے جواب میں آپؐ نے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

ما المسئول عنها باعلم من السائل "جس سے پوچھا جارہا ہے وہ اس بارے میں خود پوچھنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی کے بارے میں یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ اکثر موقعوں پر آپؐ نے غیب کی بہت سی باتیں بتائی ہیں، مثلاً فتح خیبر سے متعلق، مقتولینِ بدر کے بارے میں اور آثار قیامت وغیرہ کے متعلق۔

لیکن یہ باتیں آپؐ کے غیب داں ہونے کا ثبوت نہیں ہیں، کیونکہ آپ کو یہ تمام باتیں بذریعہ وحی معلوم ہوئیں جس کا کوئی بھی مسلمان منکر نہیں ہے۔

آپؐ کی پیشینگوئیاں

آپؐ کی پیشینگوئیوں کا حرف بحرف پورا ہونا بھی آپ کا ایک معجزہ ہی ہے۔

بخاری میں حضرت عدیؓ بن حاتم سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آکر فاقہ کی شکایت کی، دوسرے نے چوری ڈکیتی، اور رہزنی کی شکایت کی،

آپؐ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا:

"عدی! اگر تم زندہ رہے تو دیکھ لو گے کہ ایک بڑھیا حیرہ سے چلے گی اور بیت اللہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا"

میں نے اپنے دل میں سوچا کہ طے کے یہ ڈاکو کہاں چلے جائیں گے جنہوں نے تمام بستیوں کو لوٹ مار کا اڈہ بنا رکھا ہے۔

آپؐ نے پھر فرمایا: "عدی! اگر تمہاری عمر لمبی ہوگی تو تم کسریٰ کے خزانوں کو جا کھولو گے"

میں نے پوچھا: "کیا کسریٰ بن ہرمز؟"

ارشاد ہوا: "ہاں کسریٰ بن ہرمز"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ارشاد فرمایا ''عدی! اگر تو زندہ رہا تو دیکھ لے گا کہ ایک شخص زکوٰۃ کا سونا اور چاندی لئے ہوئے پھرے گا اور اسے کوئی نہیں ملے گا جو زکوٰۃ کا پیسہ لینے والا ہو''

عدیؓ کا بیان ہے کہ میں نے آپؐ کی پیشین گوئی کے مطابق اپنی زندگی ہی میں دیکھ لیا کہ ایک بڑھیا اکیلی کوفہ سے حج کے لئے آئی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں تھا، اور خزائن کسریٰ کی فتح میں تو میں شامل تھا، اور اے لوگو تم تیسری بات کو عنقریب دیکھ لوگے۔

امام بیہقی کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سلطنت میں تیسری بات بھی پوری ہوگئی کہ زکوٰۃ دینے والا محتاجوں کو تلاش کرتا تھا مگر اسے محتاج نہ ملتے اور وہ اپنا مال لے کر واپس گھر چلا جاتا۔

آپؐ نے مختلف موقعوں پر مختلف ممالک کی فتوحات سے متعلق پیشین گوئی فرمائی ہے، اور کچھ ہی مدت گذرنے کے بعد وہ تمام ممالک اور علاقے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوئے، مثلاً

بیہقی میں روایت ہے کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر جب خندق کھودی جارہی تھی تو ایک بہت بڑا پتھر نکل آیا جس پر کدال کی ضرب کا کچھ بھی اثر نہ ہوتا تھا،

یہ بات ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بتائی، آپؐ نے پتھر کی طرف دیکھا، کدال اٹھائی اور بسم اللہ کہہ کر اس پر ضرب لگائی، جس سے پتھر کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا،

اس وقت آپؐ نے فرمایا:

اللّٰہ اکبر اعطیت مفاتیح الفارس و اللّٰہ لابصر قصر المدائن الابیض ''مجھے ملک فارس کی کنجیاں دی گئیں اور میں اس وقت مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں''

پھر دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا، پھر فرمایا:

اللّٰہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام ''مجھے ملک شام کی کنجیاں عطا کی گئیں، اور میں نے وہاں کے سرخ سرخ محلات کو ابھی دیکھا ہے''

پھر تیسری ضرب لگائی اور تمام پتھر چکنا چور ہوگیا، اس کے بعد فرمایا:

اللّٰہ اکبر انی اعطیت مفاتیح الیمن و اللّٰہ انی لابصر ابواب صنعاء ''مجھے ملک یمن کی کنجیاں عطا کی گئیں، واللہ میں یہاں سے اس وقت شہر صنعا کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ نے یہ پیشین گوئی اس وقت فرمائی تھی جب مدینہ کو دس ہزار کے لشکر نے گھیر رکھا تھا اور ان سے بچاؤ کے لئے شہر کے ارد گرد خندق کھودی جا رہی تھی۔

ایسے مصیبت کی گھڑی میں اتنے ممالک کی فتوحات کی خبر دینا اور تھوڑے دنوں کے بعد اس کا پورا ہو جانا آپؐ کا ایک زبردست معجزہ ہے۔

ہجرت کی رات میں سراقہ بن مالک سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

کیف بک اذا لبست سواری کسریٰ ''تیری کیا شان ہوگی جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے''

بیہقی کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس فتح ایران کے مال غنیمت میں کسریٰ کے کنگن پہنچے تو انہوں نے سراقہ بن مالک کو بلایا اور اسے وہ کنگن پہنائے جو سراقہ کے بازوؤں کے اوپر تک پہنچے۔

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشین گوئی فرمائی ہو اور وہ پوری نہ ہوئی ہو۔

معرکۂ بدر کی تفصیلات مظہر ہیں کہ جنگ سے قبل آپؐ نے چند خطوط کھینچ دیئے تھے کہ یہاں ابوجہل گرے گا، یہاں شیبہ مرے گا، یہاں عتبہ ٹھنڈا ہوگا۔

جنگ ختم ہونے کے بعد لاشوں کا معائنہ کیا گیا تو صحابہؓ نے دیکھا کہ جہاں جہاں آپؐ نے خطوط کھینچے تھے، ٹھیک ان ہی مقامات پر ابوجہل، عتبہ اور شیبہ کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔

آپؐ پر ایمان لانے والے تو بہر حال آپ کی پیشین گوئی پر کامل یقین رکھتے تھے مگر آپؐ کے جانی دشمنوں کو بھی کامل یقین تھا کہ آپ کی بتائی ہوئی باتیں صحیح ثابت ہوتی ہیں۔

الاستیعات میں ابولہب اور اس کے بیٹے عتیبہ کا واقعہ آتا ہے کہ ایک بار عتیبہ نے مارے دشمنی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا:

میں النجم اذاھوی اور ثم دنا فتدلی کا انکار کرتا ہوں''

اور پھر اس نے آپؐ پر تھوکا جو آپ پر نہیں پڑا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اللہ!'' تو اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط کر دے''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد عتیبہ اپنے باپ ابولہب کے ساتھ بغرض تجارت شام کے سفر پر گیا۔ سفر کے دوران قافلہ کو ایک ایسی جگہ پڑاؤ کرنا پڑا جہاں مقامی لوگوں کے بتانے کے مطابق راتوں کو درندے آتے تھے۔

ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا:

''میرے بیٹے کی حفاظت کا کچھ انتظام کرو کیونکہ مجھے محمد کی بددعا کا خوف ہے''

اس پر قافلہ والوں نے عتیبہ کے گرد ہر طرف اپنے اونٹ بٹھا دیئے اور پڑ کر سو رہے، رات میں کسی وقت ایک شیر آیا اور اونٹوں اور قافلہ والوں کے حلقے سے گذر کر اس نے عتیبہ کو پھاڑ ڈالا۔

جنگ بدر سے قبل ایک صحابیؓ عمرہ کرنے کے لئے مدینہ سے مکہ گئے انہوں نے دورانِ گفتگو امیہ بن خلف سے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ تو جنگ میں قتل ہوگا، یہ سن کر وہ لرز گیا، جب جنگ میں جانے کا وقت ہوا تو وہ گھر سے نکلتے ہوئے بری طرح ڈر رہا تھا، چاروناچار جب اسے جنگ میں جانا پڑا تو جاتے ہوئے اس کی بیوی نے عبا کا دامن پکڑ لیا اور کہا:

''کہاں جا رہے ہو، کیا تمہیں مدینہ والے کی پیشین گوئی معلوم نہیں؟''

دیکھا آپؐ نے، مدینہ والے کی پیشین گوئی کی صداقت کا اعتراف حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زبان سے نہیں ہو رہا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس کی تصدیق نہیں ہو رہی ہے،

بلکہ کفار قریش کے سردار کی بیوی تصدیق کر رہی ہے جس کا شوہر بدر میں خود مدینہ والے سے جنگ کرنے جا رہا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اور باتوں کے متعلق پیشین گوئی فرمائی ہے، اسی طرح قیامت کے قریب رونما ہونے والے واقعات و حالات کے متعلق بھی بتایا ہے، اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ وہ تمام باتیں آج حرف بحرف صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔

مثلاً آپؐ نے بتایا کہ قریب قیامت دنیا میں عام طور پر عیسائیوں کا زور ہوگا، ظلم و بے انصافی کا دور ہوگا، انصاف جاتا رہے گا، لوگوں میں سرکشی، زنا اور فواحش کی کثرت ہوگی اور شرم وحیا باقی نہیں رہے گی، والدین کی نافرمانی اور امانت میں خیانت ہوگی، گانے اور بجانے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامان بہت زیادہ ہوں گے، نادان اور بے علم لوگ قوم کے پیشوا ہوں گے، چرواہے اور مفلس لوگ مال دار ہوکر اونچی اونچی عمارتیں بنوائیں گے اوران پرفخر کریں گے، زکوۃ کوتاوان سمجھا جائے گا، عورتیں مردوں کے دوش بدوش ہر کام میں دخل دیں گے، مردکم ہوجائیں گے اور عورتیں اس قدر زیادہ ہوں گی کہ ہر پچاس پر ایک ہی مرد حاکم بنے گا، بدعات کوفروغ ہوگا، مسجدوں کا رعب جاتا رہے گا ان میں شوروغل ہوں گے، ظالموں اور غنڈوں کی ان کی ڈر کی وجہ سے عزت ہونے لگے گی، اور رذیل لوگ قوم کے سردار ہوجائیں گے،

مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آخری زمانہ میں بڑے بڑے جھوٹے اور مکار پیدا ہوں گے جو تمہیں وہ باتیں سنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، تم ان سے بچنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ کر کے فتنہ میں نہ ڈال دیں''

یعنی یہ لوگ جھوٹی باتیں کریں گے، نئے نئے احکام جاری کریں گے اور غلط عقیدے ایجاد کریں گے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق، اس قسم کے لوگوں میں سے بہت سے گذر چکے ہیں، جن میں ایک مرزا غلام احمد قادیانی تھا جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ بتایا، ختم نبوت سے انکار کیا اور خود نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کے حالات سے متعلق ارشاد فرمایا:

''دوزخیوں کے دوگروہ پیدا ہونیوالے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا...... کیونکہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے...... ایک گروہ تو ایسا ہوگا جس کے افراد بیل کی دم کی طرح کوڑے لئے پھریں گے اور ان سے لوگوں کو مارا کریں گے، دوسرا گروہ ایسی عورتوں کا ہوگا جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، غیر مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود بھی ان کی طرف مائل ہوں گی، وہ نہ جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھ پائیں گی حالانکہ بلاشبہ جنت کی خوشبو دور دور سے آتی ہے''

اس حدیث میں دو پیشین گوئیوں کا ذکر ہے،

ایک ظالم گروہ کے بارے میں جو کوڑے لئے پھریں گے، اور لوگوں کو ان سے پیٹا کریں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے، یعنی اقتدار کے نشہ میں کمزوروں اور بے کسوں پر ظلم کریں گے اور بلا وجہ عام لوگوں کو ستائیں گے۔

دوسری پیشین گوئی عورتوں کے بارے میں ہے، کہ وہ کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی پھر بھی ننگی ہوں گی، کیونکہ ان کے لباس سے جسم چھپانے کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا، یا تو وہ باریک ہوگا جس سے جسم کا پورا حصہ دکھائی دے گا، یا تو باریک نہ ہوگا مگر چست ہونے اور بدن کی ساخت پر کس جانے کی وجہ سے اس کا پہننا نہ پہننے کے برابر ہوگا۔

اور آج کل تو چست ہونے کے ساتھ کپڑے کا بدن کے ہم رنگ ہونا بھی فیشن میں داخل ہو چکا ہے اور گندی رنگ کے ایسے موزے رائج ہو چکے ہیں جن سے پیر سے اوپر کا حصہ پنڈلیوں پر کھال کی طرح چپکا ہوتا ہے۔

بدن پر کپڑا ہونے کے باوجود ننگا ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بدن پر تھوڑا سا کپڑا ہو اور اس کا زیادہ حصہ اور خصوصاً وہ اعضاء کھلے رہیں جن کو باحیا عورتیں غیر مردوں سے چھپاتی ہیں، جیسا کہ آج کل شہروں میں ایسے لباس پہننے کا رواج ہے کہ پیٹ کھلا رہتا ہے، پنڈلیاں ننگی ہوتی ہیں اور سر بھی دوپٹہ سے خالی ہوتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب ..... کہ یہ عورتیں غیر مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور ان کی طرف خود مائل ہوں گی ..... یہ ہے کہ ننگا ہونے کا رواج مفلسی کیوجہ سے نہ ہوگا بلکہ ان کی نیت ہوگی مردوں کو اپنا بدن دکھانا اور ان کا دل لبھانا۔

بیہقی کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے متعلق فرمایا:

''عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کی رسم باقی رہ جائے گی، ان کی مسجدیں نقش ونگار سے مزین ہوں گی اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی، ان کے علماء آسمان کے نیچے رہنے والوں میں سب سے زیادہ برے ہوں گے''

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی اعمال صرف نام کے باقی رہ جائیں گے، ان کی حقیقت باقی نہ رہے گی۔

آج ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ عبادت کے وہ طریقے اور کیفیتیں باقی نہیں ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید بھی رسماً پڑھا جاتا ہے، اس کے الفاظ اور خوش الحانی کے ساتھ ان کی ادائیگی کا تو خیال ہے مگر اس کی معانی پر غور کرنا، اس کے احکام پر عمل کرنا، اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنا، مسلمان کے تصور میں نہیں رہا۔

آپ کی پیشین گوئی کے مطابق مسجدیں زیب و زینت سے خوب آراستہ ہیں، دلکش غالیچے، دیدہ زیب فانوس، اور آرام و راحت کی چیزیں مسجدوں میں موجود ہیں مگر وہ ہدایت سے خالی ہیں۔

مسجدوں میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع، غیبت، چغلی اور دنیا کی باتیں بے دھڑک ہوتی ہیں۔

علماء کے بارے میں جو یہ فرمایا گیا کہ ''وہ آسمان کے نیچے رہنے والوں میں سب سے زیادہ بدتر ہوں گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ علماء بگڑ جائیں گے اور رشد وہدایت کی باتیں چھوڑ دیں گے، دنیا میں فساد ہوگا اور اس کی زد میں وہ بھی آجائیں گے۔

اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ علماء دنیا والوں، اقتدار پسندوں، حکمرانوں اور ظالموں کی مدد کریں گے، اور اپنے مفاد کے لئے ان کی مرضی کے مسئلے بتائیں گے۔

ابوداؤد میں روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ مسجدیں بنا کر فخر کریں گے''

آپ کی پیشین گوئی کے مطابق آج کل دل کو منتشر کرنے والے جھاڑ فانوس، ہانڈیاں، دلفریب فرش، بیش قیمت پردے اور دوسری زیب و زینت اور آرام و راحت کی چیزیں مسجدوں میں موجود ہیں، اور ان دنیاوی چیزوں نے مسجدوں میں سج کر اوقات نماز کے علاوہ مسجدوں کو مقفل کرنے پر مجبور کردیا ہے اور حفاظت کے لئے مستقل نگراں اور چوکیدار کی ضرورت پڑتی ہے۔

مسجدیں ان دنیاوی چیزوں سے آباد ہیں مگر نمازیوں سے خالی ہیں،

جو نمازی ہیں وہ مسجدوں میں اکثر دنیاوی باتوں میں مشغول رہتے ہیں،

مسجدوں میں نہ خشوع والی نماز ہے، نہ علمی مجلسیں، نہ دینی حلقے ہیں اور نہ مخلصانہ تلاوت واذکار۔

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

رحمۃ للعالمین

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین ۔۔امابعد

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین.

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں جو قادر مطلق اور احکم الحاکمین ہے، دکھ بھی اسی کے ہاتھ میں ہے اور سکھ بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، عزت کا مالک بھی وہی ہے اور ذلت کا مالک بھی وہی ہے، بیماری بھی وہی دیتا ہے اور شفا بھی وہی عطا کرتا ہے، عروج بھی اسی کے اختیار میں ہے اور زوال بھی اسی کے اختیار میں ہے، وہ جسے بیمار رکھنا چاہتا ہے ڈاکٹروں کی فوج اور دواؤں کے اسٹاک سے اسے شفا نہیں مل سکتی، لیکن جسے شفا دینا چاہتا ہے اس کے لئے معمولی سی دوا کو تریاق بنا دیتا ہے، وہ جسے مارنا چاہے پوری دنیا مل کر اسے نہیں بچا سکتی لیکن جسے زندہ رکھنا چاہتا ہے اسے موت کے منہ میں بھی بچا لیتا ہے، وہ جسے عزت دینا چاہتا ہے اسے کوئی ذلیل نہیں کرسکتا، لیکن جسے ذلت کے گڈھے میں ڈال دے اسے کوئی عزت کا مقام نہیں دے سکتا۔

قرآن مجید کی سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

قل اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء. بیدک الخیر انک علیٰ کل شیء قدیر. ''اے نبی! کہو، اے مالک الملک تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے ملک چھین لے، جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے، ساری بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے''

درود وسلام ہو اللہ کے ان نیک بندوں پر جنہیں نبوت اور رسالت کے مقام پر فائز کیا گیا۔

آج کے اس مادیت کے دور میں جب ہم کسی ملک، کسی خطے، کسی بازار کی شہر یا کسی انسانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بستی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں چاروں طرف برائیاں ہی برائیاں دکھائی دیتی ہیں اور ہر ہر قدم پر کرپشن ہی کرپشن سے سابقہ پڑتا ہے،

سماجی اور جنسی بے راہ روی، اخلاقی گراوٹ، دھوکہ وفریب، رشوت خوری، بے حیائی اور فحاشی، ناپ تول میں کمی، غریبوں اور مجبوروں کا استحصال، چغلی اور غیبت، اشیاء میں ملاوٹ، یہاں تک کہ قتل وخونریزی تک عام ہے۔

لیکن آج کے اس دور میں بھی ہم دیکھتے ہیں، اور اس زندہ حقیقت کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ اس ماحول میں بھی جس بازار میں سب بے ایمان ہوتے ہیں اسی بازار میں چند ایمان وار تاجر بھی مل جاتے ہیں، جس محفل میں دس جھوٹے ہوتے ہیں اسی محفل میں ایک سچا بھی نظر آجاتا ہے، جس دفتر میں تمام اہل کار رشوت خور ہوتے ہیں، اسی دفتر میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو رشوت کو اپنے لئے زہر سمجھتے ہیں، جس سماج میں لوگ دوسروں پر ظلم کرنے کے عادی ہوتے ہیں اسی سماج میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو عدل وانصاف کے خوگر ہوتے ہیں، جس بستی میں خودغرضوں کی کثرت ہوتی ہے اسی بستی میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو قوم وملت کے مفاد پر ذاتی مفاد کو قربان کر دیتے ہیں۔

جس انسانی آبادی میں لوگ غریبوں کا استحصال کرتے ہیں، اسی میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو غریبوں اور مجبوروں کے حقوق کے لئے اپنی جانوں پر کھیل جاتے ہیں۔

ابھی چند ہی سال گذرے ہیں، بہار کے مشہور شہر بھاگلپور میں زبردست قسم کا فرقہ وارانہ فساد ہوا تھا جس میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ مارے گئے تھے اور دو ماہ تک کھیتوں، کنوؤں اور تالابوں سے مقتولوں کی لاشیں ملتی رہیں۔

لیکن بعد میں اخبارات سے یہ رپورٹ معلوم ہوئی کہ جہاں لوگوں نے مسلمانوں کو قتل کیا، وہیں کچھ غیر مسلم حضرات ایسے بھی تھے جنہوں نے مسلمانوں کی حفاظت کی، انہیں اپنے گھروں میں پناہ دی، اور ان کی جانیں بچانے کے لئے اپنی جانوں پر کھیل گئے، یعنی جہاں ایک طرف درندگی اور حیوانیت تھی، وہیں دوسری طرف انسانیت بھی اپنی شمع جلائے ہوئے تھی۔

اور آج کے اس دور میں جہاں کہیں بھی نیکی کی روشنی اور اچھائی کا نور ہے، اور جہاں کہیں بھی خلوص اور دل کی صفائی اور عدل وانصاف کا اجالا ہے، انہی بزرگوں کی تعلیم وہدایت کا نتیجہ ہے جنہیں نبی اور رسول کہا جاتا ہے، پہاڑوں کے غار، جنگلوں کے جھنڈ، شہری آبادیاں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض جہاں کہیں بھی انصاف، غریبوں کی مدد، یتیموں اور بیواؤں کی پرورش اور سچائی اور نیکی کا سراغ ملتا ہے وہ اسی برگزیدہ جماعت کے کسی نہ کسی فرد کی دعوت و پکار کا دائمی اثر ہے۔

ان گنت درود و سلام ہو اسی سلسلۂ انبیاء کی آخری کڑی فخر بنی آدم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جن کی محبت عین ایمان ہے، جن کا نام مبارک آئے بغیر اذان مکمل نہیں ہوتی، جن کی لگام جبرئیل امینؑ نے تھامی، جن کی امامت میں نماز ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو بیت المقدس میں اکٹھا کر دیا، جن کے بعثت کے بعد نبوت و رسالت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا، جن کے اس کائنات میں جلوہ گر ہونے کے بعد کسی نبی، کسی رسول، کسی وحی، کسی الہام، کسی کتاب اور کسی دستور حیات کی ضرورت باقی نہیں رہی، جس نے خشک میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہائے، جس نے خود غرضوں کو محبت قومی کا دردمند بنا دیا، جس کی تعلیم نے امنِ عامہ کو مستحکم کیا، جس نے دلوں کو پاک، روحوں کو روشن، دماغوں کو درست اور طبیعتوں کو ہموار بنایا، جس کی تعلیم سے درندوں کو چوبانی، بھیڑیوں کو گلہ بانی، رہزنوں کو جہاں بانی، اور غلاموں کو سلطانی نصیب ہوئی، جس کی تابانی سے رات کی تاریکی نورِ سحر میں تبدیل ہو گئی، اور جس کی بعثت سے انسانی تمدن کی کایا پلٹ گئی اور گلشنِ انسانیت لہلہا اٹھا۔

سچ کہا اکبرالہ آبادی نے ؎

در فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا — دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اللھم صل وسلم وبارک علیہ

حضرات! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب اتاری وہ ہر طرح کے حوادث کے باوجود من وعن محفوظ ہے۔

اور قرآن مجید کے محفوظ ہونے کا عالم یہ ہے کہ آپ جنوبی مشرقی ایشیا کے ایک مسلم ملک انڈونیشیا کی لائبریری سے قرآن کا ایک نسخہ لے آیئے، اور اپنے گھر، اپنی الماری، یا اپنے قریبی بک شاپ سے قرآن لے لیجئے، اور دونوں نسخوں میں موازنہ کیجئے تو آپ کو حروف، الفاظ، ترتیب، یہاں تک کہ زیر و زبر کا بھی فرق نہیں ملے گا۔

حالانکہ اس چودہ سو سالہ دور میں مسلمان مختلف قسم کے حادثات کا شکار ہوئے، ساتویں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدی ہجری میں مسلم دنیا تاتاریوں کی زبردست یلغار کا شکار ہوئی، ان کی یلغار اس قدر تباہ تھی کہ اس نے پورے مسلم ممالک کو زیروزبر کرڈالا اور ترکستان، خراسان، اصفہان، آذربائیجان، شام اور عراق جتنے ممالک تھے سب کو لوٹ مار اور قتل وغارت گری کا قبرستان بنادیا۔

یہ تاتاری شکاریوں کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے مسلم ملکوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اندلس میں مسلمانوں کا ایسا بھیانک اور رونگٹے کھڑے کردینے والا قتل عام ہوا، جس کی وجہ سے اندلس کے تالاب، خندق اور گڑھے ان کی لاشوں سے پٹ گئے۔

لیکن ان تمام حادثات کے باوجود قرآن مجید بلاترمیم وتحریف محفوظ رہا۔

اور قرآن اس لئے محفوظ ہے، اور قیامت تک اس لئے محفوظ رہے گا کہ اللہ رب العالمین نے خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی ہے، اس کا وعدہ ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ''بلاشبہ ہم ہی نے اس قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''

اس لئے قرآن کے خلاف کتنا ہی واویلا مچایا جائے، اس پر پابندی لگانے کے لئے زمین وآسمان ایک کردیا جائے، یا اس کے خلاف دنیا کی ہر عدالت میں رٹ دائر کردیا جائے، اور اس مقدس کتاب پر اپنا غصہ اتارنے کے لئے دشمنانِ اسلام اپنا سب کچھ داؤں پر لگادیں لیکن اللہ کے وعدہ کے مطابق قرآن مجید محفوظ ہے اور مستقبل کے آخری لمحہ تک محفوظ رہے گا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کو محفوظ کردیا ہے، اسی طرح اس کی تشریح وتوضیح کو بھی قیامت تک کے لئے محفوظ کردیا ہے،

اور قرآن کی کامل تشریح وتوضیح حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین کو اگر الفاظ میں دیکھنا چاہیں تو وہ قرآن مجید ہے،

اور اس کے احکام کو اگر عملی شکل میں دیکھنا چاہیں تو وہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ام المومنین حضرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی سیرت کیسی تھی؟ آپ کا اخلاق کیسا تھا؟ انہوں نے دوٹوک جواب دیا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے، کان خلقه القرآن یعنی قرآن ہی آپ کی سیرت ہے، جاؤ پورا قرآن پڑھ لو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت تمہارے سامنے آجائے گی۔

چنانچہ دنیا میں بہت سے مصلح، فلاسفر، ریفارمر، سائنٹسٹ جرنیل اور سیاست داں آئے، لیکن کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ اس کی پوری زندگی کے حالات محفوظ ہوں۔

پوری دنیائے انسانیت میں یہ سعادت صرف اللہ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔

آپ کی پیدائش، دودھ پینے کا زمانہ، بچپن، جوانی، تجارت، شادی، غارحرا کی عبادت، گوشہ نشینی، خانۂ کعبہ میں حجر اسود نصب کرنا، وحی و اسلام کا ظہور، دعوت و تبلیغ اور مخالفت، سفر طائف، معراج، ہجرت، غزوات، دعوت اسلام کے لئے نامہ و پیام، حجۃ الوداع، علالت اور وفات وغیرہ، ان میں کون سا زمانہ ہے جو دنیا والوں کے سامنے نہیں ہے، اور آپ کی کون سی حالت ہے جس سے اہل تاریخ ناواقف ہیں؟

آپ کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، شادی بیاہ، بال بچے، دوست واحباب، نماز روزہ، دن رات کی عبادت، صلح و جنگ، آمدورفت، سفر وحضر، نہانا دھونا، کھانا پینا، ہنسنا رونا، پہننا اوڑھنا، ہنسی مذاق، خلوت و جلوت، ملنا جلنا، رنگ وبو، خدوخال، قدوقامت، یہاں تک کہ میاں بیوی کے خانگی تعلقات اور ہم خوابی وطہارت کے واقعات اور ان کا ہر چھوٹا بڑا حصہ تاریخ کی روشنی میں پورے طور پر محفوظ اور مذکور ہے۔

آپ کی عبادت کیسی تھی؟ روزمرہ کی زندگی میں آپ کا معمول کیا تھا؟ روزی کمانے میں آپ نے کیا کیا تدبیریں کیں؟ سماجی زندگی میں کیا رویہ اپنایا؟ الجھے ہوئے مسائل کو کس طرح سلجھایا؟ جھگڑوں کا تصفیہ کس طرح کرایا؟ آپ کی حوائج ضروریہ کے آداب کیا تھے؟ آپ کا رونا ہنسنا کس طرح تھا؟ یہ ساری باتیں کتب احادیث میں محفوظ ہیں۔

یہاں تک کہ اتنا طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود آج بھی کوئی شخص جاننا چاہے کہ آپ سرمہ کس طرح لگاتے تھے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ جوتی کس طرح پہنتے تھے؟ آپؐ کے کنگھا کرنے کا کیا طریقہ تھا؟ تو وہ پلک جھپکتے ہی ان سوالوں کا جواب پالے گا۔

اس سے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی کہ جب آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کی ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو محفوظ رکھا گیا ہے تو بڑی بڑی باتوں کی کیا کچھ تفصیل موجود اور محفوظ نہ ہوگی؟ غرض آپ ﷺ کی زندگی کے جس قدر پہلو ہو سکتے ہیں وہ سب محفوظ اور مذکور ہیں۔

ایک واقعہ

ایک بار کا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے، آپؐ کے ساتھ ایک صحابیؓ بھی تھے۔

راستہ میں آپؐ نے ببول کی دو مسواکیں توڑیں، ان میں سے ایک سیدھی، خوبصورت اور صاف ستھری تھی، جبکہ دوسری مسواک کھردری، اور ٹیڑھی تھی، آپؐ نے سیدھی اور خوبصورت مسواک اپنے ساتھی کو دیدی اور خراب مسواک خود لے لی۔

صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اچھی والی مسواک آپؐ خود لیں اور خراب مسواک مجھے دیدیں، آپؐ نے فرمایا، میرا فیصلہ درست ہے، اصل میں کسی بندے کے ساتھ کسی کا ایک لمحہ بھی گزرے گا تو اللہ کے یہاں اس کے بارے میں سوال ہوگا کہ تم نے اپنے ساتھی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا تم نے اس کے مفاد کو اپنے مفاد پر ترجیح دی یا اس کے فائدوں سے صرف نظر کر کے صرف اپنے مفاد کی پرواہ کی؟

غور کیجئے، جس وقت یہ باتیں ہورہی تھیں اور یہ واقعہ ہوا تھا، اس وقت وہاں کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا، مگر آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا یہ چھوٹا سا واقعہ بھی کتب احادیث میں محفوظ ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خواہ خلوت میں رہے ہوں یا جلوت میں، مسجد میں رہے ہوں یا میدانِ جہاد میں، نماز شبانہ میں مشغول رہے ہوں یا فوجوں کی صفوں کی درستگی میں، محفل میں رہے ہوں یا گوشۂ تنہائی میں، آپ کی جو بھی کیفیت اور حالت رہی ہو سب کی سب محفوظ ہے۔

آپ ﷺ کی سیرت کی کوئی کڑی گم نہیں ہے، کوئی واقعہ زیر پردہ نہیں ہے جو کچھ بھی ہے تاریخ کے صفحات پر آئینہ کی طرح واضح ہے۔

گویا کہ جو شخص قرآن مجید کی عملی تفسیر دیکھنا چاہے اور قرآنی تعلیمات کا چلتا پھرتا کامل نمونہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھنے کا خواہش مند ہو وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کو دیکھے۔

کیسے؟ آیئے اس کی تفصیل میں چلیں۔ اسلام نے احترام انسانیت کی تعلیم دی ہے، اور یہ اسلامی تعلیمات کا ایک تابناک پہلو ہے۔

بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک گنہ گار عورت کا ایک کنوئیں پر گذر ہوا، وہاں اس نے دیکھا کہ ایک پیاسا کتا مارے پیاس کے کیچڑ چاٹ رہا ہے، عورت کو اس پر رحم آ گیا۔ اس نے اپنی جوتی کو ڈول بنایا اور دوپٹہ کو رسی بنا کر کنویں سے پانی نکالا اور اسے کتے کو پلایا، تو اللہ تعالیٰ نے اس نیکی کے صلہ میں اس کے گناہوں کو معاف کر دیا اور اس کی بخشش ہو گئی۔

اور بنی اسرائیل کی ایک عبادت گذار عورت نے ایک بلی پال رکھی تھی، کسی بات پر ناراض ہو کر اس نے بلی کو بند کر دیا اور بھوکا پیاسا رکھا، اللہ تعالیٰ نے اسے اس جرم کی وجہ سے جہنم میں داخل کر دیا"

کس قدر قابل عبرت ہے یہ حدیث، جب ایک کتے کے ساتھ حسن سلوک سے اللہ تعالیٰ اس قدر خوش ہوتا ہے کہ برائیوں کو نیکیوں کے خانے میں ڈال دیتا ہے اور بدترین گنہگار کی بھی بخشش ہو جاتی ہے تو پھر کسی مجبور بندے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر وہ کس قدر خوش ہوتا ہوگا؟

اور جب بلی جیسے جانور کو تکلیف دینے سے وہ اتنا ناراض ہوتا ہے کہ نیکیوں کو برائیوں کے خانے میں ڈال دیتا ہے اور ایک عبادت گذار کی عبادت گذاریاں بھی اسے دوزخ میں جانے سے نہیں روک پاتیں، تو پھر کسی بندے کے ساتھ برا سلوک کرنے سے وہ کس قدر ناراض ہوتا ہوگا؟

مسلم کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے روز اللہ تعالےٰ کچھ لوگوں سے فرمائے گا، اے میرے بندے میں بیمار تھا تو نے میری عبادت نہیں کی، میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا"

وہ لوگ کہیں گے:

اے اللہ! تو سارے جہان کا مالک ہے، تجھے ان چیزوں کی کیا ضرورت؟"

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''فلاں شخص بیمار تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی، فلاں شخص بھوکا تیرے پاس آیا تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا، فلاں پیاسے نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اسے پانی نہیں پلایا، اگر تو ایسا کرتا تو مجھے وہاں پاتا''

ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الراحمون یرحمهم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء ''رحم کرنے والوں پر خدائے مہربان رحم فرمائے گا، زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا''

بخاری کی روایت ہے، آپؐ نے فرمایا:

لایرحم اللّٰه من لایرحم الناس ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا''

بخاری ہی میں یہ حدیث بھی آئی ہے:

من لایرحم لایرحم ''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا''

ترمذی میں روایت ہے:

لاتنزع الرحمة الامن شقی ''وہ بدبخت ہے جس کے دل سے رحم سلب کرلیا جاتا ہے''

حالی مرحوم نے سچ کہا ہے ؎

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر ۔ نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کے گر آفت گذر جائے سر پر ۔ پڑے غم کا سایہ نہ اس بے اثر پر
کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اسلام نے اس بات کی تعلیم دی ہے کہ ہر شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ جس طرح اپنی جان، اپنے مال اور اپنی عزت کا احترام کرتا ہے۔ اسی طرح دوسروں کی جان ان کے مال اور ان کی عزت کا احترام کرے۔ یہ بات انسانیت سے بعید ہے کہ انسان اپنے خون کو خون سمجھے اور دوسروں کے خون کو پانی سمجھے، اپنی عزت کو عزت سمجھے اور دوسروں کی عزت کو کھلونا سمجھے اپنے مفاد کو مفاد سمجھے اور دوسروں کے مفاد کو کوئی اہمیت نہ دے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی اس واضح تعلیم کے باوجود معاندین اسلام نے اسلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:
''اسلام نے احترام انسانیت کا جو درس دیا ہے وہ ایک ڈھونگ کے سوا کچھ نہیں ہے، اور اسلام کی تعلیمات قتل وخونریزی سے بھری ہوئی ہیں، مثلاً اسلام میں قصاص کا قانون ہے، ایک شخص نے کسی کو قتل کر دیا، قاتل پکڑا گیا اب اسلام کہتا ہے کہ قاتل کو بھی قتل کر دیا جائے، بھلا یہ بھی کوئی انصاف کی بات ہے؟ کیا قاتل کو قتل کر دینے سے مقتول کی جان واپس آجائے گی؟''۔
حالانکہ اس طرح کی باتیں وہی شخص کرسکتا ہے جس کی آنکھوں پر تعصب کی دبیز پٹی پڑی ہوئی ہو، یا جس کے دل ودماغ میں خباثت بھری ہو۔
ایک بھیڑیئے نے بکری کو کھالیا تو کیا ہم بھیڑیئے کو اس لئے چھوڑ دیں کہ اسے مارنے سے بکری کی جان واپس نہیں آئے گی؟
اگر بھیڑیئے کو چھوڑ دیا جائے تو وہ دوسری بکریوں پر حملہ کرے گا، اس لئے بھیڑیئے کو مار کر ہم نے سیکڑوں بکریوں کو بچالیا، اسی طرح اگر قاتل کو چھوڑ دیا جائے تو اسے دوسرے لوگوں کو بھی معمولی معمولی باتوں پر قتل کرنے کی شہ ملے گی، اور یہ قاتل بھی دوسروں کو قتل کرنے کے لئے آزاد ہو جائے گا۔
قاتل کو قتل کر کے اسلام سیکڑوں آدمیوں کو قتل ہونے سے بچالیتا ہے۔
اس لئے قصاص ظلم نہیں، عدل ہے، قصاص بے انصافی نہیں، عین انصاف ہے، قصاص منفی رویہ نہیں، سراسر مثبت نظریہ ہے، قصاص احترام انسانیت کے خلاف نہیں، بلکہ عین احترام انسانیت ہے، قصاص موت نہیں، قصاص زندگی ہے۔
قرآن مجید میں ایمان والوں کی یہ صفت بتائی گئی ہے کہ وہ برائی اور بے حیائی کے کاموں سے دور رہتے ہیں، اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیا کرتے ہیں۔
اس حقیقت کو ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کی روشنی میں سمجھیں۔
جب آپؐ کی عمر چالیس سال کی ہوئی اور آپؐ کو نبوت اور رسالت کی دولت سے سرفراز کیا گیا، تو مکہ کے سرداروں کو ان کی سرداریاں اور وہاں کے کچھ مہنتوں کو ان کی جاگیریں خطرے میں نظر آنے لگیں۔
اور توحید کی دعوت کا اعلان سب سے زیادہ قریش کے لئے پریشانی کا موجب تھا اس لئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی سب سے زیادہ اس دعوت کے مخالف ہو گئے۔

اس توحید سے ایک طرف ان کا زبردست اقتصادی نقصان ہونے کا اندیشہ تھا تو دوسری طرف ان کے اقتدار کے لئے بھی بہت بڑا خطرہ تھا۔

مکہ والوں نے خانۂ کعبہ میں عرب کے تین سو ساٹھ قبیلوں کے تین سو ساٹھ بت رکھ دیئے تھے۔ یہ قبیلے برابر...... بالخصوص ایام حج میں...... پورے عرب سے کھنچ کھنچ کر مکہ آیا کرتے تھے۔ ان بت پرست قبائل کی مکہ میں آمد ٹھیک اسی طرح تجارتی نوعیت رکھتی تھی جس طرح کہ سیاحتی ملک میں سیاحوں کی آمد تجارتی اہمیت رکھتی ہے۔ جب سیاح آتے ہیں تو تجارت خوب چلتی ہے،

مکہ والوں نے بت پرستی کو اپنا مذہب اسی لئے بنا رکھا تھا کہ ان کے تجارتی مفادات اسی سے وابستہ تھے۔ اور دعوت توحید سے یہ تجارتی مفادات خطرے میں پڑ رہے تھے۔

دوسرا معاملہ اقتدار کا تھا۔

اس وقت مکہ کی جو عزت تھی وہ خانۂ کعبہ کی وجہ سے تھی، قریش کا خاندان کعبہ کا متولی اور مجاور تھا۔ اس طرح گویا قریش کی ایک طرح کی مذہبی حکومت تقریباً سارے عرب پر قائم تھی، مذہب کے معاملے میں تمام عرب والے انہی کی طرف دیکھتے تھے، اور اکثر ان کی رہنمائی پر اعتماد کرتے تھے، توحید کی دعوت کی سب سے پہلی اور سب سے زیادہ سخت چوٹ اسی مذہب شرک پر پڑتی تھی جس کی نمائندگی قریش کر رہے تھے، اور ظاہر بات ہے کہ باپ دادا کے مذہب کے ساتھ جاہل قوموں کو جیسی کچھ اندھی عقیدت ہوتی ہے، اس کے مقابلے میں وہ کوئی معقول بات سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے۔

یہی وجہ تھی کہ لوگ اس دعوت کو سن کر آگ بگولہ ہو گئے، اور قریش کے بااقتدار لوگوں کو یہ صاف نظر آنے لگا کہ اس دعوت کے پھلنے پھولنے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ سارا اقتدار مٹی میں مل جائے گا اور انہیں جو مذہبی قیادت کا مقام حاصل ہے وہ آپ سے آپ ختم ہو جائیگا۔

اس لحاظ سے جو شخص جتنی بڑی گدی کا مالک تھا، اتنا ہی زیادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہو گیا۔

آپ کی دعوت سے گھبرا کر کچھ لوگ ابو طالب کے پاس شکایت لے کر گئے، اس وفد میں تمام رؤسائے قریش شامل تھے۔ انہوں نے ابو طالب سے کہا:

''تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے، ہمارے باپ دادا کو گمراہ بتاتا ہے، اور ہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب کو غلط کار اور احمق کہتا ہے لہذا یا تو تم بیچ سے ہٹ جاؤ تو پھر ہم اس سے نپٹ لیں یا پھر تم اسے سمجھاؤ"

جب ابو طالب نے اندازہ کیا کہ اب بات بہت سخت ہو گئی ہے اور میں اکیلا کب تک سارے قریش کا مقابلہ کروں گا تو انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا:

"پیارے بھتیجے! تو میرے اوپر اتنا بوجھ مت ڈال کہ میں اسے نہ اٹھا سکوں"

آپؐ نے جب دیکھا کہ چچا کے قدم بھی ڈگمگا رہے ہیں تو نہایت سکون واطمینان کے ساتھ فرمایا:

"اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لا کر رکھ دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا، اللہ تعالیٰ یا تو اس کام کو پورا کرے گا یا میں خود اس کام پر قربان ہو جاؤں گا"

آپؐ کے اس پختہ ارادے اور باہمت فیصلے کو سن کر ابو طالب کی ہمت بندھی اور انہوں نے آپؐ سے فرمایا:

"جا کوئی تیرا بال بیکا نہیں کر سکتا"

قریش جب اس طرف سے بھی مایوس ہو گئے تو انہوں نے آخری چارۂ کار کے طور پر طے کیا کہ محمدؐ سے براہ راست گفتگو کی جائے، چنانچہ انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو آپؐ کی خدمت میں بھیجا، اس نے آ کر کہا:

"محمدؐ! آخر بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ مکہ کی حکومت چاہتے ہو؟ کسی بڑے گھرانے میں شادی کی خواہش ہے؟ یا دولت کے ڈھیر مطلوب ہیں؟ ہم یہ سب کچھ مہیا کر سکتے ہیں اور ہم اس پر بھی راضی ہیں کہ کل مکہ تمہارے زیر فرمان ہو جائے یا اور جو کچھ چاہو وہ کر دیا جائے۔ لیکن تم اپنی اس دعوت سے باز آ جاؤ"

آپؐ نے اس کے جواب میں قرآن مجید کی سورۃ سجدہ کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

حٰمٓ. تنزیل الکتٰب من الرحمٰن الرحیم. کتٰب فصلت ایته قرآناً عربیاً لقوم یعقلون. بشیراً ونذیراً. فاعرض اکثرھم فھم لایسمعون. وقالو قلوبنا فی اکنة مما تدعونا الیه "حٰمٓ یہ رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل ہوئی ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی گئیں ہیں، عربی قرآن ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے لیکن اکثر لوگوں نے اعراض کیا اور وہ سنتے نہیں۔ کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس کے لئے ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے!''

آپ آگے بڑھتے جا رہے تھے اور عتبہ مبہوت ہو کر سنتا جا رہا تھا، جب آپ سجدہ کی آیت پر پہنچے تو آپؐ نے سجدہ کیا، پھر فرمایا:

''ابولید! تمہیں جو کچھ سننا تھا سن چکے اب تم جانو اور تمہارا کام جانے''

عتبہ یہ سن کر واپس ہو گیا اور اتنا اثر لے کر گیا کہ جب اس نے قریش کے سرداروں کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کی تو کہا:

''محمدؐ جو کلام پیش کرتے ہیں وہ نہ شعر و شاعری ہے، نہ جادو و کہانت ہے بلکہ کچھ اور چیز ہے، میری رائے ہے کہ تم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اگر وہ کامیاب ہو گئے تو سارے عرب پر غالب ہو جائیں گے اور اس میں تمہاری بھی عزت ہے اور اگر عرب نے انہیں ختم کر دیا تو تمہارا کام دوسروں کے ذریعہ پورا ہو جائے گا''

لوگوں نے کہا: ''ابولید! خدا کی قسم تم پر بھی اس کی زبان کا جادو چل گیا ہے''

جب کسی طرح سے لوگ آپ کو اپنے مقدس مشن سے نہ روک سکے تو پھر آخری حربہ کے طور پر ایک ہی چارۂ کار باقی رہ گیا جو ہر باطل اس مرحلے میں حق کے خلاف اختیار کرتا ہے، یعنی ظلم وتشدد کے ذریعہ حق کی آواز کو دبانے کی کوشش، پھر مشرکین مکہ آپؐ پر اس طرح ٹوٹ پڑے جس طرح ایک شکاری اپنے شکار پر ٹوٹ پڑتا ہے، چنانچہ آپ کو غیروں نے مارا تو اپنوں نے بھی مارا، دشمنوں نے مارا تو خاندان والوں نے بھی مارا، مردوں نے مارا تو آپؐ پر ظلم و ستم ڈھانے میں عورتیں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہیں۔

عورتیں آپؐ کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرتی تھیں؟ اس کا ایک نقشہ حفیظ جالندھری نے اس طرح کھینچا ہے ؎

قریشی عورتیں کانٹے بیابانوں سے لاتی تھیں   گذرگاہِ گلِ گلزار وحدت میں بچھاتی تھیں
نجاست گھر کے دروازے پہ لا کر ڈال جاتی تھیں   جھگڑتی بدزبانی کرتی تھیں فتنے اٹھاتی تھیں
مگر وہ منبع جود و سخا خاموش رہتا تھا
زبان سے کچھ نہ کہتا تھا دعائے خیر کرتا تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ پر ظلم وستم توڑنے کی حالت یہ تھی کہ آپؐ راستہ چل رہے ہیں اور بے تحاشا آپؐ پر پتھروں کی بارش کر دی جاتی ہے جس سے آپ کا جسم لہولہان ہو جاتا ہے، آپؐ جس راستے سے گذرتے ہیں اس میں کانٹے بچھا دیئے جاتے ہیں، آپؐ نماز کی حالت میں ہیں اور آپؐ پر اونٹ کی گندگی ڈال دی جاتی ہے، آپؐ سجدہ میں ہیں اور اسی حالت میں آپ کی گردن میں چادر ڈال کر کسا جاتا۔

مگر ان تمام مظالم اور مصائب کے باوجود آپؐ نے کسی سے انتقام نہیں لیا، کسی کا برا نہیں چاہا، کسی کے خلاف بددعا نہیں کی۔

دشمن سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کسی وقت　　　مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا

ہندستان کی آزادی کے ہیرو مہاتما گاندھی کی شہرت اور مقبولیت کا سبب ان کا مسلک ''عدم تشدد'' ہے۔

یہی وہ تحریک ہے جو گاندھی جی کے سیاسی وقار کی ضامن ہے، اسی کی بدولت مسٹر کرم چند، مہاتما گاندھی بن گئے اور نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے ہر حصے میں ان کی شہرت پھیل گئی۔

وہ لوگ جنہوں نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے ان کی نظر میں عدم تشدد کوئی تحریک نہیں ہے اور گاندھی جی کسی بھی صورت میں اس تحریک کے بانی اور موجد نہیں ہیں، مہاتما گاندھی کی حیثیت صرف ایک مقلد کی ہے، ان کی کامیابی کا راز حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تقلید میں مضمر ہے۔

گاندھی جی ہی پر کیا منحصر ہے دنیا کا جو شخص بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے گا کونین کی تمام کامیابیاں اس کے ساتھ ہوں گی۔

افسوس ہے کہ گاندھی جی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک مسلک کی تقلید کی، اگر وہ آپؐ کے پیش کردہ تعلیمات سے استفادہ کرتے تو وہ بہت جلد کامیاب ہو جاتے اور وہ ایک ایسی جماعت کے رکن ہوتے جس میں پاک، ناپاک اور چھوت چھات نام کا سوال ہی نہیں ہے،

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی عدم تشدد کا مظہر ہے۔ آپ کی ترسٹھ سالہ حیاتِ مبارکہ میں انتقام نام کی کوئی چیز نہیں ملتی، اور کیوں ملے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارے جہان اور پوری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ''اے نبی! ہم نے تمہیں سارے جہان کے لئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمت بنا کر بھیجا ہے“
اللہ رب العالمین ہے تو اس کا آخری پیغمبر رحمۃ للعالمین ہے، اللہ تعالیٰ سارے جہان کا پالنہار ہے تو اس کا رسول سارے جہان کے لئے رحمت ہے۔

عربی زبان میں جب کہا جاتا ہے زید عادل تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زید عادل ہے یعنی اس کے اندر عدل وانصاف کی صفت پائی جاتی ہے، مگر جب کہا جاتا ہے زید عدل یعنی ”زید انصاف ہے“ تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ زید کے اندر انصاف کی صفت حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے، یعنی انصاف اس کی ذات پر ختم ہے۔

اسی طرح آپؐ کے متعلق، صرف یہی نہیں کہا گیا کہ آپؐ رحم کرنے والے ہیں بلکہ یہ فرمایا گیا کہ آپؐ سارے جہان کے لئے رحمت ہیں۔

جہاں تک رحمت اور شفقت کا سوال ہے، ایک شفقت تو وہ ہے جو والدین کو اولاد سے، استاد کو شاگرد سے، یا بڑوں کو چھوٹوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ لیکن یہ شفقت مشروط ہوتی ہے اطاعت اور فرماں برداری کے ساتھ، اگر اولاد باغی ہو جائے تو والدین کی شفقت باقی نہیں رہتی، اگر شاگرد نافرمان ہو جائے تو استاد کی شفقت ختم ہو جاتی ہے، اگر چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی بات نہ مانے تو بڑا بھائی اسے محبت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت ومحبت عام ہے، دوستوں کے لئے بھی اور دشمنوں کے لئے بھی، اپنوں کے لئے بھی اور غیروں کے لئے بھی، ماننے والوں کے لئے بھی اور انکار کرنے والوں کے لئے بھی، راستے سے کانٹا ہٹانے والوں کے بھی اور راہوں میں کانٹے بچھانے والوں کے لئے بھی، جان قربان کرنے والوں کے لئے بھی اور جان لینے والوں کے لئے بھی، تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ توحید کی تبلیغ کے ”جرم“ میں آپؐ پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے مگر آپؐ نے کسی سے انتقام نہیں لیا۔

دشمن سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کسی وقت   مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا

جہاں تک دشمن سے انتقام لینے کا سوال ہے، انتقام لینے کا ملعون جذبہ، بدلہ لینے کی مکروہ خواہش، دشمن کو نیچا دکھانے اور اسے برباد کردینے کی ناپاک ذہنیت، اور حریف کو ذلیل ورسوا کرنے کی تمنا ہر زمانہ اور ہر دور میں موجود رہی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹا ہو بڑا، امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا فقیر، مفلس ہو یا مالدار سبھی اس لعنت میں گرفتار نظر آتے ہیں، دنیا والوں نے ہر شی کو ممکن العمل سمجھا مگر دشمن کو معاف کر دینا، حریف کے ساتھ عفو و درگذر کے ساتھ پیش آنا اور مخالف کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ قطعاً محال سمجھا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے انتقام کی کارفرمائیاں اپنے شباب پر تھیں، آتش انتقام کی ہلاکت آفرینیوں سے نہ اپنے محفوظ تھے نہ پرائے، نہ چھوٹے نہ بڑے، نہ بچے نہ بوڑھے، نہ مرد نہ عورتیں، وہاں نہ انسانی جان کی کوئی قیمت تھی نہ انسانی خون کا احترام تھا، انتقام میں دشمن کی جان، اس کی عزت، اس کی آبرو اور اس کا ناموس بہت ہی بے حقیقت چیز اور دلچسپی اور دلجمعی کے لئے خوبصورت کھلونے تھے۔

یہ وہ دور تھا جس میں تلواروں پر تلواریں چلتی تھیں، بات بات پر سر قلم ہوتے تھے، آن کی آن میں انسانی لاشیں خاک و خون میں تڑپنے لگتی تھیں۔

دنیا کا امن و امان معدوم ہو چکا تھا، ایک جان کے بدلے میں جب تک سیکڑوں جانیں نہ چلی جائیں، صبر نہ آتا تھا،

کسی سے اختلاف کرنا یا اسے چیلنج کرنا اپنے آپ کو مشکلات و مصائب کے حوالے کرنے اور موت کو دعوت دینے کا مترادف تھا۔

اللہ کی زمین پر انسان نہیں آباد تھے بلکہ انسانی شکل میں جنگل کے وحشی جانور اور درندے تھے۔ ان کے دلوں میں نہ درد تھا نہ دردمندی کا احساس، انسان تھے مگر حیوان سے بدتر، پیار سے ناواقف، محبت سے ناآشنا، رحمت و شفقت اور عفو و درگذر کے محاسن سے نابلد، بات بات پر مرنے مارنے کے لئے آمادہ، بدلہ لینے کے تیار اور انتقام لینے کے درپے رہتے تھے، اپنے مخالف کو معاف کر دینے کا خیال تک ان کے دل میں نہ آتا تھا، اس زمانے کو دور جاہلیت کہہ کر چھوڑ دیجئے، اس روشن عہد کو دیکھئے جس میں ہر چیز ترقی کے آسمان پر پہنچی ہوئی ہے، علوم و فنون اپنی حد کمال پر ہیں، تہذیب و شائستگی، مساوات اور جمہوریت کے نعروں نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے، تمدن پر گھمنڈ ہے، غرض انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں عروج و رفعت کے جلوے نظر آتے ہیں۔

مگر کیا آتش انتقام میں کوئی کمی آئی؟ انسان کے عفو و درگذر میں کوئی خوبی و بھلائی معلوم ہوئی؟ رحم و شفقت کے محاسن کا کوئی احساس ہوا؟ حریف سے انتقام لینے کی خواہش کو ٹھکرا کر اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیار و محبت کی آنکھوں میں جگہ دینے کا جذبہ پیدا ہوا؟

حالات بتا رہے ہیں کہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی آتش انتقام نہیں بجھی ہے بلکہ کچھ زیادہ ہی ہے۔ بڑوں سے لے کر چھوٹوں تک اور امراء سے لیکر غرباء تک کو دیکھ جایئے سب کے دلوں میں یہی خطرناک ذہنیت چھپی ہوئی ملے گی۔

بادشاہوں اور ڈکٹیٹروں کے یہاں دشمن کو معاف کر دینے اور حریف کو بخش دینے سے زیادہ کمزور اور ذلت کی کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی۔

حکومت کا نشہ، اور طاقت کا غرور اغماض اور چشم پوشی کی اجازت نہیں دیتا، خطا کاروں کو معاف کر دینا اور مجرموں سے درگذر کرنا شان کے خلاف مانا جاتا ہے، پتھر کا جواب پتھر سے نہ دینا، اپنے مخالف کے ساتھ لطف و مہربانی کے ساتھ پیش آنا عجز اور بے چارگی کا اعلان سمجھا جاتا ہے۔

یہ تو ان کی حالت ہے جو صاحب اقتدار ہیں، معمولی انسان جس کے پاس نہ حکومت ہے نہ دولت، اسے نہ اختیارات حاصل ہیں نہ اعزازات، اپنے مخالف کو معاف کر دینے پر تیار نہیں ہوتا۔ اس کی تمام صلاحیتیں اپنے مخالف کو زک پہنچانے، اس سے بدلہ لینے اور اسے نیچا دکھانے کے لئے وقف ہو جاتی ہیں، وہ اپنا سب کچھ کھو کر اپنے مخالف کو تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے، مگر درگذر کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

ماضی قریب میں یونانی درندوں نے سمرنا، پیرس اور دوسرے ممالک میں حیوانیت کا جو شرمناک مظاہرہ کیا وہ تاریخ انتقام کا ایک زندہ ثبوت ہے۔

غیر ممالک کو چھوڑیئے۔ انگریزوں نے ۱۸۵۷ء میں سفاکی اور بربریت کا وہ مظاہرہ کیا جس سے شیطان بھی شرما گیا۔

لیکن حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر نگاہ ڈالئے تو آپ کی ترسٹھ سالہ زندگی میں انتقام کا کہیں ایک داغ بھی دکھائی نہیں دے گا۔

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تاریخ عالم میں ایک بہت ہی ممتاز شخصیت ہیں، آپؐ کے عظیم کارناموں میں دولتِ اسلامیہ کی تاسیس بھی ہے جس سے دنیا میں وہ انقلاب پیدا ہوا جس کی اس کو سخت حاجت تھی۔

آپؐ سے پہلے بادشاہوں کی طاقت و قوت کے اظہار میں کوئی اعتدال نہ تھا، بربادی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تباہی ان کے آگے چلتی تھیں۔ حتیٰ کہ کئی ایک بادشاہوں کی یہ خواہش بھی رہی ہے کہ ان کی سخت دلی اور قساوت کی شہرت ہوتی رہے اور تباہ کاری پھیلانے میں ان کا نام مشہور ہو جائے۔ تا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی دھاک بیٹھ جائے اور ان کے خوف سے لوگوں کے پتے پانی ہوتے رہیں۔

ایک ڈکٹیٹر بڑے فخر سے یہ کہا کرتا تھا:

''جس زمین پر میرا قدم پڑتا ہے وہاں سبزہ نہیں اگتا'

تاریخ میں بڑے بڑے بادشاہوں کی سخت دلی، سفاکی اور بے رحمی کے ایسے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ عقل کو تسلیم کرنے میں تامل ہوتا ہے۔

بخت نصر نے جب بیت المقدس پر چڑھائی کی تو شہر کو آگ لگا دی جس سے گھروں کے علاوہ عبادت خانے بھی جلنے لگے، جب لوگ اپنے گھروں سے بھاگے تو انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

مغل فاتح تیمور لنگ جس بستی میں داخل ہو جاتا تھا اس کے اجڑنے میں کوئی کسر نہ رہتی تھی، بڑے بڑے فاتحوں اور ڈکٹیٹروں کی انتقامی کارروائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے دل دہلنے لگتا ہے۔

لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان تمام قائدین و فاتحین سے منفرد ہیں اور آپؐ ہر حیثیت سے رحمت مجسم نظر آتے ہیں۔

چند واقعات

یوں تو آپ کی تیرہ سالہ مکی زندگی مصائب و آلام سے پر ہے، لیکن حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کے انتقال کے بعد قریش مکہ اپنی سفاکانہ فطرت کے مظاہرے کے لئے اور زیادہ نڈر اور بے باک ہو گئے تھے، چنانچہ انہوں نے اپنی سقاوت قلبی کا وہ نفرت انگیز مظاہرہ کیا جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ایک دفعہ آپؐ حرمِ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے، عقبہ بن ابی معیط نے آپؐ کی گردن میں چادر ڈال کر نہایت زور سے کھینچا، اتفاقاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے، انہوں نے آپؐ کا شانہ پکڑ کر عقبہ کے ہاتھ سے چھڑایا اور کہا:

''تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے''

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دسواں سال آپؐ کے لئے بڑا پریشان کن رہا، اسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سال آپؐ کے مشفق چچا ابو طالب کا انتقال ہوا، اور ان کے انتقال کے بعد ہی آپؐ کی وفادار اور جاں نثار بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی چل بسیں۔

اسی سال آپؐ طائف کی بستی میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے،

جب آپؐ نے مشرکین طائف تک اللہ کا پیغام پہنچایا، اور انہیں دین حق قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے آپؐ کی بات سننے سے انکار کر دیا، یہی نہیں بلکہ اوباشوں اور بدمعاشوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا، انہوں نے آپؐ پر پتھراؤ شروع کر دیا اور اس بے دردی کے ساتھ مارا کہ آپؐ کا پورا جسم لہولہان ہو گیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ آپؐ کے ساتھ تھے، یہ ڈھال بن کر چلتے ہوئے پتھروں کو روک رہے تھے جس سے ان کے سر میں کئی جگہ چوٹیں آئیں۔

یہ سلسلہ برابر جاری رہا، یہاں تک کہ آپؐ ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

اس کے بعد جو ہوا وہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''باغ سے نکل کر جب میں نڈھال مکے کے راستے پر چل رہا تھا تو اچانک میں نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے غور سے دیکھا تو پہچان گیا اس میں حضرت جبرئیل تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ سے جو کچھ کہا ہے اسے اللہ نے سن لیا ہے اور اس نے آپؐ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپؐ اس کو جو بھی حکم دیں گے وہ کرے گا، اس کے بعد پہاڑ کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور سلام کرنے کے بعد کہا: اے محمد! بات یہی ہے اگر حکم دیں تو میں انہیں دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں، میں نے کہا نہیں، میں یہ نہیں چاہتا کہ یہ تباہ و برباد ہو جائیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل ان کی پشت سے ایسی نسل تیار کرے گا جو صرف خدائے لاشریک کی عبادت کرے گی''

یہ بے ادبیاں اور گستاخیاں اس مقدس رسول کے ساتھ کی جا رہی تھیں جس کے احترام کے بغیر انسانیت مکمل نہیں ہوتی، جس کی عزت و محبت جان ایمان اور عین ایمان ہے، جس کی قدر و منزلت کے چرچے قدسیوں میں بھی ہیں اور انبیائے کرام میں بھی،

جس نے خانہ بدوشوں کو قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا مالک بنا دیا، ظلم و ستم کے پہاڑ اس محسن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانیت پر توڑے گئے جو دنیا میں بے کسوں کی دستگیری کے لئے آیا تھا، جو حلم و آشتی کا پیغامبر تھا، جو امن و امان کا داعی تھا، جس نے فاقہ کر کے فاقہ کشوں کو سیر کیا،

جس نے مسجد نبوی میں کھڑے کھڑے مال و اسباب ڈھیر کے ڈھیر ختم کر دیئے اور اس وقت جب کہ ضرورت مند لوگ جھولیاں بھر بھر کر مال و دولت لے جا رہے تھے، اس کے لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر کا دوپٹہ پھٹا ہوا تھا اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہا مارے بھوک کے چھوہارے کی گٹھلیاں چوس رہے تھے۔

اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تو دنیا میں طوفانِ نوح کا اعادہ ہو سکتا تھا، ہواؤں اور طوفانوں سے انسانی آبادی تہس نہس ہو سکتی تھی، اور آسمانی چنگھاڑ سے جگر پانی پانی ہو سکتے تھے۔

مگر رحمۃ للعالمین کی رحمت نے اسے گوارا نہیں کیا۔

آج کے دور کو تہذیب و ترقی کا دور کہا جاتا ہے، آج کے اس دور تہذیب میں بھی ضرب المثل مشہور ہے:

مقاتلہ اور معاشقہ میں سب کچھ روا ہے"

لیکن اسلام کی تہذیب اس سے کہیں زیادہ بلند ہے، وہ کسی حالت میں بھی سب کچھ روا نہیں رکھتا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو میدانِ جنگ میں بھیجتے تو تاکید فرماتے:

"یاد رکھو جس کسی نے کسی کی چیز غصب کی یا اس کے مذہب کے معاملہ میں اس کی تحقیر کی تو قیامت کے دن میں اس غیر مسلم کی طرف سے اس مسلمان کے خلاف لڑوں گا"

تاریخ سے اس بات کا مکمل اور مستند ثبوت ملتا ہے کہ مدینہ کے یہود ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف خارجی قوموں سے سازش کرتے رہے، مگر آپؐ نے ان سے ہمیشہ عدل و انصاف سے کام لیا، یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر معاملات میں آپؐ ہی کو ثالث مقرر کیا کرتے تھے۔

کئی ایک معاملات میں ایسا ہوا کہ ایک یہودی مدعی کی حیثیت سے اور ایک مسلمان مدعا علیہ کی حیثیت سے پیش ہوئے مگر آپؐ نے بتقاضائے انصاف مسلمان کے خلاف فیصلہ کیا۔

ایک بار عیسائیوں کا ایک وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب ان کی عبادت کا وقت آیا تو آپؐ نے انہیں اجازت دیدی کہ وہ مسجد نبوی میں اپنا فریضۂ عبادت ادا کر لیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بار ایک یہودی آپ کا مہمان ہوا، آپؐ نے اسے کھانا کھلایا، اور اس کے سونے کے لئے وہی بستر بچھادیا جس پر آپؐ خود آرام فرمایا کرتے تھے۔

یہودی نے سونے سے پہلے اپنی تلوار سرہانے لٹکادی اور سوگیا، رات میں کسی وقت اس کا پیٹ خراب ہوگیا اور اسے دست آنے لگے، جس کی وجہ سے اس نے آپؐ کے بستر کو گندا کردیا۔

صبح ہوتے ہی وہ اپنی جان کے خوف سے بھاگ کھڑا ہوا کہ کہیں محمدؐ کے جاں نثار ساتھی میری اس حرکت پر میرا کام ہی نہ تمام کردیں۔

شہر سے باہر پہنچا، اب صبح ہوگئی، پھر اسے اپنی تلوار یاد آئی جسے بدحواسی میں چھوڑ آیا تھا، بڑے مخمصے میں پڑگیا، سوچتا ہے کہ اگر تلوار لینے جاتا ہوں تو جان کی خیریت نہیں ہے اور اگر جان کی فکر کرتا ہوں تو تلوار ہاتھ سے جاتی ہے، عرب کے لوگ تلوار کے بڑے دھنی ہوتے تھے، اس نے فیصلہ کرلیا کہ جان رہے چاہے نہ رہے لیکن تلوار ہاتھ سے نہ جانے پائے، واپس لوٹا، وہاں پہنچا جہاں وہ رات کو لیٹا ہوا تھا، لیکن اس نے عجیب وغریب ماجرا دیکھا، ایسا ماجرا اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا، اس نے دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس یہودی کی گندگی کو اپنے ہاتھوں سے دھورہے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں موجود ہیں، وہ عرض کرتے ہیں، یارسول اللہ! آپؐ اس گندگی کو ہاتھ نہ لگائیں ہم اسے دھودیتے ہیں، آپؐ فرماتے ہیں، ابوبکر! یہ تمہارا مہمان نہیں، بلکہ محمد کا مہمان تھا اس لئے اسی پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے مہمان کی گندگی کو صاف کرے۔

اس بات کو دیکھ کر یہودی حیران رہ گیا، اس نے اپنا چہرہ آپؐ کے دامن میں چھپالیا اور سچے دل سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

کسی شاعر نے آپؐ کے اخلاق حسنہ کا نقشہ یوں کھینچا ہے ؎

محبت کے یوں اس نے دریا بہائے   دل اس کا بھی چھینا جو سر لینے آئے
یہ بندہ نوازی کے جوہر دکھائے   کہ خود کھائے جو اور جواہر لٹائے

خوشی اپنی غیروں کے غم میں بھلادی
دیا درد جس نے اسے بھی دوا دی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عفو ودرگذر کی انوکھی مثال فتح مکہ کا واقعہ ہے جو ۸ہجری میں پیش آیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ وہی مکہ ہے جہاں آپ کی راہوں میں کانٹے بچھائے جاتے تھے، جہاں آپؐ کے قتل کی سازشیں کی جاتی تھیں، جہاں آپ کو مجنوں اور دیوانہ کہا جاتا تھا، جہاں آپ کو پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا جاتا تھا، جہاں ایمان لانے کے "جرم" میں بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے سینے پر کئی من کے وزن کا پتھر رکھ کر انہیں تپتی ہوئی ریت پر ننگی پیٹھ لٹا کر تڑپایا جاتا تھا، جہاں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکا دیا گیا تھا، جہاں حضرت عمار بن یاسرؓ پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے تھے، جہاں حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے اندام نہانی میں برچھا مار کر انہیں بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا تھا۔

مکہ میں اہل ایمان پر کس طرح ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے، اس کی ترجمانی حفیظ جالندھری یوں کرتے ہیں ۔

کوئی جلاد کیا کرتا جو یہ جلاد کرتے تھے ستم ایجاد تھے لاکھوں ستم ایجاد کرتے تھے
زمین و آسمان جب دھوپ کی گرمی میں تپتے تھے غضب کی دل لگی تھی ریت پر مسلم تڑپتے تھے
نشان سجدۂ توحید تھا جن کی جبینوں پر
دھرے رہتے تھے پہروں سخت پتھر ان کے سینوں پر
جو ابراہیم کے پوتوں کو پھول اور باغ دیتے تھے سلاخیں سرخ کر کے لوگ ان کو داغ دیتے تھے

جہاں تک کسی ملک یا علاقے کو فتح کرنے کا سوال ہے، تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ کوئی بادشاہ، کوئی فاتح، کوئی ڈکٹیٹر یا کوئی جنرل جب کسی ملک یا علاقے کو فتح کرتا ہے تو انسانی آبادی خاک و خون میں تڑپنے لگتی ہے، بستے بستے شہر کھنڈر میں تبدیل ہو جاتے ہیں، بچے یتیم اور عورتیں بیوہ بنا دی جاتی ہیں، اور ظلم و بربریت کی وہ کہانی دہرائی جاتی ہے جسے دیکھ کر انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

ایک فاتح جب کسی ملک یا علاقے کو فتح کرتا ہے تو اسے اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک آبادی بربادی میں نہ تبدیل ہو جائے، جب تک شاندار عمارتیں مسمار اور خوشنما محل مٹی کے عبرت ناک ڈھیر نہ بن جائیں، جب تک قصوروار اور بے قصور سبھی انتقام کی خوفناک چکی میں نہ پیس ڈالے جائیں، اور سطح ارضی خون کا سمندر نہ بن جائے۔

آتش انتقام اس وقت تک نہیں بجھتی جب تک بچے اور بوڑھے، مرد اور عورتیں روند نہ ڈالے جائیں اور اس وقت تک سکون قلب حاصل نہیں ہوتا جب تک ان کی عزت خاک میں نہ مل جائے۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح میں ہلاکت و بربادی نہیں بلکہ رحمت و شفقت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آپؐ اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ میں داخل ہو رہے ہیں لیکن پیشانی مبارک عاجزی سے جھکی ہوئی ہے، پھر مکہ میں داخل ہوتے ہی آپؐ یہ اعلان فرماتے ہیں:

''جو شخص مقابلے سے ہاتھ روک لے اسے امان ہے، جو اپنے گھر کے دروازے کو بند کر لے اسے امان ہے، جو اپنی تلوار میان میں رکھ لے اسے امان ہے، جو ابوسفیان یا حکیم ابن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے، جو مسجد حرام میں پناہ لے لے اسے امان ہے، جو شخص بھاگے اس کا پیچھا: ''

اس موقع پر رت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ...... جن کے ہاتھ میں انصار کا جھنڈا تھا...... نے عسکری ترنگ میں کہہ دیا۔

الیوم یوم الملحمۃ. الیوم تستحل الحرمۃ ''آج خونریزی اور قتل و غارت گری کا دن ہے۔ آج حرمت حلال کر لی جائے گی''

ابوجہل کے رضا کارو! کان کھول کر سن لو، ابولہب کے شاگردو تیار ہو جاؤ، ماضی تمہارا تھا، حال ہمارا ہے، کل تمہاری تلواریں تھیں ہمارے گلے تھے۔ آج تمہاری گردنیں ہوں گی اور ہماری تلواریں ہوں گی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب اس صورتحال کے بارے میں معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

الیوم یوم المرحمۃ ''آج کا دن رحمت و شفقت اور عفو و درگذر کا دن ہے''

پھر آپؐ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے جھنڈا لے لیا اور ان کے لڑکے قیس کے حوالے کر دیا۔

جب مکہ فتح ہو گیا تو حرم کے صحن میں، کس حرم کے صحن میں؟

جہاں آپ کو گالیاں دی گئیں تھیں، جہاں آپؐ پر نجاستیں پھینکی گئی تھیں، جہاں آپؐ کے قتل کی تجویز منظور کی گئی تھی، قریش کے تمام سردار منتو حانہ کھڑے ہوئے تھے، ان میں وہ بھی تھے جو اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے، وہ بھی تھے جو آپ کو جھٹلایا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپ کی ہجو کیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپ کو گالیاں دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو اس پیکر قدسی کے ساتھ ہر طرح کی گستاخیاں کرتے تھے، وہ بھی تھے جنہوں نے آپؐ پر پتھر مارے تھے، وہ بھی تھے جو آپ کی راہوں میں کانٹے بچھاتے تھے، وہ بھی تھے جنہوں نے آپ کے عزیزوں

www.KitaboSunnat.com

کا خون ناحق کیا تھا، ان کے سینے چاک کئے تھے اور ان کے دل و جگر کے ٹکڑے کئے تھے،

وہ بھی تھے جو غریب اور بے کس مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے تھے، ان کے سینوں پر پتھر رکھ کر انہیں تڑپاتے تھے، ان کو جلتی ریت پر لٹاتے تھے، دہکتے ہوئے کوئلوں سے ان کے بدن کو داغتے تھے، اور نیزوں کی انی سے ان کے بدن کو چھیدتے تھے، آج یہ سب مجرم سرنگوں سامنے تھے، اور پیچھے دس ہزار خوں آشام تلواریں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارہ کی منتظر تھیں،

دفعتہً آپؐ نے سوال کیا:

''قریش بتاؤ! آج میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟''

جواب ملتا ہے:

''محمد! تو ہمارا شریف بھائی اور شریف بھتیجا ہے تجھ سے ہمیں رحم کی امید ہے''

ارشاد ہوتا ہے:

''آج میں وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ظالم بھائیوں سے کہا تھا لاتثریب علیکم الیوم ''آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں ہے، اذھبو انتم الطلقاء '' جاؤ تم سب آزاد ہو''

یہ ہے فاتح مکہ، جو اس شاندار اور عظیم الشان فتح کے بعد اپنے مفتوح علاقے میں...... جس کے باشندوں نے اسے ترک وطن تک کے لئے مجبور کر دیا تھا...... فاتحین دنیا کی طرح فاتحانہ شان سے سینہ تانے ہوئے، شانے ہلاتے ہوئے اور گردن اٹھائے ہوئے نہیں داخل ہوا، جس نے لوٹ مار اور قتل و غارت کا حکم نہیں دیا، آبادی کو بربادی سے نہیں بدلا، کسی کی عزت و آبرو پر حملہ نہیں کیا، بلکہ اپنے مفتوح علاقے میں اس کا داخلہ اس قدر عدیم المثال رحم و شفقت اور انتہائی حیرت ناک انکسار کے ساتھ ہوا، جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، اگر وہ چاہتا تو مکہ والوں سے ان کی ایذا رسانیوں کا انتقام لیتا، انہیں جلاوطن کرنے پر مجبور کر دیتا، گنہگار اور بے گناہ سب کو انتقام کی آگ میں جلا کر خاک کر دیتا، مکہ کی گلی کوچے مسلمانوں کے قاتلوں اور ان کے حامیوں کے خون سے رنگین ہو جاتے، مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔

مکہ میں اس کے داخل ہونے کی شان یہ تھی کہ نہ دل میں کسی سے بدلہ لینے کی خواہش، نہ انتقام کا جذبہ، نہ فتح کا غرور، نہ کامیابی کا گھمنڈ، جنہوں نے تکلیف دینے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھا تھا، اور جن کا رات دن کا مشغلہ ہی ایذا رسانی تھا، ان کی ضرر رسانی ممنوع قرار دی اور ان کی عزت وآبرو اور جان ومال کی اس طرح حفاظت کی جس طرح اپنوں کی عزت وناموس کی حفاظت کی جاتی ہے۔

کیا دنیا کی تاریخ رحم وشفقت اور لطف وبخشش کی اس سے بہتر کوئی نظیر پیش کرسکتی ہے؟ اور کیا سلطانوں کے سلطان کے سوا کوئی دوسرا شخص بھی ایسا بتایا جاسکتا ہے جس نے طاقت وقدرت رکھنے کے باوجود اپنے دشمنوں اور معاندوں کے ساتھ ایسی عفوو بخشش اور لطف وکرم کا معاملہ کیا ہو کہ دوست ودشمن دونوں اس کے یہاں برابر ہوں؟ جس طرح دوستوں اور ماننے والوں کی عزت اسے محبوب ہو اسی طرح دشمنوں اور نافرمانی کرنے والوں کی؟ اور جنہوں نے عمر بھر ستایا ہو اور تکلیفیں پہنچائی ہوں ان سے کوئی گلہ باقی نہ رہے، نہ اس کے دل میں ان کی طرف سے کوئی کینہ ہو نہ عداوت، نہ کسی قسم کا رنج ہو نہ کدورت۔

اور تو اور، ابوسفیان کون ہے؟ وہی جو بدر، احد اور خندق وغیرہ کا سرغنہ تھا۔

جس نے ہزاروں مسلمانوں کو تہ تیغ کردیا، جس نے بار بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فیصلہ کیا، جو ہر قدم پر اسلام اور مسلمانوں کا سخت ترین دشمن ثابت ہوا۔

لیکن جب وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپؐ کے پاس آتا ہے تو گویا اس کا جرم اس سے کہتا ہے کہ ڈرو مت، یہ ڈر کا مقام نہیں محمد انتقام کے جذبہ سے بالاتر ہے۔

پھر آپؐ نے اسے نہ صرف معاف کردیا بلکہ یہ بھی فرمادیا من دخل دار ابی سفیان فھو امن ''جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اسے بھی امن ہے''

ابوسفیان کی بیوی ہندہ جس نے معرکۂ احد میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گا گا کر قریش کے سپاہیوں کا دل بڑھایا تھا، جس نے آپؐ کے سب سے محبوب چچا اور اسلام کے جانباز سپاہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ساتھ بے ادبی کی تھی، ان کے سینے کو چاک کیا تھا، ان کے ناک کان کاٹ کر ہار بنایا تھا، ان کے کلیجہ کو چبانے کی کوشش کی تھی، وہ فتح مکہ کے دن نقاب پوش ہو کر سامنے آتی ہے اور یہاں بھی گستاخی سے باز نہیں آتی۔ لیکن آپؐ پھر بھی تعرض نہیں فرماتے اور نہ یہ پوچھتے ہیں کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟

عفو ودرگذر کی اس معجزانہ مثال کو دیکھ کر وہ پکار اٹھتی ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے محمد! آج سے تمہارے خیمہ سے زیادہ مجھے کسی خیمہ سے نفرت نہیں تھی، لیکن آج تمہارے خیمہ سے زیادہ کسی کا خیمہ مجھے محبوب نہیں ہے''

ہبار ابن الاسود، وہ شخص ہے جو ایک حیثیت سے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا قاتل ہے، اور کئی ایک شرارتوں کا مرتکب ہو چکا ہے، فتح مکہ کے موقع پر وہ چاہتا ہے کہ یہاں سے بھاگ جائے اور ایران میں پناہ لے لے، لیکن کچھ سوچ کر سیدھا درِ دولت پر حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے:

''یارسول اللہ! میں بھاگ کر ایران جانا چاہتا تھا، پھر مجھے آپؐ کے رحم و کرم اور عفو و حلم کی یاد آئی اس لئے میں حاضر ہوں، میرے جرائم کی جو اطلاعات آپ تک پہنچی ہیں وہ سب درست ہیں''

اتنا سنتے ہی رحمۃ اللعالمین کی رحمت کا دروازہ کھل گیا اور دوست و دشمن کی تمیز اٹھ گئی۔

ایک بار آپ خیبر تشریف لے گئے وہ خیبر جو یہودیوں کی قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا، ایک یہودیہ نے آپ کو کھانے کی دعوت دی، آپؐ نے بلا پس و پیش منظور فرمایا، کھانے میں اس نے جو گوشت پیش کیا وہ زہر آلود تھا، گوشت کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہی آپ کو پتہ چل گیا، یہودیہ بلائی گئی، اس نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا، لیکن رحمت عالم کے دربار سے اسے کوئی سزا نہیں ملی، حالانکہ اس زہر کا اثر آپ کو اس کے بعد عمر بھر محسوس ہوتا رہا۔

یہ کردار اس شخصیت کا تھا جو دعائے خلیل کا مظہر تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کے وقت اللہ رب العالمین سے دعا کی تھی:

ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم ايتك ويعلمهم الكتب والحكمة ويزكيهم. انك انت العزيز الحكيم. ''اے ہمارے پروردگار! تو ان ہی میں سے ایک رسول بھیج جو تیری آیتیں پڑھ کر انہیں سنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں شرک سے پاک کرے، بیشک تو زبردست حکمت والا ہے''

خلیل اللہ کی دعا قبول ہوئی، ان ہی میں سے ایک مزکی، حکیم، معلم اور مبلغ پیدا ہوا جس نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو اس وقت پڑھ کر سنایا جب اس کے پاؤں مبارک سے خون کا فوارہ جاری تھا، اور جب اس کے پیارے چچا کا کلیجہ چبایا گیا تب بھی وہ برابر اللہ کی آیات سناتا رہا۔

اس وقت جب کہ عرب کا ہر فرد اس کا دشمن تھا، اس نے ٹوٹے بوریے پر بیٹھ کر اللہ کی آیات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو سنائیں اور جب سارا عرب اس کے قبضے میں آ گیا اور تمام دنیا نے اس کی قوت تسلیم کر لیا اس وقت بھی آیات ربانی اس کی زبان فیض ترجمان پر تھیں۔

اس نے اس خوبی کے ساتھ کتاب و حکمت کے گر بتائے، اور اخلاق کریمانہ کا وہ عدیم المثال نمونہ دکھایا کہ عرب کے شتربان جہاں بان ہو گئے، وہ جنہوں نے کھجوروں کے سایہ میں پرورش پائی تھی جب بادشاہوں کے پرشکوہ ایوانوں میں پہنچے تو ان کی سادگی نے جلال و جبروت کی گردن میں خم پیدا کر دیا، وہ جب مکہ میں پیدا ہوا تو خانۂ کعبہ اصنام و تماثیل سے پٹا پڑا تھا اور عرب کا ایک ایک چپہ صنم کدہ بنا ہوا تھا، مگر جب اس نے اس دنیا کو چھوڑا تو اس وقت عرب کی سرزمین بتوں کی آلائش سے پاک و صاف ہو چکی تھی۔

جس کے بارے میں شاعر نے بالکل صحیح کہا ہے ؎

در فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

وہ کون تھا؟ دعائے خلیل؟ نوید مسیحا؟ اس کا میں نام بتا دوں لیکن ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

مگر کیا کروں، اس کا نام لئے بغیر بھی نہیں رہا جاتا، اس مقدس ترین انسان کا نام نامی ''محمدؐ'' تھا۔ اور قرآن نے اس کو رحمة للعالمین کہہ کر پکارا۔

اللهم صل وسلم وبارک علیه

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

ذکرِ الٰہی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم......امابعد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاایھا الذین آمنوا لاتلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکراللہ. ومن یفعل ذٰلک فاولٰئک ھم الخسرون.

حضرات! اگر ہم میں سے کسی آدمی سے سوال کیا جائے کہ کیا دنیا میں کوئی انسان، کوئی مشین یا کمپیوٹر ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام احسانات اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو گن سکے؟

تو جواب یہی ملے گا کہ ہرگز نہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ان گنت، بے شمار اور لامحدود ہیں،

اور یہی اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے:

وان تعدوا نعمة اللہ لاتحصوھا ''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز نہیں گن سکو گے''

اللہ رب العالمین کی نعمتوں کو دیکھنا ہو تو دور مت جائیے، اپنے ہاتھ میں دودھ سے بھرا ہوا گلاس لے لیجئے، پھر سوچئے یہ کہاں سے آیا؟ اس کو کس نے پیدا کیا؟ یہ جس جانور کے پیٹ سے نکلا ہے اس کی رنگت تو سیاہ ہے، اس کا فضلہ بدبودار ہے، اس کا خون سرخ ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے دودھ کو اتنا خالص کردیا کہ اس میں نہ جانور کی سیاہی کی رنگت شامل ہوئی، نہ اس کے فضلے کی بدبو، اور نہ اس کے خون کی سرخی۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ کتنا زبردست احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا، وہ چاہتا تو ہمیں بھیڑ، بکری، بندر، کتا یا کوئی دوسرا جانور بنادیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک انسان جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے،......اور ہم لوگ بھی ایک دن اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے تو زندگی گزارنے کے لئے اسے جن جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام چیزیں لے کر پیدا ہوتا ہے، یعنی پورے طور پر مسلح ہو کر اس دنیا میں آتا ہے، وہ دیکھنے کے لئے آنکھیں لاتا ہے، بولنے کے لئے زبان، سوچنے سمجھنے کے لئے دماغ، کام کرنے کے لئے ہاتھ، اور چلنے کے لئے پاؤں لے کر پیدا ہوتا ہے، یہی نہیں، بلکہ جب وہ اس دھرتی پر قدم رکھتا ہے تو اس کی غذا کے لئے اس کی ماں کی چھاتی میں دودھ پہلے ہی سے موجود رہتا ہے، اس کے رہنے بسنے کے لئے یہ زمین پہلے ہی سے قائم رہتی ہے، اس کی پیاس بجھانے کے لئے پانی پہلے ہی سے موجود رہتا ہے، اسے روشنی دینے کے لئے سورج پہلے ہی سے چمک رہا ہوتا ہے، اسے آکسیجن دینے کے لئے ہوائیں پہلے ہی چل رہی ہوتی ہے، اور یہ تمام نعمتیں بچے کے والدین کسی بازار سے خرید کر نہیں لاتے بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جو تخلیق کے مختلف مدارج سے گذار کر ہمیں موجودہ حالات پر لایا ہے، پہلے ہم ماں باپ کی صلب میں الگ الگ نطفوں کی شکل میں تھے، پھر اللہ کی قدرت ہی سے یہ دونوں ملے اور استقرار حمل ہوا، پھر نو مہینے تک ماں کے پیٹ میں بتدریج نشوونما دے کر پوری انسانی شکل دی گئی، اور ہمارے لئے وہ تمام قوتیں عطا کی گئیں جو انسان کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے دنیا میں درکار تھیں۔

پھر ایک زندہ بچے کی صورت میں ہم بطن مادر سے باہر آئے، اور ہر آن ہمیں ایک حالت سے دوسری حالت تک ترقی دی جاتی رہی یہاں تک کہ جوانی کی عمر تک پہنچے۔

ان تمام مراحل سے گذرتے ہوئے ہم پوری طرح اللہ ہی کے بس میں تھے وہ چاہتا تو استقرار حمل ہی نہ ہونے دیتا، وہ چاہتا تو ہمیں اندھا، بہرا، گونگا، اپاہج بنا دیتا یا ہماری عقل میں کوئی فتور پیدا کر دیتا، وہ چاہتا تو ہم زندہ بچے کی صورت میں پیدا ہی نہ ہوتے،

اور سب کچھ ہونے کے بعد بھی وہ ہمیں ہر وقت ہلاک کر سکتا تھا، اور اس کے ایک اشارے پر ہم کسی حادثے کا شکار ہو سکتے تھے۔

کیا اللہ تعالیٰ کے یہ احسانات درگذر کرنے کے لائق ہیں؟

پوری کائنات ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہمیں اللہ کے احسانات اور اس کی نعمتوں کی یاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلا رہی ہے۔

کیا ہمیں یہ زمین نظر نہیں آتی جسے اس نے ہمارے لئے فرش بنا رکھا ہے؟

کیا یہ بلند و بالا پہاڑ ہمیں نظر نہیں آتے جن کو اس نے زمین میں گاڑ رکھا ہے؟

کیا ہم اپنے آپ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح اس نے ہمیں مردوں اور عورتوں کے جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا ہے؟

کیا ہم اس نیند کو نہیں محسوس کرتے جسے اس نے ہمارے آرام کے لئے بنایا ہے؟

کیا ہم رات اور دن کی آمد و رفت کو نہیں دیکھتے جسے ٹھیک ہماری ضرورت کے مطابق وہ باقاعدگی کے ساتھ مسلسل جاری رکھے ہوئے ہے؟

کیا اپنے اوپر آسمان کے بندھے ہوئے نظام ہمیں دکھائی نہیں دیتے؟

کیا سورج ہمیں نظر نہیں آتا جس کی بدولت ہمیں روشنی اور حرارت مل رہی ہے؟

کیا ہم ان بارشوں کو نہیں دیکھتے جو بادلوں سے برس رہی ہیں اور ان کے ذریعہ غلے، سبزیاں اور گھنے باغ اگ رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ نبا میں ارشاد فرمایا ہے۔

الم نجعل الارض مهٰدا. والجبال اوتادا. وخلقنكم ازواجا. وجعلنا نومكم سباتا. وجعلنا الليل لباسا. وجعلنا النهار معاشا. وبنينا فوقكم سبعا شدادا. وجعلنا سراجا وهاجا. وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا. لنخرج به حبا ونباتا. وجنت الفافا.

''کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا، اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا، اور تمہیں جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا، اور تمہاری نیند کو باعث سکون بنایا، اور رات کو پردہ پوش اور دن کو معاش کا وقت بنایا، اور تمہارے اوپر سات آسمان قائم کئے، اور نہایت روشن اور گرم چراغ پیدا کیا، اور بادلوں سے لگاتار بارش برسائی تاکہ اس کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گھنے باغ اگائیں''

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تفصیل سے بتاتا ہے کہ ہم نے فرش زمین کو تمہارے لئے ایک پرسکون اور آرام دہ قیام گاہ بنایا ہے،

پہاڑوں کو زمین پر میخوں کی طرح اس طرح گاڑ دیا ہے کہ زمین اپنی جگہ سے ہل نہ سکے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں تمہارے ٹھہرنے، قیام کرنے میں کوئی دشواری اور رکاوٹ نہ پیدا ہو سکے،

رات کو اس غرض سے تاریک بنا دیا کہ اس میں تم روشنی سے محفوظ رہ کر نہایت آسانی کے ساتھ سکون کی نیند لے سکو، اور دن کو اس مقصد سے بنایا کہ تم آسانی کے ساتھ اپنی روزیاں ڈھونڈھ سکو۔

کسی نے سچ کہا ہے ۔

اندھیری رات پیدا کی تمہاری پردہ پوشی کو چمکتا دن بنایا ہے کہ اپنی روزیاں ڈھونڈو

کیا ہم نے کبھی سوچا کہ، اگر ہم اللہ کی بنائی ہوئی زمین پر رہیں بسیں، اس کے بنائے ہوئے سورج سے روشنی حاصل کریں، اس کی چلائی ہوئی ہوا سے آکسیجن پائیں، اس کے دیئے ہوئے پانی سے اپنی پیاس بجھائیں، اس کی دی ہوئی آنکھوں سے دیکھیں، اس کے دیئے ہوئے کانوں سے سنیں، اس کی بنائی ہوئی زبان سے بولیں، اس کے عطا کئے ہوئے ہاتھوں اور پاؤں سے چلیں اور کام کریں، اور اس کی نعمتوں اور اس کے احسانات سے فائدہ اٹھائیں،

اور ہماری زبان اور ہمارا دل اس محسن حقیقی کی یاد سے غافل رہے تو یہ کتنی بڑی ناشکری اور بدتمیزی کی بات ہوگی؟

اور ذکر الٰہی یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد، میری اس تقریر کا موضوع ہے۔

سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ ذکر الٰہی اپنے وسیع معنی کے لحاظ سے نماز، تلاوت قرآن اور دعا و استغفار وغیرہ سب کو شامل ہے، اور یہ سب اس کی خاص خاص شکلیں ہیں۔

لیکن مخصوص عرف و اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تحمید، اس کی تسبیح و تقدیس، توحید و تمجید، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کی صفات کمال کے بیان اور دھیان کو ''ذکر الٰہی'' کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ذکر الٰہی کی عظمت اور اہمیت اور اس کی برکات و فیوض پر بڑی بصیرت افروز اور روح پرور روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً

سورۂ منافقون میں ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

یـاایھـا الـذین امنوا لاتلھکم اموالکم و لا اولادکم عن ذکر اللہ۔ ومن یفعل ذلک فـاولـئک ھم الخسرون. ''اے ایمان والو! تمہاری دولت اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ اس غفلت میں مبتلا ہوں گے وہ بڑے گھاٹے اور نقصان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں رہیں گے''

اس آیت میں اس نکتہ کو بتایا گیا ہے کہ جو لوگ دنیا کی بہاروں، اس کی آسائشوں اور لذتوں میں منہمک اور مست ہو کر اللہ کی یاد سے غافل ہو جائیں، ناکامی اور بربادی ان کا مقدر بن جائے گی۔

سورۂ جمعہ میں بتایا گیا ہے کہ فلاح و کامرانی کثرت کے ساتھ اللہ کے ذکر سے وابستہ ہے۔ ارشاد ہوا:

واذکروا اللّٰہ کثیرا لعلکم تفلحون ''اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو، پھر تم فلاح وکامیابی کی امید کر سکتے ہو''

قرآن مجید کی بہت سے آیات میں ذکر کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ذکر کے صلے میں ان کے ساتھ رحمت و مغفرت کا خاص معاملہ کیا جائے گا اور انہیں اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔

چنانچہ سورۂ احزاب میں ایمان والے بندے اور بندیوں کے چند دوسرے ایمانی اوصاف بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوا ہے:

والذاکرین اللّٰہ کثیرا والذٰکرات. اعد اللّٰہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما.

''......اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے اس کے بندے اور اس کی بندیاں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تیار کر رکھی ہے خاص بخشش اور عظیم ثواب''

سورۂ احزاب میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے:

یآیھا الذین آمنو اذکرو اللّٰہ ذکراً کثیراً وسبحوہ بکرۃً واصیلًا ''اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو، اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو،

سورۂ بقرہ میں یوں ارشاد ہوا ہے:

فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولاتکفرون. ''میرے بندو! تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا احسان مانو اور ناشکری نہ کرو''

سبحان اللہ! بندے کی اس سے بڑی سعادت وکامیابی کیا ہو سکتی ہے کہ پوری کائنات کا خالق و مالک اسے یاد کرے اور یاد رکھے۔

سورۂ عنکبوت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کے ذکر کو ہر چیز کے مقابلے میں عظمت و فوقیت حاصل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اس کائنات میں وہ ہر چیز سے بالاتر اور بزرگ ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

ولذکر اللّٰہ اکبر ''اور یقین رکھو کہ اللہ کا ذکر ہر چیز سے بزرگ و برتر ہے''

سورۂ بقرہ میں ایام حج کے متعلق ارشاد ہوا ہے:

فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللّٰہ کذکرکم آبائکم او اشد ذکرا. ''پھر جب تم اپنے مناسک ادا کر کے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو جیسے کہ تم فخر کے طور پر اپنے باپ داداؤں کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ اللہ کا ذکر کرو''

ایام جاہلیت میں اہل عرب جب حج سے فارغ ہو جاتے تو میدان منیٰ میں اپنے جلسے کرتے تھے، ان جلسوں میں خصوصیت کے ساتھ اپنے باپ دادا کے کارنامے بڑے فخر کے ساتھ بیان کرتے تھے اور اپنی بڑائی اور تفوق کی ڈینگیں مارا کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اب ان بے جا رسوم اور جاہلانہ باتوں سے بالکلیہ باز آ جاؤ، تمہارا وہ وقت جو فضولیات اور بے جا فخر کے اظہار میں گذرتا تھا، اب اسے اللہ کی یاد اور اس کے ذکر میں صرف کرو۔

اسی سورۃ میں آگے چل کر پھر ارشاد ہوتا ہے:

واذکروا اللّٰہ فی ایام معدودٰت. فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ. ومن تاخر فلا اثم علیہ. لمن اتقی. ''یہ گنتی کے چند روز ہیں جو تمہیں اللہ کی یاد میں صرف کرنے چاہئیں۔ پھر جو کوئی جلدی کر کے دو ہی دنوں میں واپس ہو گیا تو کوئی حرج نہیں، اور جو شخص کچھ دیر ٹھہر کر پلٹا تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ یہ دن اس نے تقویٰ کے ساتھ بسر کئے ہوں''

قرآن مجید کی بعض آیات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب اس عنوان سے دی گئی ہے کہ دانش مند اور صاحب بصیرت بندے وہی ہیں جو اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے، جس کا لازمی مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ اس سے غافل ہوں وہ عقل و بصیرت سے محروم ہیں۔

مثلاً سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنہار لاٰیٰت لاولی الالباب. الذین یذکرون اللّٰہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبہم ''یقیناً زمین و آسمان کی تخلیق میں اور رات دن کی تبدیلیوں میں جو کھلی نشانیاں ہیں، ان ارباب دانش کے لئے جو کھڑے، بیٹھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور لیٹنے کی حالت میں بھی اللہ کی یاد کرتے ہیں''

بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اونچے سے اونچے اعمال صالحہ کا مقصد اور ان کی روح اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

مثلاً نماز کے بارے میں سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوا ہے:

اقم الصلوٰۃ لذکری ''میری یاد کے لئے نماز قائم کرو''

یہ حقیقت ہے کہ نماز اللہ کے ذکر کا سب سے کامل، سب سے معتبر، سب سے بہترین اور سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ ہے۔

سورۂ انفال میں جہاد کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

یآیھا الذین آمنو اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکرو اللّٰہ کثیرا لعلکم تفلحون.

''اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کرو، تاکہ تم فلاح پاسکو''

سورۂ احزاب کی آیت ہے:

یٰایھا الذین اٰمنو اذکرو اللّٰہ ذکراً کثیراً. وسبحوہ بکرۃً واصیلا. ''اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو، اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرو''

اسی سورۃ میں ارشاد ہوا ہے:

واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ ''اور اپنے رب کا ذکر کرو اپنے جی میں.....یعنی دل.....گڑگڑا کر اور خوف کی کیفیت کے ساتھ،،

سورۂ نساء کی آیت ہے:

فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکر اللّٰہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم. ''جب تم نماز پوری کر چکو تو اللہ کی یاد میں لگ جاؤ کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی،،

اسی سورۃ میں منافقین کے طرزِ عمل کا بیان ہوا ہے:

واذا قاموا الیٰ الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یراء ون الناس ولایذکرون اللّٰہ الا قلیلا.

''جب یہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی اور سستی سے کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو اپنا نمازی ہونا دکھلاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر یوں ہی تھوڑا سا،،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۂ مائدہ میں متنبہ کیا گیا ہے:

انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللّٰہ وعن الصلوٰۃ. فھل انتم منتھون. ''شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تم میں آپس میں بغض وعداوت پیدا کردے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے، پس کیا تم باز آ جاؤ گے،،

سورۂ انعام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

ولاتطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ. ''اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ مت کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں''

مومنین کاملین کے بارے میں سورۂ انفال میں بتایا گیا:

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم آیتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون ''ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، اور جب ان پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر پورا بھروسہ کرتے ہیں''

سورۂ کہف میں ارشاد ہوا ہے:

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ولاتعد عینک عنھم. ترید زینۃ الحیوٰۃ الدنیا. ولاتطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھوٰہ وکان امرہ فرطاً. ''تم اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کا پابند رکھا کرو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں محض اس کی رضا جوئی کے لئے، اور محض دنیا کی رونق کے خیال سے تمہاری توجہ یعنی نظر ان سے ہٹنے نہ پائے اور ایسے شخص کا کہنا مت مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا تابع ہے اور وہ حد سے بڑھ چکا ہے،،

سورۂ حج کی آیت ہے:

وبشر المخبتین. الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم ''اور تم جنت کی خوش خبری سنا دو ایسے خشوع کرنے والوں کو جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کامل ایمان والوں کے متعلق سورۂ نور میں یوں ارشاد ہوا ہے۔

رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ ''وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو اللہ کے ذکر سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے نہ فروخت''

سورۂ احزاب میں فرمایا گیا ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللّٰہ والیوم الآخر وذکر اللّٰہ کثیراً ''بے شک تم لوگوں کے لئے رسول اللہ کی زندگی میں کامل نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور یوم آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو''

سورۂ زمر میں ذکر الٰہی سے غفلت کرنے والوں کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

فویل للقسیۃ قلوبھم من ذکر اللّٰہ. اولئک فی ضلل مبین. ''پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے، یہ لوگ تو کھلی گمراہی میں ہیں''

اسی سورۃ میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے:

اللّٰہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم . ثم تلین جلودھم وقلوبھم الیٰ ذکر اللّٰہ. ذٰلک ھدی اللّٰہ یھدی بہ من یشاء . ''اللہ نے بہت عمدہ کلام یعنی قرآن مجید نازل فرمایا یہ ایسی کتاب ہے جو باہم ملتی جلتی ہے، بار بار دہرائی گئی جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کو چاہتا ہے اس کے ذریعہ ہدایت فرما دیتا ہے''

سورۃ اعلیٰ میں بشارت دی گئی ہے:

قد افلح من تزکی. وذکر اسم ربہ فصلیٰ. ''بیشک بامراد ہو گیا وہ شخص جو برے اخلاق سے پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز ادا کرتا رہا''

سورۂ دہر میں یوں ارشاد ہوا ہے۔

واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا. ومن الیل فاسجد لہ وسبحہ لیلاً طویلاً. ان ھٰؤلاء یحبون العاجلۃ ویذرون وراء ھم یوماً ثقیلاً. ''اور صبح وشام اپنے رب کا ذکر کیا کرو اور کسی قدر رات کے حصے میں بھی اسے سجدہ کیا کرو اور رات کے بڑے حصہ میں اس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسبیح بیان کرو، یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور ایک بھاری دن یعنی قیامت کو بھلا بیٹھے ہیں۔"

سورۂ مزمل میں بھی آپ کو حکم دیا گیا ہے:

واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا. "اور اپنے رب کا نام لیتے رہو اور سب سے کٹ کر اسی کی طرف متوجہ رہو"

سورۂ جن میں ذکر الٰہی سے غفلت کرنے والوں کے لئے یہ وعید آئی ہے:

ومن یعرض عن ذکر ربہ یسلکہ عذابا صعدا. "جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں داخل کرے گا"

سورۂ سجدہ کی آیت ہے:

تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا ومما رزقنٰھم ینفقون. فلاتعلم نفس مااخفی لھم من قرۃ اعین. جزاء بما کانو یعملون. "ان کے پہلو خواب گاہوں سے الگ رہتے ہیں اس طرح پر کہ عذاب کے ڈر سے اور رحمت کی امید سے وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں، پس کسی کو خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانۂ غیب میں محفوظ ہے، جو بدلہ ہے ان اعمال کا"

سورۂ زخرف میں بتایا گیا ہے:

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطٰنا فھو لہ قرین. "جو شخص رحمٰن کے ذکر سے جان بوجھ کر اندھا ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پس وہ ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے"

سورۂ حدید کی آیت ہے:

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ "کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے واسطے جھک جائیں"

سورۂ مجادلہ میں منافقین کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

استحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللّٰہ. اولٰئک حزب الشیطٰن. الا ان حزب الشیطٰن ھم الخسرون. "ان پر شیطان کا تسلط ہو گیا ہے پس اس نے ان کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا ہے، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں، خوب سمجھ لو کہ یہ بات محقق ہے کہ شیطان کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گروہ خسارہ والا ہے"

ذکر الٰہی سکون واطمینان کا ایک موثر ذریعہ ہے،

سکون واطمینان ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔

ایک انسان کے لئے جس طرح غذا، پانی، مکان، لباس وغیرہ ضروری ہیں اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اسے دنیا میں سکون واطمینان سے زندہ رہنے کا موقع ملے۔

کوئی شخص نان شبینہ کا محتاج ہو، زر وجواہرات اور زمین وجائداد سے محروم ہو، وہ اس آسمان کے نیچے لیٹ کر اپنی راتیں گذارنے پر مجبور ہو، لیکن سکون کی دولت سے مالا مال ہو، تو ایسا شخص انتہائی خوش نصیب انسان ہے۔

البتہ کسی آدمی کو دنیا کی تمام نعمتیں میسر ہوں، مثلاً اس کے پاس دولت کی تجوریاں ہوں، عمدہ کوٹھیاں ہوں، شاہانہ لباس ہوں، قیمتی دستر خوان ہوں، نوکروں کی فوج ہو، اور جاہ واقتدار ہو، لیکن اس کا دل سکون واطمینان کی دولت سے محروم ہو تو ایسے شخص کی زندگی ایک عذاب سے کم نہیں ہے۔

ایک شاعر نے بڑے پتے کی بات کہی ہے ؎

یہ مال یہ دولت یہ امیری یہ وقار ۔۔۔ یہ ساز یہ بربط یہ مغنی یہ بہار
حاصل ہے سکون دل تو ہر شے پیاری ۔۔۔ غارت ہے سکون دل تو ہر شے بیکار

اللہ تعالیٰ ذکر الٰہی کے بارے میں فرماتا ہے:

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب "جان لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو چین اور سکون ملتا ہے"

اب ذکر الٰہی کی عظمت اور برکات کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنئے، ویسے اللہ کے ذکر کے بارے میں اگر کوئی آیت یا حدیث نبوی نہ بھی وارد ہوتی تب بھی اس منعم حقیقی کا ذکر ایسا تھا کہ بندہ کو کسی آن بھی اس سے غافل نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اس ذات پاک کے انعامات اور احسانات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کی نہ تو کوئی انتہا ہے نہ مثال۔

ایسے منعم حقیقی کا ذکر، اس کی یاد، اس کا شکر، اور اس کی احسان مندی ایک فطری چیز ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ جب قرآن وحدیث اس پاک ذکر کی ترغیب وتحریص سے بھرے ہوئے ہوں تو پھر کیا پوچھنا، اس پاک ذکر کی برکات کا، اور کیا ٹھکانہ ہے اس کے انوار کا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کچھ فرشتے ایسے ہیں کہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کو راستوں میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں، پھر جب کسی جماعت کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو دوسرے فرشتوں کو بھی بلاتے ہیں کہ جلدی آؤ، پھر وہ فرشتے اپنے پروں سے اس جماعت کو ڈھانک لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں بیان کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ ان سے پوچھتا ہے...... حالانکہ وہ خوب جانتا ہے...... کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ تیری بڑائی بیان کر رہے ہیں،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا میرے بندوں نے مجھے دیکھا ہے؟

فرشتے عرض کرتے ہیں: واللہ نہیں دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، بھلا وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟

فرشتے عرض کرتے ہیں تب تو وہ تیری بزرگی اور پاکی بیان کرنے میں اور زیادہ کوشش کریں گے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کیا میرے بندے مجھ سے کچھ مانگتے ہیں؟

وہ عرض کرتے ہیں کہ جنت مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟

فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ بھلا اگر اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟

فرشتے عرض کرتے ہیں، تب تو ان کی طلب اور رغبت میں اور اضافہ ہوگا، اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے، میرے بندے بھلا کسی چیز سے پناہ بھی مانگتے ہیں، وہ جواب دیتے ہیں کہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟

فرشتے عرض کرتے ہیں، واللہ نہیں دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ اگر وہ اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟

فرشتے عرض کرتے ہیں، تب تو ان کا ڈر اور زیادہ بڑھ جائے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، فرشتو! تم گواہ رہو میں نے ان سب کو بخش دیا، ایک فرشتہ عرض کرتا ہے، یا اللہ! اس مجلس میں ایک شخص ایسا ہے جو کسی دوسرے کام سے جا رہا تھا اور اس میں آ کر بیٹھ گیا، اللہ تعالیٰ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتا ہے کہ میرا ذکر کرنے والے بندے ایسے ہیں کہ ان کے درمیان بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا"

بخاری ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اس کی مثال جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا زندہ اور مردہ جیسی ہے، ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے"

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب بھی اور جہاں بھی بیٹھ کر کچھ بندگان خدا اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر فرشتے ہر طرف سے ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی ان پر چھا جاتی ہے اور ان کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے اور ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ مقربین میں ان کا ذکر فرماتا ہے"

مسلم ہی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے اصحاب کے ایک حلقہ کے پاس پہنچے، آپؐ نے ان سے پوچھا: آپ لوگ یہاں کیوں جڑے بیٹھے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ہم اللہ کی یاد کر رہے ہیں: آپؐ نے فرمایا: کیا قسم اللہ کی تم لوگ اسی لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: قسم اللہ تعالیٰ کی ہم صرف اسی لئے بیٹھے ہیں اور یہی کر رہے ہیں، آپؐ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہو کہ میں نے تمھارے ساتھ کسی قسم کی بدگمانی کی بنا پر تم سے قسم نہیں لی ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی جبریل امینؑ میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فخر کے ساتھ فرشتوں میں تم لوگوں کا ذکر فرما رہا ہے۔

بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

جس وقت میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں تو اس وقت میں اپنے اس بندے کے ساتھ ہوں"

بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میرا معاملہ بندے کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے، اور میں اس کے بالکل ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے جی میں اس طرح یاد کرے کہ کسی اور کو خبر بھی نہ ہو تو میں بھی اس کو اسی طرح یاد کروں گا۔ اور اگر وہ دوسرے لوگوں کے سامنے مجھے یاد کرے تو میں اس سے بہتر بندوں کی جماعت میں اس کا ذکر کروں گا''

مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں جمدان نامی پہاڑ پر سے گذر ہوا، تو آپؐ نے فرمایا: یہ پہاڑ جمدان ہے مفرّدون سبقت لے گئے، عرض کیا گیا مفرّدون کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا زیادہ ذکر کرنے والے بندے اور بندیاں''

ترمذی میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

''رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ! بندوں میں کون سب سے زیادہ افضل ہے؟ اور قیامت میں کس کو اللہ کے ہاں زیادہ بلند درجہ ملنے والا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کو زیادہ یاد کرنے والے بندے اور بندیاں، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا ان لوگوں کا درجہ اس بندے سے اونچا ہے جو سربکف ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرے؟ آپؐ نے فرمایا:۔ اگر کسی بندہ نے اس طرح جہاد میں جانبازی کی کہ دشمنانِ حق کی صفوں میں گھس کر تلوار چلائی یہاں تک کہ اس کی تلوار ٹوٹ گئی اور دشمنوں کے ہاتھوں سے زخمی ہو کر خون میں شرابور ہو گیا، تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا بندہ درجہ میں اس سے افضل ہے''

اسی طرح کا مضمون بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز کی صفائی کے لیے صیقل ہے اور قلوب کی صیقل...... یعنی ان کی صفائی کا خاص مسالہ...... اللہ کا ذکر ہے، اور اللہ کے عذاب سے بچانے اور نجات دلانے میں اللہ کا ذکر جس قدر مؤثر ہے اتنی کوئی دوسری چیز مؤثر نہیں، لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں وہ جہاد بھی عذابِ خداوندی سے نجات دلانے میں ذکر کے برابر مؤثر نہیں جس کا کرنے والا ایسی جانبازی سے جہاد کرے کہ تلوار چلاتے چلاتے اس کی تلوار بھی ٹوٹ جائے''

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن بسر سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ایک اعرابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! انسانوں میں کون بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ لوگ جن کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں، پھر انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ اعمال میں کون اچھا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تم دنیا کو خیر باد کہو اور اس وقت تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو''

اسی طرح کا ایک واقعہ ترمذی ہی میں آیا ہے جس کے راوی بھی حضرت بسر ہی ہیں وہ کہتے ہیں:

''ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ نیکی اور ثواب کے کام بہت ہیں، اور یہ بات میری طاقت سے باہر ہے کہ میں ان سب کو بجالاؤں، لہذا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتادیجئے جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں اور اس پر کاربند ہو جاؤں، اسی کے ساتھ یہ بھی عرض ہے کہ جو کچھ آپ بتائیں وہ بہت زیادہ بھی نہ ہو کیونکہ خطرہ ہے کہ میں اسے یاد بھی نہ رکھ سکوں؟ آپؐ نے فرمایا: بس اس کا اہتمام کرو اور اس کی عادت ڈالو کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے''

ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کہیں بیٹھا اور اس نشست میں اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا تو یہ نشست اس کے لئے بڑی حسرت اور خسران کا باعث ہوگی۔ اور اسی طرح جو شخص کہیں لیٹا اور اس میں اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا تو یہ لیٹنا اس کے لئے تباہی اور خسران کا باعث ہوگا''

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کیا کرو اس سے دل میں قساوت......یعنی سختی اور بے حسی...... پیدا ہوتی ہے، اور لوگوں میں وہ شخص اللہ سے دور ہے جس کے قلب میں قساوت ہو''

بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سات قسم کے آدمی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے گا قیامت کے اس دن میں جس دن کہ اس کے سایۂ رحمت کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا''

ایک عدل وانصاف سے حکمرانی کرنے والا فرمانروا، دوسرا وہ جوان جس کی جوانی اللہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت میں گذرے، تیسرا وہ مردِ مومن جس کا حال یہ ہے کہ مسجد سے باہر جانے کے بعد بھی اس کا دل مسجد ہی میں انکا رہتا ہے جب تک کہ پھر مسجد میں نہ آجائے، چوتھے وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ کے لئے باہم محبت کی، اسی پر جڑے رہے اور اسی پر الگ ہوئے، پانچواں خدا کا وہ بندہ جس نے اللہ کو تنہائی میں یاد کیا تو اس کے آنسو بہ پڑے، چھٹا وہ مرد خدا جسے کسی ایسی خوب صورت عورت نے حرام کی دعوت دی جو خوبصورت بھی ہے اور صاحب وجاہت وعزت بھی، تو اس بندے نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں،

اور ساتواں وہ شخص جس نے اللہ کی راہ میں صدقہ کیا اور اس طرح چھپا کر کیا کہ گویا اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں کہ اس کا داہنا ہاتھ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کر رہا ہے اور کس کو دے رہا ہے"

کلمات ذکر

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ذکر کی ترغیب دی ہے اور تاکید فرمائی ہے:

اسی طرح اس کے خاص کلمات بھی تلقین فرمائے ہیں، اور یہ اس لئے کہ اگر اس طرح کی تفصیل نہ بتائی جاتی تو اس بات کا امکان تھا کہ علم ومعرفت کی کمی کی وجہ سے بہت سے لوگ اللہ کا ذکر اس طرح کرتے جو اس کے شایان شان نہ ہوتا، یا جس سے بجائے حمد وثنا کے نعوذ باللہ اس کی تنقیص ہوتی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کلمات ذکر تلقین فرمائے ہیں وہ معنوی لحاظ سے کئی قسم کے ہیں، مثلاً یا تو ان میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ اور تقدیس ہے، یعنی ان کا مدعا اور مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس بات سے منزہ اور پاک ہے جس میں عیب اور نقص کا شائبہ بھی ہو، جیسے سبحان اللّٰہ کا مفہوم اور مدعا یہی ہے،

یا ان میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے، یعنی ان کا مفہوم اور مدعا یہ ہے کہ ساری خوبیاں اور تمام کمالی صفات اللہ تعالیٰ ہی میں ہیں اسی لئے وہی حمد کا سزاوار ہے، الحمد للّٰہ کی یہی خصوصیت ہے،

یا ان میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور شان یکتائی کا بیان ہے، چنانچہ لاالٰہ الا اللّٰہ کی یہی شان ہے،

یا ان میں اللہ تعالیٰ کی اس شان عالی کا اظہار ہے کہ ہم نے اس کے بارے میں منفی اور مثبت طور پر جو کچھ جانا اور سمجھا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی بلند وبالا اور وراء الوراء ہے، اللّٰہ اکبر کا یہی مفہوم ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاان کلمات میں اس حقیقت کا اظہار ہے کہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہی ہے اس کے سوا کسی کے بس میں کچھ نہیں ، لہٰذا وہی اس کا حقدار ہے کہ اس سے مدد مانگی جائے اور اس پر بھروسہ کیا جائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی یہی نوعیت وخصوصیت ہے۔

اب آیئے مختلف کلمات ذکر کے بارے میں دیکھیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کیا ہیں؟

سبحان اللہ والحمدللہ ولاالٰہ الااللہ واللہ اکبر

مسلم شریف میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمام کلموں میں افضل یہ چار کلمے ہیں''سبحان اللہ ''اور''الحمدللہ''اور''لاالٰہ الااللہ''اور''اللہ اکبر''

مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس دنیا کی وہ چیزیں جن پر سورج کی روشنی اور اس کی شعائیں پڑتی ہیں، ان سب چیزوں کے مقابلے میں مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ سبحان اللہ والحمدللہ ولاالٰہ الااللہ واللہ اکبر کہوں''

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ایسے درخت کے پاس سے گذرے جس کے پتے سوکھ چکے تھے، آپؐ نے اس پر اپنا عصائے مبارک مارا تو اس کے سوکھے پتے جھڑ پڑے، پھر آپؐ نے فرمایا: یہ کلمے''سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الااللہ واللہ اکبر''بندے کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح تم نے اس درخت کے پتے جھڑتے دیکھے''

مسلم میں حضرت ابو مالکؓ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''طہارت اور پاکیزگی جزو ایمان ہے اور کلمۂ الحمدللہ میزان اعمال کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ والحمدللہ آسمانوں اور زمین کو بھر دیتے ہیں، اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و برہان ہے اور صبر اجالا ہے اور قرآن یا تو حجت ہے تمہارے حق میں یا حجت ہے تمہارے خلاف، ہر آدمی صبح کرتا ہے پھر وہ اپنی جان کا سوا کرتا ہے پھر یا تو اسے نجات دلا دیتا ہے یا اس کو ہلاک کر دیتا ہے"

اس حدیث پاک میں طہارت اور پاکیزگی کی اہمیت بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کا اجر وثواب اور اس کی فضلیت بیان کی گئی ہے۔

تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنے کا مطلب اپنے اس یقین کا اظہار اور اس لی شہادت ادا کرنا ہوتا ہے کہ اللہ کی مقدس ذات ہر اس بات سے پاک اور برتر ہے جو اس کی شان الوہیت کے مناسب نہ ہو،

اور تحمید یعنی الحمد للہ کہنے کا مطلب اپنے اس یقین کا اظہار اور اس کی شہادت کا ادا کرنا ہوتا ہے کہ سارے کمالات جن کی بنا پر کسی کی حمد وثنا کی جا سکتی ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات میں ہیں اور اس لئے ساری حمد وستائش بس اسی کے لئے ہے۔

یہی تسبیح وحمد اللہ تعالیٰ کی نورانی اور معصوم مخلوق فرشتوں کا خاص وظیفہ ہے، قرآن مجید میں خود فرشتوں کا یہ بیان خود ان ہی کی زبانی نقل کیا گیا ہے" نحن نسبح بحمدک "یعنی اے ہمارے رب! ہم تیری حمد وتسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔

پس بندے کے لئے اس سے بہترین وظیفہ اور اس کی مقدس ترین شکل کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے اور سارے عالم کے خالق و پروردگار کی حمد وتسبیح کرے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی کی ترغیب کے لئے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ایک کلمہ سبحان اللہ میزان عمال کو بھر دیتا ہے اور اس سبحان اللہ کے ساتھ الحمد للہ بھی مل جائے تو ان دونوں کا نور زمین وآسمان کی ساری فضاؤں کو معمور ومنور کر دیتا ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ

بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے روزانہ سو دفعہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا اس کے تمام قصور معاف کر دیئے جائیں گے اگر چہ وہ کثرت میں سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں،

''رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کلاموں میں کون سا کلام افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ کلام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لئے منتخب فرمایا ہے یعنی ''سبحان اللّٰہ وبحمدہ''

بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے پھلکے، میزان عمل میں بہت بھاری اور اللہ مہربان کو بہت پیارے ہیں، وہ ہیں سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم''

مسلم میں حضرت جویریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں:

''رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز نماز فجر پڑھنے کے بعد ان کے پاس سے باہر نکلے، وہ اس وقت اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھیں، پھر آپؐ، دیر کے بعد...... جب چاشت کا وقت آچکا تھا...... واپس تشریف لائے، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اسی طرح بیٹھی اپنے وظیفہ میں مشغول تھیں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: میں جب سے تمہارے پاس سے گیا ہوں کیا تم اس وقت سے برابر اسی حال میں اور اسی طرح پڑھ رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں نے چار کلمے تین دفعہ کہے، اگر وہ تمہارے اس پورے وظیفے کے ساتھ بولے جائیں جو تم نے آج صبح سے پڑھا ہے، تو ان کا وزن بڑھ جائے گا، وہ کلمے یہ ہیں:۔ سبحان اللّٰہ وبحمدہ وعدد خلقہ وزنۃ عرشہ ورضیٰ نفسہ ومداد کلماتہ ''اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد اس کی ساری مخلوقات کی تعداد کے برابر اور اس کے عرش عظیم کے وزن کے برابر، اور اس کی ذات پاک کی رضا کے مطابق اور اس کے کلموں کے مقدار کے مطابق''

لاالٰہ الااللّٰہ

ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افضل الذکر ''لاالٰہ الااللّٰہ'' سب سے افضل ذکر لاالٰہ الااللّٰہ ہے''

یہ کلمہ کلمۂ ایمان بھی ہے، اسی لئے یہ سب پیغمبروں کی تعلیم کا پہلا سبق ہے۔ نیز باطن کی تطہیر اور قلب کو ہر طرف سے موڑ کر اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے میں سب سے زیادہ مؤثر اسی کلمہ کا ذکر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔

اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایمانی کیفیت کو دل میں تروتازہ کرنے اور ترقی دینے کے لئے اس کلمہ کا زیادہ سے زیادہ ورد کرنے کا حکم دیا ہے۔

مثلاً احمد کی روایت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جددو ایمانکم ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔“ اپنے ایمان کی تجدید کیا کرو“

قیل یارسول اللّٰہ کیف تجدد ایماننا ”پوچھا گیا، یارسول اللہ! ہم کس طرح اپنے ایمان کی تجدید کریں؟“

ارشاد ہوا۔ اکثروا من قول لا الٰہ الا اللّٰہ ”لا الٰہ الا اللّٰہ “کا زیادہ سے زیادہ ورد کیا کرو“

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو بندہ دل کے اخلاص کے ساتھ کہے ”لا الٰہ الا اللّٰہ “اس کیلئے لازماً آسمانوں کے دروازے کھل جائیں گے یہاں تک کہ وہ کلمہ عرش الٰہی تک پہنچے گا بشرطیکہ وہ شخص کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے“

معلوم ہوا کہ فرمان رسالت کے مطابق ذکر اللہ کے تمام کلمات کے مقابلے میں اس کلمہ کی ایک مخصوص فضیلت اور اہمیت ہے۔

شرح السنۃ کی حدیث ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کہ اے میرے رب مجھ کو کوئی کلمہ تعلیم فرما جس کے ذریعہ میں تیرا ذکر کروں، یا جس کے ذریعہ تجھے پکاروں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اے موسیٰ! لا الٰہ الا اللّٰہ کہا کرو، انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب! یہ کلمہ تو تیرے سارے بندے کہتے ہیں، میں تو وہ کلمہ چاہتا ہوں جو آپ خصوصیت سے مجھے بتائیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا وہ سب کائنات جس سے آسمانوں کی آبادی ہے اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لا الٰہ الا اللّٰہ دوسرے پلڑے میں تو لا الٰہ الا اللّٰہ کا وزن سب سے زیادہ ہوگا“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاحول ولا قوة الا باللہ

بخاری اور مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مری ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا ادلک علی کلمة من کنوز الجنة فقلت بلیٰ فقال لاحول ولاقوة الا باللّٰه ''رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھ سے فرمایا: میں تمہیں وہ کلمہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں ضرور بتایئے، آپؐ نے فرمایا۔ وہ ہے ''لاحول ولاقوة الا باللّٰه''

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

اکثر من قول لاحول ولاقوة الاباللّٰه، فانها من کنوز الجنة "لاحول ولاقوة الاباللّٰه'' زیادہ پڑھا کرو کیونکہ یہ خزائن جنت میں سے ہے''

بیہقی میں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مضمون کی روایت آئی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں تم کو وہ کلمہ بتاؤں جو عرش کے نیچے سے اترا ہے اور خزانۂ جنت میں سے ہے، وہ ہے لاحول "ولا قوة الاباللّٰه جب بندہ دل سے یہ کلمہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بندہ میرا تابعدار اور مکمل فرماں بردار ہو گیا''

تسبیح فاطمہؓ

ابوداؤد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چکی پیستی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے، اور خود ہی مشک سے پانی بھر کر لاتی تھیں جس سے سینے پر نشان پڑ گئے تھے، اور خود ہی جھاڑو دیتی تھیں جس کی وجہ سے ان کے کپڑے میلے رہتے تھے۔

ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے، میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ اگر تم اپنے والد سے ایک خادم مانگ لو تو اچھا ہے تمہارے لئے سہولت رہے گی، وہ گئیں لیکن آپؐ کے پاس بہت بڑا مجمع تھا اس لئے واپس لوٹ آئیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود ہمارے گھر تشریف لائے اور پوچھا کہ تم کس لئے میرے پاس گئی تھیں؟

وہ چپ ہوگئیں......شرم کی وجہ سے کچھ بول نہیں سکیں۔

پھر میں نے عرض کیا کہ چکی پینے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں اور مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے بھی بہت پریشانی رہتی ہے، آپؐ کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے اس لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ آپؐ سے ایک خادم مانگ لیں تو ان مشقتوں سے سہولت ہو جائے،

آپؐ نے فرمایا کہ فاطمہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو اور اس کے فرائض ادا کرتی رہو اور جب سونے کے لئے اپنے بستر پر جاؤ تو ۳۳ بار سبحان اللّٰہ، ۳۳ بار الحمدللّٰہ اور ۳۴ بار اللّٰہ اکبر پڑھ لیا کرو تو یہ خادم سے بدر جہا بہتر ہے''

انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی تقدیر اور اس کے رسول کی تجویز پر راضی ہوں''

مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد سبحان اللّٰہ ۳۳ بار، الحمدللّٰہ ۳۳، بار اور اللّٰہ اکبر ۳۴ بار، پڑھے اور ایک مرتبہ لاالٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ. لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر ۔ پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ وہ اتنے ہوں، جتنے سمندر کے جھاگ،،

بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ فقراء و مساکین حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! یہ مالدار لوگ بلند درجات لے گئے اور ہمیشہ کی رہنے والی رحمت الٰہی ان کے حصے میں آگئی،

آپؐ نے پوچھا: ''کیوں؟

انہوں نے عرض کیا:

''نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک ہیں کہ ہم بھی کرتے ہیں اور یہ بھی، اور مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں، غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں''

آپؐ نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے آگے بڑھ جاؤ، اور تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے''

انہوں نے کہا: ''ضرور بتایئے''

ارشاد ہوا:

''ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھنا''

کچھ دنوں کے بعد وہ لوگ پھر آئے اور کہا:

''ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا ہے اور وہ بھی اس پر عمل کرنے لگے ہیں''

آپؐ نے فرمایا:

ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء ''یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے'' کون روک سکتا ہے۔

اسمائے حسنیٰ

حقیقی معنیٰ میں اللہ پاک کا نام یعنی اسم ذات صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے ''اللہ'' البتہ اس کے صفاتی نام سیکڑوں ہیں جو قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہوئے ہیں، انہی کو اسمائے حسنیٰ کہا جاتا ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں جس نے ان کو محفوظ کیا اور ان کی نگہداشت کی وہ جنت میں جائے گا''

علماء اور شارحین نے اس حدیث کے مختلف مطالب بیان کئے ہیں،

ایک مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ان اسماء الٰہیہ کے مطالب سمجھ کر اور ان کی معرفت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر یقین کرے گا جن کے یہ اسماء عنوانات ہیں، وہ جنت میں جائے گا۔

دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ان اسماء حسنیٰ کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوگا وہ جنت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جائے گا، تیسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ننانوے ناموں سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا اور ان کے ذریعہ اس سے دعا کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔

پس اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو بندہ ایمان وعقیدت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کے ننانوے نام محفوظ کرلے اور ان کے ذریعہ اسے یاد کرے وہ جنت میں جائے گا۔

الغرض قرآنی آیات اور احادیث رسول سے یہ واضح اور کھلی ہوئی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ ذکر الٰہی شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے، ذکر دل سے فکر وغم کو دور کرتا ہے، ذکر اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اور جتنی زیادہ ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دوری پیدا ہوجاتی ہے، ذکر دل وروح کی روزی ہے اور اگر ان دونوں کو روزی نہ ملے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے بدن کو غذا نہ ملے، ذکر اللہ کے عذاب سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے، ذکر سکینہ اور رحمت الٰہی کے اترنے کا سبب ہے، ذکر کی برکت سے زبان غیبت، چغلی، گالی، فحش گوئی اور جھوٹ وغیرہ سے محفوظ رہتی ہے، ذکر سے ذکر کرنے والا بھی سعید ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بیٹھنے والا بھی، ذکر ہر طرح کی پریشانیوں اور تفکرات کو دور کرکے جمعیۃ خاطر پیدا کرتا ہے، ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہوتی ہیں،

ذکر نفاق سے بری ہونے کی سند ہے

دل میں ایک خاص قسم کی سختی ہوتی ہے جو صرف ذکر الٰہی سے کم ہوتی ہے

ایک اہم نکتہ

لیکن یادرہے کہ صرف زبان سے ذکر کرنا ہی کافی نہیں ہے۔

بلکہ اس کا وسیع مفہوم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ احزاب میں ارشاد فرمایا ہے:

یایھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو''

اللہ کو کثرت سے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے قول اور فعل دونوں میں اللہ کو یاد رکھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول میں ذکر یہ ہے کہ ہر بات میں اللہ کا نام لیا جائے۔ مثلاً ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کیا جائے،

حصول نعمت پر الحمدللہ کہا جائے، اچھی چیز دیکھنے اور پانے پر ماشاء اللہ کہا جائے، وعدہ کرنے پر انشاء اللہ کہا جائے، تلاوت قرآن کثرت سے کی جائے، اور اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر وقت مسنون دعائیں پڑھی جائیں۔

اور فعل میں ذکر یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام معاملات میں اللہ کے تمام احکامات کو یاد رکھے اور نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے علاوہ والدین واولاد کے حقوق، بیوی بچوں کے حقوق، عزیز واقارب کے حقوق، ہمسایوں کے حقوق، بیواؤں اور یتیموں کے حقوق، باہمی لین دین، کاروباری معاملات، ملازمت کے فرائض، غرض ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور پیروی کی جائے،

اسی ذکر کی تعریف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے:

من اطاع اللّٰہ فقد ذکر اللّٰہ ''جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کا ذکر کیا۔''

قول اور فعل میں ہر وقت اللہ کو یاد رکھنے کو ذکر کثیر کہا گیا ہے اور اس ذکر کثیر کو دنیا اور آخرت میں کامیابی اور فلاح کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ جمعہ میں ارشاد ہوا ہے:

واذکروا اللّٰہ کثیراً لعلکم تفلحون ''اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ''

حضرات! اللہ رب العالمین نے ہم پر کتنے احسانات کئے ہیں، کیا ہم نے اس پر کبھی غور کیا؟ یہ الیکٹرانک دور اور مشینوں کا زمانہ ہے، اور ہر مشین کو خوراک کی ضرورت پڑتی ہے، بلا خوراک پائے کوئی مشین حرکت ہی نہیں کر سکتی۔ کسی مشین کی خوراک ڈیزل، کسی کی خوراک پٹرول، کسی کی خوراک مٹی کا تیل، کسی کی خوراک کوئلہ تو کسی مشین کی خوراک ایٹمی ایندھن ہے۔

اسی طرح سے ہمارا جسم بھی ایک مشین ہے جس میں مختلف اعضاء کل پرزوں کی شکل میں اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔

اس مشین کو زندہ اور متحرک رکھنے کے لئے مختلف قسم کی خوراک کی ضرورت پڑتی ہے، اور اس کی سب سے بڑی خوراک وہ آکسیجن ہے جسے ہم سانس کے ذریعہ اپنے اندر پہنچاتے ہیں۔

لیکن اپنے جسم کی اس قیمتی خوراک کو پانے کیلئے ہمیں کوئی محنت اور جدوجہد نہیں کرنی پڑتی، نہ ہی اس کے لئے کوئی قیمت دینی پڑتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آکسیجن ہمیں مل رہی ہے، یہاں سے اٹھ کر چلے جائیں گے تب بھی آکسیجن پائیں گے، سمندر کے بیچ جب ہم کشتی اور جہاز پر سفر کرتے ہیں اس وقت بھی آکسیجن پاتے ہیں، ہوائی جہاز میں بیٹھ کر فضاؤں میں اڑتے ہیں تب بھی اس عظیم نعمت سے محروم نہیں رہتے۔

اور کمال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک بچے کو ماں کے پیٹ میں رحم کی جھلیوں کے اندر بھی آکسیجن پہنچا کر اور اس کی پرورش کا انتظام کر کے گوشت کے اس لوتھڑے کو زندہ رکھتا ہے۔

یہ بارش جس سے ہماری کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ اس کا اندازہ ہم ایک حیرت انگیز مشاہدہ سے لگا سکتے ہیں۔ سائنس دانوں نے مصنوعی بارش کا تجربہ کیا تھا۔ سمندر کے ذریعہ بھاپ بنا کر مصنوعی بدلی کے ذریعہ بارش کی جاتی تھی۔ لیکن اس طرح کی مصنوعی بارش اتنی مہنگی ثابت ہوتی ہے کہ ایک سائنس داں نے لکھا:

''اگر پورے ہندوستان پر صرف دس منٹ کی مصنوعی بارش کی جائے تو اس پر پورے ملک کی پچیس برس کی مال گذاری صرف ہو جائے گی''

اگر ہم ان انعامات اور احسانات کے باوجود اللہ کے ذکر سے غفلت کریں تو ہمارے لئے کتنی محرومی اور بدنصیبی کی بات ہوگی؟

وما علینا الا البلاغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بربریت اور ننگی جارحیت میں یہاں کی انتظامیہ نے بھی فرقہ پرستوں کا بھرپور ساتھ دیا۔

ان فسادات میں شیطان صفت بھیڑیوں نے پی. اے. سی. کے ہتھیار بند غنڈوں، دوسرے لفظوں میں سرکاری ڈاکوؤں کے ساتھ مل کر جو ظلم ڈھایا ہے وہ شاید چنگیز خاں، ہلاکو خاں، نادر شاہ اور ہٹلر نے بھی نہیں ڈھایا تھا۔

حاملہ عورتوں کا قتل، شیر خوار بچوں کو ان کی ماؤں کے سامنے آگ میں جھونک دینا شاید ان بہادروں ہی کو زیب دیتا ہو، آج حالت یہ ہے کہ شیو جی کی ترشول سے وہ کام لیا جارہا ہے جو شاید انہیں بھی پسند نہ آئے۔ مذہب دوسروں سے بیر کرنا کہاں سکھاتا ہے؟

چند دن کی عارضی قوت پر اترانا کسی کو زیب نہیں دیتا، حکومتیں تو آنی جانی ہوتی ہیں، ہم نے بھی نو سو سال تک حکومت کی ہے، مگر ہم نے ایسا تو کبھی نہیں کیا، اگر کیا ہوتا تو ہم اقلیت میں نہ ہوتے۔

دوسروں کا اکثریت میں ہونا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ہم نے ''جیو اور جینے دو'' کی پالیسی پر عمل کیا تھا، دوسروں کی حفاظت کی تھی اور ان کی عبادت گاہوں کو چھوا تک نہیں تھا۔

تسلط تھا ہمارا جب گلستاں کی بہاروں پر　　کوئی کہہ دے جلایا ہو کسی کا آشیاں ہم نے

اس جمہوری ملک میں تیس سال سے زیادہ ایک ہی پارٹی کی حکومت رہی، اس کے بعد الیکشن کے ذریعہ دوسری پارٹی برسر اقتدار آئی، دوسرے لوگ مسند حکومت پر بیٹھے، ہندوستانی مسلمانوں نے اطمینان کی سانس لی کہ شاید اب ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے، اب ہمیں اپنے وطن میں عزت اور امن کے ساتھ جینے کا موقع ملے گا، اب ہماری تجارت اور ہمارا کاروبار محفوظ رہے گا، اب ہمارے بچوں کو زندہ جلانے کی جرأت کوئی نہیں کرے گا، اب ہماری ماؤں اور بہنوں کی عصمتیں محفوظ رہیں گی، مگر دور کھڑا ہوا ہمالیہ مسلمانوں کی اس سادہ لوحی پر ہنس رہا تھا اور کہنے والے نے بجا طور پر کہا تھا۔

پنچھی یہ سمجھتے ہیں چمن بدلا ہے　　ہنستے ہیں ستارے کہ گگن بدلا ہے
شمشان کی خاموشی مگر کہتی ہے　　ہے لاش وہی صرف کفن بدلا ہے

فسادات پر فسادات ہوتے رہے، ہم احتجاج کرتے رہے، اخباروں میں مراسلے شائع کرتے رہے، انہیں روکنے کے لیے جلوس نکالتے رہے، فرقہ پرستوں کو گالیاں دیتے رہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت اور اس کی انتظامی مشینری کو ذمہ دار ٹھہراتے رہے، ہمارے لیڈر بیان بازی کرتے رہے مگر اس کی شدت میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آخر کیوں؟ ہم کہیں نہیں ہارے، ہم کہیں نہیں لٹے، ہم کہیں نہیں برباد کیے گئے۔ چاہے وہ اندلس ہو جہاں ہمارا قتل عام ہوا اور جہاں ہماری لاشوں سے تالاب اور خندق پٹ گئے اور چاہے وہ بغداد ہو، تاتاریوں نے جس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

اگر کہیں ہم ہارے اور برباد کیے گئے تو اسی بے عملی کی وجہ سے، اسی نفسیانیت اور مادہ پرستی کی وجہ سے جس میں آج ہم مبتلا ہیں۔

انہی برائیوں کی وجہ سے ہم پر زوال اور انحطاط آیا ہے، انہی کی وجہ سے ہم نے سلطنتیں کھوئی ہیں، انہی کی وجہ سے ہم نے حکومتیں گنوائی ہیں۔

ہم ظاہر میں مومن رہے مگر ہمارے دلوں میں اللہ کا زندہ عقیدہ باقی نہیں رہا۔ ہم نے ہر طرح کی پرستش میں مبتلا ہو کر اللہ کی سچی پرستش سے منہ موڑ لیا۔ ہم دنیا اور اس کے فائدوں کو حاصل کرنے کے لیے مرتے رہے لیکن ہمارے اندر اللہ کے لئے جینے اور مرنے کا احساس پیدا نہیں ہوا۔ ہم ہر مصیبت سے ڈرتے رہے لیکن اللہ کے سامنے کھڑا ہونے اور جواب دہی کا خوف ہمارے دلوں میں نہیں رہا۔

یقیناً ہم پر ظلم ہو رہا ہے لیکن یہ ظلم، اس ظلم کے نتیجے میں ہے جو ہم اپنے اوپر کر رہے ہیں، یہ ایمان اور عمل صالح کے راستے سے ہٹ جانے کی وجہ سے ہے اور ان نازک حالات سے مجبور ہو کر ہم قنوت نازلہ پڑھتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں مگر اس کا نتیجہ بھی کچھ نہیں نکلتا۔ جیسا کہ اکبر الہ آبادی نے کہا تھا

جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

یہی نہیں، بلکہ ایمان کی کمزوری اور عمل میں حد درجہ کوتاہی کی وجہ سے ہم پر ایک انجانا سا خوف ہر وقت مسلط رہتا ہے، جیسے دشمن کا خوف، بیماری کا خوف، رزق کی تنگی کا خوف، بے عزت ہونے کا خوف، برتر طاقت کا خوف اور بربادی ورسوائی کا خوف وغیرہ۔

ہم وباؤں سے ڈرتے ہیں، امراض سے گھبراتے ہیں، بلاؤں کی ہیبت ہمارے دلوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سمائی رہتی ہے اس کے لئے احتیاطی تدابیر بھی عمل میں لاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی کہہ دے کہ یہاں کالرا کا ایک کیس ہو گیا ہے تو پورے شہر میں دہشت پھیل جاتی ہے، ہر شخص پر خوف مسلط ہو جاتا ہے اور یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس وبا کا پہلا شکار وہی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ رعد میں فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ. ''بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔''

اس آیت کی روشنی میں، گویا ہم خود اپنی حالت کے بدلنے کے ذمہ دار ہیں۔

آج بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ جب اللہ کا وعدہ ہے وَلِلّٰہِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ. ''غلبہ صرف اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کو ہوگا'' تو وہ عزت اور سربلندی کہاں گئی جس کا وعدہ کیا گیا ہے؟

بیشک یہ خدا کا وعدہ ہے مگر ہم اپنے دل سے پوچھیں، کیا اللہ کا یہ وعدہ تھا کہ میں صرف نام سے مسلمان کہلائے جانے والوں کو عزت اور غلبہ عطا کروں گا؟

واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے یہ وعدہ کیا، لیکن نہ وہ اپنے وعدے سے پھرا اور نہ قرآن کے احکام بدلے، بلکہ ہم خود بدل گئے، اسی لیے ہم ناکام ہیں۔

اگر صاف اعلان کے باوجود بھی وہ ہمیں ذلیل نہ کرتا تو باعث تعجب تھا۔

ذرا غور کیجئے، کیا یہ بات مناسب حال ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نااہل کو عزت دے، ہل چلائے اور بیج بوئے بغیر فصلیں اگا دے اور کوئی کوشش کئے بغیر کامیابی عطا کر دے؟

اگر ایسا ہوتا تو تمام لوگ سستی اور کاہلی پر فدا ہو جاتے، وہ اپنے اپنے کاموں سے منہ موڑ لیتے اور گھروں میں بیٹھ رہتے۔

اگر ایسا ہوتا تو یہ قانون قدرت جس پر اللہ نے پوری کائنات کو قائم کیا ہے، کے خلاف ہوتا اور اس کے بعد حق و باطل میں اور نفع و نقصان میں کوئی فرق باقی نہ رہ جاتا لیکن اللہ تعالیٰ اس قسم کے ظلم سے پاک ہے۔

لیکن رونا اس بات کا ہے کہ ہم ان حالات کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ ہماری بداعمالیوں اور راہ حق سے ہٹ جانے کے سبب ہیں، یہی ہم اپنی محفلوں میں، اپنے گھروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں، ریلوے اسٹیشنوں پر، بسوں اور ٹرینوں میں دورانِ گفتگو کہتے بھی ہیں پھر بھی وہی کرتے ہیں جو نہیں کرنا چاہیے اور وہ نہیں کرتے جسے کرنا ضروری ہے اور جسے کرنے کی اسلام نے تاکید کی ہے۔

• ہماری مثال تو ان چڑیوں جیسی ہے۔

ایک لطیفہ:

سنا ہے کہ کسی زمانے میں ایک چڑی مار تھا، جو چڑیوں کا شکار کرتا تھا اور انہیں بیچ کر اپنا گذارا کرتا تھا۔ ایک دن وہ جال لگائے ہوئے تھا، اچانک اسی راستے سے ایک پنڈت جی کا گذر ہوا، انہوں نے دیکھا تو بڑبڑانے لگے:

''رام رام، اہنسا کے دیش میں اتنی بڑی ہنسا، ان بے زبان جانوروں کے ساتھ اتنا بڑا ظلم۔''

گھر گئے تو انہیں ایک ترکیب سوجھی۔ انہوں نے کچھ چڑیوں کو پکڑا اور کئی مہینے کی لگاتار محنت کے بعد انہیں یہ بول سکھائے: ''شکاری آئے گا، جال پھیلائے گا، دانہ ڈالے گا، پھانس کر لے جائے گا۔''

یہ سکھا کر انہوں نے چڑیوں کو چھوڑ دیا اور وہ چڑیاں، چڑیوں کی جھنڈ میں جا کر یہی رٹنے لگیں، پھر اس علاقہ کی تمام چڑیوں نے یہی سیکھ لیا۔ جب وہ پیڑوں پر بیٹھتیں تو یہی رٹتیں۔

ایک دن شکاری حسب معمول شکار کے لیے آیا تو اس نے دیکھا پیڑوں پر چڑیاں بیٹھی ہیں مگر اس طرح کی باتیں اپنی زبان سے دہرا رہی ہیں۔ اسے یہ ماجرا دیکھ کر بہت افسوس ہوا، اس نے سوچا کہ اب کوئی چڑیا میرے جال میں نہیں پھنسے گی اور میرا تو کاروبار ہی چوپٹ ہو جائے گا۔

بہر حال اس نے جال پھیلایا اور اس پر دانہ ڈال کر پیڑ کی آڑ میں چھپ گیا۔

پھر اس نے دیکھا کہ چڑیاں جال پر آ رہی ہیں، دانہ چگ رہی ہیں، جال میں پھنس رہی ہیں اور شکاری کے جھولے میں آ رہی ہیں، لیکن یہی رٹ رہی ہیں: ''شکاری آئے گا، جال پھیلائے گا، دانہ ڈالے گا، پھانس کر لے جائے گا۔''

تقریباً یہی حال ہمارا ہے۔ ہم جانتے ہیں اور کہتے بھی ہیں لیکن پھر بھی صحیح راستے پر آنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب ذرا ہم عربوں کے حالات پر نگاہ ڈالیں۔

بیت المقدس مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے۔ یہ چودہ سال اور دو ماہ تک مسلمانوں کا قبلہ رہا۔ تیرہ سال مکی دور میں اور ایک سال دو ماہ تک مدنی دور میں۔

اس بیت المقدس پر بہت سے دور آئے۔

پہلے یہ عیسائیوں کے قبضہ میں تھا، پھر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ بلا کسی خون خرابے کے فتح ہوا اور کافی عرصہ تک مسلمانوں کے قبضے میں رہا۔ اس کے بعد ۹۰ ؍سال تک پھر عیسائیوں کے قبضہ میں رہا۔ صلاح الدین ایوبی نے اسے عیسائیوں کے قبضے سے آزاد کرایا اور پھر ۸۰۰ سال تک یہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا لیکن ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اسے عربوں نے گنوا دیا اور یہ مقدس مقام یہودیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

یہی نہیں بلکہ اس جنگ کے نتیجے میں عربوں کے ہزاروں مربع میل علاقے اسرائیل کے قبضہ میں چلے گئے، جیسے غازہ کی پٹی، سینائی کا ریگستان، شرم الشیخ کا ٹیلہ، گولان کی پہاڑیاں اور ابنائے طیران وغیرہ۔ اور یہ اب بھی اسرائیل کے قبضہ میں ہیں۔

یہ کمزوری اور شکست بھی ان کے بے عملیوں کی وجہ سے آئی۔

انہوں نے جب اسلامی اصولوں کو چھوڑا، ان میں اخلاقی کمزوریاں پیدا ہوئیں، وہ راحت طلب، عیش کوش اور لذت پرست بن گئے، عقائد میں شکوک وشبہات، اخلاق میں حد سے زیادہ بڑھی ہوئی بے راہ روی، دلوں میں بزدلی اور پست ہمتی، نازک ترین حالات اور سخت گھڑی میں بھی لہو ولعب اور عیش وطرب کی گرم بازاری، گانے باجے (ریڈیو، سنیما اور ٹیلی ویژن) سے روز افزوں عشق، نماز سے لاپرواہی، زندگی سے عشق اور موت سے گھبراہٹ اور فرار جیسی برائیاں پیدا ہو گئیں تو یہود جیسی ذلیل قوم کے ذریعہ ان پر ہر طرح کی شکست مسلط ہو گئی۔

عربوں کی اتنی بڑی تعداد کے باوجود یہودی ان پر غالب رہے۔

حالاں کہ ان کا ملک اسرائیل، ظلم اور جرم، غاصبانہ ذہنیت اور قومی تکبر کی بنیاد پر قائم ہوا تھا۔

یہودی ذلیل ترین مخلوق شمار ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ بزدل سمجھے جاتے ہیں۔ اسرائیل کے باشندے مختلف رنگوں اور قوموں کا مجموعہ، یا زیادہ صحیح الفاظ میں ''بھان متی کا کنبہ'' کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح ہیں جو دنیا کے مختلف حصوں سے یہاں آکر جمع ہو گئے ہیں۔عرب ممالک نے انہیں چاروں طرف سے اس طرح گھیر رکھا ہے جس طرح دانتوں کے بیچ میں زبان کی حیثیت ہوتی ہے۔

اسرائیل انہی یہودیوں کا ملک ہے جن کے بارے میں قرآن مجید کی سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَ بَاءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ. ''ان پر ذلت اور مقہوریت اور عاجزی اور درماندگی کی چھاپ لگادی گئی ہے اور اللہ کا غضب انہوں نے اپنالیا ہے۔''

وہ اس ذلت اور مسکنت کے باوجود عربوں کے مقابلے میں فاتح رہے۔

حالاں کہ یہی عرب ہیں جنہیں پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے ان دشمنوں پر فتحیاب کیا تھا جو تعداد میں ان سے دس گنا ہوتے تھے اور انہیں ان رومیوں اور ایرانیوں پر غالب کیا تھا جن کا اس وقت کوئی مدمقابل نہ تھا۔

اور یہ سب کچھ ان کے اخلاق اور ان کی اسلامی خدمات کی وجہ سے تھا۔

یعنی غیر متزلزل یقین، اسلام سے وفاداری، سرفروشی اور قربانی کا شوق، راہ حق میں مصیبتیں جھیلنے کا حیرت انگیز جذبہ، ایثار اور خود شکنی، انانیت اور خود پرستی سے آزادی، پاکباز اور بےداغ سیرت، زاہدانہ زندگی، صبر اور قوت برداشت، چرب زبانی کے بجائے جدوجہد اور عمل پر یقین اور خوابوں اور تمناؤں کے بجائے حقائق اور واقعات پر اعتماد وغیرہ۔

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ مدائن کی فتح کے ارادے سے نکلے تو دریائے دجلہ میں طغیانی تھی۔موجیں اٹھ رہی تھیں، ایرانیوں نے تمام پل اور راستوں کو توڑ دیا تھا اور کشتیوں اور جہازوں کو دور کر دیا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریا کے ساحل پر چند لمحے رکے، غور کیا اور فرمایا:

ساتھیو! کیا خیال ہے؟ لوٹ جائیں یا دجلہ میں کود پڑیں اور پار ہو جائیں؟

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''بخدا! ہم مسلمانوں کے لیے سمندر ایسے زیر کر دیئے جائیں گے جیسے خشکی مسخر کر دی گئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔"

یعنی میرا ایمان اسے قبول نہیں کرتا کہ ہم غرق ہو جائیں گے اور دریائے دجلہ ہمیں نگل لے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ضرور حکم دے گا کہ وہ ہمارے لیے راہ نکال دے۔

اور یہی ہوا۔ اسلامی لشکر اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دریائے دجلہ میں کود پڑا اور بے خطر دریا کو پار کر گیا۔ علامہ اقبالؒ نے اسی واقعہ سے متاثر ہو کر کہا تھا:

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے　　بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

یہ عربوں کے ایمان و یقین کی حالت تھی۔

اور یہی وہ سلاح ہے جس سے مومن جنگ کرتا ہے اور کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ یہی وہ ہتھیار ہے جسے لے کر عرب جزیرۂ عرب سے نکلے تھے، پھٹے کپڑے اور جوتے، خالی پیٹ اور بغیر زین کے گھوڑوں کے ساتھ، لوگ انہیں حقارت سے دیکھتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔

اور آج کے عربوں میں خواہشات کی پیروی اور باہمی جنگ و جدال عام ہے۔ اپنی قومیت پر فخر ہے اور صرف کھوکھلے دعوے اور بلند بانگ نعرے ہیں۔ بے معنیٰ شور و غوغا ہے۔ کیا ایسی حالت میں انہیں اللہ کی مدد مل سکتی ہے؟

جب عربوں میں اسلامی قومیت کی جگہ عربی قومیت کا نعرہ لگنے لگا، جب مصر میں سرکاری تقریبات بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بجائے باسم القوم العربیۃ "عربی قوم کے نام سے" شروع ہونے لگیں، جب نحن ابناء الفراعنۃ "ہم فرعون کی اولاد ہیں" پر فخر کیا جانے لگا، جب قاہرہ اور اسکندریہ کے چوراہوں پر فرعون کے مجسمے لگا دیئے گئے، جب قاہرہ کے نائٹ کلبوں نے پیرس اور لندن کے نائٹ کلبوں کو شرما دیا تو عربوں کو یہ برے دن دیکھنے پڑے۔

اب آیئے اپنے وطن کی طرف۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ یہاں فسادات پر فسادات ہوتے رہے، ہم چلاتے رہے، احتجاجی جلوس نکالتے رہے، حکومت کو موردِ الزام ٹھہراتے رہے اور ہمارے قلم کاروں کے مضامین اخبار و رسائل کی زینت بنتے رہے لیکن یہ ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔

اس لیے کہ ہم نے اپنے وجود و بقا اور تحفظ اور سلامتی کے لیے ہر طرح کی تدابیر کو اپنایا، ہر طرح کے فارمولوں کو آزمایا مگر قرآن نے جو تدبیر بتائی تھی اس پر ہم نے کوئی توجہ نہیں دی۔ ہماری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت تو اس بوڑھے جیسی ہے جس کی سوئی کھوگئی تھی۔

ایک لطیفہ:

ایک بوڑھا آدمی رات کے وقت سڑک پر کوئی چیز ڈھونڈ رہا تھا۔ایک راہ گیر نے اس سے پوچھا: ''بابا! کیا چیز گم ہوئی ہے جس کی تلاش میں تم اس قدر پریشان ہو؟''

بوڑھے نے کہا: ''میری سوئی کھوگئی ہے۔''

راہ گیر نے پوچھا: ''کہاں کھوگئی ہے؟''

اس نے کہا: ''گھر میں۔''

راہ گیر نے کہا: ''سوئی جب گھر میں گم ہوگئی ہے تو تم اسے یہاں سڑک پر کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟''

اس نے کہا: ''اس لیے کہ سڑک پر اجالا ہے۔''

بھلا بتایئے، اجالا ہونے سے کیا سوئی یہاں مل جائے گی؟ سوئی تو وہیں ملے گی جہاں کھوئی تھی۔

اس طرح ہم تبھی کامیاب اور سربلند ہوں گے جب ہم سچے مومن بن جائیں گے اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے رہیں گے۔

ہمیں اگر کہیں جانا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اسی راستے پر چلیں جو منزل تک لے جاتی ہو، اگر ہم نے اس راستے کو چھوڑ دیا تو صرف یہی نہیں کہ ہم منزل تک نہیں پہنچ سکیں گے بلکہ اس سے دور بھی ہو جائیں گے۔

اگر ہمارا نصب العین واضح ہو اور ہم اسے پانا چاہتے ہوں تو ضروری ہے کہ ہم وہی طریقۂ کار اپنائیں جو ہمارے لیے اپنا نصب العین پانے کے لیے مفید اور کارآمد ہو۔

جیسے ایک ہرن جارہا ہے، اگر ہم اس کا شکار کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اسے نشانہ بنائیں اور اگر اسے گولی کا نشانہ نہ بنا کر اس کے سایہ پر فائر کرنے لگیں تو صرف یہی نہیں کہ شکار ہاتھ سے چلا جائے گا بلکہ خواہ مخواہ ایک گولی بھی ضائع ہو جائے گی۔

یہی حشر ہو رہا ہے ہماری تمام جدوجہد کا۔ ذرا سوچیے۔

ہم خود کو مسلمان کہیں، لیکن اللہ پر کامل یقین سے محروم ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے اعمال، ہمارا چال چلن، ہماری گفتگو، ہمارا رہنا سہنا اور روزی کمانے کے طریقے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق نہ ہوں، ہمارے اخلاق اسلامی نہ ہو کر غیر اسلامی ہوں، دنیا کمانے کے لیے ہم وہی طریقے اپنائیں جنہیں غیر مسلم اپناتے ہیں تو ہم مسلمان کیسے رہ سکتے ہیں؟

نمک میں اگر نمکینی نہ ہو تو وہ بیکار ہے، آگ میں اگر حرارت نہ ہو تو وہ آگ نہیں بلکہ آگ جیسی کوئی چیز ہے۔

اگر ہم صرف ظاہری طور پر دین دار رہے یا صرف نام اور خاندان کی حد تک ہمارا تعلق اسلام سے رہا تو پھر ہم میں اور ایک کھلے ہوئے بے دین میں کیا فرق باقی رہ جائے گا؟

اور پھر ایسی صورت میں ہمیں اپنے تحفظ اور سالمیت کی ضمانت کیسے مل سکتی ہے؟

آیئے اس حقیقت کو ہم سیرت رسول کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں۔

مخالفین اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، مختلف موقعوں پر آپ کی جان لینے کی سازشیں کی گئیں، مگر اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی حفاظت فرمائی۔

مثلاً، ہجرت کی رات مشرکین نے آپؐ کے مکان کو گھیر رکھا تھا تاکہ وہ گھات لگا کر آپ کا کام تمام کردیں۔ اور اس گھیراؤ میں ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ سب مل کر بیک وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کردیں، تاکہ ان کے خون کی ذمہ داری سب قبیلوں پر آجائے اور بنو ہاشم سب سے انتقام لینے کی جرأت نہ کرسکیں۔

اس سازش کو نافذ کرنے کے لیے آدھی رات کا وقت مقرر تھا، اس لیے یہ سب جاگ رہے تھے اور مقررہ وقت کا انتظار کررہے تھے۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے، اسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ جسے وہ بچانا چاہتا ہے کوئی اس کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا اور جسے پکڑنا چاہے دنیا کی کوئی طاقت اسے بچا نہیں سکتی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر وہ کام کیا جسے اس نے قرآن مجید کی سورۂ انفال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۚ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ. ''اور وہ موقع یاد کرو جب کفار تمہارے خلاف مکر کر رہے تھے تا کہ تمہیں قید کر دیں، یا قتل کر دیں، یا نکال باہر کر دیں اور وہ لوگ داؤں چل رہے تھے اور اللہ بھی داؤں چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر داؤں والا ہے۔''

بہر حال کفار مکہ اپنے منظم پلان اور انتہائی تیاری کے باوجود ناکامی سے دوچار ہوئے۔

اس نازک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ، تمہیں ان کے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

اس کے بعد آپؐ باہر تشریف لائے اور مشرکین کی صفوں کو چیرتے ہوئے ایک مٹھی مٹی لے کر ان کے سروں پر ڈالی لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی بینائی چھین لی، وہ آپؐ کو قطعی نہیں دیکھ سکے۔

اس وقت آپؐ قرآن مجید کی سورۂ یٰسین کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:

وَجَعَلْنَا مِنْ ۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ. ''ہم نے ان کے آگے رکاوٹ کھڑی کر دی اور ان کے پیچھے رکاوٹ، پس ہم نے انہیں ڈھانک لیا ہے اور وہ دیکھ نہیں رہے ہیں۔''

اس طرح آپ بخیریت باہر نکل گئے۔

پھر جب آپؐ اپنے یار غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور تک پہنچے اور وہاں پناہ لی تو تلاش کرنے والے غار کے دہانے تک بھی پہنچے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا۔ سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کے پاؤں نظر آ رہے ہیں، میں نے کہا اے اللہ کے نبی! اگر ان میں سے کوئی شخص محض اپنی نگاہ نیچی کر دے تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپؐ نے فرمایا: ''ابو بکر! خاموش رہو، ہم دو ہیں جن کا تیسرا اللہ ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک معجزہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرف فرمایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ تلاش کرنے والے اس وقت پلٹ گئے، جب آپؐ کے درمیان اور ان کے درمیان چند قدم سے زیادہ فاصلہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔

یہی نہیں کہ مشرکین آپ کو جان سے مار دینا چاہتے تھے بلکہ انہوں نے آپ کو بدنام کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

چنانچہ نبوت کے ابتدائی دور میں جب صرف گنتی کے چند افراد ہی آپؐ کے ساتھ تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ. ''اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کے آوازہ کو بلند کر دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے ایسے نازک موقع پر آپ کو یہ خوش خبری سنائی اور اسے عجیب طریقے سے پورا کیا۔

کفار مکہ نے آپ کو بدنام کرنے کے جو طریقے اختیار کئے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ موسم حج میں جب لوگ پورے عرب سے کھنچ کھنچ کر مکہ آتے تو یہ لوگ وفد بنا کر ان کے ڈیروں میں جاتے تھے اور خبردار کرتے تھے کہ یہاں ایک خطرناک شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، جو لوگوں پر ایسا جادو کرتا ہے کہ باپ بیٹے، بھائی بھائی اور شوہر بیوی میں جدائی ہو جاتی ہے، اس سے بچ کر رہنا۔

اس طرح وہ بظاہر آپ کو بدنام کر رہے تھے مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرب کے تمام قبیلوں تک آپ کا نام پہنچ گیا اور عرب کا بچہ بچہ آپؐ کے نام سے واقف ہو گیا۔

پھر فطری طور پر لوگوں میں یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی کہ وہ کون ہے؟ کیا کہتا ہے؟ کیسا آدمی ہے اور کس طرح کا جادو کرتا ہے؟

پھر لوگ آپؐ کے قریب آنے لگے، آپ کی سیرت اور آپؐ کے عادات و اطوار کو دیکھا اور آپ کی باتوں کو سنا تو وہی بدنامی نیک نامی میں بدل گئی۔

یہاں تک کہ ہجرت کا زمانہ آنے تک عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں بچا جس کے کسی نہ کسی فرد نے اسلام نہ قبول کر لیا ہو۔

جب آپؐ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ گئے تو وہاں بھی یہود، منافقین اور مشرکین نے آپؐ کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن چند سالوں کے اندر ہی یہ حالت ہوگئی کہ وہی ملک جس میں آپ کو بدنام کرنے کے لیے مخالفین نے اپنا سارا زور لگا رکھا تھا، اس کا گوشہ گوشہ اشہد ان محمداً رسول اللہ کی آواز سے گونج رہا تھا۔ اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

آج دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں مسلمانوں کی آبادی ہو اور وہاں دن بھر میں پانچ بار بلند آواز سے آپ کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو، جمعہ کے خطبوں میں آپ کا ذکر خیر نہ ہو رہا ہو اور نمازوں میں آپ پر درود نہ بھیجا جا رہا ہو۔ اور روئے زمین پر کوئی بھی ایسی گھڑی نہیں گذرتی جب کسی نہ کسی جگہ آپ کا ذکر نہ ہو رہا ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر آپ کی حفاظت کیوں فرمائی اور آپؐ کے ذکر کو کیوں بلند کیا؟

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ پر جو ذمہ داریاں ڈالی گئیں تھیں، جس پر ڈیوٹی پر آپ کو لگایا گیا تھا، اسے ادا کرنے میں آپؐ نے کوئی کوتاہی نہیں کی، آپؐ نے سستی یا غفلت سے کام نہیں لیا، اسے پورا کرنے اور نبھانے میں اپنے آخری سانس تک تن من دھن سے لگے رہے، اس کی فکر میں آپؐ نے اپنی خوشیوں اور اپنے راحت و آرام کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہم ان ذمہ داریوں کی کوئی پرواہ نہیں کر رہے ہیں جو ہم پر عائد کی گئی ہیں، ہم اللہ کی اس ڈیوٹی پر قائم نہیں ہیں جس پر ہمیں لگایا گیا تھا۔

پھر تحفظ، سلامتی اور سربلندی کی تمنا کا حق ہمیں کیسے پہنچ سکتا ہے؟

ایک واقعہ:

۱۹۶۲ء میں چین نے ہندوستان کی مشرقی سرحد پر زبردست حملہ کیا تھا، یہاں تک کہ چینی فوجیں آسام میں گھس آئی تھیں۔ اس وقت تیز پور (آسام) میں جو کمشنر تھا وہ اپنا دفتر چھوڑ کر بھاگ گیا اور اپنے وطن آکر اپنے بیوی بچوں میں مقیم ہوگیا۔

حکومت کو معلوم ہوا تو اس نے کمشنر کو اس کے گھر سے گرفتار کرایا، اس پر سرکاری ڈیوٹی چھوڑنے کا مقدمہ چلایا گیا اور اس کو سخت سزا دی گئی۔

اگر وہ اپنی ڈیوٹی پر جما رہتا تو اس وقت وہ حکومت کا نشان ہوتا بلکہ وہ حکومت کے لئے عزت کا سوال بن جاتا۔ حکومت اسے بچانے کے لیے اپنی پوری طاقت لگا دیتی مگر جب اس نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی وہ ڈیوٹی چھوڑ دی جس پر اسے متعین کیا گیا تھا تو حکومت کی نظر میں اس نے اپنی قیمت کھودی اور بجائے تحفظ کے اسے سخت ترین سزا ملی۔

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور آیئے ہم سب مل کر اسے حل کرنے کی کوشش کریں۔

موجودہ دور مادیت کا دور ہے، کیا اس دور میں پورے طور پر اسلام کے راستہ پر چلنا ممکن ہے؟

اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ہر چہار طرف سودی کاروبار کا زور ہے تو ہم اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

آج مصروفیات بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں، انسان کو گوناگوں مشغولیتوں نے گھیر رکھا ہے، ایسی صورت میں ہم نماز کی پابندی کیسے کر سکیں گے؟

آج شادی بیاہ میں بے جا رسومات اور فضول خرچیوں میں ہر شخص مبتلا ہے تو ہم اس کے خلاف اسلام کا صحیح راستہ کیسے اپنا سکیں گے؟

آج کی دنیا مکر و فریب کی دنیا ہے، آج تجارت میں جھوٹ، فریب، دھوکہ اور ملاوٹ ناگزیر ہے، ان حالات میں ہم ایماندارانہ تجارت کیسے کر سکتے ہیں؟ لیکن ذرا ہم غور کریں۔

اس دنیا میں نہ تو کوئی کام دشوار ہے اور نہ آسان۔ اگر کسی کام کے کرنے کے لیے انسان کے اندر ذمہ داری کا احساس پیدا ہو جائے اور اسے پورا کرنے کی فکر دل میں جاگزیں ہو جائے تو دشوار سے دشوار کام آسان ہے۔ اور اگر ذمہ داری کا احساس نہ ہو تو آسان سے آسان کام دشوار اور مشکل ترین بن جاتا ہے۔

ایک مثال:

فرض کیجئے آپ کو مدراس جانا ہے، وہاں آپ کا بہت ضروری کام ہے اور آپ کو وہاں جانے کی فکر بھی ہے۔ آپ ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو آپ کو دو ٹرینیں کھڑی ملیں، ایک ٹرین مدراس جانے والی ہے اور دوسری اس کی مخالف سمت میں۔ لیکن جو ٹرین مدراس جا رہی ہے وہ کھچا کھچ بھری ہوئی ہے، اس میں تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں ہے لیکن دوسری ٹرین جو مخالف سمت جا رہی ہے وہ بالکل خالی ہے، تو کیا آسانی سمجھ کر آپ اس ٹرین میں بیٹھ جائیں گے جو مخالف سمت میں جا رہی ہے؟ ظاہر بات ہے کہ نہیں۔

بلکہ آپ بھیڑ کا سینہ چیر دیں گے، مرنے مارنے پر آمادہ ہو جائیں گے، ہر طرح کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکلیف اور مشقت برداشت کریں گے مگر اسی ٹرین میں جگہ لیں گے جو آپ کو منزل تک پہنچا سکتی ہے۔ ایک دوسری مثال لیجئے۔

پچھوا ہوا زوروں سے چل رہی ہے اور آپ کو سائیکل سے پچھم کی طرف جانا ہے اور یہ سفر آپ کے لیے بہت اہم ہے تو آپ آسانی دیکھ کر پچھم کے بجائے پورب کی طرف چل پڑیں گے؟ یقینی بات ہے کہ نہیں۔

آپ ہوا کا مقابلہ کریں گے، آپ تکان برداشت کرنے پر تیار ہو جائیں گے، آپ ہوا کے خلاف ہر طرح کی محنت کرنے پر آمادہ نظر آئیں گے، کیوں کہ آپ کو اپنی منزل تک پہنچنے کی فکر ہے۔

اسی طرح اگر ذمہ داری کا احساس ہو جائے اور اللہ کے سامنے جوابدہی کا خوف دلوں میں سا جائے تو دین کے راستے پر چلنا دشوار نہیں بلکہ آسان ہے۔

ایک واقعہ:

کسی زمانے میں ایک مسلمان بادشاہ تھا، وہ بڑا نیک، عبادت گذار، عادل اور غریب پرور تھا، وہ بہت بڑے ملک پر حکومت کرتا تھا، بڑے بڑے مقدموں کے فیصلے کرتا تھا اور بڑی بڑی جنگیں بھی لڑتا تھا لیکن ان تمام مصروفیات کے باوجود اس کی کوئی نماز قضا نہیں ہوتی تھی، وہ معاملات میں ہمیشہ عدل وانصاف سے کام لیتا تھا اور غریبوں اور مجبوروں کے معاملے میں کبھی اس سے کوتاہی نہیں ہوتی تھی۔

ایک دن اس کے دربار میں ایک فقیر آیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: ''کہیے میاں صاحب کیسے آنا ہوا؟''

اس نے کہا: ''حضور! میں نے یہ سنا ہے کہ آپ کی حکومت میں آگ اور پانی دونوں اکٹھے رہتے ہیں۔ یہی حیرت انگیز چیز دیکھنے آیا ہوں۔''

بادشاہ نے کہا: ''میاں صاحب! میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکا، یہ آگ اور پانی کے اکٹھا ہونے کی کون سی بات ہے؟''

فقیر نے کہا: ''میں نے سنا ہے کہ آپ اتنے بڑے ملک پر حکومت کرتے ہیں مگر آپ کی کوئی نماز قضا نہیں ہوتی، آپ اتنی بڑی مصروفیات کے باوجود اسلام کے راستے پر پورے طور سے قائم رہتے ہیں، یقیناً یہ ایک حیرت انگیز بات ہے، میں اسے آگ اور پانی کے اکٹھا ہونے کی طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھتا ہوں، ذرا آپ بتائیں کہ یہ کیسے ہوتا ہے؟''

بادشاہ نے کہا: ''اچھا اگر آپ میری سلطنت دیکھنے آئے ہیں تو میں ضرور دکھاؤں گا۔''

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ شہر کو بہت خوبصورت سجایا جائے۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق شہر کو خوب سجا دیا گیا۔

بادشاہ نے اپنے دو جلادوں کو بلایا اور ان کے ہاتھ میں تلواریں دے دیں اور فقیر کے ہاتھ میں پانی کا بھرا ہوا پیالہ تھما دیا اور جلادوں سے کہا کہ میاں صاحب کو شہر گھما لاؤ، لیکن دیکھو، ان کے ہاتھ میں ایک پیالہ پانی ہے، اگر اس میں سے ایک بوند چھلک جائے تو ان کا سر کاٹ لینا اور میرے سامنے لے آنا۔

اب میاں جی اسی حال میں شہر میں گھومتے رہے کہ ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا پیالہ تھا اور پیچھے دونوں جلاد چل رہے تھے۔

جب شام کو بادشاہ کے دربار میں واپس لوٹے تو ان کی حالت یہ تھی کہ پورا جسم پسینے سے شرابور تھا اور چہرے کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا: ''کہئے میاں صاحب، آپ نے ہمارا شہر دیکھ لیا؟''

میاں صاحب نے چھوٹتے ہی جواب دیا: ''تیرا برا ہو، تو نے مجھے اس لائق کہاں رکھا تھا کہ میں شہر دیکھتا، میری آنکھیں تو پیالے پر لگی تھیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں سے ایک بوند پانی چھلک جائے اور پیچھے سے گردن صاف کر دی جائے، تو خیالات کی ڈوری تو اس میں الجھی ہوئی تھی ایسی حالت میں شہر کیسے دیکھ سکتا تھا؟''

بادشاہ نے کہا: ''یہی ہے دین داری اور نظم حکومت کے اکٹھا ہونے کی مثال، اگر تمہارے دل میں اللہ کا ڈر ہو اور تمہاری نگاہ اپنی ذمہ داریوں پر ہو تو دنیا کی کوئی مشغولیت تمہیں دین کے غافل نہیں کر سکتی۔''

آج دنیا میں وہی نقشہ درپیش ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے تھا۔ ایک طرف مسلمان ہیں، دوسری طرف دنیا کی تمام قومیں، جن کے پاس دولت، طاقت اور طرح کے ساز و سامان ہیں پہلے مقابلہ کا میدان صرف عرب کا ریگستان تھا اور آج پوری زمین حق و باطل کی مقابلہ گاہ ہے، دنیا کی تمام قومیں یہ چاہتی ہیں کہ اسلام کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس کے نام لیواؤں پر عرصہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیات تنگ کر دیا جائے۔

ان حالات میں مسلمان جب اپنی طرف دیکھتے ہیں تو ان کے دلوں میں ناامیدی چھا جاتی ہے، کیوں کہ ان کے خیال میں ان کی تعداد کم ہے، ان کے پاس دولت نہیں، اور وہ مادی وسائل سے محروم ہیں۔ یہ سب کچھ سہی۔

مگر اس پر یقین رکھنا چاہئے کہ اسلام اللہ کا دین ہے، اس کی ترقی نہ تو بڑی بڑی فوجوں سے ہوئی، نہ زیادہ مال و دولت اور ساز و سامان سے، بلکہ آسمانی تائید اور غیبی مدد سے ہوئی، اس لیے ہمیں غیروں کی ظاہری ترقی سے مرعوب نہ ہونا چاہئے اور کسی بھی صورت میں مایوسی کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہئے۔

ضرورت ہے کہ اللہ پر پختہ ایمان و یقین کے ساتھ ہم اسلام پر ثابت قدم ہو جائیں، اس کا نتیجہ ہوگا کہ جو لوگ ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے ہیں، جو لوگ ہمیں پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتے، جو لوگ ہمارے لیے اس ملک کو اندلس بنا دینے کی تیاریوں میں مشغول ہیں، وہ منہ کی کھائیں گے، انہیں ذلت اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان پر قدرت کی ایسی مار پڑے گی کہ ہم خود حیران رہ جائیں گے، اس لیے کہ اللہ کا یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. ''تم شکستہ دل نہ بنو، غم نہ کرو تم ہی سر بلند رہو گے اگر تم مومن رہے۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر ثابت قدم رکھے، اس کے راستے میں آنے والی ہر دشواری کو آسان فرمائے اور ہمیں دنیا اور آخرت کی فلاح سے نوازے۔ آمین۔

وما علینا الا البلاغ.

الشموس البازغة اردو شرح البلاغة الواضحه

شارح:- مولانا ضیاء الحسن سلفی

چھپ کر منظر عام پر آگئی ہے، ہم سے طلب فرمائیں

رشید بک ڈپو، جامع مسجد، سہارنپور، یو۔پی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دعوت عمل بالکتاب والسنۃ کے فروغ کیلئے

مکتبہ بیت السلام مئو کی معیاری مطبوعات کا مطالعہ کیجئے

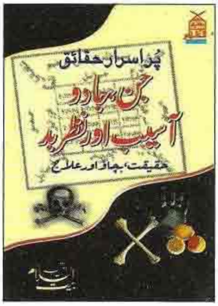

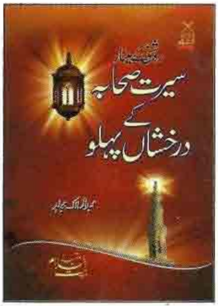

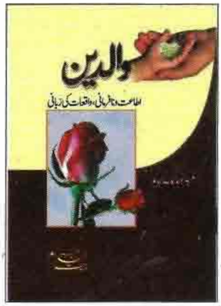

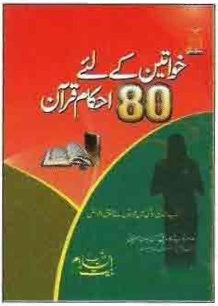

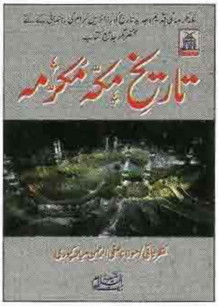

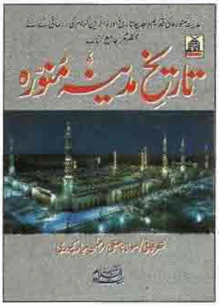

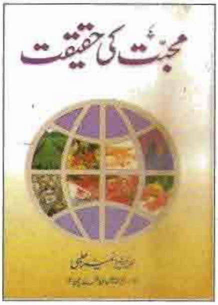

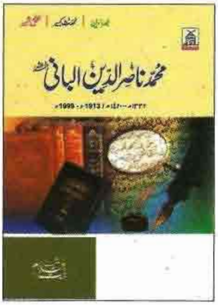

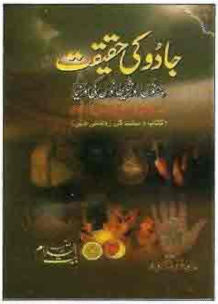

MAKTABA BAIT-AL-SALAM

MAUNATH BHANJAN - U.P. (INDIA)

₹ 200/-